

دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور سے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ عثمانیہ

مفتی غلام الرحمن

رئیس دارالافتاء

زیر نگرانی

مفتی نجم الرحمن

کتاب

الصلوة (اوقات الصلاة تا صلاة الجمعة)



تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

منطق	خطبات	تفاسیر
معانی	سیرت	احادیث
تصوف	تاریخ	فقہ
تقابل ادیان	صرف	سوانح حیات
تجوید	نحو	درس نظامی
نعت	فلسفہ	لغت
تراجم	حکمت	فتاوی
تبلیغ و دعوت	بلاغت	اصلاحی
تمام فنون	مناظرے	آڈیو درس



دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور
سے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ

فَتَاوِیْ عُثْمَانِیَّة

مفتی غلام الرحمن
رئیس دارالافتاء

زیرنگرانی
مفتی نجم الرحمن
نائب رئیس دارالافتاء

جلد دوم

الصلوة (اوقات الصلاة تا صلاة الجمعة)

العصر الکیڈمی پشاور

فَقُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
قانون کاپی رائٹ ایکٹ 1962ء حکومت پاکستان، بحق
"العصر اکیڈمی" جامعہ عثمانیہ پشاور محفوظ ہیں۔

فَقُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

جلد دوم

علمی اقادات: **حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن مظلوم**

مہتمم ورکس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

زیر نگرانی: حضرت مولانا مفتی نجم الرحمن مدظلہ

استاد الحدیث و نائب رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

تحقیق و تبویب: شرکائے شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

باہتمام: **احسان الیوم پبلیکیشنز**

سن طباعت اشاعت ہفتم:

ذی الحجہ 1442ھ / جولائی 2021ء

سن طباعت اشاعت اول:

جمادی الثانیہ 1437ھ / مارچ 2016ء

سن طباعت اشاعت دوم:

جمادی الاولیٰ 1438ھ / فروری 2017ء

سن طباعت اشاعت سوم:

رجب المرجب 1439ھ / اپریل 2018ء

سن طباعت اشاعت چہارم:

ربیع الثانی 1440ھ / دسمبر 2018ء

سن طباعت اشاعت پنجم:

ربیع الاول 1441ھ / نومبر 2019ء

سن طباعت اشاعت ششم:

رجب المرجب 1442ھ / دسمبر 2020ء

ملنے کا پتہ

مکتبہ العصر

احاطہ جامعہ عثمانیہ پشاور

عثمانیہ کالونی نو تھمہ روڈ پشاور کینٹ

صوبہ خیبر پختونخوا، پاکستان

رابطہ: 0314 9061952 / 0348 0191692

العصر اکیڈمی پشاور

© ihsan.usmani@gmail.com

☎ +92 333-9273561 / +92 321-9273561

☎ +92 312-0203561 / +92 315-4499203



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست جلد ۲

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	کتاب الصلوٰۃ (مباحث ابتدائیہ)	
1	تعارف اور حکمت مشروعیت	1
2	نماز کی مشروعیت اور فرضیت	2
3	ترک نماز پر وعید	3
4	صلوٰۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	4
4	نماز کب فرض ہوئی؟	5
5	شرعیات مطہرہ میں نماز کی قسمیں	6
5	نماز پر مرتب ہونے والے احکام	7
5	نماز کے وجوب کا سبب	8
6	نماز کی فرضیت کے لئے شرائط	9
6	زوال عقل کی مختلف صورتوں کا حکم	10
7	نمازوں کی تعداد کا ثبوت	11
7	نماز کی رکعتوں کی تعداد	12

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	باب أوقات الصلوة (مباحث ابتدائیه)	
8	تعارف اور حکمت مشروعیت	13
8	وقت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم	14
8	نماز کے لئے وقت کی حیثیت اور اس کے احکام	15
9	مخصوص پانچ اوقات کی مشروعیت	16
10	وقت کی تعیین کے اعتبار سے نماز کی قسمیں	17
10	اوقات کی قسمیں	18
10	جائز اوقات (فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء)	19
12	ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا	20
12	مستحب اوقات	21
13	اگر آسمان پر بادل ہوں تو!	22
14	مکروہ اوقات	23
14	ذات کے اعتبار سے مکروہ اوقات اور اس کے احکام	24
15	کسی خارجی امر کی وجہ سے مکروہ اوقات	25
16	جن ممالک میں کسی نماز کا وقت نہ پایا جائے!	26

	فصل في أوقات الصلوة (مسائل)	
17	موجودہ نقشہ اوقات کا اعتبار	27
18	صبح کی نماز کا وقت	28
19	تہجد پڑھنے کے وقت فجر کا طلوع ہونا	29

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
20	طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا.....	30
21	طلوع آفتاب کے بعد مکروہ وقت کا تعیین.....	31
22	نماز جمعہ کا مستحب وقت.....	32
23	دخول وقت کے بعد اذان سے پہلے سنت پڑھنا.....	33
24	احناف کے ہاں عصر کا ابتدائی وقت.....	34
25	نماز عصر میں تاخیر کی حد.....	35
25	مغرب کی نماز کا وقت.....	36
26	مغرب کی نماز میں چند منٹ تاخیر کرنا.....	37
27	مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا.....	38
29	مغرب اور عشا کا درمیانی وقفہ.....	39
30	وقت سے پہلے اذان دینا.....	40

<h2>باب الأذان والإقامة</h2> <p>(مباحث ابتدائیہ)</p>		
31	تعارف اور حکمت مشروعیت.....	41
31	اذان کا لغوی اور اصطلاحی معنی.....	42
31	اقامت کا لغوی اور اصطلاحی معنی.....	43
32	اذان کی مشروعیت اور ابتدا.....	44
33	اذان کا سبب اور رکن.....	45
33	اذان کا حکم.....	46
34	اذان اور اقامت کے الفاظ.....	47
34	تہییب کا حکم.....	48

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
35 اذان کی شرائط	49
35 اذان کی سنتیں	50
35 نفس اذان سے متعلق سنتیں	51
36 مؤذن کی صفات	52
37 جن لوگوں کی اذان و اقامت مکروہ ہے اور قابل اعادہ ہے	53
38 اذان و اقامت کن نمازوں کے لیے دی جائے گی؟	54
38 اذان کا مسنون طریقہ	55
38 اذان کی بدعات	56
39 بچے کے کان میں اذان دینا	57
39 اذان و اقامت کا جواب	58
<p style="text-align: center;">***</p> <p style="text-align: center;">باب الأذان والإقامة</p> <p style="text-align: center;">(مسائل)</p>		
40 اللہ اکبر کی راپر صحیح اعراب	59
41 اذان میں اللہ اکبر کے لام کو زیادہ کھینچنا	60
42 اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ	61
43 جمعہ کی دونوں اذانوں میں وقفہ کی مقدار	62
44 نومولود بچے کے کان میں اذان و اقامت	63
45 جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا	64
46 خولجہ سرا کی اذان	65
47 جماعت ثانیہ کے لیے اقامت	66
48 مسنون داڑھی نہ رکھنے والے کی اذان	67

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
68	وقت سے پہلے دی گئی اذان کا اعادہ.....	49
69	مشکلات کے وقت سورہ یٰسین کے ہر ”سین“ پر اجتماعی اذانیں.....	50
70	سودخور کی اذان.....	51
71	مسجد کے احاطے میں اذان دینا.....	52
72	افطاری کے وقت اذان کا جواب دینا.....	53
73	اذان میں حضور ﷺ کا نام مبارک سننے پر درود شریف پڑھنا.....	54
74	شہادتین کے وقت انگوٹھے چومنا.....	55
75	بیع و شرا کی ممانعت جمعہ کی اذان اول کے ساتھ ہے یا اذان ثانی کے ساتھ؟.....	56
76	لنگڑے شخص کا بیٹھ کر اذان دینا.....	57
77	نا بالغ کی اذان.....	58
78	اذان کی دعا.....	59
79	الو سيلة والفضيلة کا مطلب.....	60
80	اقامت کے دوران حی علی الفلاح کے ساتھ کھڑا ہونا.....	61
81	کاروباری جگہ پر جماعت کے لیے اذان کا حکم.....	62
82	ایک مسجد میں متعدد اذانیں دینا.....	63
83	اقامت کا حق دار کون ؟ اور اقامت کا جواب.....	64
84	اذان کے بعد متصل سورت پڑھنا.....	66
85	اذان میں لفظی غلطی یا کلمات کی تبدیلی سے اعادہ.....	67
86	اذان کے جواب میں اشہد ان محمدا رسول اللہ کی بجائے درود پڑھنا.....	68
87	حالت جنابت یا بغیر وضو کے اذان و اقامت.....	71
88	اذان کے وقت انگلیاں کانوں میں رکھنا.....	72
89	عشا کی اذان کے فوراً بعد جماعت قائم کرنا.....	74
90	اذان و اقامت میں کلمات بھول جانا.....	76

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
77 دورانِ تلاوت اذان کا جواب دینا	91

	باب صفة الصلوة وشروطها وأركانها وواجباتها (مباحث ابتدائیہ)	
78 تعارف اور حکمتِ مشروعیت	92
78 شرط کی لغوی و اصطلاحی تعریف	93
78 نماز کی شرائط کی تقسیم	94
79 شرائطِ صحت	95
79 شروط انعقاد	96
79 شروط انعقاد و دوام	97
79 شروط بقا	98
80 شروط خروج	99
80 مذکورہ شرائط کی تفصیل	100
80 بدن، کپڑے اور مکان کی صفائی، یعنی الطہارۃ الحقیقیہ	101
81 الطہارۃ الحکمیہ	102
81 ستر چھپانا	103
82 استقبالِ قبلہ	104
83 وقت (وقت داخل ہونے کا یقین ہونا)	105
83 نیت	106
83 تکبیر تحریمہ	107
84 نماز کے ارکان و فرائض	108
85 قیام	109

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
110	قرأت.....	85
111	رکوع.....	85
112	سجدہ.....	86
113	تعدہ اخیرہ.....	86
114	نماز کے واجبات.....	87
115	نماز کی سنتیں.....	88
116	آداب و مستحبات.....	90

باب صفة الصلوة و شروطها و أركانها		
(مسائل)		
117	بے وضو نماز پڑھنا.....	91
118	جیل میں اشارہ کے ساتھ پڑھی گئی نمازیں.....	92
119	دوران نماز عورت کا اپنے لٹکے ہوئے بال چھپانا.....	93
120	نماز میں عین قبلہ کی طرف رخ کرنا.....	94
121	خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے موزوں میں نماز.....	95
122	چہرے میں نماز.....	96
123	امام کی تکبیر تحریمہ کا وقت.....	97
124	چلتی گاڑی میں فرض نماز پڑھنا.....	98
125	کشتی میں نماز.....	99
126	کھڑی کشتی میں نماز.....	100
127	ہاتھ پر زخم ہونے کی حالت میں صرف ناک کے ساتھ سجدہ کرنا.....	101
128	قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ.....	102

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
103	تیسری رکعت کے بعد قعدہ کرنا.....	129
104	نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا.....	130
105	نماز میں فرض قرأت کی مقدار.....	131
106	دوران قرأت الفاظ کی بجائے معافی اور مقدرات پڑھنا.....	132
107	مقتدی کا کسی رکن میں امام سے پیچھے رہ جانا.....	133

	فصل فی الواجبات	
	(مسائل)	
109	مقتدی کا امام سے پہلے رکوع سے اٹھنا.....	134
110	مقتدی کا امام سے قبل سلام پھیرنا.....	135
111	سری قرأت پڑھنے کی مقدار.....	136
112	پہلی رکعت میں مکمل قرآن پڑھنے سے دوسری رکعت میں تلاوت کا حکم.....	137
113	قضا اور نفل نماز میں جہری قرأت.....	138
115	فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ چھوڑنا.....	139
116	نماز میں فاتحہ پڑھتے وقت آیت رہ جانا.....	140
116	فاتحہ کے بعد آدھی آیت پر اکتفا کرنا.....	141
118	فرض کی آخری رکعتوں میں سورت ملانا.....	142
118	قعدہ میں شریک مسبوق کے تشہد کا حکم.....	143
119	مسبوق کا فوت شدہ پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا.....	144

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا (مباحث ابتدائیہ)	
145	تعارف.....	121
146	جن چیزوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی.....	124
147	مکروہات نماز.....	124
148	چند اہم مکروہات.....	125
149	جن چیزوں کی وجہ سے نماز توڑنا واجب یا جائز ہے.....	126
	فصل فی المفسداۃ (مسائل)	
150	نماز میں کسی کے کہنے یا اشارے سے کوئی کام انجام دینا.....	127
151	نماز میں عورت کا مرد کے ساتھ برابر کھڑا ہونا.....	128
152	نماز میں پاگل عورت کا مرد کے ساتھ برابر کھڑا ہونا.....	129
153	نماز میں دونوں ہاتھوں سے چادر اوڑھنا.....	130
154	نماز میں باتیں کرنا.....	131
155	نماز میں رونا.....	132
156	عمل کی کثرت کی تعریف اور نماز پر اس کا اثر.....	133
157	دوران نماز ستر کھل جانا.....	135
158	غلطی سے بے جا لقمہ دینا.....	136
159	امام کا غیر مقتدی سے لقمہ لینا.....	136
160	نماز پوری ہونے سے پہلے سلام پھیرنے پر مقتدی کا امام کو لقمہ دینا.....	137
161	نمازی کا دوسرے امام کو لقمہ دینا.....	138
162	نماز میں امام کو لقمہ دینا.....	139

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
140 امام کا لقمہ نہ لینے سے مقتدی کی نماز	163
141 نمازی کے سامنے سے عورت کا گزرنا	164
142 نمازی کو سلام کرنا	165
145 کہنیوں تک ہاتھ نہ دھونے والے کی نماز	166
146 زلزلہ آنے سے نماز توڑنا	167
147 عورت کا کھیتوں میں نماز پڑھنا	168
148 نماز میں سونے سے کسی رکن کا فوت ہونا	169
149 نماز میں آخری قعدہ چھوٹنا	170
150 مسجد ہال میں جگہ کے باوجود باہر صحن میں امام کی اقتدا	171
151 رکوع میں ایک تسبیح کی جگہ دوسری تسبیح پڑھنا	172
152 کسی کی پشت پر سجدہ کرنا	173
152 نماز میں گلا صاف کرنے کے لیے کھنکارنا	174
153 سجدے کے دوران دونوں پیراٹھانا	175
155 خون آلودہ رومال کے ساتھ نماز پڑھنا	176
156 دوران نماز منہ میں ذائقہ	177
157 پیشاب سے بھری بوتل جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا	178
157 دوران نماز کھانا	179
158 دوران نماز قیام سے قعدہ کی طرف لوٹنا	180
160 غیر نمازی سے نماز میں لقمہ لینا	181
161 ارکان نماز میں سے کسی رکن کا رہ جانا	182
162 مغرب کی نماز میں مسبوق کی قرأت	183



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	فصل في المكروهات (مسائل)	
163	چرس کی دوکان میں نماز پڑھنا.....	184
163	نماز میں آستین چڑھانا.....	185
164	نسوار یا سگریٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا.....	186
165	مونج کے پتوں کی بنی ہوئی ٹوپی میں نماز.....	187
166	بھوک کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا.....	188
167	امام کا سجدہ اور رکوع میں تسبیحات تین بار سے زیادہ پڑھنا.....	189
168	گیس چولہے کے سامنے نماز.....	190
169	پینٹ شرٹ میں نماز.....	191
170	دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ تلاوت کرنا.....	192
171	دو رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا.....	193
172	آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا.....	194
173	قبروں والی مسجد میں نماز پڑھنا.....	195
174	قبرستان میں نماز.....	196
175	فرض اور سنت کے درمیان بلا ضرورت تاخیر کرنا.....	197
176	ناپاک جگہ پر جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنا.....	198
177	سر پر چھوٹا رومال باندھ کر نماز پڑھنا.....	199
178	نماز کے دوران سر پر رومال رکھ کر دونوں کندھوں پر لٹکانا.....	200
179	قضاے حاجت کی ضرورت کے وقت نماز پڑھنا.....	201
180	دوران نماز تحریر دیکھنا.....	202
180	تصویر والے کمرے میں نماز.....	203

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
181 صرف نماز میں پانچے ٹخنوں سے اوپر کرنا	204
182 محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا	205
183 دوران نماز سر سے ٹوپی گر جانا	206
183 نماز کے بغیر سجدہ کرنا	207
184 عورت کا غیر محرم کے سامنے نماز پڑھنا	208
185 رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑنا	209
186 جس مسجد میں قبر ہو، اس میں نماز پڑھنے کا حکم	210
187 رنگ آلود کپڑوں میں نماز پڑھنا	211
187 ننگے سر نماز پڑھنا	212
188 نماز میں چھوٹی سورت چھوڑنا	213
<p style="text-align: center;">❁❁❁</p> <p style="text-align: center;">فصل فی السترة</p> <p style="text-align: center;">(مسائل)</p>		
190 نمازی کے سامنے بیٹھنا	214
191 سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حد	215
192 صف میں شامل ہونے کے لیے نمازی کے سامنے سے گزرتا	216
193 امام اور مقتدیوں کے لیے سترہ	217
194 سترہ کی مقدار	218
196 کپڑے وغیرہ کو سترہ بنانا	219
<p style="text-align: center;">❁❁❁❁❁</p>		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب الإمامة (مباحث ابتدائیہ)	
220	تعارف، امامت کی اہمیت اور حکمت مشروعیت	197
221	امامت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	197
222	امامت کی صحت کے لیے شرائط	198
223	اقتدا کی صحت کے لیے شرائط	198
224	درج ذیل لوگوں کی اقتدا کرنا درست ہے	200
225	امامت کا زیادہ حق دار کون؟	200
226	ناپسندیدگی کے باوجود امامت	201
227	تراویح میں نابالغوں کی امامت	201
228	عورت کی امامت	202
229	شیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعے امامت	202
230	خلاف مسلک امام کی اقتدا	202
231	جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے	203
232	صفوف کی ترتیب اور امام کے قیام کی جگہ	204

	باب الإمامة (مسائل)	
233	نابالغ بچے کی امامت	205
234	امام کا کسی دوسرے شخص کو امامت کے لیے آگے کرنا	206
235	داڑھی کتروانے والے کی امامت	207
236	لانڈھیہ کے پیچھے نماز پڑھنا	208

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
209	پیش امام کے لیے گہری باندھنا.....	237
210	بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھنا.....	238
211	امام سلام پھیرنے کے بعد سنتیں کہاں پڑھے.....	239
212	امام کس وقت مصلیٰ پر حاضر ہو؟.....	240
213	امام کا مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہونا.....	241
214	فاسق، فاجر کی اقتدا.....	242
215	مخلوط تعلیمی ادارے میں پڑھانے والے کی امامت.....	243
216	سود خور کی امامت.....	244
217	بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کی اقتدا.....	245
218	امام کا صف کے بیچ میں کھڑے ہونا.....	246
218	امام کے دونوں جانب مقتدیوں کا برابر ہونا.....	247
219	امام کا مقررہ وقت سے تاخیر کرنا.....	248
220	حافظ کی امامت.....	249
221	اشارہ کے ساتھ پڑھنے والے کی اقتدا.....	250
222	ناہینا امام کی اقتدا.....	251
223	فرض اور تراویح میں امام کا تبدیل ہونا.....	252
224	وتر میں غیر احناف کی اقتدا.....	253
224	انگریزی ہال رکھنے والے شخص کی امامت.....	254
226	داڑھی منڈوانے والے امام کے پیچھے پڑھی گئی نمازیں.....	255
227	امام کا قرأت میں غلطی کرنا.....	256
227	مردوں کو غسل دینے والے امام کی اقتدا.....	257
228	امام کا محراب میں کھڑا ہونا.....	258
229	لقیط کے پیچھے نماز پڑھنا.....	259

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
260	بئی کو سکول بھیجنے والے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا	230
261	اقتدا کے وقت امام کی حالت کا معلوم نہ ہونا	232
262	ٹی وی دیکھنے والے اور داڑھی کاٹنے والے کی امامت	233
263	سترہ سالہ بغیر داڑھی والے نوجوان کی امامت	234
264	نافرمان شاگرد کی اقتدا میں نماز پڑھنا	235
265	عابد کے پیچھے علاو طلبہ کی نماز اور ”کاف“ کی جگہ ”قاف“ پڑھنے والے کی اقتدا	236
266	نابالغ بچے کو مقتدی بنا کر جماعت کرانا	238
267	خفی کا کسی غیر خفی کے پیچھے نماز پڑھنا	239
268	بے وضو نماز پڑھنا	240
269	ذیوئی میں غفلت کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا	241
270	”صاد“ اور ”رسمین“ میں فرق نہ کرنے والے کی امامت	242
271	کسی فاسق آدمی کو امام بنانا	243
272	امامت کے لیے چوڑی لازم قرار دینا	244
❀❀❀❀❀		
بابُ الجماعة		
(مباحث ابتدائیہ)		
273	جماعت کی اہمیت اور حکمتِ مشروعیت	246
274	جماعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	246
275	جماعت کا حکم	247
276	بیچ وقت نمازوں کے علاوہ نمازوں میں جماعت کا حکم	247
277	جماعت کس پر واجب ہے؟	247
278	جماعت کس پر واجب نہیں؟	248

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
248	جماعت کی کم سے کم مقدار.....	279
248	جماعت فوت ہو جائے تو کیا کیا جائے؟.....	280
249	جماعت ثانیہ کا مسئلہ.....	281

	باب الجماعة	
	(مسائل)	
250	اذان سننے کے باوجود اکیلے نماز پڑھنا.....	282
250	حجرہ میں جماعت کرانا.....	283
251	جماعت میں دیوث کی موجودگی.....	284
253	فرض نماز ادا کرتے وقت جماعت کھڑی ہو جانا.....	285
254	خواتین کا جماعت میں شریک ہونا.....	286
255	سلام پھیرنے کے بعد امام کا دعا کرنا.....	287
256	جماعت پانے کے لیے دوسری مسجد جانا.....	288
256	گھر میں باجماعت نماز پڑھنے کا طریقہ.....	289
257	محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا.....	290
258	تین مقتدی اور تین صف.....	291
259	مسجد کی بالائی منزل میں باجماعت نماز پڑھنا.....	292
260	جماعت ثانیہ.....	293
261	سکول میں باجماعت نماز پڑھنا.....	294
263	مسجد کے ہال سے ملے ہوئے کمرے میں جماعت کرانا.....	295
264	ورکشاپ میں باجماعت نماز پڑھنا.....	296
265	سودخور کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا.....	297

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
266 امام کا لفظ السلام کہتے ہوئے مقتدی کا جماعت میں شامل ہونا	298
267 تبلیغی جماعت کا جماعتِ ثانیہ پڑھنا	299
268 نماز کے لیے عورتوں کا مسجد میں آنا	230

باب البناء والاستخلاف		
(مباحث ابتدائیہ)		
270 بنا کی تعریف	301
270 استخلاف کی تعریف	302
270 استخلاف کا طریقہ	303
271 بنا اور استخلاف کی شرائط	304

باب البناء والاستخلاف		
(مسائل)		
272 دورانِ نماز وضو ٹوٹنا	305
272 سجدہ سہو کے لزوم کے بعد استخلاف (امام کے لیے کسی کو نائب بنانے) کا طریقہ کار	306

باب السنن والنوافل		
(مباحث ابتدائیہ)		
274 تعارف اور حکمتِ مشروعیت	307
274 سنن اور نوافل کی تعریف، اور متعلقہ اصطلاحات کی تشریح	308
274 نفل	309

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
275 سنت	310
275 سنن الہدیٰ یعنی سنن مؤکدہ یا سنن راتبہ	311
276 سنن الزوائد یا سنن غیر مؤکدہ	312
276 سنن ونوافل کی مشروعیت	313
276 سنن مؤکدہ کی تفصیل	314
277 فجر کی سنتیں	315
278 ظہر کی سنتیں	316
278 سنن غیر مؤکدہ	317
279 سنن مؤکدہ و سنن غیر مؤکدہ کے مشترک احکام	318
280 چند مکروہات کا تذکرہ	319
280 چند مشہور سنت اور مستحب نمازیں	320
280 اوائین	321
281 تحیۃ المسجد	322
281 تحیۃ الوضوء	323
281 صلوۃ النضحی (چاشت کی نماز)	324
282 صلوۃ السفر	325
282 صلوۃ اللیل (تہجد)	326
282 صلوۃ الاستحارۃ	327
283 صلوۃ الاشراف	328
283 عام نوافل کے احکام	329
284 فرائض و نوافل کے مابین فرق کے لیے امتیازی اصول	330
285 نوافل میں مکروہ امور	331
285 نوافل کی مقدار سے متعلق مکروہات	332

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
285	نوافل کے وقت سے متعلق مکروہات.....	333

	باب السنن والنوافل	
	(مصافل)	
287	سنن ہدیٰ اور سنن زوائد میں فرق.....	334
288	ظہر کی چار رکعت سنت کا جماعت کی وجہ سے روہ جانا.....	335
289	فجر کی جماعت کے دوران سنتوں کا پڑھنا.....	336
290	سنتوں کے لیے افضل جگہ.....	337
291	باجماعت صلوٰۃ تسبیح پڑھنا.....	338
292	نماز حاجت ادا کرنا.....	330
293	اشراق کی نماز.....	340
294	سجدہ شکر ادا کرنا.....	341
295	تکبیر اولیٰ کی فضیلت پانے کی حد.....	342
296	نماز کے بغیر سجدہ شکر ادا کرنا.....	343
297	نماز میں شاء پڑھنا.....	344
298	چار رکعات نفل کی نیت باندھنا.....	345
299	فجر کی سنتیں روہ جانا.....	346
300	ظہر کی چار سنتیں فرض کے بعد پڑھنے کی ترتیب.....	347
301	باجماعت نوافل ادا کرنا.....	348
302	تراویح کے بعد نفل جماعت کا حکم.....	349
303	میاں بیوی کا باجماعت نفل پڑھنا.....	350
305	نفل نماز میں تعدد نیت.....	351

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
305 تلہر کی سنتیں پڑھنے کے دوران جماعت کھڑی ہونا	352
307 فجر کی سنتیں فرض کے بعد متصل پڑھنا	353
308 سنت اور فرض کے درمیان وقفہ کرنا	354
309 دو رکعت نفل کی بجائے چار رکعات پڑھنا	355
310 فجر کی سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت کھڑی ہونا	356

	باب الوتر	
	(مباحث ابتدائیہ)	
311 تعارف اور حکمت مشروعیت	357
311 وتر کا لغوی اور اصطلاحی معنی	358
311 وتر کا وجوب اور مشروعیت	359
313 وتر کی رکعات کی تعداد	360
313 نماز وتر سے متعلق بنیادی اصول و قواعد	361
315 وتر کا وقت	362
315 دعاء قنوت سے متعلق متفرق مسائل	363
317 وتر میں شافعی المسلک امام کی اقتدا	364
317 فجر میں دعائے قنوت اور قنوت نازلہ کا حکم	365

	باب الوتر	
	(مسائل)	
319 غیر حنفی کی اقتدا میں وتر پڑھنا	366
320 وتر کا سلام	367

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
321	وتر کی قضا.....	368
322	وتر کے بعد نوافل پڑھنے کا طریقہ.....	369
323	وتر میں دعائے قنوت کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھنا.....	370
324	وتر بیٹھ کر پڑھنا.....	371
325	دعائے قنوت کا بعض حصہ چھوڑنا.....	372
326	دعائے قنوت کے لیے تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھانا.....	373
326	قنوت نازلہ پڑھنا.....	374
327	وتر میں دعائے قنوت سے پہلے تکبیر.....	375
328	بلا عذر و تر نماز بیٹھ کر پڑھنا.....	376
329	شوال کا چاند نظر آنے کے باوجود وتر باجماعت پڑھنا.....	377
331	وتر کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہونا.....	378

<h2>باب التراويح</h2> <p>(مباحث ابتدائیہ)</p>		
333	تعارف، اور حکمتِ مشروعیت.....	379
333	تراویح کا لغوی اور اصطلاحی معنی.....	380
333	تراویح کی مشروعیت.....	381
334	تراویح کا حکم.....	382
334	تراویح کی رکعتوں کی تعداد.....	383
335	تراویح کے جواز کا وقت.....	384
335	تراویح کا مستحب وقت.....	385
336	تراویح کی جماعت کا حکم.....	386

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
336	تراویح کی نماز کو گھر میں باجماعت پڑھنا.....	387
337	نماز تراویح دو جگہ پڑھنا.....	388
337	نماز تراویح کی سنتیں.....	389
339	چند متفرق مسائل.....	390

<h2>باب التراویح</h2> <h3>(مسائل)</h3>		
340	میں رکعات تراویح پڑھنا.....	391
342	وتر کے بعد تراویح پڑھنا.....	392
343	ترویج کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا.....	393
343	ایک حافظ قرآن کا مکرر ختم قرآن کرنا.....	394
344	خواتین کا مردوں سے دور کھڑے ہو کر تراویح پڑھنا.....	395
345	معذور کی اقتدا میں تراویح پڑھنا.....	396
346	گھر میں باجماعت تراویح پڑھنا.....	397
348	عورتوں کا باجماعت نماز تراویح پڑھنا.....	398
348	تراویح میں ختم قرآن پر اجرت.....	399
350	تراویح کی آخری رکعت میں سورۃ بقرہ "المفلحون" تک پڑھنا.....	400
351	تراویح کی دو رکعتوں میں قعدہ چھوڑنے کے اثرات.....	401
353	لاؤڈ سپیکر پر ختم قرآن.....	402

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب سجود السہو (مباحث ابتدائیہ)	
403	تعارف اور حکمت مشروعیت	355
404	سہو کا لغوی اور اصطلاحی معنی	355
405	جدہ سہو کی مشروعیت اور اس کا حکم	355
406	جدہ سہو کن چیزوں سے واجب ہوتا ہے؟	356
407	جدہ سہو واجب ہونے کے اصولی اسباب	357
408	شک کی وجہ سے جدہ سہو	358
409	جدہ سہو کا مسنون طریقہ	358
410	جدہ سہو سے پہلے سلام کی حیثیت	359
411	جدہ سہو کے چند بنیادی احکام	359

	باب سجود السہو (مسائل)	
412	سلام پھیرنے کے بعد جدہ سہو یاد آ جانا	362
413	جدہ سہو میں سہو ہونا	363
414	جدہ سہو کا چھوٹا	363
415	رکن کی تاخیر سے جدہ سہو	364
416	امام کے جدہ سہو کے سلام کے ساتھ مسبوق کا سلام پھیرنا	365
417	مسبوق کا اپنے سہو پر جدہ سہو	366
418	جدہ سہو کے بعد فوت شدہ جدہ یاد آنا	367
419	ایک رکعت میں فاتحہ کا تکرار	368

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
369	پہلے قعدہ میں درود پڑھنا.....	420
370	جہری نماز میں امام کا پوشیدہ قرأت کرنا.....	421
371	جماعت کی نماز میں کثیر تعداد کے وقت سجدہ سہو.....	422
372	پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہونا.....	423
373	امام کے سجدہ سہو کے وقت مسبوق کا سلام پھیرنا.....	424
374	سجدہ سہو کے وجوب کے اسباب.....	425
375	ایک دفعہ سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ سجدہ سہو کرنا.....	426
376	چار رکعت نفل میں قعدہ اولیٰ ترک کرنا.....	427
377	مقتدی کا غلطی سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہونا.....	428
379	نفل نماز میں کوئی واجب کا چھوڑنا.....	429
379	قعدہ اولیٰ کے اتمام کے بعد درود شریف پڑھنا.....	430
380	چار رکعت فرض نماز میں قعدہ اولیٰ چھوڑنا.....	431
❦❦❦		
باب سجدة التلاوة		
(مباحث ابتدائیہ)		
382	تعارف اور حکمت مشروعیت.....	432
382	سجدہ تلاوت کا معنی اور وجہ تسمیہ.....	433
382	سجدہ تلاوت کا حکم اور مشروعیت.....	434
383	سجدہ تلاوت کا رکن.....	435
383	سجدہ تلاوت علی الفور یا علی التراخی.....	436
383	سجدہ تلاوت کے لیے مخصوص آیات.....	437
384	سجدہ تلاوت کے اسباب (تلاوت، سماع، یعنی سننا، اتمام).....	438

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
439	سجدہ تلاوت کس پر واجب ہے؟	386
440	سجدہ تلاوت کو نماز کے رکوع یا سجدہ میں ادا کرنے کا حکم	387
441	تکرار تلاوت، تکرار سماع یا اجتماعی تلاوت و سماع حکم	388
442	مجلس سے کیا مراد ہے؟	389
443	سجدہ تلاوت پڑھنے کا طریقہ	389
444	سجدہ تلاوت کی سنتیں	390
445	چند متفرق احکام	390
446	سجدہ شکر	391
باب سجدة التلاوة		
(مسائل)		
447	ایک مجلس میں متعدد افراد کا سجدہ والی آیت پڑھنا	393
448	نامعلوم سجدہ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ	394
449	سجدہ تلاوت کے وجوب کا سبب	395
450	ایک رکعت میں ایک ہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھنا	396
451	ریڈیو، ٹی وی، کیسٹ وغیرہ سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت	397

باب الجمعة		
(مباحث ابتدائیہ)		
452	تعارف اور حکمت مشروعیت	398
453	جمعہ کی فضیلت و اہمیت	398
454	جمعہ کی فرضیت اور مشروعیت	399
455	جمعہ کی فرضیت اور اہلیت کے لیے شرائط	400

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
400	جمعہ کی نماز کے لیے خارجی شرائط.....	456
400	مصر یا اس کے مضافات کا ہونا.....	457
402	فتاء مصر اور مضافات سے کیا مراد ہے؟.....	458
402	امام المسلمین یا اس کے نائب کی موجودگی.....	459
403	وقت، خطبہ.....	460
404	جماعت، اذن عام.....	461
405	جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے اہلیت.....	462
405	جمعہ کی نماز کو فاسد کرنے والی چیزیں.....	463
405	جمعہ اور دوسری نمازوں کے مشترک مفسداات کا حکم.....	464
405	جمعہ کی نماز کے لیے خاص مفسداات.....	465
406	نماز جمعہ کی قضا.....	466
406	جمعہ کے مستحبات.....	467
406	جمعہ سے متعلق کچھ ضروری احکام.....	468
407	ایک شہر میں تعدد جمعہ کا مسئلہ.....	469
407	جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں.....	470
408	خطبہ سے متعلق احکام.....	471
408	خطبہ کا رکن اور فرض مقدار.....	472
409	خطبہ کی شرائط.....	473
409	خطبہ کی سنتیں.....	474
410	خطبہ کے آداب.....	475
411	خطبہ کی مکروہات.....	476



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	فصل فی شرائط الجمعة	
	(مجموعہ)	
477	نماز جمعہ کا وقت.....	412
478	جمعہ کے دن وقت کے داخل ہونے سے پہلے اذان دینا.....	413
479	پہاڑی علاقہ میں نماز جمعہ.....	413
480	شرائط کے فقدان کے باوجود نماز جمعہ کا سلسلہ جاری رکھنا.....	414
481	نوجی یونٹ کا رنج میں نماز جمعہ ادا کرنا.....	415
482	گاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی.....	416
483	سترہ سو آبادی پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی.....	418
484	دیہات میں نماز جمعہ ادا کرنا.....	419
485	مسجد میں بچگانہ نماز کے اہتمام کے بغیر جمعہ.....	420
486	چھین کے شہروں میں جمعہ کی نماز.....	421
487	ضرورت کی بنا پر جمعہ مسجد سے باہر پڑھنا.....	422
488	شہر کے توابع میں نماز جمعہ.....	423
489	نماز جمعہ کے وقت راستوں کو بند کرنا.....	424
490	چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا.....	425
491	گاؤں کے توابع میں جمعہ وعیدین.....	425
492	جمعہ کے جواز کے لیے اذان عام.....	427
493	مسافر کا جمعہ پڑھنا.....	428
494	جمعہ کے لیے اذان عام کی شرط.....	429
495	گھر میں نماز جمعہ ادا کرنا.....	429
496	جمعہ کی نماز ظہر کے وقت سے پہلے یا بعد میں پڑھنا.....	430

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
431 جمعہ کی ادائیگی کے لیے اسلامی حکومت	497
432 جمعہ کی صحت کے لیے حاکم وقت کی شرط	498
433 اگر بڑے گاؤں کی آبادی کم ہو جائے	499
434 چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی تحقیق	500
435 آٹھ ہزار آبادی والے دیہات میں جمعہ	501
436 جمعہ کی نماز کے لیے مسجد کا ہونا	502
437 جمعہ کی جماعت کے افراد کی تعداد	503
438 دیہاتی کے لیے جمعہ	504

فصل فی احکام الجمعة		
(مسائل)		
439 اذان اول کے بعد دنیوی کام میں مشغول ہونا	505
440 متعدد مقامات میں جمعہ کا انعقاد	506
441 سورۃ الجمعۃ کی آیت میں ”البيع“ کا مفہوم	507
441 جمعہ فوت ہونے کی صورت میں باجماعت ظہر پڑھنا	508
442 جمعہ پڑھنے کے بعد خرید و فروخت	509
443 نیت میں جمعہ اور ظہر کو جمع کرنا	510
444 جمعہ کے بعد والی سنتوں کی حیثیت	511
445 جمعہ کی نماز میں خواتین کی شرکت	512
447 نماز جمعہ پڑھتے ہوئے وقت کا نکل جانا	513
447 جمعہ کی نماز میں تیسری آیت آدمی پڑھنا	514
449 عورتوں پر نماز جمعہ کا وجوب	515

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
516	معذورین کا جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا.....	450
517	جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنے کا حکم.....	451
518	جمعہ ادا کرنے والے مسافر کے لیے سنتوں کا حکم.....	452
519	نماز جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی نماز پڑھنا.....	453
520	صاحب ترتیب کے لیے فجر کی نماز فوت ہونے کی صورت میں نماز جمعہ کا حکم.....	454
521	اذان کے بعد تجارت.....	455
522	جمعہ کے دن دوپہر کے کھانے کا وقت.....	456
523	جمعہ کے اذان اول کے بعد کسی کام میں مشغول ہونا.....	457
524	نماز جمعہ کا فساد اور اس کی قضا.....	458
525	جمعہ کی اذان اول کے بعد کھانا اور مطالعہ.....	459
526	جمعہ کے دن دعا کی قبولیت کا وقت.....	460
527	جمعہ کی نماز میں جلدی کرنا.....	461
528	جمعہ کی نماز سے قبل سنن کی قضا.....	462
529	جمعہ کی قضا لانا.....	463
530	جمعہ میں شریک نہ ہونے والے کا ظہر پڑھنا.....	464
531	نئی جامع مسجد بننے کے بعد پرانی مسجد میں ادائیگی جمعہ.....	465
532	جامع مسجد تنگ ہو جانے پر نئی مسجد بنا کر اس میں جمعہ پڑھنا.....	466
533	جیل میں نماز جمعہ.....	467
534	اکیسے شخص کا نماز جمعہ پڑھنا.....	468
535	پیش امام کے علاوہ دوسرے شخص کا جمعہ کی نماز پڑھنا.....	469
536	خطیب اور امام کا ایک ہونا.....	470



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	فصل فی احکام خطبۃ الجمعة	
	(مسائل)	
471	خطبہ سننے کے لیے کوئی مخصوص دیرت.....	537
472	خطبہ میں توحید پر مبنی عربی اشعار پڑھنا.....	538
472	خطبہ جمعہ کے وقت نفل پڑھنا.....	539
474	دوسرے خطبہ کی جگہ دوبارہ پہلا خطبہ پڑھنا.....	540
475	دوران خطبہ درود پڑھنا.....	541
476	جمعہ کا خطبہ بغیر وضو کے پڑھنا.....	542
477	جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا.....	543
477	خطبہ سے پہلے اذان کا جواب دینا.....	544
478	دو خطبوں کے درمیان دعا.....	545
479	خطبہ جمعہ میں آواز بلند کرنے کی مقدار.....	546
480	خطبہ کا ترجمہ کے ساتھ پڑھنا.....	547
482	خطبہ کے دوران چندہ یا باتیں کرنا.....	548
483	خطبہ جمعہ سے پہلے یا بعد میں چندہ کرنا.....	549
484	منبر پر خطبہ دینا.....	550
484	خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا.....	551
484	خطبہ میں حمد اور تسبیح پر اکتفا کرنا.....	552
485	خطبہ کی اذان کا جواب دینا.....	553
486	جمعہ کے خطبہ میں وعظ و نصیحت.....	554
486	جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا حکم.....	555
487	خطبہ کے بغیر نماز جمعہ ادا کرنا.....	556
488		

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
489	خطبہ میں حاضر نہ ہونے کی صورت میں نماز جمعہ	557
490	امام کا خطبہ کے دوران لاشی سے سہارا لینا	558
491	جمعہ کے دن سنت پڑھتے وقت خطبہ کا شروع ہونا	559

492	مصادر و مراجع	560

کتاب الصلوٰۃ

(نماز کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

اسلام کے ارکان اربعہ میں سب سے اول درجہ نماز کا ہے۔ ایمان کے بعد جس درجہ نماز کی تاکید آئی ہے، اس کے فضائل اور اجر و ثواب کا ذکر آیا ہے اور ترک نماز پر وعیدیں ذکر کی گئی ہیں، قرآن و حدیث میں کسی اور امر کا اس درجہ اہتمام کے ساتھ ذکر نہیں ملتا۔

خدا کی بندگی کی جملہ صورتیں انسانوں کے ایک طبقہ پر واجب ہیں تو دوسرے پر واجب نہیں۔ روزہ صحت مندوں اور مقیم لوگوں پر واجب ہے بیماروں اور مسافروں پر نہیں، زکوٰۃ دولت مندوں پر ہے غریبوں پر نہیں، حج کے لیے استطاعت سفر اور صحت دونوں شرط ہیں، جہاد ان لوگوں پر فرض ہے جو جوان اور صحت مند ہوں، لیکن نماز سے کوئی مستثنیٰ نہیں؛ چاہے جوان ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت، صحت مند ہو یا بیمار، دولت مند ہو یا غریب اور مقیم یا مسافر۔ اسی طرح نماز کے ارکان، یعنی قیام، رکوع، سجود اور ستر عورت میں سے کسی ایک یا سب کے سب پر کوئی قادر نہ ہو تب بھی وہ رکن تو ساقط ہو جاتا ہے، لیکن نماز ساقط نہیں ہو سکتی۔

پھر زندگی کا کوئی مرحلہ اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کے لیے پیغمبر علیہ السلام نے کوئی نماز نہ بتائی ہو۔ کسی کی وفات ہو جائے تو دعائے مغفرت کے لیے نماز جنازہ، کوئی حاجت درپیش ہو تو صلوٰۃ حاجت، سورج یا چاند گھن ہو تو نماز کسوف و خسوف، قحط سالی اور خشکی ہو تو صلوٰۃ استسقاء، کوئی گناہ ہو جائے تو صلوٰۃ توبہ اور خوشی ہو تو صلوٰۃ شکر کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ غرض زندگی کے ہر موڑ پر خالق و مخلوق کے مابین رابطے اور تعلق کے لیے نماز کا سہارا لیا جاتا ہے۔ دراصل اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو لاتعداد نعمتوں سے نوازا ہے۔ خوبصورت تخلیق اور احسن تقویم کے ذریعے اشرف المخلوقات بنانے کی امتیازی نعمت، عقل و شعور اور صحت و سلامتی کی نعمت اور زندگی کی بنیادی ضروریات (ہوا، پانی، روشنی وغیرہ) کی مفت فراوانی ایسی نعمتیں ہیں جو ایک سلیم الفطرت انسان کو بے اختیار شکرگزاری پر مجبور کر دیتی ہیں، پھر چونکہ اس خاکِ انسان کو، جس کی سرشت میں نسیان اور بھول چوک کا مادہ رکھا گیا ہے اور نفس و شیطان سے اس کی منافست و عداوت کا سلسلہ بھی جاری ہے، ایک ایسے محرک کی بھی ضرورت ہے جو گاہے گاہے اس کو ان نعمتوں کی شکرگزاری اور بندگی کا احساس دلاتا ہے اور اگر کوئی بھول چوک ہو جائے تو اس پر اشکِ ندامت بہانے کا بھی وسیلہ بن

سکے، لہذا رب کائنات نے نبی کریم ﷺ کو اپنے پاس بلا کر ان کو بطور تحفہ اس عظیم عبادت سے نوازا تا کہ آپ ﷺ خالق و مخلوق کے مابین اس مضبوط اور دائمی رشتے کو اپنی امت کے سامنے پیش فرمائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ”نماز میں اصل امور تین ہیں:

(۱) خدا تعالیٰ کی بزرگی اور جلال کو دیکھ کر دل سے عاجزی کرنا

(۲) خدا تعالیٰ کی عظمت اور اپنی انکساری کو بذریعہ زبان ظاہر کرنا

(۳) اور اس خاکساری کی حالت کے موافق اعضا میں ادب کا استعمال کرنا“

چنانچہ کسی شاعر نے اپنے محسن و منعم کو شکرانے میں یہی تین چیزیں نذرانہ کر کے کہا ہے:

أفادتکم النعماء مني ثلاثة بدی ولسانی والضمیر المحجبا

یعنی تمہاری نعمتوں نے میری تین چیزیں تم کو حوالہ کر دیں: میرے ہاتھ، زبان اور پوشیدہ دل، گویا نماز خالق حقیقی

کے سامنے اپنی عجز و انکساری اور بے نفسی کا نقطہ عروج ہے۔ (۱)

نماز کی مشروعیت اور فرضیت:

نماز کی فرضیت اور مشروعیت قرآن کریم، سنت نبوی، اجماع اور قیاس ہر ایک سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں

تقریباً ساٹھ جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَقِمُوا الصَّلَاةَ﴾ (۲) نماز قائم کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (۳)

تحقیق نماز مؤمنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد، فمن جاء بهن لم يضيع منه شيئا استخفافاً

بحققهن، كان له عند الله عهد، أن يدخله الجنة، ومن لم يأت بهن فليس له عند الله عهد، إن شاء

عذبه وإن شاء أدخله الجنة“۔ (۴)

(۱) قاموس الفقہ، مادة صلوٰۃ: ۴/۲۳۲، حجة الله البالغة، المبحث الخامس، باب أسرار الصلوٰۃ: ۱/۷۲، احکام اسلام

عقل کی نظر میں، حصہ اول، باب صفة الصلوٰۃ، حقیقت نماز، ص: ۵۶، بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ: ۱/۴۵۸-۴۶۰

(۲) البقرة: ۴۳ (۳) النساء: ۱۰۳ (۴) مؤطا امام مالک، باب الأمر بالوتر، کتاب صلاة الليل، ص: ۱۰۸

اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں اپنے بندوں پر فرض کی ہیں، پس جو شخص ان میں سے کسی کے حق میں استخفاف اور توہین آمیز رویے سے بچ کر ان کو ضائع کیے بغیر ادا کر لے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں اس کا معاہدہ و میثاق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور جو شخص ان کو ادا نہیں کرے گا تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی عہد نہیں، چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو اس کو جنت میں داخل کر دے۔

اسی طرح نماز کی فرضیت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے اور عقل و قیاس بھی اس کی فرضیت کا مقتضی ہے۔ (۱)

ترک نماز پر وعید:

چونکہ نماز دین کا ستون اور محسن انسانیت پیغمبر پاک ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس لیے اہمیت اور مقام کے پیش نظر اس سے روگردانی کرنا دین اسلام کو منہدم کرنا ہے جس کا دوسرا نام کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (۲)

نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ ترک نماز سے کفر و شرک میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے۔ حضور پاک ﷺ نے بھی اس کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے:

”إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة“۔ (۳)

بے شک بندہ اور کفر و شرک کو ملانے والی چیز نماز چھوڑنا ہے۔

چنانچہ کبار صحابہ کرام اور آئمہ مجتہدین حضرات سے بے نمازی کے بارے میں کفر، ارتداد، وجوب القتل اور جس وقید وغیرہ جیسے اقوال منقول ہیں۔ (۴)

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب کتاب کیا جائے گا، اگر نماز درست نکلی تو آدمی کامیاب و کامران ہوگا اور اگر نماز فاسد نکلی تو آدمی ناکام و نامراد ہوگا۔ (۵)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة: ۱/۴۵۴-۴۶۰ (۲) الروم: ۳۱

(۳) الصحيح للمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوة: ۱/۶۱

(۴) الصحيح للمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوة: ۱/۶۱

(۵) شعب الإیمان للبیہقی، باب فی تعدید نعم اللہ عزوجل، باب أول ما یحاسب به العبد یوم القيامة، رقم

(۴۶۰۸): ۴/۱۴۷

نماز کی اہمیت کے پیش نظر آقائے نامدار رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”الصلوة، الصلوة، وماملکت ایمانکم“۔ (۱)

نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو اور غلاموں کا بھی۔

صلوٰۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی:

صلوٰۃ کا لغوی معنی ہے: ”دعا کرنا“۔ بعض کے ہاں اس کا معنی رحمت ہے جب کہ بعض لغویین نے اس کے لیے چند دیگر معانی بھی ذکر کیے ہیں۔ فقہ حنفی کی اصطلاح میں صلوٰۃ کی تعریف یوں ہے:

”هي عبارة عن أركان مخصوصة وأذکار معلومة بشرائط محصورة في أوقات مقدرة“۔ (۲)

نماز عبارت ہے مخصوص ارکان اور معلوم اذکار سے جو اپنی متعین شرائط کے ساتھ مقرر کردہ اوقات میں ادا کیے جائیں۔

نماز کب فرض ہوئی؟

نماز کی فرضیت معراج کی شب ہوئی، تاہم شب معراج کی تعیین کے بارے میں کچھ اختلاف موجود ہے البتہ اتنی بات تمام محدثین کے ہاں متفقہ ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے بعد اور ہجرت سے کم از کم ایک سال پہلے پیش آیا تھا۔ مشہور قول کے مطابق سترہ رمضان یا ستائیس رجب کو معراج کا واقعہ پیش آیا تھا۔ (۳)

شریعتِ مطہرہ میں نماز کی قسمیں:

بچ و بچہ فرض نمازوں کے علاوہ نماز کی بعض دوسری قسمیں بھی ہیں، مثلاً: واجب، سنت اور نفل۔ اسی طرح فرض نماز بھی دو قسم پر ہے: ایک فرض عین ہے یعنی وہ نماز جو ہر مکلف کے ذمہ فرض ہو (جیسے پنج وقتہ نمازیں) جب کہ دوسری قسم فرض کفایہ ہے، یعنی وہ نماز جو کسی بھی مکلف کے ادا کرنے سے تمام مکلفین کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے (جیسے جنازہ کی

(۱) المستند رک علی الصحیحین، کتاب المغازی والسرائا، رقم (۴۳۸۸): ۵۹/۳

(۲) الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، ۴۰۳/۲، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، ص: ۱۳۶، ۱۳۷، حاشیۃ

بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، ۴۵۴/۱

(۳) الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، ۴۰۴/۲، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، ص: ۱۳۷

نماز)۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل اپنی جگہ آجائے گی۔ (۱)

نماز پر مرتب ہونے والے احکام:

(۱) ہر مکلف، یعنی مسلمان، عاقل اور بالغ پر نماز فرض ہے، اگرچہ غیر مکلف، یعنی دس سالہ بچے کو نماز کا عادی بنانے کے لیے نماز چھوڑنے پر بطور تادیب ہاتھ سے مارا جائے گا۔

(۲) نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا بالاتفاق کافر ہے۔

(۳) انکار کیے بغیر محض سستی اور غفلت کی وجہ سے نماز چھوڑنے والا شخص فاسق ہے، تاہم حنفیہ کے ہاں اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ نماز شروع کرے۔ حنفیہ کے ایک قول کے مطابق اس کو اتنے مارنے کی بھی اجازت ہے کہ بدن سے خون بہنا شروع ہو جائے۔

(۴) اگر کوئی دل میں کفر چھپانے والا شخص کسی مسلمان امام کے پیچھے اقتدا کرتے ہوئے نماز کے وقت میں مکمل نماز ادا کر لے تو اسے بظاہر مسلمان سمجھا جائے گا۔

(۵) نماز محض بدنی عبادت ہے، لہذا اس میں نیابت نہیں ہو سکتی، یعنی ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز ادا نہیں کر سکتا۔

(۶) نماز ادا کرنے سے دنیا میں ذمہ فارغ ہو جاتا ہے اور آخرت میں ثواب مرتب ہو جاتا ہے۔ (۲)

نماز کے وجوب کا سبب:

علامہ حاکمیؒ فرماتے ہیں کہ: ”نماز کے وجوب کا اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، اس لیے کہ منعم و محسن کا شکر ادا کرنا شرعاً و عقلاً ہر اعتبار سے واجب ہے، تاہم پھر بھی اللہ تعالیٰ نے محض نعمتوں کو سبب قرار نہیں دیا بلکہ خطاب (حکم اور امر) کے ذریعے اس کی ادائیگی لازم کر دی، پھر چونکہ خطاب اور امر ایک پوشیدہ اور مخفی چیز ہے جس کی طرف ہر کسی کی توجہ نہیں ہو سکتی، اس لیے آسانی کی خاطر اوقات کو نماز کا سبب قرار دیا گیا، لہذا نماز کی ادائیگی کے لیے ہر وقت کا اول جز سبب بنے گا، اگر اول جز میں نماز ادا نہ کی جائے تو یہ سبب وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا جائے گا، لہذا ناقص وقت داخل ہونے کے بعد جب سبب بذات خود ناقص ہو جائے تو ان اوقات میں موجودہ نماز کی ادائیگی بھی درست متصور ہوگی، اس لیے کہ سبب بھی ناقص ہے، تاہم بلا عذر تاخیر کر کے سبب، یعنی وقت کو نقصان اور کراہت کی حد تک

(۱) بدائع الصنائع مع حاشیہ، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۴۵۴، ۴۵۵

(۲) الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ: ۲/۴-۹، مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، ص: ۱۳۸، ۱۳۹

پہنچانے کا وبال بہر حال موجود رہے گا۔ وقت ختم ہو جانے کے بعد اب قضا شدہ نماز کو گزشتہ تمام وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ تمام وقت تو ناقص نہیں تھا، اس لیے تمام وقت کو سبب قرار دے کر قضا کی صورت میں صرف کامل وقت کا اعتبار کیا جائے گا، ناقص اور مکروہ وقت میں قضا درست نہ ہوگی۔ (۱)

نماز کی فرضیت کے لیے شرائط:

اگر کسی شخص میں درج ذیل تین شرائط موجود ہوں تو وہ مکلف شمار ہوگا اور اس پر نماز وغیرہ فرائض کی ادائیگی لازمی ہوگی۔

(۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ

تاہم بچوں کو قبل البلوغ سات سال کی عمر سے نماز کا حکم دیا جائے گا تاکہ نماز کی عادت پڑ جائے۔ دس سال کے بعد نماز میں کوتاہی پر بطور تادیب معمولی سرزنش، یعنی ہاتھ سے مارنے کی بھی اجازت ہے۔ (۲)

زوال عقل کی مختلف صورتوں کا حکم:

اہلیت اور فرضیت کے لیے عقل کا موجود ہونا بالاتفاق شرط ہے، تاہم زوال عقل کی مختلف صورتوں کے مابین حنفیہ کے ہاں کچھ فرق موجود ہے۔

حنفیہ کے ہاں اگر زوال عقل کسی آفتِ سلاوی کی وجہ سے ہو، مثلاً دیوانگی یا بے ہوشی طاری ہو جائے (اگرچہ بے ہوشی کسی مخلوق کے ڈر سے ہو) تو ایسی صورت میں اگر جنون اور بے ہوشی ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو دفعِ حرج اور آسانی کی خاطر اس پر نماز فرض نہیں اور نہ ہی اس کی قضا ہے، البتہ اگر ایک دن رات سے کم دیوانگی یا بے ہوشی ہو یا درمیان میں افادہ ہو جائے تو فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہوگی۔

اور اگر زوال عقل میں بندے کے ذاتی فعل کو بھی دخل ہو، مثلاً: شراب، بھنگ، ہیر وئن یا کسی نشہ آور دوائی سے عقل زائل ہو گئی تو بہر صورت قضا واجب ہوگی، اگرچہ زوال عقل کی مدت ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے۔ (۳)

(۱) الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ: ۲/۱۱۰، مرقاۃ الفلاح علیٰ صدر حاشیۃ الطحطاوی، کتاب

الصلوٰۃ، ص: ۱۳۸، ۱۳۹

(۲) الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ: ۲/۵۰۴، مرقاۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، ص: ۱۳۸

(۳) الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المریض: ۲/۵۷۳، ۵۷۴

نمازوں کی تعداد کا ثبوت:

نماز پچگانہ کی فرضیت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے فقہائے کرام نے نماز پچگانہ کی فرضیت پر واضح استدلال پیش کیا ہے:

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (۱)

عربی قواعد کے لحاظ سے ”واؤ“ مغایرت کے لیے آتا ہے، پس معلوم ہوا کہ ”صلوات“ میں جن نمازوں کا ذکر ہے وہ ”صلوۃ الوسطیٰ“ یعنی درمیانی نماز کے علاوہ ہیں اور ”صلوات“ جمع کا صیغہ ہے جو تین یا اس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے، اب ظاہر ہے کہ ”صلوات“ سے تین نمازیں مراد نہیں لی جاسکتیں۔ اس لیے کہ پھر صلوۃ الوسطیٰ چوتھی نماز قرار پائے گی اور چوتھی نماز درمیانی نہیں ہو سکتی، لہذا ”صلوات“ سے چار نمازیں مراد لینی ہوں گی اور ”صلوۃ الوسطیٰ“ سے پانچویں نماز تاکہ وہ درمیانی نماز کہلا سکے۔

جہاں تک احادیث کی بات ہے تو حدیث معراج، حدیث اعرابی اور دیگر متعدد احادیث میں پانچ وقت کی نمازوں کا ذکر کیا گیا ہے اور عہد نبوت سے آج تک ہر دور میں یہی مسلمانوں کا معمول رہا ہے۔ (۲)

نماز کی رکعتوں کی تعداد:

نمازی اگر مقیم ہو تو اس پر دن رات، یعنی پانچ وقت کی نمازوں میں سترہ رکعت ادا کرنا فرض ہے: دو رکعت فجر کی، چار رکعت ظہر کی، چار عصر کی، تین مغرب کی اور چار عشا کی، جب کہ اس کے علاوہ رکعتیں سنن مؤکدہ ہیں۔ اور اگر سفر کی حالت میں ہو تو چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت میں بدل جائے گی، لہذا مذکورہ تعداد اب سترہ کی بجائے گیارہ ہوگی، یعنی فجر، ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں ادا کرنا فرض ہوگا۔ وتر حنفیہ کے ہاں واجب ہیں، لہذا فرائض کی طرح وتر کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔

نوٹ: نماز کے ارکان، شرائط صحت، واجبات، سنن، مستحبات، آداب، مفسدات، مکروہات وغیرہ کی بحث آگے ذکر کی جائے گی۔



(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان عدد الصلوات: ۱/ ۴۶۰، ۴۶۱

(۲) البقرة: ۲۳۸

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان عدد الرکعات: ۱/ ۴۶۲

باب اوقات الصلوٰۃ

(نماز کے اوقات کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

ارشادِ ربانی ہے کہ نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ (۱)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ”تغییر اوقات و تبدیلیٰ حالات سے جس طرح جسمانی تبدیلیاں مشاہدہ میں آرہی ہیں ایسا ہی ان تغیرات کے ساتھ روحانی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی رہتی ہیں۔ اور جیسا کہ جسم کی حفاظت کے لیے بطور حفظ ما تقدم ادو یہ وغذا مناسب وقت میں استعمال کی جاتی ہیں، ایسا ہی روحانیت کی حفاظت کی خاطر خدا تعالیٰ کے فرمودہ احکام کی بجا آوری کے لیے بھی مناسب اوقات متعین کیے گئے ہیں، جن میں ایک طرف اگر خالق و مخلوق کا رابطہ مسلسل استوار رہتا ہے تو دوسری طرف انسانی زندگی میں پابندی اور وقت کی قدر و قیمت کا احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے، پھر قرآن و حدیث کی رو سے چونکہ مذکورہ پانچ اوقات میں کائنات اور جسم انسانی میں تغیراتِ عظیمہ واقع ہوتے ہیں اس لیے ان اوقات کو روحانی ترقی اور تجدیدِ تسبیح و تحمید کے لیے خاص کیا گیا۔“ (۲)

وقت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

کسی بھی کام کے لیے زمانے کا ایک حصہ اور مقدار مقرر کرنا اس کام کا وقت ہوتا ہے۔ اسی تناظر میں اوقاتِ صلوٰۃ سے وہ اوقات مراد ہیں جن کو شارع نے بیچ وقت نمازوں کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا ہے، لہذا ان اوقات سے پہلے ان نمازوں کی ادائیگی تو درست نہیں، البتہ بعد میں صرف قضا کی جاسکتی ہے۔ (۳)

نماز کے لیے وقت کی حیثیت اور اس کے احکام:

وقت نماز کے وجوب کے لیے سبب ظاہری ہے، لہذا سبب یعنی وقت داخل ہونے کے بعد مسبب، یعنی نماز کی ادائیگی ضروری ہے، تاہم نماز کی فرضیت کے لیے وقت کا کون سا حصہ متعین ہے؟ تو اس بارے میں ائمہ ثلاثہ کے ہاں جیسے

(۱) النساء: ۱۰۳

(۲) احکام اسلام عقل کسی لفظ میں، باب صفة الصلوٰۃ، عبادات کے لیے اوقات مخصوص ہونے کی

حکمیں: ۱/۴۷-۴۹

(۳) الموسوعة الفقهية، مادة اوقات الصلوٰۃ: ۷/۱۷۰

ہی وقت داخل ہو جائے یا فرض نماز پڑھنے کی بقدر گزر جائے تو نماز فرض ہو جاتی ہے جب کہ حنفیہ کے ہاں سبب قرار دیے جانے کے لیے وقت کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ مکلف شخص جائز وقت میں جب بھی نماز شروع کرے اس سے پہلے والا وقت اس کے لیے سبب بن جائے گا، تاہم بالکل آخری لمحے تک نماز مؤخر کرنے کی صورت میں وقت کا آخری حصہ مجبوراً سبب بن جائے گا، لہذا اس پر درج ذیل احکام مرتب ہوں گے۔

(۱) اگر وقت کا آخری حصہ ناقص ہو (مثلاً عصر کا آخری وقت) تو ناقص ادا یگی بھی جائز ہوگی، اس لیے کہ سبب بھی ناقص ہے۔

(۲) اگر آخری وقت (جس میں صرف تکبیر تحریمہ ادا کی جاسکے) میں کوئی شخص نماز کا اہل ہو جائے (مثلاً جنون، بے ہوشی یا حیض و نفاس ختم ہو جائے یا مرتد مسلمان ہو جائے) تو سبب، یعنی آخری وقت پالینے سے نماز واجب ہوگی۔

(۳) اگر بالکل آخری وقت میں نماز کا اہل غیر اہل ہو جائے (جنون، بے ہوشی، ارتداد، حیض یا نفاس آجائے) تو نماز لازم نہیں ہوگی۔

(۴) حنفیہ کے ہاں اگر کوئی شخص آخر وقت میں مسافر ہو جائے تو قصر کی نماز ادا کرے گا، اگرچہ ابتداءً وقت میں مقیم تھا وکذا العکس۔ (۱)

مخصوص پانچ اوقات کی مشروعیت:

قرآن کریم کی مختلف آیتوں سے مذکورہ اوقات کا ثبوت ملتا ہے۔ ارشاد بانی ہے:

﴿مَنْ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ... وَمَنْ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ﴾ (۲)

نماز فجر سے پہلے اور نماز عشا کے بعد۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ﴾ (۳)

پس اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو جب تم شام کرو اور جب صبح کرو، اور اسی کے لیے ہے حمد و ستائش ہے

آسمانوں اور زمین میں، اور اسی کی پاکی بیان کرو تیسرے پہر کو اور دوسرے پہر کو۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة: ۲/۱۱۰، بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی ما یصیر بہ المفیم

(۳) الروم: ۱۷، ۱۸

(۲) النور: ۵۸

مسافرا: ۱/۴۷۷، ۴۷۸

اس آیت کریمہ میں تسبیح سے مراد نماز ہے جب کہ ”حین تصبحون“ سے فجر اور ”حین تظہرون“ سے ظہر مراد لینا ظاہر ہے۔ ”عشی“ دن کے آخری حصے کو کہتے ہیں۔ بظاہر اس سے عصر مراد ہے اور ”حین تمسون“ مغرب اور عشا دونوں کو شامل ہے۔ اسی طرح سورہ اسراء آیت نمبر ۸۷ اور سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۳ میں بھی ان اوقات کی طرف واضح رہنمائی موجود ہے۔ اسی طرح پنجگانہ نمازوں کے اوقات متعدد اور متواتر احادیث سے بھی ثابت ہیں۔ اس ضمن میں سب سے واضح دلیل حدیث امامت جبرائیل ہے۔ صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں اوقات نماز پر مستقل ابواب قائم ہیں۔

وقت کی تعیین کے اعتبار سے نماز کی قسمیں:

حنفیہ کے ہاں تین قسم کی نمازوں کے لیے اوقات متعین ہیں۔

(۱) فرض نمازوں کے لیے

(۲) واجب نمازوں، یعنی وتر اور عیدین کے لیے

(۳) سنن مؤکدہ، یعنی فرائض سے پہلے یا بعد میں ادا کی جانے والی مؤکد سنتوں کے لیے (۱)

اوقات کی قسمیں:

اوقات تین طرح کی ہیں: جائز، مستحب اور مکروہ۔ ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔ (۲)

جائز اوقات:

اس سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں نماز ادا کرنا جائز ہے، یعنی پورے وقت کے کسی بھی حصے میں نماز ادا کر لے تو فریضہ ادا ہو جائے گا۔ مذکورہ اوقات کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) فجر:

فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور جو نہی سورج طلوع ہونا شروع ہو جائے، یہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ رات ختم ہوتے وقت افق پر ایک لمبی سفیدی چھا جاتی ہے جس کو فقہا ذنب السرحان یعنی بھیڑیے کی دم یا فجر کا ذب یا فجر اول کہتے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس صبح سے احکام شریعت متعلق نہیں ہوتے، یعنی نہ تو عشا اور وتر کا وقت ختم ہوتا ہے اور نہ سحری ختم کر کے روزہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس تاریکی کے

(۱) الموسوعة الفقهية، مادة اوقات الصلوة: ۱۷۰/۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الارکان: ۵۵۸/۱

بعد دوبارہ افق پر ایک سفیدی چوڑائی میں چھا جاتی ہے۔ یہی صبح صادق، فجر ثانی یا فجر مستطیر و معترض ہے۔ (۱)

(۲) ظہر:

ظہر کا وقت زوالِ آفتاب کے ساتھ ہی شروع ہوتا ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ آخری وقت میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے مشہور قول کے مطابق جب ہر چیز کا سایہ اصلی اس کے دو مثل تک پہنچ جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ متاخرین حنفیہ کے ہاں فتویٰ اسی قول پر ہے۔ صاحبین کے مذہب کے مطابق یہ مقدار ایک مثل تک ہے۔ اس قول پر بھی بہت سے اہل علم نے فتویٰ دیا ہے، اسی وجہ سے عالمگیری میں لکھا ہے:

”الاحتياط أن يصلي الظهر قبل صيرورة الظل مثله، ويصلي العصر حين يصير مثليه؛

ليكون الصلاتان في وقتيهما يقيين“۔ (۲)

(۳) عصر:

ظہر کا وقت جو ختم ہو جاتا ہے، عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ امام صاحب کے قول کے مطابق دو مثل کے بعد اور صاحبین کے ہاں ایک مثل کے بعد، تاہم اختلاف سے نکلنے کے لیے مثلِ ثانی کے بعد عصر پڑھنا زیادہ مناسب اور احوط ہے۔ عصر کا وقت آفتاب غروب ہونے تک باقی رہتا ہے۔ (۳)

(۴) مغرب:

آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آخری وقت حدیث کی رو سے شفقِ ڈوبنے تک ہے، لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد افق پر پہلے سرخی اور پھر سفیدی چھا جاتی ہے اور یہ دونوں ہی شفق کہلاتی ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے ہاں سرخی اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں سفیدی مراد ہے۔ دراصل امام صاحب کی دلیل عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ افق پر سیاہی پھیلنے کے وقت عشا کی نماز ادا کیا کرتے تھے اور سیاہی سفیدی ڈوبنے کے بعد آتی ہے، سرخی ڈوبنے کے بعد نہیں آتی، لہذا حنفیہ کے ہاں فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔ اگرچہ علامہ ہسکٹیؒ اور دوسرے مشائخ نے صاحبین کے قول کو رائج قرار دیا ہے، تاہم علامہ کاسائیؒ نے عقلاً و نقلاً

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۱/ ۵۵۸، ۵۹۹، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب

الأول فی الموافیت، الفصل الأول فی أوقات الصلوة: ۵۱/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، حوالہ سابقہ

(۳) الفتاویٰ الہندیہ حوالہ سابقہ، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة: ۲/ ۱۶۰۱۵

ہر اعتبار سے امام صاحب کا مذہب قوی قرار دیا ہے۔

(۵) عشا:

عشا کا ابتدائی وقت شفق ڈوبنے سے شروع ہوتا ہے۔ شفق ڈوبنے میں وہی اختلاف ہے جو مغرب کے آخری وقت میں ہے۔ عشا کا آخری وقت طلوع صبح صادق تک برقرار رہتا ہے۔ یہی وقت وتر کا بھی ہے، البتہ وتر کی ادائیگی نماز عشا کے بعد واجب ہوتی ہے۔ (۱)

نوٹ:

شفق احمر اور شفق ابیض کے مابین فرق تین درجات کا ہوتا ہے۔ اسی طرح فجر کاذب و صادق کے مابین فرق بھی تین ہی درجات کا ہے۔ تین درجات عام طور پر بارہ منٹ کے برابر ہوتے ہیں، لہذا احتیاط اس میں ہے کہ مغرب کی نماز میں جلدی کی جائے اور عشا کی نماز میں تاخیر، تا کہ دونوں نمازوں کی ادائیگی اختلافی اوقات سے بچ کر یقینی اوقات میں ہو سکے۔ (۲)

ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا:

حنفیہ کے ہاں ایک وقت میں دو الگ الگ فرض نمازوں کو جمع کرنا کسی بھی عذر کی وجہ سے جائز نہیں ایسا کرنا صرف ایام حج کے دوران عرفات اور مزدلفہ میں جائز ہے، تاہم اس کے لیے بھی مخصوص شرائط ہیں جن کے بغیر وہاں بھی جمع کرنا درست نہیں۔ (۳)

مستحب اوقات:

احادیث کی رو سے یہ بات بھی متعین کی گئی ہے کہ ان جائز اوقات میں کون سا حصہ نماز کی ادائیگی کے لیے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔ ملک العلماء علامہ کاسائی نے ان اوقات کی تفصیل کافی دلچسپ انداز میں ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اولاً یہ دیکھا جائے گا کہ آسمان پر بادل موجود ہیں یا نہیں، اگر بادل موجود نہ ہوں تو پھر اوقات میں استحباب کی

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۱/۵۶۸۔ ۵۷۰، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب

الأول فی المواقیت، الفصل الأول فی اوقات الصلوة: ۱/۵۱، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة: ۲/۱۸۰۱۷

(۲) الموسوعة الفقهية، ماحدة اوقات الصلوة: ۷/۱۷۵، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، فائدة

۱۸/۲، و تنبیہ: ۱۸/۲

(۳) مراقی الفلاح علی صدر حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة، ص: ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵

تفصیل کچھ یوں ہے:

فجر میں حنفیہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ اسفار، یعنی اچھی طرح صبح کی روشنی پھیل جانے کے بعد نماز ادا کی جائے، تاہم اس کا خیال رکھا جائے کہ نماز پڑھنے کے بعد اتنا وقت باقی ہو کہ اگر نماز فاسر ہوئی ہو تو طلوع آفتاب سے پہلے پہلے مسنون مقدار میں قراءت کے ساتھ نماز ادا کی جاسکے۔ حنفیہ کے ہاں یہ حکم سفر و حضر اور گرمی و سردی ہر ایک میں تمام لوگوں کے لیے ہے، البتہ حجاج کرام کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ مزدلفہ میں صبح کی نماز اندھیرے، یعنی غلّس میں ادا کر لیں۔ ظہر کی نماز موسم سرما میں ابتدائی وقت میں پڑھنا مستحب ہے اور موسم گرما میں اتنی تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے کہ کسی قدر گرمی کی شدت کم ہو جائے۔

عصر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے، چاہے موسم گرما ہو یا موسم سرما، البتہ تاخیر اتنی ہونی چاہیے کہ آفتاب میں تغیر کی کیفیت پیدا نہ ہو۔ آفتاب زرد ہو جانے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مغرب کی نماز میں بالاتفاق تعجیل بہتر ہے، چاہے موسم سرما ہو یا موسم گرما۔

عشا کی نماز میں حنفیہ کے ہاں سردی کے موسم میں تنہائی شب تک تاخیر مستحب، نصف شب تک مباح اور اس سے زیادہ بلا عذر مکروہ ہے، البتہ گرمی کے موسم میں تعجیل مستحب ہے۔ اسی طرح کسی عذر، مثلاً: سفر، مرض یا بارش کی وجہ سے بھی تعجیل مستحب ہے۔

جس شخص کو رات کے آخری پہر میں اٹھنے کی عادت ہو تو ایسے شخص کے لیے رات کے آخری حصے تک وتر کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور جس شخص کو بیداری کی عادت یا یقین نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے وتر ادا کر لے۔ (۱)

اگر آسمان پر بادل ہوں تو

آسمان پر بادلوں کی صورت میں حنفیہ کے ہاں فجر، ظہر اور مغرب میں تاخیر افضل ہے اور عصر و عشا میں تعجیل افضل ہے۔ علامہ کا سائی فرماتے ہیں:

”کلّ صلوة في أول اسمها ”عين“ تعجل، وما ليس في أول اسمها ”عين“ تؤخر“۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۵۷۱/۱-۵۸۳، مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، ص:

۱۴۴-۱۴۸، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب الأول فی الموافیت، الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات:

۵۲، ۵۱/۱

(۲) بدائع الصنائع، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۵۸۰/۱-۵۸۱، مراقی الفلاح و الفتاویٰ الہندیہ حوالہ سابقہ

مکروہ اوقات:

مکروہ اوقات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جس میں کراہت نفس وقت کی وجہ سے ہے جب کہ دوسری قسم وہ ہے جس میں کراہت نفس وقت کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ کسی اور عارض کی وجہ سے ہو۔

ذات کے اعتبار سے مکروہ اوقات:

نبی کریم ﷺ نے تین اوقات میں عام نماز اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے:

- (۱) سورج طلوع ہونے کے وقت، یہاں تک کہ ایک یا دو نیزوں کے بقدر بلند ہو جائے۔
- (۲) استوائے شمس کے وقت یعنی جب سورج نصف بلندی پر ہو، یہاں تک کہ زائل ہو جائے۔
- (۳) سورج ڈوبنے کے وقت، یہاں تک کہ ڈوب جائے۔

ان اوقات میں پڑھی جانے والی نماز کو رسول اللہ ﷺ نے منافقین کی نماز سے تعبیر فرمایا ہے، کیونکہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے سورج پرستوں کے ساتھ مشابہت اور شیطان کی اطاعت پائی جاتی ہے۔

مذکورہ اوقات کے احکام:

مذکورہ مکروہ اوقات میں فرائض، سنن، واجبات، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، طواف کی دو رکعتیں، عام نوافل، نذر مطلق وغیرہ کی ادا اور قضا سب مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے ان اوقات میں مذکورہ عبادات شروع کی ہوں تو ان کو توڑ کر دوسرے اوقات میں ان کی قضا کرنا واجب ہے، اس لیے کہ ان اوقات میں نماز ادا کرنا جائز ہی نہیں، البتہ اس حکم سے درج ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں:

- (۱) عصر کے وقت اگر غروب سے تھوڑا سا پہلے اسی دن کی نماز عصر شروع کر لی تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی اور اعادہ لازم نہیں۔ یاد رہے کہ یہ حکم صرف عصر کے وقت تک محدود ہے۔ فجر کی نماز میں اگر طلوع شمس ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ فجر کی نماز کا تمام وقت کامل ہے، لہذا ناقص ادا کی جائے گی۔

- (۲) اگر مکروہ وقت کے دوران جنازہ حاضر ہو جائے تو نماز جنازہ پڑھ لینا ضروری ہے، مؤخر کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر جنازہ پہلے سے تیار ہو اور بلا عذر اس کو مؤخر کر دیا گیا تو اب مکروہ وقت میں نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔ اگر مکروہ وقت میں کسی نے نماز جنازہ ادا کر لیا تو حنفیہ کے راجح قول کے مطابق اس کا اعادہ واجب ہے۔

- (۳) سجدہ تلاوت کا بھی یہی حکم ہے، یعنی اگر مکروہ وقت میں کسی نے آیت سجدہ کی تلاوت یا سماعت کر لی تو اسی مکروہ وقت میں ادائیگی درست ہوگی، تاہم نماز جنازہ کے برعکس یہاں پر سجدہ کو کامل وقت تک مؤخر کرنا بہتر ہے۔ مباح وقت

میں واجب شدہ سجدہ تلاوت کو مکروہ وقت میں ادا کرنا ناجائز ہے۔

(۴) اگر کسی نے مکروہ وقت میں نفل پڑھنے کی نذر مانی ہو یا نذر مانے بغیر نفل نماز شروع کر دی تو اس پر واجب یہ ہے کہ نماز توڑ کر مباح وقت میں اس کی قضا کر لے، تاہم دونوں صورتوں میں اگر اس نے نماز اسی مکروہ وقت میں پوری کر لی تو اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا اگرچہ مکروہ تحریمی کے ارتکاب کا وبال اس پر ہوگا۔ (۱)

کسی خارجی امر کی وجہ سے مکروہ اوقات:

علامہ شرنبلالیؒ اور عالمگیری نے درج ذیل اوقات میں نوافل اور سنتیں پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے۔ نوافل اور سنتوں کے علاوہ بقیہ نمازیں، یعنی فرائض کی قضا، نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت وغیرہ پڑھنا ان اوقات میں جائز ہے۔

(۱) صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر فرض نماز کی ادائیگی تک فجر کی دو سنتوں کے علاوہ بقیہ نوافل مکروہ ہیں۔

(۲) فجر کی نماز کے بعد طلوع شمس تک نوافل ادا کرنا مکروہ ہے۔

(۳) عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

(۴) مغرب کی اذان اور اقامت کے مابین، یعنی وقت داخل ہونے کے بعد اور نماز سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

(۵) جمعہ، عیدین، استسقاء، نکاح، کسوف، خسوف اور حج وغیرہ کا خطبہ پڑھنے کے لیے خطیب کے کھڑے ہونے یا منبر کے لیے روانہ ہونے کے بعد نوافل و سنن پڑھنا مکروہ ہے، یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔

(۶) ہر فرض نماز کے لیے اقامت شروع ہونے کے بعد سنن و نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ اس حکم سے فجر کی سنتیں مستثنیٰ ہیں، تاہم یہ اس صورت میں ہے جب جماعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۷) عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں مسجد کے اندر نوافل پڑھنا مکروہ ہے، البتہ نماز کے بعد گھر میں پڑھنے کی اجازت ہے۔

(۸) مناسک حج کے دوران عرفات اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوات کرتے ہوئے دونوں فرض نمازوں کے درمیان نوافل یا سنتیں پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

(۹) فرض نماز کا وقت فوت ہونے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں اولاً فرض نماز ادا کی جائے گی۔ ایسے وقت سنن و نوافل پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة: ۵۸۳/۱، مراقی الفلاح، فصل فی الأوقات المکروهة، ص: ۱۵۰، ۱۴۹، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب الأول فی المواقیت: ۵۲/۱، الدر المختار، کتاب الصلوة: ۳۰-۳۵

(۲) مراقی الفلاح، حوالہ بالا، ص: ۱۵۱-۱۵۳، الفتاویٰ الہندیہ، حوالہ بالا: ۵۲، ۵۳

علامہ ہسکلیؒ اور علامہ شامیؒ نے کسی خارجی امر کی وجہ سے مکروہ قرار دی جانے والی نمازوں کی تعداد میں سے بھی زیادہ ذکر کی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

- (۱) بول و براز کی ضرورت پیش ہونے کے باوجود کوئی بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
- (۲) کھانا تیار ہوا اور نفس کا تقاضا بھی ہو تو ایسی صورت میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح ہر اس فعل اور عارض کے ہوتے ہوئے جس کی وجہ سے نماز کے اندر خشوع و خضوع متاثر ہو یا نماز کے تقدس کے خلاف ہو، نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱)

جن ممالک میں کسی نماز کا وقت نہ پایا جائے ان میں نماز کا حکم:

بعض قطبی ممالک میں مکمل چھ ماہ تک مسلسل دن ہوتا ہے جب کہ بقیہ چھ ماہ رات ہوتی ہے۔ ایسے ممالک میں حنفیہ کے ہاں کوئی بھی نماز ساقط نہیں ہوگی، بلکہ ہر چھ ماہ کے دوران سب سے قریبی ملک کے اوقات خمسہ کے اعتبار سے اوقات کی تحدید کی جائے گی اور اسی اعتبار سے نماز پڑھی جائے گی۔ حنفیہ کے ہاں اس پر دلیل مسلم شریف کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ چالیس دن تک زمین پر رہے گا۔ ان چالیس دنوں میں ایک دن ایک سال کے بقدر، ایک دن مکمل مہینے کے بقدر اور ایک دن ایک ہفتے کے بقدر ہوگا جب کہ بقیہ ایام معمول کے مطابق ہوں گے۔ راوی نے عرض کیا کہ کیا ایک سال کی بقدر دن میں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہر نماز کے لیے وقت اندازہ لگا کر مقرر کرو۔

یہ مسئلہ تو اتفاقاً ہے، البتہ جن ممالک میں غروب شفق کے ساتھ ہی دوبارہ دن کا آغاز ہوتا ہے وہاں پر عشا اور وتر کے بارے میں اکثر حنفیہ (علامہ ہسکلیؒ، صاحب کنز، علامہ بقائی، حلوائی، مرغینانی، شرنبلالی، حلبی، عالمگیری وغیرہ) کی رائے عدم وجوب کی ہے، تاہم علامہ شامیؒ اور صاحب تنویر الابصار جیسے اکابر نے ٹھوس دلائل سے ان نمازوں کے وجوب پر استدلال کیا ہے، تاہم ان حضرات کے ہاں بھی عشا کی نماز کے لیے وقت مقرر کرنا ممکن نہیں، بلکہ عشا کی نماز کی صرف قضا واجب ہوگی۔ نماز کی فرضیت میں مزاج شریعت اور احتیاط کی بنا پر یہی قول زیادہ مناسب ہے۔ (۲)



(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ: ۲/۴۱-۴۵

(۲) مرقا فی الفلاح، کتاب الصلوۃ، ص: ۱۴۲، ۱۴۳، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الأول فی المواقیت، الفصل الأول فی أوقات الصلوۃ: ۱/۵۱، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، مطلب فی فاقد وقت العشاء کأهل

باب اوقات الصلوة

(نماز کے اوقات کے مسائل)

موجودہ نقشہ اوقات کا اعتبار

سوال نمبر (1):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض کریں عصر کا وقت موجودہ نقشہ کے مطابق 4:15 پر داخل ہوتا ہے۔ اب ایک آدمی یوں کہے کہ پرانے زمانے میں نقشے وغیرہ کچھ نہیں تھے۔ ہم بغیر نقشہ کے نماز پڑھا کرتے تھے، لہذا میں ان نقشوں کا اعتبار کیے بغیر 4 بجے نماز پڑھتا ہوں تو کیا اس آدمی کی نماز درست ہوگی جو کہ نقشہ کے مطابق قبل از وقت پڑھی گئی ہے یا نہیں، بلکہ نقشہ کا اعتبار ہوگا؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کے لیے ایک مخصوص وقت مقرر کیا ہے۔ اس وقت کے علاوہ نماز کی ادائیگی شرعاً معتبر نہیں۔ ہر نماز کے وقت میں تحقیق کرنا چونکہ ایک مشکل کام ہے، اس لیے ماہرین فلکیات نے ان کو آسانی سے معلوم کرنے کے لیے ان اوقات کے نقشے تیار کیے ہیں جن سے اوقات کی تعیین میں آسانی ہوتی ہے۔ گویا نقشوں کے ذریعے اوقات کا بتلانا تجربہ کا خلاصہ ہے اور ایسے مسائل میں اہل فن کے تجربہ سے استفادہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

صورت مسئلہ میں اس آدمی کا یہ کہنا کہ ”پرانے زمانے میں نقشے نہیں تھے، لہذا میں ان پر عمل نہیں کرتا“ درست نہیں اس لیے کہ اگر 4 بجے یہ عصر کی نماز پڑھے اور اس وقت عصر کا وقت داخل ہی نہ ہوا ہو تو اس کی نماز وقت سے پہلے پڑھنے کی وجہ سے ادا نہ ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

اعلم أن الصلوة فرضت لأوقاتها قال الله تعالى: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوكِ الشَّمْسِ﴾ ولهذا تكرر

وجوبها بتكرار الوقت وتوادي في موقعتها. (۱)

(۱) المرعي، شمس الدين، كتاب الميسوط، كتاب الصلوة، باب موقيت الصلوة: ۱/۱۴۱، دار الكتب العلمية بيروت

ترجمہ:

جان لو کہ نمازیں اپنے اپنے اوقات میں فرض کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”قائم کرو نماز سورج ڈھلتے وقت“ اور یہی وجہ ہے کہ وقت کے بار بار آنے سے اس کا وجوب بھی مکرر ہوتا ہے۔ اور انہیں اپنے اوقات میں ادا کیا جائے گا۔



صبح کی نماز کا وقت

سوال نمبر (2):

صبح کی نماز کا وقت کتنا ہے، اگر کوئی شخص طلوع آفتاب سے پانچ منٹ پہلے وضو کر کے نماز پڑھنے کے لیے تیار ہو، تو نماز پڑھ سکتا ہے یا انتظار کر کے طلوع آفتاب کے بعد پڑھے؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے، چنانچہ اگر کسی کو طلوع آفتاب کا یقینی وقت معلوم ہو تو طلوع آفتاب سے پہلے پہلے اس کی نماز ہو جاتی ہے، ہاں اگر یقینی وقت معلوم نہ ہو تو احتیاطاً چار پانچ منٹ پہلے نماز سے فارغ ہو جانا چاہیے، تاکہ اوقاتِ ممنوعہ میں نماز نہ پڑھی جائے۔

والدلیل علی ذلك:

وقت الفجر من الصبح الصادق: وهو البياض المنتشر في الأفق إلى طلوع الشمس. (۱)

ترجمہ:

فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے، اور یہ وہ سفیدی ہے جو (مشرق کی جانب) آسمان کے کناروں میں پھیلی ہوئی ہے، پھر صبح کا یہ وقت سورج کے طلوع ہونے تک ہے۔



تہجد پڑھتے ہوئے فجر کا طلوع ہونا

سوال نمبر (3):

ایک شخص تہجد کی نماز پڑھ رہا ہے، آخری دو رکعتوں میں فجر کی اذانیں شروع ہوئیں، نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو اس کی یہ دو رکعتیں طلوع فجر کے بعد تھیں۔ اب ان دو رکعتوں کا کیا حکم ہے۔ یہ نفل شمار ہوں گی، یا فجر کی سنت۔ اگر نفل ہوں تو ان کی قضا لازم ہے یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص دو رکعت نفل کی نیت باندھ لے، اس گمان سے کہ ابھی رات باقی ہے، لیکن نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے نفل نماز صبح صادق کے بعد پڑھ لی ہے، تو اس مسئلہ میں فقہائے احناف سے مختلف روایات منقول ہیں کہ آیا یہ دو رکعتیں فجر کی سنت شمار ہوگی یا نہیں۔ متاخرین علما فرماتے ہیں کہ یہ فجر کی دو سنتوں کے قائم مقام ہیں، سنت دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں طلوع فجر سے پہلے پڑھ لے یا ایک رکعت میں شک ہو کہ اس نے طلوع فجر سے پہلے پڑھی ہے تو اس صورت میں فجر کی سنتوں کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، کیونکہ فجر کی سنتیں صحیح وقت پر ادا نہیں ہوئیں۔

والدلیل علی ذلک:

ولو صلی رکعتین، وهو یظن أن اللیل باقی، فإذا تبین أن الفجر قد کان طلع، ذکر القاضی علاء الدین محمود فی شرح المختلفات أنه لاروایة فی هذه المسئلة، وقال المتأخرون: یجزیه عن رکعتی الفجر، وذكر الشیخ الإمام الأجل شمس الأئمة الحلواني فی شرح کتاب الصلوة ظاهراً الجواب، أنه یجزیه عن رکعتی الفجر، لأن الأداء حصل فی الوقت. (۱)

ترجمہ:

اگر دو رکعتیں اس خیال سے پڑھیں کہ رات ابھی تک باقی ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو چکا ہے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۲.

تو قاضی علاء الدین محمود النسفیؒ نے شرح مختلفات میں ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ میں (فقہائے) کوئی روایت نہیں اور متاخرین علماء فرماتے ہیں کہ یہ دو رکعت فجر کی سنتوں کے قائم مقام ہو سکتی ہیں اور علامہ شمس الائمہ حلوانیؒ کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ظاہر بات یہ ہے کہ یہ فجر کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہو سکتی ہیں، کیونکہ یہ اپنے وقت میں ادا ہوئی ہیں۔



طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا

سوال نمبر (4):

اکثر لوگ فجر کی نماز مکروہ وقت میں پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں، کئی بار سمجھانے سے بھی وہ اس عادت بد کو چھوڑتے نہیں۔ اگر سختی کی جائے تو یقین ممکن ہے کہ وہ سرے سے نماز چھوڑ دیں۔ ایسے نمازیوں کا کیا حکم ہے، ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

عام قاعدہ تو یہی ہے کہ اوقات مکروہ یعنی طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوال آفتاب کے دوران نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کامل وقت میں لازم ہونے والی عبادت کا ناقص وقت میں ادا کرنا لازم آتا ہے، لہذا اس میں واضح نقصان ہے جو اس عمل کے ثواب اور درجات کو متاثر کر دیتا ہے، لیکن اگر اس وقت نماز پڑھنے سے روک ٹوک پر واقعی سرے سے نماز ترک کرنے کا قوی اندیشہ ہو تو پھر اس مجبوری کی وجہ سے اگر کامل وقت میں ادائیگی یقینی نہیں تو ناقص وقت میں پڑھنے سے منع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ کسی حکم کو بالکل چھوڑنے سے یہ بہتر ہے کہ کسی بھی درجے میں تو اس پر عمل کو یقینی بنایا جائے جس درجے میں بعض ائمہ کے ہاں جائز ہے۔ ایسے وقت میں فجر کی نماز پڑھنا محدثین حضرات اور فقہائے کرام میں امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، تاہم مقتدا اور سمجھدار لوگوں کو حکیمانہ انداز میں عوام الناس کی تربیت پر ہر ممکن توجہ دینی چاہئے، کیونکہ اس (مکروہ) وقت نماز پڑھنے کا بہر حال وہ درجہ نہیں جو وقت پر پڑھنے کا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

ووقت الفجر كله كامل، فوجبت كاملة، فتبطل بطرؤ الطلوع الذي هو وقت فساد لعدم الملازمة بينهما.... وفي القنیه: كسالى العوام إذا صلوا الفجر وقت الطلوع لا ينكر عليهم؛ لأنهم لو منعوا بتركها أصلاً ظاهراً، ولو صلوها تحوز عند أصحاب الحديث، والأداء الحائز عند البعض أولى من الترك أصلاً. (۱)

ترجمہ:

فجر کا کل وقت کامل ہے، پس نماز بھی کامل فرض ہے (بخلاف نماز عصر کے)، لہذا سورج کے کناروں کے طلوع ہونے سے ہی نماز باطل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ وقت فاسد ہے، اس لیے کہ ان دونوں (کامل اور ناقص اوقات) میں کوئی مناسبت نہیں.... قنیه میں ہے کہ ست قسم کے عوام جب طلوع آفتاب کے وقت نماز فجر پڑھتے ہوں، تو ان کو منع نہ کیا جائے، کیونکہ اگر ان کو منع کیا جائے تو وہ اس فریضہ کو بالکل چھوڑ دیں گے حالانکہ اگر پڑھ لیں تو بعض محدثین کے ہاں جائز ہے اور کسی ایک امام کے ہاں جائز ہونا بالکل چھوڑ دینے سے تو بہتر ہے۔



طلوع آفتاب کے بعد مکروہ وقت کی تعیین

سوال نمبر (5):

طلوع آفتاب کا مکروہ وقت کتنا ہے، نیز طلوع آفتاب کے بعد نوافل پڑھنے کے لیے کتنی دیر انتظار کرنا چاہئے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

نماز فجر کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک کا ہے۔ اور طلوع آفتاب کے ساتھ ہی مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے، اور سورج کی پہلی کرن سے شروع ہو کر یہ وقت سورج کے تقریباً ایک نیزہ کے برابر، یعنی دو ہاتھ اوپر آنے تک رہتا ہے۔ فقہائے کرام اس بات کا بھی عندیہ دیتے ہیں کہ جب تک سورج کی ٹکری کی طرف آسانی سے

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، تحت المتن: (ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة): ۱/ ۴۳۶، ۴۳۷

دیکھا جاسکتا ہو تو اس دوران نماز پڑھنا جائز نہیں اور جب ٹکیہ کی طرف آنکھیں نہ ٹک سکیں کہ اس کی طرف دیکھنا مشکل ہو جائے تو سمجھ لے کہ مکروہ وقت نکل چکا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

ذكر في الأصل: ما لم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع، واختار الفضلي^۲ أن الإنسان ما دام يقدر على النظر إلى قرص الشمس في الطلوع، فلا تحل الصلوٰۃ، فإذا عجز عن النظر حلت، وهو مناسب لتفسير التغير المصحح (۱).
ترجمہ:

مبسوط میں ہے کہ جب تک سورج ایک نیزے کے بقدر بلند نہ ہو جائے تو یہ طلوع کے حکم میں ہوگا (یہ وقت مکروہ رہے گا)۔ اور علامہ فضلی^۲ کے ہاں مختار یہ ہے کہ جب تک انسان سورج کے طلوع ہونے کے دوران ٹکیہ کی طرف دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو تو اس وقت تک نماز جائز نہیں، پس جب دیکھنے سے عاجز ہو جائے تو اس وقت نماز پڑھنا جائز ہوگا۔ اور یہی قول تفسیر صحیح کی تفسیر میں مناسب ہے۔



نماز جمعہ کا مستحب وقت

سوال نمبر (6):

ظہر اور جمعہ کی نمازوں کے لیے مستحب اوقات کون سے ہیں۔ گرمی اور سردی کے موسم کا ان پر کیا اثر پڑتا ہے؟
بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہ حنفی کی رو سے موسم گرما میں ظہر تا خیر سے اور موسم سرما میں تعیل (جلدی) سے پڑھنا افضل ہے، لیکن جمعہ کی نماز میں تعیل (جلدی کرنا) ہی افضل ہے، چاہے گرمی ہو یا سردی۔

والدلیل علی ذلك:

وفي الشامية: لكن جزم في الأشباه من فن الأحكام أنه لا يسن لها الإبراد... وقال الجمهور

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، تحت المتن: (ومنع عن الصلاة....): ۱/۲۳۴

لیس بمشروع؛ لأنها تقام بجمع عظیم، فتأخیرها مفض إلى الحرج، ولا كذلك الظهر. (۱)
ترجمہ:

اورشامی میں ہے کہ اشباہ کے فرق احکام میں مصنفؒ نے جزم کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ جمعہ کے لیے ابرار سنت نہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ جمعہ میں تاخیر جائز ہی نہیں، کیونکہ جمعہ کی نماز میں تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ پس اس میں تاخیر سے حرج پیدا ہوگا، جب کہ ظہر کی نماز میں ایسا نہیں ہوتا۔



دخول وقت کے بعد اذان سے پہلے سنت پڑھنا

سوال نمبر (7):

اگر نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو تو فرض سے پہلے والی سنتیں اذان دینے سے پہلے پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ کیا فرض سے پہلے والی سنتیں پڑھنے کے لیے بھی اذان کا انتظار کرنا ضروری ہے؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

اذان وقتی فرض نمازوں اور جمعہ کے لیے سنت ہے اور پھر خاص کر باجماعت نماز کے لیے تو اس کا اہتمام ضروری ہے۔ البتہ وقت داخل ہونے کے بعد فرض سے پہلے والی سنتیں پڑھنی ہوں تو اذان سے پہلے ان کا پڑھنا درست ہے، اذان کا انتظار ضروری نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

سنّ الأذان للصلوات الخمس، والجمعة سنة مؤكدة... وخرج بالفرائض
مأعداها، فلا أذان للوتر، ولا للعید، ولا للحنائز، ولا للكسوف، والاستسقاء، والتراویح، والسنن
الرواتب؛ لأنها أتباع للفرائض. (۲)

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب: فی طلوع الشمس من مغربها: ۲/۲۵

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلاة، تحت العتن: (سنن للفرائض): ۱/۴۴۱، ۴۴۰

ترجمہ:

اذان صرف پنجگانہ نماز اور جمعہ کے لیے سنت ہے۔۔۔ مصنف کی قید کہ فرض کے لیے سنت ہے، اس سے فرض کے علاوہ دوسری نمازیں نکل گئیں، پس وتر، عیدین، جنازہ، کسوف، استسقا، تراویح اور سنن رواتب (مؤکدہ) جو کہ فرائض کے تابع ہیں، ان کے لیے اذان سنت نہیں۔



احناف کے ہاں عصر کا ابتدائی وقت

سوال نمبر (8):

عصر کا وقت احناف کے ہاں کب سے شروع ہوتا ہے جب کہ آج کل بعض لوگ سایہ اصلی کے سوا سایہ مثلین (کہ جب سایہ اصلی کے علاوہ دو چند ہو جائے) ہونے سے قبل ہی اذانیں شروع کر دیتے ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کے پیچھے کسی خفی کو نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ عصر کے اصل وقت کا تعین کر کے رہنمائی فرمائیں۔

بَيِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفيق:

عصر کی ابتدا احناف کے مفتی بہ قول کے مطابق سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ مثلین (دو چند) ہونے کے بعد ہوتی ہے اور سورج کے غروب ہونے تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے، تاہم جہاں کہیں عصر کی نماز سایہ مثلین سے قبل پڑھی جاتی ہو تو اس صورت میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی خفی امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ اور ایسے لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہو جو مثلین سے پہلے عصر کی نماز پڑھتے ہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وقت العصر من بلوغ الظل مثليه سوى الفیء إلى غروب الشمس. (۱)

ترجمہ:

عصر کا ابتدائی وقت اس سے شروع ہوتا ہے، کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کا دو گنا ہو جائے، سوائے سایہ زوال کے۔ اور غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔

(۱) البحر الرائق کتاب الصلوة، قولہ: (والمغرب إلى غروب الشمس) ۴۲۶/۱

نماز عصر میں تاخیر کی حد

سوال نمبر (9):

نماز عصر میں کتنی تاخیر درست ہے، غروب آفتاب کا مکروہ وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

بیّنوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز عصر میں تاخیر کو حضرات فقہائے کرام نے مستحب لکھا ہے، لیکن اتنی تاخیر بھی درست نہیں کہ مکروہ وقت تک پہنچ جائے، اس لیے کہ سورج کے متغیر ہونے کے ساتھ ہی مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے جو کہ غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

والدلیل علی ذالک:

ندب تأخیرہ مالم تتغیر الشمس... وأراد بالتغیر أن تكون الشمس بحال لا تحار فیہا العیون، فإن تأخیرها إلیہ مکروہ. (۱)
ترجمہ:

عصر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے، لیکن سورج کے متغیر ہونے (سے پہلے پہلے) تک اور سورج کے متغیر ہونے سے مراد یہ ہے کہ سورج ایسی حالت میں ہو کہ (اس کی ٹکئی کی طرف دیکھتے ہوئے) آنکھیں چند ہیانہ جائیں، کیونکہ اس وقت تک تاخیر مکروہ ہے۔



مغرب کی نماز کا وقت

سوال نمبر (10):

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز کا وقت سورج کے غروب ہونے سے ہی شروع ہو جاتا ہے، لیکن عام نقشہ جات میں غروب آفتاب سے سات سے دس منٹ تک کا فرق ہوتا ہے، اور بعض لوگ تو نقشہ سے بھی پانچ دس منٹ

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، تحت العین: (والعصر مالم تتغیر): ۱/ ۴۲۹، ۴۳۰

مزید تاخیر کرتے ہیں، کیا مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

بَیِّنُوا نَوْجَرَا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب کا وقت غروب آفتاب سے ہی شروع ہو جاتا ہے، لیکن نقشہ جات اور عام لوگوں کی تاخیر احتیاط پر مبنی ہوا کرتی ہے، کیونکہ بعض اوقات اور بعض مقامات میں سورج فضائی آلودگی یا دوسری وجوہات کی بنا پر جلدی غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، اس لیے احتیاطاً پانچ، چھ منٹ تاخیر کی گنجائش ہے، البتہ زیادہ تاخیر مکروہ ہے۔

والدلیل علی ذالک:

ووقت المغرب منه إلى غيوبة الشفق، وهو الحمرة عندهما، وبه يفتى، وعند أبي حنيفة الشفق: هو البياض الذي يلي الحمرة... ويستحب تعجيل المغرب في كل زمان. (۱)
ترجمہ:

اور مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر شفق (جو کہ ایک سرخی ہے) کے غائب ہونے تک ہے۔ یہ صاحبین کا قول ہے جس پر فتویٰ بھی ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں شفق وہ سفیدی ہے جو اس سرخی کے بعد ہوتی ہے، البتہ ہر موسم میں مغرب کی نماز میں تعجیل ہی مستحب ہے۔



مغرب کی نماز میں چند منٹ تاخیر کرنا

سوال نمبر (11):

مغرب کی اذان کے بعد چند منٹ انتظار کرنا اس غرض سے کہ نمازیوں کی کثرت ہو جائے اور لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں زیادہ شریک ہوں۔ جماعت کے کھڑی ہونے میں ایسی تاخیر کرنا کیسا ہے؟

بَیِّنُوا نَوْجَرَا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ نماز مغرب کا مستحب وقت غروب شمس کے فوراً بعد شروع ہو کر تاروں کے ظاہر ہونے اور روشن ہونے تک ہے جس کے بعد مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام نے حدیث کی روشنی میں اس بات پر تصریح کی ہے کہ "اشتباك النجوم" سے مراد صرف تاروں کا طلوع ہونا نہیں، بلکہ اس سے مراد تاروں کا اس طرح ظاہر ہونا ہے کہ تارے آپس میں گڈمڈ ہو جائیں، چونکہ غروب شمس کے بعد چار پانچ منٹ کے انتظار سے تاروں کا اس طرح ظاہر ہونا مشکل ہے، اس لیے مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر مکروہ وقت میں شمار نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قولہ: (بكره تنزیہا) أقاد أن المراد بالتعجيل أن لا يفصل بين الأذان والإقامة بغير جلسة، أو سكتة على الخلاف، وأن مافي القنية من استثناء التأخير القليل محمول على مادون الركعتين، وأن الزائد على القليل إلى اشتباك النجوم مكروه تنزیہا، وما بعده تحريماً إلا بعذر. (۱)

ترجمہ:

مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور تعجیل (جلدی نماز پڑھنا) کا مطلب یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان کسی معمولی وقفہ اور بیٹھنے کے علاوہ فصل (تاخیر) نہ کی جائے۔ اور قنیہ میں جو معمولی تاخیر کا استثناء آیا ہے، وہ دو رکعت سے کم پر محمول ہے اور اس پر اتنی زیادتی کرنا کہ ستارے (کثرت کی وجہ سے) آپس میں مخلط ہو جائیں، مکروہ تنزیہی ہے اور پھر بغیر کسی عذر کے مزید تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔



مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا

سوال نمبر (12):

امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق مغرب کی اذان کے بعد فرض نماز سے پہلے تو نفل نماز پڑھ سکتے ہیں، کیا امام ابوحنیفہؒ کے مسلک میں اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقہ حنفی کی رو سے جواب دے دیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب: فی طلوع الشمس من مغربها: ۲/۲۹

الجواب وبالله التوفيق:

فقہ حنفی کی رو سے مغرب کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے، چنانچہ مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان کسی دوسرے کام میں مشغول رہنا مناسب نہیں، اس لیے اس میں وقت نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے، چنانچہ ہمارے ہاں مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نفل نہ پڑھیں جائیں۔

والدلیل علی ذالک:

قوله: (يكره تنزيها) أفاد أن المراد بالتعجيل أن لا يفصل بين الأذان والإقامة بغير جلسة، أو سكتة على الخلاف، وأن مافي القنية من استثناء التأخير القليل محمول على مادون الركعتين، وأن الزائد على القليل إلى اشتباك النجوم مكروه تنزيها، ومابعده تحريما إلا بعذر. (۱)

ترجمہ:

مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور تعجیل (جلدی نماز پڑھنا) کا مطلب یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان کسی معمولی وقفہ اور بیٹھنے کے علاوہ فصل (تاخیر) نہ کی جائے۔ اور قنیہ میں جو معمولی تاخیر کا اشتباہ آیا ہے، وہ دو رکعت سے کم پر محمول ہے اور اس پر اتنی زیادتی کرنا کہ ستارے (کثرت کی وجہ سے) آپس میں مخلط ہو جائیں، مکروہ تنزیہی ہے اور پھر بغیر کسی عذر کے مزید تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

وفي البحر: ونسب تعجيلها الحديث الصحيحين: كان يصلي المغرب إذا غربت الشمس وتوارت بالحجاب، ويكره تأخيرها إلى اشتباك النجوم لرواية أحمد: (لا تزال أمتي بعير مالم يؤخروا المغرب حتى تشبك النجوم). (۲)

ترجمہ:

بحر الرائق میں ہے کہ مغرب کی نماز میں تعجیل (جلدی نماز پڑھنا) مستحب ہے۔ جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ جو نبی سورج غروب ہو کر چھپ جاتا، آپ ﷺ مغرب کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور مسند احمد کی روایت کے مطابق بھی ستارے مخلط ہونے تک اس میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ: ”میری امت ہمیشہ اچھائی پر قائم رہے گی، جب تک مغرب کو اس حد تک مؤخر نہ کریں کہ ستارے آپس میں مخلط ہو جائیں۔“

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب: فی طلوع الشمس من مغربها: ۲۹/۲

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلاة، تحت العین: (والمغرب): ۴۳۱/۱

مغرب اور عشا کا درمیانی وقفہ

سوال نمبر (13):

عشا کا وقت کب داخل ہوتا ہے، مغرب اور عشا کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟ عام نقشوں کے مطابق موسم گرما میں عشا کا وقت نو بج کر پندرہ منٹ پر شروع ہوتا ہے، جب کہ کئی لوگ عشا کی نماز نو بجے ادا کرتے ہیں تو ان نمازوں کا کیا حکم ہے؟

بیتنا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشا کا وقت اُس وقت شروع ہوتا ہے جب شفق ابیض غائب ہو جائے یعنی مغرب کی طرف افق پر سورج کے غروب ہونے کے بعد جو سرخی ہوتی ہے وہ بھی ختم ہو جائے اور اُس کے بعد جو سفیدی پھیلتی ہے وہ بھی ختم ہو کر مکمل اندھیرا ہو جائے۔

محققین علماء و مفتیان میں سے اکثر کے ہاں شفق ابیض اس وقت غائب ہوتا ہے جب سورج افق سے اٹھارہ ڈگری نیچے چلا جائے۔ ان اٹھارہ درجوں کا مجموعی وقت موسم اور علاقہ کی تبدیلی سے مختلف ہوتا رہتا ہے اس لیے منٹوں میں اس کی مقدار متعین طور پر نہیں بتائی جاسکتی۔ آئمہ مساجد اور عوام کو چاہیے کہ مستند ماہرین صحیح اصول پر جو نقشے تیار کرتے ہیں اُن کے مطابق اذان و جماعت کا وقت متعین کیا کریں اس سے پہلے نہیں تاکہ نماز جیسا اہم فریضہ بے احتیاطی سے ذمہ پر باقی نہ رہے۔ کیونکہ وقت داخل ہونے سے قبل پڑھی گئی نماز مقبول نہیں ہوتی۔

والدلیل علی ذالک:

ووقت (المغرب منه إلی) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما..... وإلیه رجع الإمام...

وفي الشامية: بأن التفاوت بين الشفقين بثلاث درج كما بين الفجرین . (۱)

ترجمہ: اور مغرب کا وقت غروب شمس سے لے کر غروب شفق تک ہے اور شفق سے مراد سرخی ہے جیسا کہ صاحبین کا قول ہے اور اس کی طرف امام صاحب نے (اپنے قول غروب شفق ابیض سے) رجوع کیا ہے۔..... شامی میں ہے کہ شفق ابیض اور شفق احمر کے درمیان تین درجات کا فرق ہے، جس طرح صبح کا کاذب اور صبح صادق کے درمیان ہے۔

وقت سے پہلے اذان دینا

سوال نمبر (14):

اگر وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دی جائے تو کیا حکم ہے؟ کیا ائمہ کرام کے اختلاف کی وجہ سے فجر اور دوسرے اوقات میں وقت سے پہلے دی گئی اذانوں کے حکم میں کوئی واضح فرق موجود ہے؟ مدلل وضاحت مطلوب ہے؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اذان سے مقصود نماز کا وقت شروع ہونے کی اطلاع دینا ہے۔ اور یہ مقصد جب ہی پورا ہو سکتا ہے، جب اذان وقت شروع ہونے پر دی جائے۔ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ کوئی بھی اذان وقت سے پہلے دی جائے تو وقت شروع ہونے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے، چاہے کسی بھی وقت کی اذان ہو۔

البتہ فجر اور عشا کے اوقات میں چونکہ ائمہ حضرات کا قدرے اختلاف ہے، اس بنا پر اگر دس پندرہ منٹ کی تقدیم و تاخیر ہو جائے تو گنجائش ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وقت سے پہلے اذان دینا درست ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک امام کے نزدیک اگر وقت داخل ہو اور دوسرے امام کے نزدیک تا حال وقت داخل نہیں تو اس وقت دی گئی اذان کا اعادہ ضروری نہیں۔ اور اگر کسی ایک امام کے نزدیک بھی وقت داخل نہیں تو ایسی صورت میں دی گئی اذان کا اعادہ واجب ہے۔

والدلیل علی ذالک:

تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لا يجوز اتفاقاً. وكذا في الصبح عند أبي حنيفة

ومحمد، وإن قدم يعاد في الوقت، وعليه الفتوى. (۱)

ترجمہ: اور فجر کے علاوہ وقت سے پہلے اذان دینا بالاتفاق جائز نہیں۔ اس طرح امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک فجر کے وقت میں بھی تقدیم اذان جائز نہیں اور اگر وقت سے پہلے اذان دی گئی تو وقت داخل ہونے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول: ۵۳/۱

باب الأذان والإقامة

(اذان اور اقامت کا بیان)

تعارف اور حکمت مشروعیت:

اذان اگر ایک طرف نماز باجماعت کے لیے ایک اعلان اور بلاوا ہے تو دوسری طرف وہ ایمان کی دعوت اور دین حق کا منشور ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ”اذان شعار اسلام میں سے ایک اہم شعار ہے جس میں اعلان کے ساتھ ساتھ مذہب کی عزت و شرافت بھی مقصود ہے۔“ حقیقت بھی یہی ہے کہ اذان دین اسلام کے بنیادی اصولوں یعنی توحید و رسالت، اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کے رسول کے ساتھ محبت اور اس کے لائے ہوئے دین پر ڈٹ جانے کا بانگِ دہل اعلان ہے جس کے بعد کامیابی کی خوشخبری بھی دی جاتی ہے، لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جز اور اس آسمانی دستور کے ہر دفعہ کی اپنے دل و زبان سے تصدیق کرے تاکہ پوری اسلامی آبادی دن میں پانچ مرتبہ ہر اذان کے وقت اپنے ایمانی عہد و بیثاق کی تجدید کیا کرے۔ (۱)

اذان کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

اذان کا لغوی معنی ہے ”اعلام“ یعنی کسی کو خبردار کرنا، اطلاع دینا یا اعلان کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں اذان کا معنی ہے:

”إعلام مخصوص علی وجه مخصوص بالفاظ مخصوصة“

مخصوص الفاظ اور مخصوص طریقے و کیفیت کے ساتھ مخصوص اعلان کا نام اذان ہے۔

اذان کی تعریف میں ”اعلام بدخول الوقت“ نہیں کہا اس لیے کہ اذان صرف دخول وقت کے لیے مشروع نہیں، بلکہ فوت شدہ نمازوں اور جمعہ کے خطبہ کے لیے بھی اذان دی جاتی ہے۔ (۲)

اقامت کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

اقامت کا لغوی معنی استقرار، اظہار، پکارنا اور کسی بیٹھے ہوئے شخص کو کھڑا کرنا ہے جب کہ فقہائے کرام کے ہاں ”مخصوص اور ماثور الفاظ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہو جانے کے اعلان“ کا نام اقامت ہے۔

(۱) احکام اسلام عقل کی نظر میں، باب الأذان، حکمت آذان نماز: ۱/۵۲

(۲) الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۴۷

”إعلام بالقيام إلى الصلوة بالفاظ معلومة مأثورة على صفة مخصوصة“ (۱)

نوٹ:

یادر ہے کہ اذان اور اقامت کے اکثر احکام ایک جیسے ہیں اور مشروعیت بھی ایک ہی حدیث سے ثابت ہے۔ جن مواضع میں فرق موجود ہوگا وہاں پر اس کی وضاحت کی جائے گی۔

اذان کی مشروعیت اور ابتدا:

اذان کی مشروعیت قرآن وحدیث ہر ایک سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوءًا وَلَعِبًا﴾ (۲)

اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو یہ لوگ اس کو ہنسی کھیل بنا دیتے ہیں۔

دوسری جگہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (۳)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لیے، تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف۔

اذان کی ابتدا کا واقعہ ہجرت کے پہلے یا دوسرے سال پیش آیا۔ مکہ مکرمہ کی زندگی تو مکمل طور پر باہمی کشمکش اور آزمائش پر مشتمل تھی، تاہم ہجرت مدینہ کے بعد جب آزادی کی فضا میسر ہوئی تو نماز باجماعت کے اعلان کے لیے آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ لیا۔ آگ جلانے، ناقوس بجانے، دف بجانے، جھنڈا کھڑا کرنے اور گھر گھر جا کر جماعت قائم کرنے کی اطلاع جیسی آراء پیش کی گئیں، تاہم کسی حتمی رائے پر پہنچنے بغیر یہ مشاورت ختم ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اس پریشانی اور فکر کی حالت میں گھر تشریف لائے تو بیوی نے کھانا پیش کیا۔ آپ نے کھانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کس طرح کھانا کھاؤں، حالانکہ آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نماز کے بارے میں پریشان ہیں۔ اسی سوچ و فکر میں ان کو نیند آ گئی، خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سبز چادر پہنے ہوئے آسمان سے اتر رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ عبداللہ بن زید نے اس سے ناقوس خریدا چاہا تو اس نے کہا کہ تم اس کا کیا کرو گے؟ آپ نے جواب دیا کہ

(۱) الموسوعة الفقهية، مادة اذان: ۳۵۷/۲

(۳) الجمعة: ۹

(۲) المائدة: ۵۸

حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا تا کہ نماز کے وقت اس کو بطور اعلام استعمال کیا جائے تو اس شخص نے کہا کہ میں تم کو اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟ جواب ملا ”کیوں نہیں“۔ اس شخص نے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا اور تمام کلمات آپ کو سکھائے، بعض روایات کی رو سے پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر اقامت کہی۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا خواب نقل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اِنَّ هٰذِهِ لَرُؤْيَا حَقٍّ فَقَمِمْ مَعَ بِلَالٍ فَانَّهُ اُنْدِئِيْ وَلَمَدَّ صَوْتًا مِنْكَ فَلَقِيَ عَلَيْهِ مَقْبِلُ لَكَ وَلِبْنَادِيْ بِنَلَكٍ“۔

یہ بے شک سچا خواب ہے، تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، کیوں کہ وہ تم سے اونچی آواز والا ہے، تم سے جو کہا گیا ہے وہ اسے بتاتے جاؤ اور وہ اس کے ساتھ اذان دے۔

حضرت عمرؓ نے اذان سنی تو اس غلت سے دوڑتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے کہ چادر زمین پر کھسکتی جا رہی تھی اور عرض کیا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ (۱)

اذان کا سبب اور رکن:

وقت کا داخل ہونا اذان کا سبب ہے یعنی وقت داخل ہونے کے بعد اذان دی جائے گی۔ جب کہ اذان کا رکن وہ مخصوص الفاظ ہیں جو حدیث مبارک سے ثابت ہیں۔

اذان کا حکم:

حنفیہ کے رائج قول کے مطابق اذان سنت مؤکدہ اور شعار اسلام میں سے اہم شعار ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اگر کوئی قوم بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھ رہی ہو تو وہ تارکین سنت اور گنہگار ہیں جب کہ امام محمدؒ ایسی قوم کے ساتھ لڑنے کے بھی قائل ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ کاسانیؒ کی رائے بھی وجوب اذان کی ہے اور اس پر کافی سارے دلائل بھی دیے ہیں۔ (۲)

(۱) سنن ابن ماجہ، أبواب الأذان والسنة فیہا، باب بدء الأذان، ص: ۵۱

(۲) مرقا فی الفلاح، باب الأذان، ص: ۱۵۵، ۱۵۶، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الاول فی صفۃ وأحوال المؤذن: ۵۳/۱

اذان و اقامت کے الفاظ:

حنفیہ کے ہاں اذان کے الفاظ کل پندرہ ہیں۔ چار مرتبہ اللہ اکبر، دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ، دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، پھر دو مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ حدیث بلالؓ کی رو سے فجر کی اذان میں دو مرتبہ ”الصلوة خیر من النوم“ کے اضافے سے یہ تعداد سترہ ہو جاتی ہے۔

اقامت کے کلمات حنفیہ کے ہاں سترہ ہیں۔ پندرہ الفاظ وہی ہیں جو اذان کے ہیں، البتہ ”حسّی علی الفلاح“ کے بعد دوسرے ”قد قامت الصلوٰۃ“ کے الفاظ بڑھا دیے جائیں گے۔ (۱)

حنفیہ کے ہاں اذان اور اقامت دونوں میں ترجیع یعنی شہادتین کو ایک مرتبہ آہستہ پڑھنا اور پھر دوبارہ بلند آواز سے پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے۔ ترجیع اگرچہ ابو محمد ورہ کی روایت سے ثابت ہے لیکن وہ بطورِ حفظ و تسلیم ہے۔ اذان کی مشروعیت والی ابتدائی حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ (۲)

تخویب کا حکم:

تھویب کا معنی ہے ”اذان اور اقامت کے مابین لوگوں کو جماعت کی یاد دہانی کرانا“۔ فقہائے کرام کے ہاں تھویب کی ایک صورت وہ ہے جو حضرت بلالؓ نے صبح کی اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بیدار کرنے کے لیے اختیار کی تھی۔ حضرت بلالؓ نے ”الصلوة خیر من النوم“ دو مرتبہ کہا تو حضور ﷺ کو اتنا پسند آیا کہ اسے اذان میں شامل کرنے کا حکم فرمایا، لہذا اس کو فجر کی اذان میں شامل کر دیا گیا اور اسی پر پوری امت کا تعامل ہے۔

تاہم فجر کی اذان کے بعد مذکورہ تھویب کے علاوہ دوسرے الفاظ یا افعال کا سہارا لینے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔ متقدمین فقہانے صبح کی اذان و اقامت کے مابین دوسرے الفاظ سے تھویب کی اجازت دی ہے۔ بعض فقہا نے عشا میں بھی اس کی اجازت دی ہے جب کہ امام ابو یوسفؒ نے امراء، قاضیوں اور مفتیان کرام جیسے مصروف حضرات کے لیے ہر نماز میں تھویب کی اجازت دی ہے۔ ان تمام اقوال کو مد نظر رکھ کر متاخرین فقہانے تمام نمازوں کے لیے تھویب

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان: ١/٥٥، الاختيار لتعليل المختار، باب الأذان: ١/٤٢، ٤٣، دار المعرفة، بيروت لبنان

(٢) الاعتيار حواله سابقه، رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ٥٢/٢.

کو جائز قرار دیا ہے۔ تہیّب کے لیے خاص الفاظ مقرر نہیں، بلکہ عرف اور معاشرتی حالات کو مد نظر رکھ کر کسی بھی طریقے سے لوگوں کو نماز کی یقین دہانی کرائی جاسکتی ہے۔ (۱)

اذان کی شرائط:

فرض نماز کے لیے دی جانے والی اذان کے لیے درج ذیل شرائط ہیں۔ یہی شرائط اقامت کے لیے بھی ہیں۔

(۱) وقت داخل ہونے کے بعد اذان دینا:

فرض نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینا کافی نہیں بلکہ وقت داخل ہونے کے بعد اس کا اعادہ کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے ہاں یہ حکم فجر کے لیے بھی ہے یعنی اگر فجر کی اذان قبل الوقت دی گئی تو اس کا بھی اعادہ کیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۲)

(۲) اذان مخصوص الفاظ کے ساتھ عربی میں دی جائے۔ فارسی وغیرہ میں دی جانے والی اذان جائز نہیں، اگرچہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ اذان ہے۔ (۳)

(۳) اذان اور اقامت کے دوران تکلم یا کسی اور فعل سے فصل نہ ہو، اگر معمولی فصل ہو تو اذان کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گی تاہم اگر فصل زیادہ ہو جائے تو اذان دوبارہ دی جائے گی۔ (۴)

اذان کی سنتیں:

اذان کی بعض سنتیں اذان سے متعلق ہیں جب کہ بعض مؤذن سے، ہر ایک سے متعلق سنن درج ذیل ہیں۔

نفس اذان سے متعلق سنتیں:

(۱) اذان و اقامت بلند آواز سے دی جائے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان: ۱/۵۶، الاختیار لتعلیل

المختار، باب الأذان: ۱/۴۳، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان: ۲/۵۶

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۳

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان: ۲/۴۷

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان: ۲/۵۶

- (۲) اذان کے کلمات کے مابین معمولی وقفہ، یعنی ترسل کیا جائے، تاہم اقامت میں وقفہ کی بجائے حد سنت ہے۔
- (۳) اذان و اقامت کے کلمات میں ترتیب کا خیال رکھا جائے۔ اگر کلمات کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو مکمل اذان کا اعادہ کرنے کی بجائے غیر مرتب کلمات کا اعادہ کیا جائے۔
- (۴) اذان و اقامت کے کلمات میں تسلسل کا خیال رکھا جائے۔ درمیان میں کسی بھی قول یا فعل سے وقفہ نہ آنے پائے۔
- (۵) اذان اور اقامت کے دوران رخ قبلہ کی طرف ہو۔
- (۶) اذان و اقامت میں تلحسین، یعنی گانے بجانے سے مشابہت نہ ہو۔
- (۷) مغرب کے علاوہ بقیہ نمازوں کی اذان و اقامت میں تھوڑا سا وقفہ رکھا جائے۔
- (۸) اذان میں لفظی اور تجویدی غلطیوں سے پرہیز کیا جائے۔ اللہ اکبر میں اگر ابتدائی ہمزہ کو کھینچ کر ادا کر دے اور ایسا قصد اُجان بوجھ کر کر لے تو کفر کا اندیشہ ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ کیا اللہ بڑا ہے؟ اور اگر اکبر کو ”اکبار“ پڑھ لے تو یہ بھی غلط ہے۔
- (۹) بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دی جائے۔ (۱)

مؤذن کی صفات:

- فقہائے کرام کے ہاں اذان اور اقامت کرنے والے شخص کے لیے درج ذیل صفات کا ہونا ضروری ہے:
- (۱) مؤذن مرد ہو۔ عورت کی اذان بدعت ہے۔ غیر متمیز بچے کی اذان بھی ناکافی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اذان کا اعادہ کرنا مستحب ہے، البتہ اگر بچہ سمجھ دار ہو تو اس کی اذان جائز ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ بالغ شخص اذان دے۔
- (۲) مؤذن عقل و شعور والا ہو۔ جنون اور نشہ کی حالت میں اگر اذان دے تو بہتر یہ ہے کہ اس کا اعادہ کیا جائے۔
- (۳) مؤذن عالم بالسنۃ، متقی اور صاحب عزت و شرافت ہوتا ہے یہ حکم استحبابی ہے، لہذا اگر کوئی غلام، ولد الزنا یا ان پڑھ دیہاتی شخص اذان دیدے تو بھی جائز ہے اور اعادے کی ضرورت نہیں۔
- (۴) مؤذن اوقات صلوٰۃ سے خبردار ہو، لہذا بینا شخص کی اذان نابینا سے بہتر ہے تاہم اگر نابینا شخص کو کسی با اعتماد ذریعہ سے تعاون حاصل ہو تو وہ بھی مؤذن بن سکتا ہے، جیسے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مؤذن تھے۔
- (۵) مؤذن مستقل اذان دینے پر مامور ہو۔ بہتر یہ ہے کہ مؤذن خود امام بھی ہوتا کہ دونوں فضیلتوں کا حامل ہو۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان، فصل فی بیان سنن الأذان: ۱/ ۶۴۲-۶۴۴، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة: ۱/ ۵۶۵۵

(۶) اذان دیتے وقت کانوں پر انگلیاں رکھ دے۔

(۷) مؤذن طہارت کی حالت میں ہو۔ اگر صرف بے وضو ہو تو اذان جائز ہے اور اگر جنبی ہو تو اذان مکروہ اور واجب الاعدادہ ہے۔

(۸) کھڑے ہو کر اذان دے تاہم بیٹھ کر اذان دینا بھی کافی ہے اگرچہ بلا عذر ایسا کرنا مناسب نہیں۔ سواری پر سوار مسافر کے لیے سواری پر بیٹھ کر اذان دینا جائز ہے۔

(۹) جو شخص اذان دے وہی اقامت بھی کر لے تاہم اگر وہ غائب ہو یا اس کو ناگواری نہ ہو تو کوئی اور شخص بھی اقامت کر سکتا ہے۔

(۱۰) مؤذن بلند آواز ہونے کے ساتھ خوش آواز بھی ہو اور معاشرے میں اتنے وقار اور رعب کا حامل ہو کہ لوگوں کو جماعت سے غیر حاضری پر ٹوک سکے۔

(۱۱) اذان و اقامت سے اس کا مقصود اللہ کی رضا ہو، اجرت یا کوئی اور منفعت اس کا مقصود و مصلحت نظر نہ ہو۔ (۱)

جن لوگوں کی اذان و اقامت مکروہ اور قابل اعدادہ ہے:

پانچ افراد ایسے ہیں جن کی اذان و اقامت مکروہ ہے، لہذا ان کا اعدادہ کیا جائے گا: (۱) ناسمجھ اور غیر متمیز بچہ (۲) عورت (۳) جنبی شخص، یعنی جس پر غسل واجب ہو اس کی آذان کا اعدادہ کیا جائے گا، لیکن اقامت کا اعدادہ نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اقامت کا اعدادہ غیر مشروع ہے۔ (۴) مجنون (۵) نشئی شخص

بیٹھ کر یا سواری پر سوار ہو کر یا بے وضو ہو کر اذان و اقامت کرنا اگرچہ مناسب نہیں لیکن اعدادے کی ضرورت بھی نہیں۔

اگر اذان و اقامت کے دوران کوئی شخص بے ہوش ہو جائے یا اس کا انتقال ہو جائے یا بے وضو ہو کر دوبارہ وضو کے لیے چلا جائے یا کسی اور وجہ سے اذان و اقامت کے قابل نہ رہے تو کوئی اور شخص اس پر نواذان دے دے۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، فصل فی ما یرجع إلی صفات المؤذن: ۱/ ۶۴۵-۶۵۰، الفتاویٰ

الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن: ۱/ ۵۴، ۵۳

(۲) خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلوۃ، الفصل الأول فی الأذان: ۱/ ۴۸، ۴۹، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی

فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن: ۱/ ۵۴، ۵۵

اذان و اقامت کن نمازوں کے لیے دی جائے گی؟

حنفیہ کے ہاں اذان و اقامت کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر فرض نماز چاہے وہ ادا ہو یا قضا، جماعت کے ساتھ ہو یا بلا جماعت اس کے لیے اذان اور اقامت دی جائے گی، البتہ جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہو وہاں پر ظہر کی نماز کے لیے اذان و اقامت مکروہ ہے۔

مذکورہ قاعدے کی رو سے قضا شدہ نمازوں میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت دی جائے گی، البتہ اگر ایک ہی مجلس میں متعدد نمازوں کی قضا ہو رہی ہو تو یہ اختیار موجود ہے کہ اذان تو ایک ہی دی جائے اور اقامت الگ الگ کی جائے۔ مذکورہ حکم میں سفر و حضر اور جماعت وغیرہ جماعت سب برابر ہیں۔

اسی قاعدے کی رو سے سنن، وتر، نوافل، تراویح، عیدین، نذر، جنازہ، استسقا، چاشت، اشراق، خوف، خسوف اور کسوف وغیرہ کی نمازوں کے لیے اذان و اقامت غیر مشروع ہے، اسی طرح عورتوں، بچوں اور غلاموں کی جماعت میں بھی اذان و اقامت مشروع نہیں اس لیے کہ ان کی انفرادی جماعت ہی غیر مستحب ہے۔ (۱)

اذان کا مسنون طریقہ:

بہتر یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر کسی اونچی جگہ دی جائے جس سے تمام محلہ والوں کو آواز پہنچ سکے۔ قبلہ کی طرف رخ کر کے مشقت اور تکلف کے بغیر اونچی آواز میں اذان دینا مسنون ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کے وقت دائیں جانب اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں جانب صرف چہرہ گھمائے گا، تاہم اگر اذان خانہ کی نوعیت ایسی ہو کہ آواز باہر کی سمت پھیلانے کے لیے اپنی جگہ سے ہٹنا پڑے تو پاؤں کا رخ بدلنا بھی جائز ہے یعنی استقبال کے بغیر بھی اذان دینا جائز ہے، اگرچہ بلا عذر اس میں کراہت موجود ہے۔ (۲) لاؤڈ سپیکر پر اذان دینے کا مقصد دور تک آواز کی رسائی ہے، لہذا اس کے لیے مسجد سے نکلنے کی بجائے مسجد کے اندر نصب لاؤڈ سپیکر پر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

اذان کی بدعات:

قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔ اسی طرح اذان کے وقت ”اشہد ان محمداً رسول اللہ“ سننے سے دونوں انگوٹھوں کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا بھی مناسب ہے، جو لوگ اس کا ثبوت حضرت ابو بکرؓ سے جوڑتے ہیں اس

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، باب الأذان، فصل فی بیان محل وجوب الأذان: ۱/ ۶۵۰، ۶۵۱، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب

الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن: ۱/ ۵۳-۵۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتہما: ۱/ ۵۵

روایت سے متعلق علامہ طاہر پٹنی اور ملا علی قاری دونوں نے لکھا ہے ”لا یصح“۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس کو موضوعی قرار دیا ہے۔ علامہ شامی نے بھی بعض اکابر سے اس کی عدم صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (۱)

بچے کے کان میں اذان دینا:

نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہنا مسنون ہے۔ آپ ﷺ نے خود حضرت حسنؓ کے کان میں اذان و اقامت کے کلمات کہے ہیں اور اس کا حکم بھی فرمایا ہے۔ (۲)

اذان اور اقامت کا جواب:

فقہائے کرام کے ہاں اذان کا جواب دینا دو قسم پر ہے: قول سے جواب دینا اور فعل سے جواب دینا، یعنی نماز باجماعت کے لیے حاضر ہونا۔ قول سے اذان کا جواب دینے کے بارے میں احناف کا اختلاف ہے، مگر رائج قول استحباب کا ہے، لہذا اذان کے جواب میں کلمات اذان ہی کا اعادہ کیا جائے گا، البتہ حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے جواب میں ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کہا جائے گا اور فجر کی اذان میں ”الصلوٰۃ خیر من النوم“ کی جگہ ”صدق و بررت“ کہا جائے گا۔ متعدد اذانوں کی صورت میں پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے، بقیہ کا جواب دینا ضروری نہیں۔ اقامت کا جواب حنفیہ کے ہاں مستحب ہے۔ اقامت کے جواب میں بھی انہی الفاظ کا اعادہ کیا جائے گا، البتہ ”قد قامت الصلوٰۃ“ کی جگہ ”اقامہا اللہ و ادامہا مادامت السموات و الارض“ کہا جائے گا۔

اذان کے فعلی جواب، یعنی سنتے ہی مسجد کی طرف روانہ ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کی رائے یہ ہے کہ یہ واجب نہیں۔ شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ: ”اگر کوئی شخص پہلے سے مسجد میں ہو تو اس کی موجودگی اور حاضری فعلاً اذان کا جواب ہے“ لہذا زبان سے جواب دینا اس کے لیے ضروری نہیں۔ اذان و اقامت کے دوران باتیں کرنا یا کسی اور چیز میں مشغول ہونا جو اذان کے جواب سے غافل کر دے، مناسب نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تلاوت کر رہا ہو تو وہ بھی اذان کے دوران تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دے دے۔ جنبی شخص بھی اذان کا جواب دے سکتا ہے۔ (۳)

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، تتمہ: ۶۸/۲، قاموس الفقہ، مادۃ اذان: ۷۰۰، ۶۹/۲، المقاصد

الحسنۃ، حرف المیم، رقم (۱۰۱۹)، ص: ۴۴۰، ۴۴۱، الموضوعات الکبریٰ، رقم (۸۲۹)، ص: ۲۱۰

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماجاء فی التاذین فی اذان الصبی حین یولد، رقم (۱۹۸۴۶)، ۱۴/۲۶۴

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثانی، الفصل الثانی: ۵۷/۱، مراقی الفلاح مع الطحطاوی، الصلوٰۃ، الاذان، ص: ۱۵۶،

بدائع الصنائع کتاب الصلوٰۃ فصل فی ما یحب علی السامعین ۱/۶۶۰، خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان: ۵۰/۱

باب الأذان والإقامة

”اللہ اکبر“ کی ”را“ پر صحیح اعراب

سوال نمبر (15):

اذان میں لفظ اللہ اکبر کی ’را‘ پر درست اعراب کیا ہے؟ فصل و وصل دونوں صورتوں کی نشاندہی فرما کر منقول فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اذان کے دوران اللہ اکبر کی ’را‘ پر اعراب میں دو طرح کے اقوال ہیں، بعض ضمرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بعض اس کو فتح کے ساتھ پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں، جب کہ بعض حضرات ساکن پڑھنے کے بھی قائل ہیں، لیکن یہ اقوال وصل کی صورت میں ہیں، فصل کی صورت میں سکون ہی افضل ہے۔ علامہ شامیؒ ان تمام صورتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ”اذان کے اللہ اکبر ثانی کی ’را‘ ساکن کر کے پڑھی جائے گی، ضمرہ کے ساتھ اس کا پڑھنا غلط ہے اور اللہ اکبر اول کی ’را‘ کو اگر وصلاً پڑھنا ہو تو فتح کے ساتھ پڑھے۔“

والدلیل علیٰ ذلك:

وحاصلها أن السنة أن يسكن الراء من الله أكبر الأول، أو يصلها بالله أكبر الثانية، فإن سكنها كفى، وإن وصلها نوى السكون فحرك الراء بالفتحة، فإن ضمها خالف السنة. (۱)

ترجمہ:

حاصل یہ کہ سنت یہ ہے کہ اللہ اکبر اول کی را کو ساکن پڑھے یا اللہ اکبر ثانی کے ساتھ اس کو ملائے۔ پس اگر (فصل کر کے) ساکن پڑھا تو یہ درست ہے۔ اور اگر اس کو اللہ اکبر ثانی کے ساتھ ملائے تو سکون کی نیت کر کے را کو فتح کی حرکت دے اور اگر ضمرہ کی حرکت دی تو یہ خلاف سنت ہوگا۔



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی الکلام علی حدیث ”الأذان حزم“ ۵۲/۲

اذان میں اللہ اکبر کے 'لام' کو زیادہ کھینچنا

سوال نمبر (16):

اذان کے دوران اللہ اکبر پڑھتے ہوئے 'لام' پر کتنی مقدار میں مد کرنی چاہیے، عام طور پر اس کو جس قدر کھینچ کر پڑھا جاتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام نے لفظ "اللہ" کے پڑھنے میں جن تین ممکنہ مدت کا تذکرہ کیا ہے، ان میں لفظ اللہ کے شروع میں ہمزہ پر مد تو بڑے خطرے کی بات ہے۔ آخر میں 'ہا' پر مد کو نقش غلطی اور درمیانے حرف 'لام' پر مد کو صرف مکروہ قرار دیا ہے۔

عام طور پر مؤذنین حضرات 'لام' پر مد کو زیادہ کھینچتے ہیں لیکن بلاد عرب و عجم کے مقتدر قرا حضرات اس پر نکیر نہیں فرماتے، اس لیے بھی کہ اس سے فسادِ معنی لازم نہیں آتا۔ نیز قرآن پاک کی تلاوت کے علاوہ اور جگہوں میں عربی کلمات اور جملوں میں تجوید کی رعایت نہ کرنے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

اعلم أن المد إن كان في "اللہ" فإما في أوله، أو وسطه، أو آخره، فإن كان في أوله لم يضر به شاعراً، وأفسد الصلوة لو في إثناءها، ولا يكفر إن كان جاهلاً؛ لأنه جازم ... وإن كان في وسطه، فإن بالغ حتى حدث ألف ثانية بين اللام والهاء كره قبل: والمختار أنها لا تفسد، وليس ببعيد، وإن كان في آخره فهو خطأ ولا يفسد أيضاً. (۱)

ترجمہ:

جان لینا چاہیے کہ لفظ "اللہ" میں مد یا تو اول میں ہوگی یا درمیان میں یا آخر میں۔ پس اگر اول میں ہو، یعنی ہمزہ پر تو اس کے ساتھ نماز کی ابتدا ہی درست نہیں اور اگر نماز کے درمیان میں ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر لاعلمی کی وجہ سے ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ وہ اللہ کی بڑائی پر یقین رکھتا ہے۔ اور اگر مد لفظ اللہ کے وسط میں ہو

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۱۷۹/۲.

تو اگر اس میں اتنا مبالغہ کرے کہ 'لام' اور 'ہا' کے درمیان دوسرا الف پیدا ہو جائے تو یہ مکروہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ فتویٰ نماز کے عدم فساد پر ہے اور یہ کوئی بعید بھی نہیں (کہ معنی برقرار رہے) اور اگر مد آخر میں ہو تو یہ ایک فحش غلطی ہے، لیکن پھر بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔



اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ

سوال نمبر (17):

اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ضروری ہے، کیا اس حوالے سے تمام نمازوں کا حکم ایک جیسا ہے یا اس میں فرق پایا جاتا ہے؟ نیز اگر کوئی متعین اندازہ شریعت میں مذکور ہو تو ضرور بتائیں؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

مغرب کی نماز کے علاوہ اور نمازوں کے لیے اذان اور اقامت کے درمیان فصل ضروری ہے، تاکہ نماز کے پابند لوگ جماعت میں شریک ہو سکیں اتصال مکروہ ہے، فقہائے کرام نے اس کے لیے باقاعدہ اندازے مقرر کیے ہیں۔ ایک قول میں بیس آیات پڑھنے کی بقدر جب کہ دوسرے قول کے مطابق دو یا چار رکعت نفل نماز پڑھنے کی بقدر وقفہ کرنا چاہیے جس کا حاصل یہی ہے کہ اتنا وقفہ ضرور ہو کہ ایک نمازی کو جماعت کی تیاری کا موقع آسانی کے ساتھ مل سکے، البتہ مغرب کی اذان اور اقامت میں تین آیات یا دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے یا اذان کی دعا پڑھنے کی بقدر وقفہ کرنا درست ہے، زیادہ تاخیر کراہت سے خالی نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

وفصل بین الأذان والإقامة مقدار رکعتین، أو أربع، یقرء فی کل رکعة نحو امن عشر آیات، والوصل بین الأذان والإقامة مکروه بالاتفاق... وأما إذا کان فی المغرب فالمتحب أن یفصل بینهما... واختلفوا فی مقدار الفصل، فعند أبي حنيفة المستحب أن یفصل بینهما بسکنة یسکت قائما ساعة، ثم یقیم، ومقدار السکنة عنده قدر ما یتمکن فیہ قراءة ثلاث آیات قصار أو آية طویلة، وعندهما یفصل بینهما بحلصة خفیفة مقدار الجلسة بین

الخطبتین، والخلاف فی الأفضلیة . (۱)

ترجمہ:

اذان اور اقامت کے درمیان دو یا چار رکعت کی بقدر وقفہ کرے، ایسی رکعتیں جن میں سے ہر رکعت میں دس آیتوں کی بقدر قراءت ہو، البتہ اذان اور اقامت کو ملا دینا بالاتفاق مکروہ ہے۔ اگر مغرب کا وقت ہو تو بھی مستحب یہی ہے کہ فاصلہ رکھے، البتہ اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ اس اذان اور اقامت کے درمیان ایک ساعت (لحہ) خاموش کھڑا رہ کر وقفہ کرے، پھر اقامت کرے۔ اور اس ایک لحہ کی مقدار آپؐ کے نزدیک یہ ہے کہ اس میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جاسکے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اتنا وقفہ رکھے جتنی دیر دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر وقفہ کیا جاتا ہے، لیکن یہ مذکورہ اختلاف افضلیت میں ہے۔



جمعہ کی دونوں اذانوں میں وقفہ کی مقدار

سوال نمبر (18):

جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان کتنا وقفہ رکھنا ضروری ہے؟

بینوا وجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کی اذان اول اور اذان ثانی کے درمیان وقفہ کی تحدید کے حوالے سے کوئی تصریح معلوم نہ ہو سکی، البتہ اذان ثانی جو خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں شروع ہوئی، اس کے اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دونوں اذانوں میں اتنا وقفہ کرنا چاہیے کہ اذان اول سن کر لوگ جمعہ کی تیاری کر کے اذان ثانی سے پہلے مسجد میں پہنچ جائیں، تاہم اذان اول کو بھی زوال کے بعد زیادہ مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔ اور پھر دونوں اذانوں کے درمیان وقفہ کو نصف گھنٹے سے زیادہ طول نہیں دینا چاہیے کہ یہ وقفہ دراصل اطلاع اور تیاری کے لیے کافی ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، باب الاذان، الفصل الثانی فی کلمات الاذان: ۵۶، ۵۷.

والدلیل علیٰ ذلك:

وفی شرح البخاری للعلامة العینی: فأحدث عثمان رضي الله عنه التأذينة الثالثة علی الزوراء لیجتمع الناس. (۱)

ترجمہ: اور علامہ عینیؒ اس بابت فرماتے ہیں کہ: ”حضرت عثمان غنیؓ نے زوراء مقام پر تیسری اذان (اذان اول کو تیسری اذان کہنا اس وجہ سے ہے کہ ایک اذانِ ثانی، دوسری اقامت اور تیسری یہ اذان) شروع کرائی، تاکہ لوگ (نماز جمعہ کے لیے بروقت) اکٹھے ہو جائیں۔“

وفی فتح الباری:

فأذن بالزوراء قبل خروجه؛ ليعلم الناس أن الجمعة قد حضرت. (۲)

ترجمہ: اور علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں یوں رقم طراز ہیں کہ: ”آپؐ (حضرت عثمانؓ) نے اپنے نکلنے سے پہلے زوراء پر اذان دلوائی، تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ جمعہ کا وقت ہو چکا ہے۔“



نومولود بچے کی کان میں اذان و اقامت

سوال نمبر (19):

نومولود بچے کے کان میں اذان و اقامت کہاں سے ثابت ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کا تذکرہ احادیثِ نبویہ میں موجود ہے، اس لیے یہ عمل مسنون ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

عن عبيد الله بن أبي رافع عن أبيه قال رأيت رسول الله ﷺ أذن في أذن الحسن بن علي حين

(۱) العینی، بدر الدین، عمدة القاری، باب الأذان يوم الجمعة: ۶/۲۱۱

(۲) فتح الباری، کتاب الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة: ۳/۵۵

ولدتہ فاطمة بالصلوة. (۱)

ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ کے بطن سے حضرت حسن بن علی کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ نے اُس کے دائیں کان میں نماز کی اذان کی طرح اذان دی۔“

عن حسین قال قال رسول الله ﷺ: ”من ولد له، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى

لم يضُرْهُ أُمُّ الصبيان.“ (۲)

ترجمہ: حضرت حسین فرماتے ہیں کہ: ”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس شخص کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اس بچے کو ام الصبیان کی بیماری ضرر نہیں دے گی۔“



جمعہ کے اذانِ ثانی کا جواب دینا

سوال نمبر (20):

جمعہ کے دن خطیب صاحب جب منبر پر بیٹھ جائے اور اس کے سامنے اذانِ ثانی دی جا رہی ہو تو اس کا جواب دینا شرعاً کیسا ہے؟ نیز دورانِ خطبہ درود و سلام پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

جب خطیب صاحب خطبہ دینے کے لیے تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ جائے تو احادیث کی رو سے اس کی طرف متوجہ ہو کر ہر قول و فعل ترک کرنا ضروری ہے۔ خطیب کی طرف توجہ میں مغل بننے والے کسی بھی کام کی گنجائش نہیں، اس لیے جمعہ کے دن اذانِ ثانی کا جواب دینا یا دورانِ خطبہ درود و سلام زبان سے کہنا درست نہیں، البتہ اگر دل ہی میں جواب دیا جائے تو صرف جائز نہیں، بلکہ بہتر ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وبنی أن لا یجب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب. (۲)

(۱) سنن أبی داؤد، الأدب، الصبی یولد فیؤذن فی أذنه: ۳۵۵/۲

(۲) مسند أبی یعلیٰ الموصلی، مسند الحسین بن علی: ۳۲/۶ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان

(۳) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب فی المولود یؤذن فی أذنه: ۷۰/۲

ترجمہ:

اور مناسب یہ ہے کہ اذانِ ثانی کا جواب زبان سے نہ دیا جائے۔

وقال العلامة الكاساني: وروي عن أبي يوسف أنه ينبغي أن يصلي على النبي ﷺ في نفسه

عند سماع اسمه؛ لأن ذلك معال يشغله عن سماع الخطبة، فكان إحراز الفضيلتين أحق. (۱)

ترجمہ:

اور علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ: ”امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ: ”نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سننے

تو مناسب ہے کہ دل میں آپ ﷺ پر درود شریف بھیجے، کیونکہ یہ خطبہ سننے سے مشغول کرنے والی چیز نہیں، پس دونوں فضیلتوں (یعنی خطبہ کے دوران خاموش رہنے اور نبی ﷺ پر درود بھیجنے) کا جمع کرنا زیادہ مناسب ہے۔



خوابہ سرا کی اذان

سوال نمبر (21):

خوابہ سرا (ہیجڑا) کی اذان کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں، کیا ایسے شخص کی اذان درست ہے؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز جیسی اہم ترین عبادت اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے اذان رب کائنات کی طرف سے ایک بلاوا اور پکار ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اذان کا یہ اہم فریضہ ایسے شخص کو انجام دینا چاہیے جو پرہیزگار، سنجیدہ، بارعب اور پر وقار شخصیت کا مالک ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے بچوں، عورتوں اور دیگر فساق و فجار کے ساتھ ساتھ خفی مشکل (خوابہ سرا) کی اذان کو بھی مکروہ لکھا ہے، لہذا ہیجڑے کی بجائے کسی باوقار اور متقی شخص سے اذان کرائی جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ویکرہ اذان جنب، وإقامته، وإقامة محدث لا أذانه و) اذان (امراة) و (خنثی)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجمعة: ۲/۲۰۱

(و فاسق). (۱)

ترجمہ: جنبی شخص کی اذان و اقامت دونوں مکروہ ہیں اور بے وضو شخص کی اقامت مکروہ ہے، نہ کہ اذان۔ اور عورت، خفیٰ اور فاسق کی اذان بھی مکروہ ہے۔



جماعتِ ثانیہ کے لیے اقامت

سوال نمبر (22):

جماعتِ ثانیہ کے لیے اقامت کرنا کیسا ہے؟ جماعتِ ثانیہ کی کن صورتوں میں اقامت افضل ہے، اور کن صورتوں میں ترک افضل ہے؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس مسجد میں امام اور مؤذن معین نہ ہوں یا جو مسجد راستہ کی ہو یا محلہ کی مسجد میں غیر اہل محلہ نے نماز پڑھی ہو یا محلہ کی مسجد میں اہل محلہ نے ہی بغیر اذان کے نماز پڑھی ہو تو ان صورتوں میں جماعتِ ثانیہ کے لیے اذان و اقامت افضل ہے۔ دوسری طرف اگر شہر یا دیہات کی ایسی مسجد ہو جس کا امام اور مؤذن متعین ہو، باقاعدہ اذان دے کر اس میں نماز پڑھی گئی ہو تو اس میں اذان اور اقامت کا تکرار صحیح نہیں، البتہ اگر مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز پڑھنی ہو تو اذان و اقامت بہتر ہے، اگر نہ دی جائے تو محلہ کی مسجد کی اذان و اقامت پر اکتفا کرنا بلا کراہت درست ہے، لیکن مسافر کے لیے شہر یا بستی سے باہر اذان و اقامت کا چھوڑنا مکروہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

یسکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلّة بأذان وإقامة إلا إذا صلیٰ بهما فیہ أولاً غیراً له، أو أهله لکن بمخافة الأذان، ولو کرر أهله بدو نهما، أو کان فی مسجد طریق جاز إجماعاً، کما فی مسجد لیس له إمام ولا مؤذن، ویصلیٰ الناس فیہ فوجاً فوجاً، فإن الأفضل أن یصلیٰ کل فریق بأذان وإقامة علی حدة. (۲)

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۶۰/۲

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی تکرار الجماعة: ۲۸۸/۲

وفي الدر المختار: (و كره تركهما) معا (لمسافر) ولو منفردا... (بخلاف مصل) ولو بجماعة (في بيته بمصر) أو قرية لها مسجد، فلا يكره تركهما إذ أذان الحي يكفيه. (۱)
ترجمہ:

محلہ کی مسجد میں اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ ہے، البتہ اگر اہل محلہ کے علاوہ کوئی اذان و اقامت کر کے پہلے نماز پڑھ لے یا اہل محلہ خفیہ (غیر اعلانیہ) اذان دے کر نماز پڑھ لیں (تو دوبارہ اذان و اقامت مکروہ نہیں) اور اگر اہل محلہ نے اذان اور اقامت کے بغیر تکرار جماعت کیا یا راستے کی مسجد تھی تو تکرار بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ کسی مسجد کا امام اور مؤذن نہ ہو اور لوگ گروہ درگروہ اس میں آکر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ علیحدہ علیحدہ اذان اور اقامت کر کے باجماعت نماز پڑھ لے۔

اور مسافر کے لیے اذان اور اقامت کا ترک کرنا بہر حال مکروہ ہے، اگر چہ وہ اکیلا ہو، بخلاف اس نمازی کے جو شہر یا ایسے گاؤں میں ہو جس میں مسجد ہو، وہ اگر گھر میں باجماعت بھی نماز پڑھے تو اس کے لیے اذان و اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہیں، کیونکہ محلے کی مسجد کی اذان اس کے لیے کافی ہے۔ اور یا وہ مسجد میں باجماعت نماز کے بعد نماز پڑھتا ہو تو اس کے لیے بھی اذان و اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہیں۔



مسنون ڈاڑھی نہ رکھنے والے کی اذان

سوال نمبر (23):

اگر اذان کا وقت ہو چکا ہو، اور نماز کا وقت بھی قریب ہو، لیکن مسجد میں کوئی متشرع شخص موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ایک ایسا شخص جو داڑھی منڈواتا ہو، اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس اذان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟
بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

اذان و اقامت نماز جیسی اہم عبادت کا حصہ ہیں۔ اس کی اہمیت اور فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے جس کے پیش نظر اذان و اقامت کے فرائض انجام دینے والے شخص کا متشرع اور دین دار ہونا ضروری ہے، لیکن اگر کہیں ڈاڑھی

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الاذان: ۶۳/۲

منذے شخص نے اذان دی یا اقامت کہی تو یہ مکروہ ہے، تاہم اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ کسی دین دار شخص کا انتخاب بہتر ہے، لیکن ایسے افراد کو موقع دے کر ان کی اصلاح کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلًا صالحًا متقياً عالماً بالسنة ... ويكره أذان الفاسق

ولایعاد. (۱)

ترجمہ:

اور چاہیے کہ مؤذن عاقل، نیک، متقی اور اذان کے احکام سے واقف ہو۔۔۔ اور فاسق کی اذان مکروہ ہے، البتہ اس کا اعادہ ضروری نہیں۔



وقت سے پہلے دی گئی اذان کا اعادہ

سوال نمبر (24):

وقت کے داخل ہونے سے پہلے اگر اذان دی جائے تو اس کے اعادے کا کیا حکم ہے ؟

بیّنوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ اذان دینا کسی بھی فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد سنت ہے، اگر وقت سے پہلے اذان دی گئی تو اس کا اعادہ سنت کی بجائے واجب رہے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(فیعاد اذان وقع) بعضہ (قبلہ) فی رد المحتار: وکذا کله بالأولیٰ (کاإقامة خلافاً للثانی فی

الفجر). وفي رد المحتار: أن أبا يوسف يجوز الأذان قبل الفجر بعد نصف الليل. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، باب الاذان، الفصل الاول: ۱/۵۴، ۵۳.

(۲) الدر المحتار، کتاب الصلاة، باب الاذان: ۲/۵۰.

ترجمہ:

اگر وقت سے پہلے اذان کے کچھ الفاظ کہے تو اس (اذان) کا اعادہ کیا جائے گا، اس طرح اگر پوری اذان وقت سے پہلے دی جائے، تو بطریق اولیٰ اس کا اعادہ واجب رہے گا، اقامت کی طرح۔ ہاں اگر فجر کی اذان وقت سے پہلے دی گئی، تو اس کا اعادہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں واجب نہیں، اس لیے کہ ان کے نزدیک فجر کی اذان آدھی رات کے بعد جائز ہے۔



مشکلات میں سورہ یٰسین کے ”مبین“ پر اجتماعی اذانیں

سوال نمبر (25):

ہمارے علاقے میں بعض لوگ سورہ یٰسین کا ختم کچھ اس طرز پر کرتے ہیں کہ جب لفظ مبین پر پہنچتے ہیں تو مکان یا مسجد کے چاروں کونوں میں کھڑے آدمی اجتماعی طور پر اذان دینا شروع کر دیتے ہیں، اس طرح ہر لفظ مبین پر کرتے ہیں تو کیا کسی مشکل وقت میں سورہ یٰسین کا یہ وظیفہ ادا کرتے ہوئے اذانیں دینے کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

بیّنوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

فرض نمازوں کے علاوہ جن مواقع پر اذان دینے کو فقہائے کرام نے مستحب لکھا ہے، ان میں یہ بھی ہے کہ کسی مشکل وقت اور نامساعد حالات میں اگر اذان دی جائے تو مشکل حل ہو جاتی ہے، لیکن سورہ یٰسین کے وظیفہ کے ساتھ اذانیں دینے کا یہ مذکورہ طریقہ احادیث اور فقہ کی کتب میں کہیں مذکور نہیں، البتہ تجربے کا معاملہ الگ ہے جس کو بنیاد بنا کر کسی کام کو دین کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال الرملي: أي الصلوات الخمس، فلا يسن للمندورة. ورأيت في كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلوة، كما في أذن المولود، والمهموم، والمفزع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان، أو بهيمة، وعند مزدحم الحش، وعند الحريق، وقيل: عند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه

للدنیا... وعند تغول الغيلان أي عند تمرد الجن لخبر صحيح فيه. أقول: ولا بعد فيه عندنا. (۱)

ترجمہ:

علامہ خیر الدین الرملیؒ فرماتے ہیں کہ: ”اذان نماز پنجگانہ کے لیے سنت ہے۔ پس منذور نمازوں کے لیے سنت نہیں۔ (اور فرماتے ہیں کہ) میں نے شوافع کی کتابوں میں دیکھا کہ نماز کے علاوہ بھی اذان دینا سنت ہے۔ مثال کے طور پر نومولود بچے، پریشان حال، خوفزدہ، غضب ناک شخص اور انسان یا جانور کی حالت اگر غیر ہو جائے تو ان کے کان میں اذان دینا، اسی طرح لشکر کے کراؤ کے وقت اور بادل کی گرج چمک کے وقت۔ اور کہا گیا ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کی ولادت پر قیاس کرتے ہوئے..... جنات کی سرکشی کے وقت بھی اذان دینی سنت ہے۔ علامہ رملیؒ فرماتے ہیں کہ: ”ہمارے ہاں بھی اس میں کوئی اشکال نہیں۔“



سود خور کی اذان

سوال نمبر (26):

سودی کاروبار کرنے والے شخص کی اذان کا شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس کا اعادہ ضروری ہے یا کسی نہ کسی درجے میں اس کی اذان جائز ہے؟

بینوا تو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

بلاشبہ سود کا کاروبار شرعاً حرام اور ناجائز ہے۔ جو شخص اس کا مرتکب ہو، نہ اس سے توبہ کرتا ہو اور نہ جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہو تو یہ شخص فاسق شمار ہوگا، لہذا مستقل طور پر ایسے شخص کو اذان اور اقامت کی ذمہ داری سونپ دینا مکروہ ہے، البتہ کبھی کبھار اذان دینے یا اقامت کہنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور نہ ہی اس کا اعادہ ضروری ہے۔

(۱) منحة الخالق علی البحر الرائق، باب الاذان، قولہ: (وخرج بالفرائض): ۱/۴۵۵

والدلیل علیٰ ذلک:

ویکره اذان الفاسق، ولا یعاد، کذا فی الذخیرۃ. (۱)

ترجمہ: فاسق کی اذان مکروہ ہے، لیکن اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔



مسجد کے احاطے میں اذان دینا

سوال نمبر (27):

مسجد کے ہال یا صحن میں اذان دینے کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر لاؤڈ اسپیکر سے مسجد کے احاطے میں اذان دی جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

بیتنا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

مسجد کے احاطے میں اذان دینے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان سے مقصد زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جماعت کی اطلاع دینا ہے اور یہ مقصد اسی وقت بطریقہ احسن پورا ہوگا جب مسجد سے باہر کسی اونچی جگہ پر کھلی فضا میں اذان دی جائے، البتہ عصر حاضر میں چونکہ لاؤڈ اسپیکر میں اذان دینے کا معمول ہو چکا ہے اور لاؤڈ اسپیکر سے اذان خواہ اونچی جگہ سے ہو یا نیچی جگہ سے، بند جگہ پر ہو یا کھلی فضا میں؛ بہر حال آواز دور تک پہنچ جاتی ہے، اس لیے لاؤڈ اسپیکر سے مسجد کے اندر اذان دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال ابن سعد بالسند إلى أم زيد بن ثابت رضي الله عنه : كان بيتي أطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من أول ما أذن إلى أن بنى رسول الله ﷺ مسجده فكان بعد يؤذن على ظهر المسجد وقد رفع له شيء فوق ظهره. (۲)

ترجمہ: ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ سے نقل کیا ہے کہ مسجد کے گرد گھروں میں سے میرا گھر سب سے اونچا تھا، اس لیے شروع میں جب اذان دی جانے لگی تو بلال رضی اللہ عنہ ہمارے گھر

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، الفصل الاول: ۵۴/۱۔

(۲) رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الاذان: ۵۴/۲۔

کے اوپر اذان دیتے تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی تعمیر ہوئی، اُس کے بعد مسجد کی چھت پر اذان دی جانے لگی، اور چھت پر کوئی چیز رکھ کر اُس کو مزید بھی اونچا کیا گیا تھا۔



افطاری کے وقت اذان کا جواب دینا

سوال نمبر (28):

رمضان میں افطاری کے وقت مغرب کی اذان کا جواب اس وقت دینا چاہیے یا افطاری سے فارغ ہو کر اذان کا جواب دینے کی گنجائش ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

اذان کا جواب سننے والوں پر واجب ہے، اگرچہ اکثر علمائے کرام نے اس کی تفسیر جواب بالاقدام اور سعی إلى المسجد کے ساتھ کی ہے، تاہم اذان سنتے وقت قرآن پاک کی تلاوت اور دیگر نیک اعمال کو بھی چھوڑ کر اذان کا جواب دینا زیادہ مناسب قرار دیا گیا ہے، اس لیے رمضان میں غروب آفتاب کے بعد اذان مغرب سے پہلے تھوڑی سی چیز کے ساتھ افطاری کر کے اذان کا جواب دیا جائے، اس طرح افطاری میں تعجیل بھی ہوگی جو مستحب عمل ہے اور اذان کے جواب دینے کا ثواب بھی حاصل ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک :

وتعجيل الإفطار أفضل، ويستحب قبل الصلوة. (۱)

ترجمہ:

افطاری میں تعجیل افضل ہے، مستحب یہ ہے کہ نماز سے قبل افطاری کی جائے۔

وفي الهندية: ويحب على السامعين عند الأذان الإجابة... ولا ينبغي أن يتكلم السامع في

خلال الأذان والإقامة، ولا يشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم: ۱/۲۰۰.

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، باب الأذان، الفصل الثانی: ۱/۵۷.

ترجمہ:

اذان سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے..... اور سننے والے کے لیے اذان و اقامت کے دوران باتیں کرنا مناسب نہیں، اور نہ ہی اجابتِ اذان کے سوا تلاوتِ قرآن یا کسی دوسرے عمل میں مشغول ہونا مناسب ہے۔



اذان میں حضور ﷺ کا نام مبارک سننے پر درود شریف پڑھنا

سوال نمبر (29):

اذان و اقامت وغیرہ میں اُشهد أن محمداً رسول الله کے جواب میں درود شریف کے اضافہ کا کیا حکم ہے؟ کیا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟

• بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

حضور پاک ﷺ کے نام مبارک کو سن کر درود شریف پڑھنے کے احکام اور اس کے فضائل احادیث میں موجود ہیں۔ اگر کوئی کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے تو یہ بھی درست ہے، لیکن جہاں تک اذان و اقامت میں حضور ﷺ کے اسم گرامی کو سن کر درود شریف پڑھنے کی بات ہے تو یہ نہ تو کہیں منقول ہے اور نہ ہی معمول، بلکہ اس کے برعکس حضور پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم اذان کے جواب میں وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ ہاں اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھی جائے تو علمائے کرام نے اس کو مستحب لکھا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

ويحب على السامعين عند الأذان الإجابة، وهي أن يقول مثل ما قال المؤذن ولا يشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة، ينبغي أن يقطع و يشتغل بالاستماع والإجابة كذا في البدائع (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، الفصل الثانی: ۱/۵۷.

ترجمہ:

اذان کے وقت سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے، اور وہ یہ کہ جس طرح مؤذن کہے، اسی طرح سننے والا بھی کہے۔۔۔۔ اور اس دوران نہ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہونا مناسب ہے اور نہ ہی دیگر اعمال میں سوائے جواب دینے کے۔ (بلکہ) اگر پہلے سے تلاوت کر رہا ہو تو بھی مناسب ہے کہ تلاوت بند کر کے اذان سنے اور جواب دینے میں مشغول ہو، اسی طرح بدائع الصنائع میں ہے۔



شہادتین کے وقت انگوٹھے چومنا

سوال نمبر (30):

بعض لوگ اذان و اقامت میں أشهد أن محمداً رسول الله کہتے وقت انگوٹھے چومتے ہیں، یہ کہاں سے ثابت ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

بينوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اذان و اقامت میں تشہد کے وقت انگوٹھے چومنے کے بارے میں بعض روایات پائی جاتی ہیں، لیکن فقہائے کرام اور محدثین حضرات کے نزدیک کوئی روایت بھی ضعیف و سقم سے خالی نہیں، لہذا ایسی روایات کو بنیاد بنا کر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ دین کا حصہ بنایا جائے، اس خدشہ کے پیش نظر انگوٹھے نہ چومنا ہی بہتر ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وفي كتاب الفردوس "من قبل ظفري إبهاميه عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله في الأذان أنقائده ومدخله في صفوف الجنة" وتاممه في حواشي البحر للملي عن المقاصد الحسنة للسخاوي، وذكر ذلك الجراحي وأطال ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء. (۱)

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في تكرار الجماعة: ۶۸/۲

ترجمہ:

کتاب الفردوس میں ایک روایت ہے کہ جو شخص اذان میں اُشہد اُن محمداً رسولُ اللہ کے سننے کے دوران اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چوم لے میں اس کو جنت کی طرف لے جاؤں گا، اور جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔ امام جراحی اس روایت کو آگے تفصیل کے ساتھ ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ کسی مرفوع حدیث میں اس عمل کی تصحیح منقول نہیں۔



بیع و شرا کی ممانعت جمعہ کی اذانِ اول کے ساتھ ہے یا اذانِ ثانی کے ساتھ؟

سوال نمبر (31):

جمعہ کے دن بیع و شراء سے ممانعت اور جمعہ کی تیاری کا وجوبی حکم اذانِ اول کے ساتھ ہے، یا اذانِ ثانی کے ساتھ؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں جمعہ کے دن بھی ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے اور آبادی پھیل گئی تو خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اذان کے متصل خطبے کا سننا اور پھر جماعت کی نماز پڑھنا لوگوں کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ لوگ بھی سستی کا شکار ہو گئے، چنانچہ آپ نے دوسری اذان کا اضافہ کیا جس پر بغیر کسی اختلاف کے صحابہ کا اجماع قائم ہوا اور یہی سنت متوارثہ تاحال چلی آ رہی ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اب وہ اذان کون سی ہے جس کے ساتھ حرمتِ بیع و شراء اور سعی الی الجمعة کا وجوبی حکم متعلق ہے؟ اس میں دونوں قسم کے اقوال مروی ہیں۔ یہ اختلاف اپنی جگہ، لیکن دونوں اذانوں میں سے کسی ایک کا بھی اذان ہونے یا سنت ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا اسی لیے فقہائے کرام اذانِ اول کے ساتھ ہی حرمتِ بیع و شراء اور سعی الی الجمعة کا حکم فرماتے ہیں، بشرط یہ کہ اذانِ اول زوال کے بعد وقت کے اندر دی جائے۔ چنانچہ مقتدا اور ائمہ حضرات کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ جمعہ کی دونوں اذانوں میں فاصلہ بقدر ضرورت رکھیں، تاکہ ممکنہ حد تک لوگ گناہ سے بچ سکیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

ويجب السعي، وترك البيع بالأذان الأول. (۱)

ترجمہ: اذان اول کے ساتھ جمعہ کی تیاری کرنا اور بیع و شراء چھوڑ دینا واجب ہے۔

وفي الهداية: (وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع والشراء، وتوجهوا إلى الجمعة) ليقوله تعالى "فاسمعوا إلى ذكر الله" قوله: الأذان الأول، أراد به الأذان الذي حدث في زمن عثمانؓ، ولم ينكره أحد من المسلمين. (۲)

ترجمہ:

اور ہدایہ میں ہے کہ جب مؤذنین اذان اول دے دیں تو لوگ بیع و شراء کو چھوڑ کر جمعہ کی طرف متوجہ ہو جائیں کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿پس جلدی کرو اللہ کی یاد (جمعہ) کی طرف﴾ محشی لکھتے ہیں کہ اذان اول سے مراد وہ اذان ہے جو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شروع ہوئی اور مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی۔



لنگڑے شخص کا بیٹھ کر اذان دینا

سوال نمبر (32):

ایک شخص بہت اچھی طرح اذان دیتا ہے، باشرع ہونے کے ساتھ ساتھ وہ دیگر اچھی صفات کا بھی مالک ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ لنگڑا ہے اور اذان بیٹھ کر دیتا ہے تو کیا ایسے شخص کا بیٹھ کر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفيق:

بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے، لہذا اگر کبھی کبھار بوجہ معذوری کے بیٹھ کر اذان دی جائے تو جائز ہے۔ ایسے معذور شخص کی اذان اگرچہ درست ہے اور اعادہ کی ضرورت نہیں، لیکن اس کو مستقل مؤذن مقرر کرنا درست نہیں۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۴۹

(۲) الہدایہ، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۸۱

والدلیل علی ذلك:

وفي البحر: وكره أذان الحنب... والمرأة، والفاسق، والقاعد، أما القاعد فلتترك سنة الأذان من القيام (۱).

وعلى هامشه: اعلم أن إعادة أذان الحنب والمرأة والمجنون، والسكران، والصبي، والفاجر، والراكب، والقاعد، والمأشي، والمنحرف عن القبلة واجبة؛ لأنه غير معتد به وقيل: مستحبة فإنه معتد به إلا أنه ناقص وهو الأصح كما في التمرتاشي (۲).
ترجمہ:

جنبی..... عورت، فاسق اور بیٹھے شخص کی اذان مکروہ ہے..... بیٹھے شخص کی اذان، اذان کی سنت یعنی قیام کے ترک کرنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

اور اس کے حاشیہ پر یہ تفصیل ہے! جان لینا چاہیے کہ جنبی، عورت، مجنون، بے ہوش، بچے، فاجر، سوار، بیٹھے ہوئے شخص چلنے والے شخص اور جہت قبلہ سے انحراف کرنے والے شخص کی اذان کا اعادہ واجب ہے، کیونکہ یہ اذان خلاف عادت ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس کا اعادہ مستحب ہے کہ یہ حسب عادت ہے، البتہ یہ اذان ناقص ہے اور یہی اصح قول ہے۔ جیسا کہ ترمتاشی میں ہے۔



نابالغ بچے کی اذان

سوال نمبر (33):

بچے کی اذان کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بچہ اگر اذان دے دے تو اس کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اذان دینے کے لیے مؤذن کا بالغ ہونا ضروری نہیں، بچہ اگر عاقل اور ممیز ہو تو وہ بھی اذان دے سکتا ہے،

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان، ۱/۵۸

(۲) حاشیہ منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان، ۱/۶۰

اس کی اذان بغیر کراہت کے درست ہے، البتہ بالغ آدمی کا اذان دینا بہتر ہے۔ اور بچہ اگر اتنا چھوٹا ہو کہ وہ اپنے فائدہ اور نقصان کی تمیز نہیں کر سکتا تو اس کی اذان ناجائز ہے، اس کا اعادہ ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

أذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهة في ظاهر الرواية، ولكن أذان البالغ أفضل، وأذان الصبي الذي لا يعقل لا يجوز، ويعاد، وكذا المجنون. (۱)

ترجمہ:

سمجھ دار بچے کی اذان بغیر کسی کراہت کے درست ہے، لیکن بالغ مرد کی اذان (بہر حال) افضل ہے اور نا سمجھ بچے کی اذان جائز نہیں، اس کا اعادہ کیا جائے گا، اس طرح حکم مجنون کی اذان کا بھی ہے۔



اذان کی دعا

سوال نمبر (34):

اذان کے بعد دعا کی کیا حقیقت ہے؟ دعا کے الفاظ جو عام طور پر پڑھے جاتے ہیں، احادیث سے ثابت ہیں یا نہیں؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفيق:

اذان کی دعا کے بارے میں بہت سی احادیث اور روایات موجود ہیں جن میں مختلف الفاظ کا تذکرہ کی بیشی کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

احادیث کی معتبر کتابوں میں یہ دعا منقول ہے: ”اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلوة القائمة، آت محمداً الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقاما محموداً الذي وعدته“ جب کہ امام بیہقی نے ”إنك لا تحلف الميعاد“ کے الفاظ بھی آخر میں نقل کیے ہیں، اس کے علاوہ دیگر الفاظ مستند حوالہ جات سے ثابت نہیں۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، الفصل الاول: ۱/۵۴۔

والدلیل علیٰ ذلك:

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: من قال حين يسمع النداء "اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلوة القائمة، آت محمداً الوسيلة، والفضيلة، وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته" حلت له شفاعتي يوم القيمة. (۱)

وزاد البيهقي في آخره "إنك لا تخلف الميعاد" وقال ابن حجر في شرح المنهاج وزيادة "والدرجة الرفيعة" وختمه: به "يا أرحم الراحمين" لأصل لهما. (۲)

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اذان سننے کے بعد جو یہ دعا پڑھے "اللهم رب هذه الدعوة التامة.... الخ" اس کو قیامت کے دن میری شفاعت حاصل ہوگی۔ امام بیہقی نے اس دعا کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے "إنك لا تخلف الميعاد" اور علامہ ابن حجر شرح منہاج میں لکھتے ہیں کہ: "والدرجة الرفيعة" اور آخر میں "يا أرحم الراحمين" پڑھنا کہیں سے ثابت نہیں۔



الوسيلة والفضيلة کا مطلب

سوال نمبر (35):

اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے، اس میں "الوسيلة والفضيلة" سے کیا مراد ہے؟

بیّنوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شارحین حدیث کے نزدیک وسیلہ سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے دربار الہی میں قرب حاصل کیا جائے اور فضیلہ سے مراد ایک اونچا مرتبہ ہے جو مخلوق میں کسی اور کے لائق نہیں اور ایک قول کے مطابق یہ وسیلہ کی تفسیر ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الأذان عند النداء: ۸۶/۱.

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی تکرار الجماعة: ۶۸/۲.

والدلیل علیٰ ذلك:

قال ابن حجر: الوسيلة هي ما يتقرب به إلى الكبير، يقال توصلت أي تقربت، وتطلق على المنزلة العلية، ووقع ذلك في حديث عبد الله بن عمر، وعند مسلم بلفظ "فإنها منزلة في الجنة لا تنبغي إلا لعباد الله". (۱)

ترجمہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ وسیلہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی بڑے کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: توصلت (میں نے وسیلہ اختیار کیا) یعنی میں نے تقرب حاصل کیا۔ اور اس کا اطلاق جنت کے ایک اونچے درجے پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر کی روایت کے الفاظ ہیں: "فإنها منزلة... الخ، یعنی یہ وسیلہ جنت کا ایک اونچا درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کامل و اکمل بندے (حضور پاک ﷺ) کے علاوہ کسی اور کے لیے مناسب نہیں۔



اقامت کے دوران حی علی الفلاح کے ساتھ کھڑا ہونا

سوال نمبر (36):

کیا اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا ضروری ہے یا تاخیر کی گنجائش ہے۔ بعض لوگ "حی علی الصلوٰۃ" کا انتظار کرتے ہیں۔ شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

بیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہائے کرام نے اقامت سنتے وقت حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو مستحب لکھا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے آگے تاخیر نہ کی جائے، یہ مقصد نہیں کہ اس سے قبل کھڑا ہونا خلاف سنت ہے۔ آج کل صفوں کے سیدھے ہونے میں جو لا پرواہی برتی جاتی ہے، اس کی وجہ سے عملاً اس ادب اور مستحب کو ترک کیا جاتا ہے کیونکہ صفوں کی درستگی نہایت مہتم بالشان امر ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کو اقامت صلوٰۃ سے تعبیر کیا ہے۔ صفوں کی سیدھائی کی اس

اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، اس ادب کے ترک پر تکیہ کرنا مناسب نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک :

(ولہا آداب) ترکھا لایوجب إساءة، ولاعتناہا کترک سنة الزوائد، لکن فعلہ أفضل.....

(والقیام) لإمام ومؤتم (حین قبل حی علی الفلاح)۔ (۱)

ترجمہ: نماز کے چند آداب ہیں جن کا ترک کرنا موجب گناہ اور موجب عتاب نہیں، جیسا کہ سنن زوائد کا ترک کرنا موجب عتاب نہیں، لیکن اس کا کرنا بہر حال افضل ہے۔۔۔ اور حی علی الفلاح کہتے وقت امام اور مقتدی کا کھڑا ہونا آداب میں سے ہے۔



کاروباری جگہ پر جماعت کے لیے اذان کا حکم

سوال نمبر (37):

ہماری ایک کاروباری جگہ ہے جس کی تین منزلیں بلڈنگ ہے اس میں ہماری دوکان بھی ہے۔ ہم تیسری منزل والے وہاں پر دو نمازیں عصر اور ظہر اور کبھی کبھار مغرب بھی باجماعت ادا کرتے ہیں۔ جس میں تیسری منزل کے تمام دوکاندار اور خلی منزل والے بھی بعض شریک ہوتے ہیں۔ جس سے پندرہ بیس آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی جماعت کے لیے اذان دینا ضروری ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لیے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے اور اذان دینے میں مسجد اور دیگر جگہوں کا کوئی فرق نہیں ہے کہ مسجد میں اذان ضروری ہو اور دیگر جگہوں میں نہ ہو، لہذا صورت مسئلہ میں اس جگہ بھی فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے اذان سنت مؤکدہ ہوگی۔ ہاں اگر قریبی مسجد میں اذان ہوئی ہو تو اس پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر قریبی مسجد ہو تو پھر باقاعدگی کے ساتھ دفتر وغیرہ میں نماز پڑھنا مناسب نہیں۔

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۱۷۵، ۱۷۷۔

والدلیل علیٰ ذلك:

الأذان سنة لأداء المكتوبات بالجماعة وقيل: أنه واجب والصحيح أنه سنة مؤكدة...

والإقامة مثل الأذان. (۱)

ترجمہ:

اذان کہنا تمام فرض نمازوں کے لیے سنت ہے جو کہ باجماعت پڑھی جائیں۔ بعض نے اس کو واجب کہا ہے، لیکن صحیح قول کے مطابق یہ سنت مؤکدہ ہے..... اور اقامت اذان کی طرح حکم رکھتی ہے۔



ایک مسجد میں متعدد اذانیں دینا

سوال نمبر (38):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک مسجد میں بیک وقت متعدد اذانیں دینا کیسا ہے؟ بعض مساجد بڑی ہوتی ہیں۔ ایک اذان لوگوں کی اطلاع کے لیے کافی نہیں ہوتی تو اس صورت میں ایک سے زیادہ اذانیں دینا از روئے شرع کیسا ہے؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفیق:

اذان دینے کا مقصد لوگوں کو نماز کی اطلاع دینا ہے۔ اب اگر کسی جگہ لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے ایک اذان کافی ہو تو ایک ہی مسجد میں متعدد طور پر اذان کہنا مکروہ رہے گا، کیونکہ ایک اذان سے مقصد حاصل ہو گیا تو متعدد اذانیں دینے کی کوئی ضرورت نہیں رہی، اسی لیے فقہائے کرام نے ایک وقت میں ایک ہی مسجد میں متعدد اذانیں دینا مکروہ لکھا ہے، تاہم جہاں کہیں کسی مسجد میں جمع زیادہ ہو تو ایسے وقت میں بنا بر ضرورت فقہانے متعدد اذانیں دینا بھی جائز لکھا ہے۔ موجودہ دور میں بہتر صورت یہی ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر اذان دی جائے کہ تمام لوگوں کو ایک ہی اذان سے اطلاع ہو جائے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

إذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع، ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجاً للكلام

مخرج العادة ؛ لأن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع. ففيه دليل على أنه غير مكروه ؛ لأن المتوارث لا يكون مكروهاً. (۱)

ترجمہ:

مؤذنین حضرات پہلی اذان دیں تو لوگوں کو بیع و شراء ترک کرنا ہوگی۔ مصنفؒ نے کلام کو عادت کے موافق ذکر کرنے کے لیے مؤذنین جمع کا صیغہ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی یہی عادت چلی آرہی تھی، تاکہ ان کی آوازیں بڑے شہر کے تمام اطراف کے لوگوں تک پہنچ جائیں۔ اس میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ ایک ہی مسجد میں متعدد اذانیں دینا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ جو چیز پہلے سے چلی آرہی ہو، وہ مکروہ نہیں ہوتی۔

وأما أذان إثنين معاً، فصنع منه قوم ويقال إن أول من أحدثه بنو أمية وقال الشافعية: لا يكره إلا أن حصل من ذلك نهو ينس كذا في الفتح وغيره وأشار في رد المختار إلى حوازه عند الحنفية إذا ادعت إليه الضرورة. (۲)

ترجمہ:

اور دو آدمیوں کا اکٹھے اذان دینا بعض کے نزدیک ممنوع ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ طریقہ اولاً بنو امیہ کی ایجاد ہے اور امام شافعیؒ کا کہنا ہے (کہ دو آدمیوں کا ایک ہی مسجد میں اکٹھے اذان دینا) مکروہ نہیں ہے۔ البتہ اس سے اگر اضطراب پیدا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔ اسی طرح فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے، اور رد المختار میں احناف کے ہاں ضرورت کے وقت اس کے جواز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔



اقامت کا حق دار کون؟ اور اقامت کا جواب

سوال نمبر (39):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اقامت کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اور کیا اذان کی طرح

(۱) رد المختار علی در المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، مطلب فی اذان الحرف: ۵۷/۲

(۲) العلامة شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم شرح صحیح المسلم، باب استحباب اتخاذ المؤذنین للمسجد الواحد:

اقامت کا جواب دینا چاہئے یا دورانِ اقامت خاموش رہنا چاہئے؟

بینوا وجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رو سے وہی شخص اقامت کہنے کا زیادہ مستحق ہے جس نے اذان دی ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کی بجائے زیاد بن حارث صدائیؓ کو اقامت کہنے کا موقع دے دیا، کیونکہ انہوں نے اذان بھی دی تھی، اس وجہ سے سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہوگا جس نے اذان دی ہو، البتہ اگر مؤذن کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً اجازت موجود ہو اور وہ کسی اور کی اقامت کہنے سے ناراض نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں مؤذن کے علاوہ کوئی اور بھی اقامت کر سکتا ہے اور اس میں کوئی کراہت نہ ہوگی۔ اذان کی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔ جواب میں ان ہی کلمات اذان کو دہرایا جائے گا، صرف قد قامت الصلوٰۃ کی جگہ اقامہا اللہ و ادامہا کہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن زیاد بن الحارث الصدائیؓ قال: أمرني رسول الله ﷺ أن أؤذن في صلاة الفجر فأذنت، فأراد بلال أن يقيم، فقال رسول الله ﷺ إن أحبا صداء قد أذن ومن أذن فهو يقيم. (۱)

ترجمہ:

زیاد بن الحارث صدائیؓ فرماتے ہیں کہ: ”مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ فجر کی نماز کے لیے اذان دوں۔ میں نے اذان دی تو بلالؓ نے ارادہ کیا کہ وہ اقامت کرے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدائیؓ اذان دے چکا ہے اور جو شخص اذان دے وہی اقامت بھی کرے۔“

وإجابة الإقامة مستحبة هكذا في فتح القدير، وإذا بلغ قوله ”قد قامت الصلوٰۃ“ يقول السامع ”أقامها الله وأدامها مادامت السموات والأرض“ وفي سائر الكلمات يحيب كما يحيب في الأذان. (۲)

ترجمہ:

اور اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔ اسی طرح فتح القدير میں بھی لکھا ہے، اور جب اقامت دینے والا

(۱) جامع الترمذی، أبواب الصلوٰۃ، باب ما جاء أن من أذن فهو يقيم: ۵۰/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان: ۵۷/۱

قد قامت الصلوة کہے، تو سامعین جواباً کہیں گے: اقامہا اللہ وادامہا مادامت السموات والارض باقی تمام کلمات کا جواب اسی طرح دیں گے جس طرح کہ اذان میں جواب دیتے ہیں۔

ومنها: أن من أذن فهو الذي يقيم، وإن أقام غيره، فإن كان يتأذى بذلك بكره؛ لأن اكتساب أذى المسلم مكروه، وإن كان لا يتأذى به لا يكره، وقال الشافعي: يكره، تأذى به أولم يتأذى. (۱)
ترجمہ:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص اذان کہے، وہی اقامت کا حق دار ہوگا۔ اب اگر کسی دوسرے شخص نے اقامت کہی تو اگر اس کی وجہ سے مؤذن کو پریشانی اور تکلیف پہنچتی ہو تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مسلمان کو تکلیف دینا مکروہ ہے اور اگر اس کو اس سے پریشانی اور تکلیف نہیں پہنچتی تو پھر مکروہ نہ ہوگا، البتہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ: ”(اذان ایک کہے اور اقامت دوسرا) یہ مکروہ ہے، خواہ مؤذن کو اس سے تکلیف پہنچے یا نہ پہنچے۔“



اذان کے بعد متصل سورت پڑھنا

سوال نمبر (40):

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اذان ختم کر کے فوراً تلاوت شروع کرتے ہیں جس سے بسا اوقات تسلسل کا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اذان ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ کیا ایسی حرکت جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت کی رو سے مقررہ الفاظ سے اذان دینا مسنون ہے۔ مقررہ الفاظ کے علاوہ کمی بیشی پر التزام کرنا جائز نہیں۔ صورتِ مسئلہ میں اذان کے بعد متصل سورت پڑھنا (جیسا کہ بعض علاقوں میں رواج ہے) اگر التزام کے ساتھ ہو تو یہ جائز نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ آئندہ جا کر اس کو اذان کا حصہ قرار دے دیں، اس لیے اس سے احتراز ضروری ہے۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فیما یرجع إلی صفات المؤذن: ۱/۶۴۸

والدلیل علیٰ ذلک:

الاذان خمس عشرة كلمة، وآخره عندنا لا اله إلا الله. (۱)

ترجمہ:

اذان کل پندرہ کلمات پر مشتمل ہے اور اس کا آخری کلمہ ہمارے نزدیک ”لا اله الا الله“ پڑھنا ہے۔



اذان میں لفظی غلطی یا کلمات کی تبدیلی سے اعادہ

سوال نمبر (41):

ایک شخص اذان دیتا ہے، لیکن اُس کے الفاظ میں غلطی ہے۔ اذان دینے والے کو مسجد کے امام صاحب اور دیگر بزرگوں نے بہت سمجھایا کہ آپ کی اذان میں غلطیاں ہیں، لیکن وہ نہیں مانتا۔ اس کا کہنا ہے کہ میری اذان ٹھیک ہے۔ اس طرح یہ آدمی باز نہیں آتا، بار بار منع کرنے اور سمجھانے پر انتشار بھی پھیلاتا ہے اور بات کبھی آگے بڑھتی ہے، یہاں تک کہ لڑائی کی نوبت آتی ہے۔ شریعت میں ایسی اذان اور اس مؤذن کی کیا حیثیت ہے؟

بیِّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے اذان صرف اعلان کا نام نہیں، بلکہ اذان عبادت بھی ہے اور مہتمم بالشان اسلامی شعار بھی ہے۔ اس کو اس کے آداب کے ساتھ ادا کرنا چاہیے تاکہ اسلامی شان و شوکت برقرار رہے اور سامعین کے قلوب متاثر اور متوجہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اذان کے لیے متقی، پرہیزگار، الفاظ اذان کو صحیح ادا کرنے والا اور اوقات کی صحیح پہچان کرنے والا شخص مقرر کرنا چاہیے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر کسی شخص کی اذان میں ایسی غلطی ہو کہ وہ اعراب (زبر، زیر، پیش) کی غلطیوں نیز کلمات اذان کے تغیر (رد و بدل) کا مرتکب ہو، تو فقہائے کرام اس طرح کی اذان سننے کو بھی گوارا نہیں کرتے اور جب مؤذن ایسی غلطیوں کا مرتکب ہو تو ایسی اذان کا اعادہ بھی ضروری ہوتا ہے، لہذا اذان کے لیے مذکورہ بالا اچھے صفات والے آدمی کو مقرر کرنا چاہیے، تاہم اگر کسی کو اس منصب سے ہٹانے میں انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہو تو ایسے مؤذن کو ہٹانے کی بجائے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الاذان، الفصل الثانی فی کلمات الاذان: ۵۵/۱

عالم کے حوالہ کیا جائے جو اس کے مزاج کو دیکھتے ہوئے اس کی تربیت و اصلاح کرے۔ شاید اصلاح سے بہتر مؤذن ثابت ہو۔
والدلیل علیٰ ذلک:

وقد صرحوا بأنه لا يحل فيه وأشار إلي أنه لا يحل سماع المؤذن إذا لحن كما صرحوا

بہ. (۱)

ترجمہ:

فقہانے تصریح کی ہے کہ اذان میں لحن (اعراب کی غلطی) جائز نہیں۔ مصنف نے اس طرف اشارہ کیا کہ مؤذن جب اذان میں غلطی کرتا ہو تو اس کے اذان کو سننا بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ فقہانے تصریح کی ہے۔

فلو كان بعض كلماته غير عربي أو ملحونا لا تحب عليه الإجابة في الباقي؛ لأنه حينئذ ليس

أذانا مسنوناً. (۲)

ترجمہ:

اگر اذان کے بعض کلمات مؤذن غیر عربی میں پڑھتا ہو، یا اس میں غلطی کر رہا ہو، تو سامع پر باقی اذان کا جواب دینا واجب نہیں اس لیے، کہ اس وقت اذان مسنون نہیں رہتی۔



اذان کے جواب میں ”أشهد أن محمداً رسول الله“ کی بجائے درود پڑھنا

سوال نمبر (42):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ اگر کوئی شخص اذان میں أشهد أن محمداً رسول الله کا جواب دیے بغیر درود پڑھے، اس نیت سے کہ اس کے بارے میں حدیث آئی ہے اور دوسری جانب اذان کا جواب دینے میں بھی حدیث وارد ہوئی ہے۔ اب اگر کسی شخص نے جواب دیے بغیر درود پڑھ لی تو آیا اس کو درود کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ اس لیے کہ بوقت اذان اس کا جواب ضروری ہے، نہ کہ درود پڑھنا۔ اس میں خاموش رہنا ہی بہتر ہے، کیونکہ اس وقت کلام پاک کی

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الاذان، قوله (بلا ترجيح): ۱/ ۱۴۶

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الاذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد: ۲/ ۶۶

تلاوت بھی مناسب نہیں۔ برائے مہربانی احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اگر اس وقت درود پڑھنے سے ممانعت آئی ہے تو پھر کیا حکم ہوگا؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے اذان عبادت بھی ہے اور مہتمم بالشان اسلامی شعار بھی ہے، اس لیے فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق آداب اذان میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا جواب دیا جائے، اگرچہ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ اذان کا جواب بالقول واجب ہے یا بالفعل، تاہم رائج یہ ہے کہ اذان کا جواب بالقول مستحب، اور اذان کے منشا کی رعایت کرتے ہوئے نماز باجماعت میں شرکت کے لیے جانا واجب ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کلمات اذان کا جواب کس طرح دیا جائے تو احادیث کو سامنے رکھ کر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤذن جس طرح کلمات کہے، سننے والا بھی جواب میں اس طرح کلمات کہے گا۔ سوائے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے کہ ان کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت کہا جائے گا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ حضور پاک ﷺ کا نام گرامی مجلس میں اول مرتبہ سننے پر درود پڑھنا واجب ہوتا ہے، لیکن حضرت عمرؓ کی حدیث میں صاف تصریح ہے کہ اشهد ان محمداً رسول اللہ کے جواب میں ان جیسے کلمات سامع بھی کہے گا۔ اس میں لفظ ”محمد“ سننے پر درود پڑھنے کی تصریح نہیں ہے، لہذا یہ ان مواضع سے مستثنیٰ ہوگا جہاں پر درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے، اس لیے حدیث کی منشا کو سامنے رکھ کر اشهد ان محمداً رسول اللہ کے جواب میں ان جیسے کلمات کہنا مستحب ہے۔ باقی دوران اذان سننے والا اگر تلاوت کرتا ہو تو فقہائے کرام نے ایسے شخص کے لیے استحباب وادب کے درجہ میں لکھا ہے کہ وہ تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دے دے۔ فقہائے کرام کا یہ منع کرنا ممنوع بمعنی حرام نہیں، بلکہ ان کا یہ قول استحباب وادب کی ترغیب پر محمول ہے۔

والدلیل علی ذلک:

وفي فتاویٰ قاضیخان: إجابة المؤذن فضيلة، وإن تركها لا يأنم وأما قوله عليه الصلوة والسلام ”من لم يحب الأذان فلا صلوة له“ (قلت: ذكر معناه في المتن) فمعناه الإجابة بالقدم لا باللسان فقط..... وفي الهندية: يحب على السامعين عند الأذان الإجابة، وهي أن يقول مثل ما قال المؤذن. قال

الطحاوی: والمعتقد ندب الإجابة بالقول فقط. قلت: فعلم من هذا أن أصحابنا اختلفوا في الإجابة باللسان بين الوجوب والاستحباب، والأقرب إلى الأحاديث ما قاله قاضیخان: وإن كان ظاهر قوله ﷺ "قولوا مثل ما يقول المؤذن" يقتضي الحكم بالوجوب، لكنه محمول على الندب لدلائل اخر. (۱)
ترجمہ:

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ مؤذن کی اذان کا جواب دینا افضل ہے اور اگر اذان کا جواب نہ دیا تو گناہ گار نہ ہوگا اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس کسی نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اس کی نماز ہی نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ: "اس حدیث کا معنی متن میں بیان کیا گیا ہے") اس کا معنی بالفعل جواب دینا ہے، نہ کہ صرف زبان کے ساتھ جواب دینا... اور ہند یہ میں مذکور ہے کہ سامعین پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ جو مؤذن کہتا ہو وہی سامع بھی کہے۔ علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ: "اذان کا جواب دینا زبان کے ساتھ مستحب ہے"۔ میں یہ کہتا ہوں کہ: "زبان سے اذان کا جواب دینے کے استحباب یا وجوب میں ہمارے علماء کرام کا اختلاف ہے، اور ان میں احادیث مبارکہ سے زیادہ قریب قول وہ ہے جو کہ قاضی خان نے کہا ہے، اگرچہ بظاہر تو نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "قولوا مثل ما يقول المؤذن" جو کہ بظاہر وجوب کا تقاضا کرتا ہے، لیکن ہم اس کو دوسرے دلائل کی بنا پر استحباب پر محمول کرتے ہیں"۔
قوله: (فيقطع قراءة القرآن) الظاهر أن المراد المسارعة للإجابة وعدم القعود لأجل القراءة لإخلال القعود بالسعي الواجب وإلا فلا مانع من القراءة ماشياً إلا أن يراد بقطعها ندباً للإجابة باللسان أيضاً. (۲)
ترجمہ:

علامہ شامیؒ علامہ "ھکفی" کے اس قول "کہ قرأتِ قرآن کو منقطع کرے گا" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: "مصنف کی اس عبارت کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ جواب دینے کے لیے جلدی کی جائے اور قرآن پڑھنے کے لیے نہ بیٹھا جائے، کیونکہ تلاوت کے لیے بیٹھنا سعی واجب میں خلل ڈالتا ہے"۔ اگر مصنف کی عبارت سے یہ مراد نہ لی جائے تو پھر (جماعت کے لیے) جاتے ہوئے قرآن پڑھنے سے کوئی مانع نہیں، البتہ یہ کہ مصنف کے قول سے یہ مراد لی جائے کہ زبان سے بھی اذان کا جواب دینے کے لیے قرآن پڑھنا استحباباً بند کر دے۔

(۱) علامہ ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن، کتاب الصلوۃ، باب الإجابة الأذان والإقامة: ۱۰۹/۲

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد: ۶۸/۲

حالت جنابت یا بغیر وضو کے اذان و اقامت

سوال نمبر (43):

اذان و اقامت بغیر وضو کے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر اذان یا اقامت بغیر وضو یا جنابت کی حالت میں دی جائے تو ان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اذان چونکہ شعائر اسلام میں سے ایک اہم شعار ہے، اس لیے اس کے منجملہ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ با وضو ہو کر دی جائے، تاہم اگر بغیر وضو کے بھی دی جائے تو جائز ہے، بلکہ ظاہر الروایۃ کے مطابق نہ اس میں کراہت ہے اور نہ اس کا اعادہ ضروری ہے، جیسا کہ بغیر طہارت کے تلاوت کرنے میں کوئی کراہت نہیں، البتہ اقامت میں چونکہ سنت یہ ہے کہ نماز کے شروع ہونے کے ساتھ متصل کی جائے، لہذا بغیر وضو کے فصل آنے کی صورت میں یہ فاصلہ لانا مکروہ ہوگا لیکن اقامت میں چونکہ تکرار مشروع نہیں، اس لیے بغیر وضو کے کہنے کی صورت میں اگرچہ کراہت آئے گی، لیکن اس کا اعادہ ضروری نہیں۔

جہاں تک جنابت کی حالت میں اذان کہنا ہے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ مکروہ ہو کر وقت کے اندر اس کا اعادہ بھی ضروری ہوگا، تاہم جنابت کی حالت میں اقامت اگرچہ مکروہ ہوگی، لیکن عدم مشروعیت تکرار کی وجہ سے اس کا اعادہ ضروری نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

ومنها أن يكون المؤذن على الطهارة؛ لأنه ذكر معظم، فإتيانه مع الطهارة أقرب إلى التعظيم، وإن كان على غير طهارة؛ بأن كان محدثاً يحوز، ولا يكره، حتى لا يعاد في ظاهر الرواية..... وجه ظاهر الرواية ما روي أن بلالاً رُبما أذن وهو على غير وضوء؛ لأن الحدث لا يمنع من قراءة القرآن، فأولئ أن لا يمنع من الأذان، وإن أقام وهو محدث ذكر في الأصل وسوى بين الأذان والإقامة، فقال: ويحوز الأذان والإقامة على غير وضوء. وروي أبو يوسف عن أبي حنيفة أنه قال: أكره إقامة المحدث.

والفرق أن السنة وصل الإقامة بالشروع في الصلوة، فكان الفصل مكروهاً، بخلاف الأذان: ولا تعاد؛ لأن تكرارها ليس بمشروع بخلاف الأذان، وأما الأذان مع الحماة مبكره في ظاهر الرواية، حتى يعاد... وكذا الإقامة مع الحماة تكره، لكنها لا تعاد لما مر. (۱)

ترجمہ: اور مؤذن کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ مؤذن پاکی کی حالت میں اذان دے گا، کیونکہ اذان قابل تعظیم ذکر ہے اور اس کو حالت طہارت میں بجالانا اس کی تعظیم کے زیادہ مناسب ہے۔ اب اگر کسی نے بے وضو ہو کر اذان دے دی تو جائز ہے اور مکروہ بھی نہیں۔ ظاہر الروایت کے مطابق اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔۔۔ اس ظاہر الروایت قول کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات حضرت بلالؓ بغیر وضو کے اذان فرمایا کرتے تھے، کیونکہ حدیث (بے وضو ہونا) قرأت قرآن سے مانع نہیں تو اذان دینے سے بدرجہ اولیٰ مانع نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے بے وضو اقامت کی تو کتاب الاصل میں اذان و اقامت کے درمیان حکم میں یکسانیت مذکور ہے۔ اور کہا ہے کہ: ”اذان و اقامت دونوں بغیر وضو کے کہتا جائز ہیں“ حضرت امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ: ”میں محدث کی اقامت کو مکروہ سمجھتا ہوں،“ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقامت کو نماز کے شروع کے ساتھ ملانا مستنون ہے، اس لیے ان میں فاصلہ لانا مکروہ ہے، بخلاف اذان کے (کہ اُس میں وصل کا حکم نہیں) اور اقامت کا اعادہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا تکرار مشروع نہیں بخلاف اذان کے، اور حالت جنابت میں اذان دینا ظاہر الروایت کے مطابق مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کیا جائے گا۔۔۔ اور اسی طرح جنابت میں اقامت بھی مکروہ ہے، لیکن اس کا اعادہ نہ کیا جائے گا، جیسا کہ گزر چکا ہے۔



اذان کے وقت انگلیاں کانوں میں رکھنا

سوال نمبر (44):

جب مؤذن اذان دیتا ہے تو دونوں کانوں میں انگلیاں رکھتا ہے۔ کانوں میں دورانِ اذان انگلیاں رکھنے کی

شرعاً کیا حیثیت ہے؟

بیِّنوا نؤجروا

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فیما یرجع الی صفات المؤذن: ۶۴۷/۱

الجواب وبالله التوفيق:

اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں رکھنا مسنون عمل ہے جس کا حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا ہے کہ اذان دیتے وقت اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں داخل کرو، کیونکہ اس سے آواز میں تیزی اور بلندی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ دورِ حاضر میں لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے اس عمل کے اختیار کرنے کی وجہ مفقود ہے اور بغیر اس کے آواز بلند ہوتی ہے، مگر تو اتر کی وجہ سے آج بھی یہی عمل چلا آ رہا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بہرا ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے اذان کی آواز نہیں سنتا تو وہ مؤذن کی ہیئت (کہ اس نے کانوں میں انگلیاں رکھی ہوں) کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ اذان ہو رہی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ويجعل أصبعيه في أذنيه) لقوله ﷺ لبلاّل "اجعل أصبعيك في أذنيك، فإنه أرفع

لصوتك"۔ (۱)

ترجمہ:

(اور دونوں انگلیاں اپنے کانوں کے سراخ میں رکھے گا) کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں رکھو: کیونکہ ایسا کرنے سے آپ کی آواز بلند ہوگی۔

وفيه فائدة أخرى وهي ربما لم يسمع إنسان صوته لصمم أو بعد أو غيرهما، فيستدل بأصبعيه

علیٰ أذنه۔ (۲)

ترجمہ:

انگلیاں کانوں میں رکھنے کی صورت میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بسا اوقات اگر کوئی آدمی مؤذن کی آواز نہ سنتا ہو، بہرا ہونے، یا دور ہونے، یا اور کسی وجہ سے تو وہ مؤذن کی اس مخصوص ہیئت کو دیکھ کر یہ اندازہ لگائے گا کہ یہ اذان دے رہا ہے۔



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فی اول من بنی المنائر للأذان: ۵۴/۲

(۲) البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان قوله: (ويجعل أصبعيه في أذنيه): ۵۳/۱

عشا کی اذان کے فوراً بعد جماعت قائم کرنا

سوال نمبر (45):

ہمارے علاقے میں جون کے آخری ایام میں عشا کا وقت ۹:۱۵ پر داخل ہوتا ہے۔ گاؤں کی اکثر مساجد میں سوانو بجے سے اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ ساڑھے نو بجے نماز ادا کی جاتی ہے۔ ایک شخص کا یہ کہنا ہے کہ سوانو بجے والی اذان چونکہ وقت سے پہلے (۹:۱۵) گنی ہے، اس لیے صحیح نہیں ہے۔ اذان وقت کے داخل ہونے کے بعد دی جائے گی۔ کیا مذکورہ شخص کا کہنا درست ہے یا نہیں جب کہ محلہ والے لوگوں کی رائے یہ ہے کہ نو بجکر سترہ منٹ پر اذان دی جائے اور نو بجکر بیس منٹ پر نماز ادا کی جائے جس طرح کہ مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے، کیونکہ ہم تھکے ہوتے ہیں، اور ہم سے اتنا انتظار نہیں ہوتا۔ شریعت صورت مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے؟ ان دونوں صورتوں میں کون سی صورت بہتر ہے؟

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

صاحبین رحمہما اللہ کے ہاں شفیق احمر (سرخ) کے بعد عشا کا وقت داخل ہوتا ہے جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں شفیق احمر (سرخ) کے بعد شفیق ابیض (سفیدی) کے غروب ہونے کے بعد عشا کا وقت داخل ہوتا ہے۔ ماہرین فلکیات کے مطابق شفیق احمر پندرہ درجے پر غائب ہوتا ہے جب کہ شفیق ابیض اٹھارہ درجے پر۔ یعنی دونوں کے درمیان تین درجے کا فرق ہے۔ مقامات کے اعتبار سے منٹوں میں یہ فرق تبدیل ہوتا رہتا ہے، تاہم کم از کم بارہ منٹ کا وقت ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ درمیانی وقت مختلف فیہ ہوتا ہے جس میں اگر اذان دی جائے تو جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

نقشوں میں عموماً امام صاحب کے قول کے مطابق وقت درج ہوتا ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں ۹:۱۵ پر اذان کا وقت امام صاحب کے قول پر ہوگا، لہذا قول صاحبین کے مطابق ۹:۱۵ پر بھی اذان دینا صحیح ہے۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ اذان بھی نقشہ کے مطابق دی جائے۔ ہاں بوقت ضرورت صاحبین کے مذہب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

اور جہاں تک اذان کے بعد متصل عشا کی نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے تو فقہائے کرام مغرب کے علاوہ اوقات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد اتنا انتظار کیا جائے کہ لوگ آرام و سکون سے وضو کرے جماعت میں حاضر ہو سکیں یا کوئی نفل پڑھنا چاہے تو سکون سے نفل پڑھ سکے اور کوشش کی جائے کہ جماعت میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں، لہذا مذکورہ مقدار کے بقدر اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے۔

والدلیل علی ذلك:

قوله "والیه رجع الإمام" أي إلى قولهما الذي هو رواية عنه ايضاً، وصرح في المجمع بأن عليه الفتوى، وردّه المحقق في الفتح بأنه لا يساعده رواية ولا دراية، وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح القدوري: إن رجوعه لم يثبت..... وإذا تعارضت الأخبار والآثار فلا يخرج وقت المغرب بالشك كما في الهداية وغيرها. قال العلامة قاسم: فثبت أن قول الإمام هو الأصح، ومشى عليه في البحر مؤيداً له بما قدمناه عنه، من أنه لا يعدل عن قول الإمام إلا للضرورة من ضعف دليل، أو تعامل بخلافه كالمزارعة..... وفي السراج قولهما أوسع وقوله أحوط، والله أعلم. (۱)

ترجمہ: صاحبین کے قول کی طرف امام صاحب نے رجوع کیا ہے۔ یہ قول خود امام صاحب سے بھی منقول ہے اور مجمع میں اس قول کے مفتی بہ ہونے کی تصریح موجود ہے۔ محقق ابن الھمام نے فتح القدیر میں اس کو یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ اس قول کی نہ تو روایت کوئی تائید پائی جاتی ہے اور نہ ہی درایتاً.... اور آپ کے شاگرد علامہ قاسم نے تصحیح القدوری میں فرمایا ہے کہ امام صاحب کا رجوع ثابت نہیں ہے.... اور جب اخبار و آثار ایک دوسرے کے معارض ہو گئے تو مغرب کا وقت محض شک کی بنا پر (غیاب شفق احمر سے) نہیں نکلے گا۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں بھی ہے۔ علامہ قاسم نے فرمایا کہ امام صاحب کا قول اصح ہے اور اسی کو بحر نے بھی اختیار کیا ہے اُن تائیدات کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیں کہ امام صاحب کے قول سے دو وجہوں کے بغیر رجوع نہیں کیا جاسکتا یا تو ضعف دلیل کی بنا پر اور یا تعادل الناس کی وجہ سے، جیسا کہ مزارعت کا معاملہ ہے.... اور سراج میں ہے کہ صاحبین کے قول میں وسعت ہے اور امام صاحب کا قول احتیاط پر مبنی ہے۔

وينبغي أن يؤذن في أول الوقت، ويفهم في وسطه، حتى يفرغ المتوضى من وضوئه،

والمصلي من صلاته، والمعنصر من قضاء حاجته. كذا في التاتارخانية ناقلاً عن الحجة. (۲)

ترجمہ: مؤذن کے لیے مناسب ہے کہ اول وقت میں اذان دے دے اور درمیانی وقت میں اقامت کہہ کر جماعت قائم ہو، تاکہ نماز کے لیے وضو کرنے والا وضو کر سکے اور جو نفل وغیرہ میں مشغول ہو وہ نفل پڑھ لے اور جس کو قضاے حاجت کی ضرورت ہو وہ قضاے حاجت سے فراغت حاصل کر سکے۔ اسی طرح تاتارخانیہ میں کتاب الحجۃ کے حوالہ سے منقول ہے۔



(۱) رد المحتار علی در المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، مطلب فی الصلوٰۃ الوسطی: ۱۷/۱۸

(۲) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی فی الاذان، الفصل الثانی فی کلمات الاذان: ۱/۵۷

اذان و اقامت میں کلمات بھول جانا

سوال نمبر (46):

اذان و اقامت میں اگر کچھ کلمات رہ جائیں تو یہ اذان اور اقامت درست ہے؟ یا اس کا اعادہ ضروری ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

بَیِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفیق:

اذان و اقامت میں کلمات کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر اذان و اقامت کرتے ہوئے کوئی کلمہ بھول جائے یا تقدیم و تاخیر ہو جائے تو اختتام سے قبل اس کا ازالہ کر کے آگے ترتیب سے اذان کہنا شروع کرے، البتہ اگر غلطی کا احساس اذان کے بعد ہوا اور کوئی بات وغیرہ کی ہو یا اقامت میں غلطی کی صورت میں نماز کی نیت باندھنے کی وجہ سے تدارک ممکن نہ ہو تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

دلیل کون الترتیب سنة أن النازل من السماء رتب، وكذا المروي عن مؤذني رسول الله ﷺ أنهما رتبا، ولأن الترتيب في الصلوة فرض، و الأذان شبيه بهما؛ فكان الترتيب فيه سنة. (۱)
ترجمہ:

کلمات اذان میں ترتیب کا لحاظ رکھنا مسنون ہے۔ اس کی سنیت کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز نازل من السماء ہو، وہ ترتیب کے ساتھ ہوا کرتی ہے، اور اسی طرح نبی ﷺ کے دونوں مؤذنوں سے بھی ترتیب کے ساتھ کلمات اذان اور اقامت کہنا مروی ہے اور یہ کہ نماز میں ترتیب فرض ہے اور اذان چونکہ نماز کے مشابہ ہے، اس میں ترتیب کا لحاظ رکھنا مسنون ہوگا۔



(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سنن الأذان: ۶۴۳/۱

دوران تلاوت اذان کا جواب دینا

سوال نمبر (47):

اذان کا سننا کس حکم میں ہے، واجب ہے یا سنت؟ اگر کوئی شخص دوران اذان قرأت قرآن میں مشغول ہو تو اُسے کیا کرنا چاہیے۔
بَیِّنُوا تَجَوُّدًا

الجواب وبالله التوفیق:

اذان اللہ تعالیٰ کے اذکار میں ایک بہت بڑا ذکر ہے۔ اس میں توحید اور رسالت کی شہادت علی الاعلان ہوتی ہے، اس سے اسلام کی شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اذان دینے کی فضیلت اور ثواب بہت زیادہ ہے۔ اذان کا جواب دینا بھی باعث اجر ہے۔ فقہائے کرام نے زبان سے جواب دینے کو مستحب قرار دیا ہے، لہذا اگر کوئی وعظ یا دینی مسائل میں تکرار کر رہا ہو اور اس دوران اذان شروع ہو جائے تو وعظ و تکرار بند کرنا بہتر ہے، اگرچہ جاری رکھنے میں بھی کوئی گناہ نہیں، البتہ دوران اذان دنیاوی گفتگو، بحث و مباحثہ سے پرہیز ضروری ہے۔ قرأت قرآن اگر تعلیم و تعلم کے لیے ہو تو جاری رکھنے میں کوئی قباحت نہیں، تاہم اگر صرف تلاوت کے لیے ہو تو پھر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ تلاوت بند کر کے پہلے اذان کا جواب دے، فارغ ہونے کے بعد پھر تلاوت شروع کر دے۔

والدلیل علی ذلك:

قلت: فعلم من هذا أن أصحابنا اختلفوا في الإجابة باللسان بين الوجوب والاستحباب، والاقرب إلى الأحاديث ما قاله قاضي خان: وإن كان ظاهر قوله عليه السلام: "قولوا مثل ما قال المؤذن" يقتضي الحكم بالوجوب لكنه محمول على الندب لدلائل أخر. (۱)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ: "اذان کا جواب جو زبان کے ساتھ دیا جاتا ہے اس میں علمائے کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں احادیث مبارکہ سے زیادہ قریب بات وہ ہے جو کہ قاضی خان نے کہی ہے اگرچہ بظاہر نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارک: "قولوا مثل ما يقول المؤذن" وجوب کا تقاضا کر رہا ہے، لیکن ہم اس کو دوسرے دلائل کی بنا پر استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

(۱) علامہ ظفر عثمانی، اعلاء السنن، کتاب الصلوٰۃ، باب احابة الاذان والاقامة: ۲/۹۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان

باب صفة الصلوة وشروطها وأركانها وأجباتها

(نماز کی صفت، شرائط، ارکان، واجبات اور سنن وغیرہ کا بیان)

تعارف اور حکمت مشروعیّت:

نماز خالق و مخلوق کے مابین رابطے اور تعلق کا بنیادی ذریعہ ہے جس کے ذریعے بندہ اپنے خالق حقیقی اور محسن و منعم کے ساتھ مناجات و سرگوشی کر کے راز و نیاز کے معاملات طے کرتا ہے۔ اتنے عظیم رب کے سامنے کھڑے ہونے کا طریقہ پیغمبر انقلاب حضرت محمد ﷺ نے اپنے قول و فعل سے امت کے سامنے پیش فرمایا ہے جس کے مطابق پڑھی گئی نماز دین کا ستون بن جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے انہی اقوال و افعال کی تشریح کرتے ہوئے فقہائے کرام نے مختلف اقوال و افعال کے لیے مختلف احکام ذکر کئے ہیں۔ جو قول و فعل اس راز و نیاز اور مناجات میں سکون و اطمینان، یکسوئی، عاجزی اور محبت کا رنگ بھرنے میں زیادہ دخل انداز ہو وہ قول و فعل اتنا ہی زیادہ اہم شمار کیا گیا اور جس قول و فعل کا ارتکاب شہنشاہ عالم کے دربار کے ساتھ مناسب نہ ہو اس کو مکروہ اور قبیح قرار دیا گیا۔ انہی اقوال و افعال کی تعیین اور ان کا حکم بیان کرنے کے لیے فقہائے کرام مذکورہ باب باندھتے ہیں۔

شرط کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

شرط لغت میں ”ظاہری علامت“ کو کہتے ہیں جب کہ فقہائے کرام کی اصطلاح میں شرط سے مراد وہ چیز ہے جو کسی شے کی حقیقت و ماہیت میں داخل تو نہ ہو، لیکن اس شے کا وجود اس پر موقوف ہو۔ ”ما يشوق عليه الشيء ولا يدخل فيه أي خارج عن ماهيته“ لہذا شرائط نماز سے مراد وہ افعال ہیں جن کی رعایت نماز شروع کرنے سے پہلے ضروری ہوتی ہے اور ان کے بغیر نماز شروع کرنا جائز نہیں۔ (۱)

نماز کی شرائط کی تقسیم:

فقہائے کرام کے ہاں شرائط صلوٰۃ ابتداء و قسم پر ہیں:

(۱) شرائط وجوب: یعنی جن شرائط کے پائے جانے کے بعد نماز واجب ہو جاتی ہے، یعنی اسلام، عقل اور بلوغ، ان

شرائط کی تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ: ۷۳/۲، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب

الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ، أركانها، ص: ۱۶۶

(۲) شرائط صحت:

نماز واجب ہونے کے بعد درست طریقے سے اس کو شروع کرنے اور اختتام تک پہنچانے کے لیے جو اشیاء ضروری ہیں وہ شرائط صحت کہلاتی ہیں۔ فقہائے کرام نے ان شرائط کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، تاہم یہ ضروری نہیں کہ ایک شرط صرف ایک ہی قسم میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ ایک ہی شرط مختلف اعتبارات سے چاروں قسموں میں داخل ہو۔

(الف) شروط انعقاد:

اس سے مراد وہ شرائط ہیں جن پر نماز کا انعقاد موقوف ہو، یعنی ان شرائط پر صرف نماز کا شروع کرنا موقوف ہو۔ یہ شرائط کل پانچ ہیں:

(۱) نیت کرنا (۲) تکبیر تحریر (۳) وقت کا داخل ہونا (۴) وقت کے داخل ہونے کا یقین ہونا (۵) جمعہ کے لیے خطبہ کا ہونا

(ب) شروط انعقاد دوام:

یعنی وہ شرائط جن پر نہ صرف نماز کا انعقاد موقوف ہو، بلکہ ان شرائط کا نماز کے آخر تک دوام اور بقا بھی ضروری ہو۔ یہ شرائط کل چار ہیں:

(۱) طہارت (۲) ستر عورت (۳) استقبال قبلہ (۴) عصر کی نماز کے علاوہ بقیہ نمازوں کے لیے نماز کے آخر تک وقت کا دوام

(ج) شروط بقاء:

اس سے مراد وہ شرائط ہیں جن پر نماز کا انعقاد تو موقوف نہ ہو، لیکن ان کی رعایت نماز کے اندر ضروری ہوتا کہ نماز صحت کی حالت میں باقی رہ کر فاسد ہونے سے محفوظ رہے۔ ان شرائط میں سے بعض وہ ہیں جو حقیقت میں ہیں تو رکن، لیکن ان میں شرطیت کی جہت کو دیکھ کر ان کو شرائط میں سے بھی شمار کیا گیا ہے۔ یہ شرائط کل پانچ ہیں:

(۱) نماز کے تمام ارکان میں قراءت پر قادر ہونا شرط ہے۔ اگرچہ بعض ارکان میں قراءت کرنا فرض نہیں، لیکن قراءت پر قدرت ایک ایسی شرط ہے جس کی رعایت نماز کے اختتام تک ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ امام کو قعدہ اخیرہ کے دوران حدث (وضو توڑنے والا کوئی بھی عارض) پیش آئے تو وہ اس حالت میں بھی اُمتی کو اپنا نائب اور خلیفہ نہیں بنا سکتا اس لیے

کہ وہ قراءت پر قادر نہیں، اگرچہ قعدہ اخیرہ میں واجب قراءت ہو چکی ہو۔

(۲) نماز کے غیر مکرر ارکان میں ترتیب کی رعایت، مثلاً قعدہ اخیرہ کے بعد اگر یاد آ جائے کہ فرض سجدہ چھوڑ دیا گیا ہے تو اولاً وہ ادا کر لے، پھر دوبارہ قعدہ اخیرہ میں بیٹھ جائے تاکہ ترتیب برابر رہے۔

(۳) ایک امام کے پیچھے ایک ہی نماز کے دوران قابلِ شہوت عورت کے محاذات اور قرب میں نہ ہونا۔

(۴) صاحبِ ترتیب شخص کو نماز کے دوران قضا نماز کا یاد نہ آنا بھی نماز کی بقا کے لیے شرط ہے۔ اسی طرح بقائے صلوٰۃ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کہیں مقتدی نماز کے دوران صف میں امام سے آگے نہ ہو جائے۔

(د) شروطِ خروج:

شروطِ خروج حنفیہ کے ہاں قعدہ اخیرہ ہے یا ”خروج بصنع المصلي“ یعنی نمازی کا اپنے کسی ایسے اختیاری فعل کے ذریعے نماز سے نکلنا جو نماز کے منافی ہو، تاہم ”خروج بصنع المصلي“ کو شرط یا رکن قرار دینا امام صاحب کا اپنا قول نہیں۔ امام صاحب کی طرف اس کی نسبت کو علامہ کرشیؒ نے غلط قرار دیا ہے، لہذا فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے کہ شرطِ خروج قعدہ اخیرہ ہے، یعنی تشہد کی مقدار بیٹھ جانے کے بعد نماز سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے، اگرچہ سلام چھوڑنے کی وجہ سے یہ نماز ناقص متصور ہوگی۔ (۱)

مذکورہ شرائط کی تفصیل:

مذکورہ شرائط میں سے جو شرائط بنیادی اہمیت کے حامل ہیں ان کو قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) بدن، کپڑے اور مکان کی صفائی یعنی ”الطهارة الحقيقية“:

بدن، کپڑے اور نماز پڑھنے کی جگہ کو نجاست سے پاک کرنا ضروری ہے، تاہم اگر نجاست دور کرنا کسی بڑی مشقت یا کشفِ عورت کے بغیر ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں نجاست کے ساتھ بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ پھر نجاست کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نجاست غلیظہ اگر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا فرض ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں، اور اگر درہم کے برابر ہو تو دھونا واجب ہے لیکن اگر دھوئے بغیر نماز پڑھی گئی تو وہ جائز رہے گی۔ درہم سے کم مقدار کا دھونا سنت ہے اور اس کے ساتھ پڑھی گئی نماز بھی جائز ہے۔ نجاست خفیفہ کسی عضو کے چوتھائی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلوٰۃ: ۷۲/۲، ۷۳، و باب صفة الصلوٰۃ، مبحث

القعود الأخير ومبحث الخروج بصنعه: ۱۳۵/۲-۱۳۷، مرقاۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب شروط

الصلوة وأركانها، ص: ۱۶۶، ۱۶۷

حصے تک ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ مزید تفصیل کتاب الطہارۃ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔
حنفیہ کے رائج قول کے مطابق زمین کا وہ حصہ پاک ہونا ضروری ہے جس پر دونوں قدم، گھٹنے، ہاتھ، ناک اور پیشانی رکھی جاتی ہے۔ زمین پر پڑی ہوئی نجاست اگر خشک ہو تو کوئی بھی ایسا کپڑا ڈالنے سے نماز جائز ہو جائے گی جس سے نجاست نظر نہ آئے اور نہ ہی اس کی بدبو محسوس ہو، تاہم اگر نجاست گیلی ہو تو نظر نہ آنے یا بدبو ختم ہونے کے باوجود نماز میں کراہت بہر حال اس طرح ہوگی جس طرح اصطبل وغیرہ میں نماز پڑھنے سے ہوتی ہے۔ (۱)

ملک العلماء علامہ کاسائی نے ”طہارت مکان“ کے ذیل میں ذبح خانے، جانوروں کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ، شارع عام، حمام، مقبرہ، بیت اللہ کی چھت، معاطن المابل، یعنی اونٹوں کے مسکن، تصاویر والی جگہ اور قبلہ کی جانب میں حمام، قبر یا بیت الخلاء ہونے کی وجہ سے نماز کو مکروہ قرار دیا ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے اس بحث کو مزید جان دار بنا دیا ہے۔ (۲)

(۲) الطہارۃ الحکمیۃ:

یعنی بدن کا حدث اکبر (جنابت، حیض اور نفاس) سے پاک ہونا اور وضو کے اعضا کا حدث اصغر (بے وضو ہونے) سے پاک ہونا نماز کے لیے شرط ہے۔

(۳) ستر چھپانا:

مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں سمیت اور عورت کے لیے چہرے، ہتھیلیوں اور پاؤں کے بغیر تمام بدن کو چھپانا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ شرعاً قابل پردہ اعضا میں سے کسی بھی عضو کے چوتھائی حصے کا کھل جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے، اگرچہ اندھیرے میں نماز پڑھی جا رہی ہو۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ: ”ستر عورت سے مراد سامنے اور پشت کی جانب سے کسی کو عورت نظر نہ آنا ہے“ لہذا اگر نماز کے دوران نمازی کو اپنے گریبان میں جھانکنے کی وجہ سے عورت نظر آئے تو ایسا کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۷۳/۲-۷۵، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۱۶۷، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الأول فی الطہارۃ وستر العورة: ۵۸/۱

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۵۳۶/۱-۵۴۳، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الثانی فی ما یستریہ العورة، وتکرہ الصلاة فی تسع مواطن: ۶۳/۱

اگر کپڑے اتنے باریک ہوں کہ اعضا نظر آسکتے ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ آدمی پاک صاف کپڑوں سے اپنا بدن اس طرح چھپا دے جس طرح کسی صاحب جاہ و جلال شخص کے دربار میں حاضری کے وقت کیا جاتا ہے، لہذا محض شلوار یا محض قمیص میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

فقہائے کرام کے ہاں ستر عورت کی شرط طہارت ثواب سے زیادہ اہم ہے، لہذا مجبوری کی حالت میں نجس لباس، ریشمی لباس یا مغصوبہ لباس پہن کر نماز پڑھنا فرض ہے، ننگا ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح اگر ستر چھپانے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو کسی بستر، چٹائی، کاغذ وغیرہ سے حتیٰ الوسع عورت کو چھپالے یہاں تک کہ اگر گارے یعنی مٹی سے بدن کو لپ کر بدن کو چھپانا ممکن ہو تو ایسا کرنا بھی ضروری ہے، تاہم اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز ادا کر لے۔ یہی حکم دن، رات، گھر اور صحرا میں ایک جیسا ہے۔ (۱)

(۴) استقبال القبلة:

کسی شرعی عذر کے بغیر نمازی کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے جس کے بغیر نماز جائز نہیں ہو سکتی۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ:

کعبہ کو بالمشافہہ دیکھنے والے شخص کے لیے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے جب کہ غیر شاہد شخص کے لیے کعبہ کی جہت کی طرف رخ کرنا بھی کافی ہے۔ کعبہ کے اوپر، اندر، کسی گہرے کنویں یا سمندر یا اونچے پہاڑ پر نماز پڑھتے وقت بھی یہی حکم ہے، اس لیے کہ کعبہ کی حدود ساتویں زمین کی گہرائی سے ساتویں آسمان کی بلندی تک ہیں۔ قبلہ کی تعیین کے لیے محرابوں کا استعمال، اہل علم سے تفتیش یا صحراؤں میں سورج اور تاروں سے مدد لینا فقہائے کرام کے ہاں جائز ہے۔ اگر کسی شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور کوئی تعیین کرنے والا شخص بھی موجود نہ ہو اور نہ ہی کسی اور معتبر ذریعے سے تعیین ہو سکے تو ایسی صورت میں وہ تحری، یعنی ذاتی سوچ و بچار کے بعد نماز پڑھ لے، اگر نماز کے دوران غلطی کا یقینی علم ہو جائے تو نماز کے دوران ہی درست جانب کی طرف رخ پھیر لے اور اگر نماز پوری کرنے کے بعد غلطی کا علم ہو جائے تو حنفیہ کے ہاں اس

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلوة: ۷۵/۲، ۷۷، مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة أو أركانها، ص: ۱۶۹، ۱۷۰، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الأول فی الطہارة وستر العورة: ۵۸/۱، بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۵۴۳/۱-۵۴۶

پر نماز کا اعادہ نہیں، چاہے اس کا رخ کعبہ کے دائیں بائیں ہو یا بالکل برعکس ہو۔ (۱)

(۵) وقت:

نماز کی صحت کے لیے پانچویں شرط ہر نماز کے لیے مخصوص وقت کا پایا جانا بھی ہے۔ اس کی تفصیل باب اوقات الصلوة میں گزر چکی ہے۔

(۶) وقت داخل ہونے کا یقین ہونا:

نماز کی صحت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ مُصلیٰ کو یہ یقین ہو کہ نماز کا وقت موجود ہے۔ اگر کسی نمازی نے اس یقین کے ساتھ نماز پڑھ لی کہ وقت گزر چکا ہے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر وقت پائے جانے کا علم ہو جائے تب بھی پڑھی گئی نماز درست نہیں ہوگی۔

(۷) نیت:

یعنی اس بات کا علم اور پختہ ارادہ ہو کہ فلاں وقت کی نماز ادا کرنی ہے۔ زبان سے بولنا کرنا ضروری نہیں، تاہم دل کے ارادے میں مزید استحکام کی خاطر زبان سے بولنا ایک بہتر عمل ہے۔ یاد رہے کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں تعین ضروری ہے، یعنی دل میں یہ تمیز کرنا ضروری ہے کہ یہ فلاں وقت کی فرض یا واجب نماز ہے، البتہ سنن و نوافل اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت بھی کافی ہے، تاہم سنن میں نبی کریم ﷺ کی متابعت کی نیت کرنا زیادہ فضیلت اور ثواب کا باعث ہے۔ امام کے ساتھ کوئی فرض نماز پڑھنے کی صورت میں یہ نیت کرنا بھی کافی ہے کہ ”میں امام کے ساتھ اسی نماز میں شریک ہو رہا ہوں جو وہ پڑھ رہا ہے“۔ (۲)

(۸) تکبیر تحریمہ:

عام علما و مشائخ کے ہاں تکبیر تحریمہ نماز کی شرائط میں سے ہے، تاہم یہ شرط اس شخص کے لیے ہے جو نطق، یعنی

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الثالث فی استقبال القبلة: ۱/ ۶۳، ۶۴، بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۱/ ۵۴۶-۵۵۸

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة و أركانها، ص: ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، الفتاویٰ الہندیہ، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الرابع فی النية: ۱/ ۶۵، بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۱/ ۵۸۴-۵۸۹

بولنے پر قادر ہو، گوئے شخص کی نماز اس کے بغیر بھی درست ہے۔ تکبیر تحریمہ امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کے ہاں ہر اس ذکر سے ادا کی جاسکتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور کبریائی مقصود ہو، اگرچہ نمازی ”اللہ اکبر“ کہنے پر قادر ہی کیوں نہ ہو۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں جو شخص یہ جانتا ہو کہ تکبیر کہنا شرط ہے اور وہ اس کو پڑھنے پر قادر بھی ہو تو وہ ”اللہ اکبر، اللہ الاکبر اور اللہ الکبیر“ کے علاوہ کسی اور لفظ سے تکبیر تحریمہ نہیں کہے گا۔ حنفیہ کے ہاں فتویٰ پہلے قول پر ہے۔

تکبیر تحریمہ کی صحت کے لیے فقہائے کرام کے ہاں درج ذیل شرائط ہیں:

- (۱) تکبیر تحریمہ نیت کے ساتھ مقارن ہو، یعنی اللہ اکبر کہتے وقت نیت ہو یا پہلے سے (مثلاً: وضو کے وقت سے) نماز پڑھنے کی نیت ہو۔ اگر تکبیر پڑھتے وقت نماز کی نیت نہیں تھی، اس کے بعد نیت کر لی تو یہ تکبیر اور نیت دونوں لغو اور بے کار ہیں۔
- (۲) تکبیر تحریمہ پڑھتے وقت قیام ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو ضروری ہے کہ وہ رکوع کے لیے جھکنے سے پہلے ہی تکبیر پڑھ لے یا کم از کم ایسی حالت میں پڑھ لے کہ اس کا جھکنا قیام سے زیادہ مشاہدہ ہو۔
- (۳) تکبیر تحریمہ اتنی بلند آواز سے پڑھی جائے کہ کم از کم خود سن سکے۔
- (۴) عربی پر قادر شخص کے لیے عربی میں تکبیر کہنا ضروری ہے۔
- (۵) تکبیر کے الفاظ خالص اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا تذکرہ اس میں نہ ہو۔
- (۶) تکبیر تحریمہ کے الفاظ غلطیوں سے پاک ہوں خصوصاً لفظ اللہ کے ہمزہ کو مد سے بچانا انتہائی ضروری ہے۔ (۱)

نماز کے ارکان و فرائض:

نماز کے ارکان سے مراد وہ افعال ہیں جن کو بلا عذر ترک کرنے سے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ ان افعال میں سے کسی بھی ایک یا سب کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے چاہے بالقصد والا راہ اس کا ارتکاب ہو جائے یا غلطی اور خطا کی وجہ سے سرزد ہو جائے۔ نماز کے ارکان و فرائض درج ذیل ہیں۔ (۲)

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلوة، بحث شروط التحريم: ۱۴۱/۲-۱۴۴، مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۱۷۴-۱۸۰، الفتاویٰ الہندیہ، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الأول فی فرائض الصلوة: ۶۸/۱، بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۵۹۲/۱-۵۹۳

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلوة، مطلب قد یطلق الغرض علی ما یقابل الرکن:

(۱) قیام:

قیام سے مراد اس طور پر سیدھا کھڑا ہونا ہے کہ ہاتھ دراز کرنے کے باوجود وہ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔ قیام پر قادر شخص کے لیے فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے۔ فجر کی سنتوں کے بارے میں بھی احتیاطاً یہ قول اختیار کیا گیا ہے، البتہ نفل نمازیں بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہیں۔ قیام کی کم سے کم مقدار اتنی ہے جس کو عرف میں قیام کہا جاسکے، لہذا کھڑے ہونے کی حالت میں تحریم پڑھنے کے فوراً بعد رکوع کے لیے جانے سے یہ ادنیٰ مقدار ادا ہو جاتی ہے۔ (۱)

(۲) قراءت:

قراءت سے مراد قرآن کریم کے کسی بھی حصے کی تلاوت ہے۔ حنفیہ کے ہاں سنن، نوافل اور وتر کی تمام رکعتوں اور فرض کی اولین دو رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ہے۔ قراءت کی کم از کم مقدار کے بارے میں امام صاحب سے تین اقوال مروی ہیں۔ رائج قول کے مطابق ایک آیت ہی رکن قراءت کے لیے کافی ہے، تاہم یہ آیت کم از کم دو کلمات پر مشتمل ہونی چاہیے جیسے ﴿ثم نظر﴾، البتہ ایک کلمہ پر مشتمل آیت، مثلاً: ﴿مدھامتان﴾ یا چند حروف پر مشتمل آیات مثلاً ﴿فی، ص، ن، حم، طس﴾ وغیرہ کی قراءت فرض ادا ہونے کے لیے کافی نہیں۔ صاحبین کے ہاں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں فرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہیں۔ یہ قول زیادہ احتیاط پر مبنی ہے۔ قراءت کی صحت کے لیے خود سننا، عربی میں قراءت کرنا اور الفاظ کی صحت کا خیال رکھنا بھی شرط ہے۔ (۲)

(۳) رکوع:

رکوع سے مراد سر اور کمر کو اس طور پر جھکانا ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں، یہ رکوع کی کم از کم مقدار ہے حنفیہ کے ہاں رکوع میں تعدیل، یعنی سر اور کمر کو اس طرح جھکانا کہ دونوں کی سطح برابر ہو جائے، واجب ہے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱۳۱/۲، مراقی الفلاح مع الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۱۸۱، الفتاویٰ الہندیہ، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الأول فی فرائض الصلوة: ۶۹/۱

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مبحث فی القراءۃ: ۱۳۳/۲، مراقی الفلاح مع الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۱۸۱-۱۸۳، الفتاویٰ الہندیہ حوالہ بالا

امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ تعدیل کی فرضیت کے قائل ہیں۔ وہ کبڑا شخص جو طبعی طور پر ایسا لگتا ہو کہ وہ رکوع کی حالت میں ہے، وہ سر کے اشارے کے ذریعے قیام سے رکوع کی طرف منتقل ہونے کا اشارہ کیا کرے۔ (۱)

(۴) سجدہ:

تعظیم کے طور پر پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنے کا نام سجدہ ہے۔ اگر تعظیم کا عنصر فوت ہو جائے، مثلاً: پیشانی اور ناک تو زمین پر ہو، لیکن پچھلی ٹانگیں ہوا میں معلق ہوں یا صرف رخسار یا ٹھوڑی یا سر کا اگلا حصہ زمین پر رکھے تو یہ سجدہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ حنفیہ کے ہاں دونوں سجدے فرض ہیں۔ سجدہ کرتے وقت پیشانی، ناک اور دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔ سجدہ کے دوران بلا عذر صرف ناک پر اکتفا کرنا یا تمام سجدہ کے دوران دونوں پاؤں کو بہ یک وقت زمین سے اٹھائے رکھنا مفسدِ صلوٰۃ ہے۔ بلا عذر صرف پیشانی سے سجدہ کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ سجدہ کسی ایسی چیز پر جائز ہے جس پر پیشانی قرار پائے اور اس کا حجم موجود ہو۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ اور گھٹنے زمین پر رکھنا سنت ہے، تاہم بعض مشائخ نے اس کو واجب اور بعض نے شرط قرار دیا ہے۔ فقہائے کرام کے ہاں سجدے کی جگہ اگر پاؤں کی جگہ سے دو اینٹوں کی مقدار (نصف شرعی گز) سے زیادہ اونچی ہو تو سجدہ کرنا جائز نہیں تاہم اگر ہجوم اور ازدحام کی وجہ سے کسی ایسے شخص کی پشت پر سجدہ کیا گیا جو اسی نماز میں اس کے ساتھ شریک ہو تو عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ (۲)

(۵) قعدہ اخیرہ:

قعدہ اخیرہ سے مراد تمام ارکان کی ادائیگی کے بعد بالکل آخر میں تشہد کی مقدار بیٹھ جانا ہے۔ تشہد کی مقدار بیٹھنا بھی فرضیت کی ادائیگی کے لیے کافی ہے، تاہم قعدہ اخیرہ کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی اور رکن ادا نہ کیا جائے۔ اگر کسی شخص سے کوئی رکن فوت ہو جائے اور وہ اس کا اعادہ کرنا چاہے تو اس کی ادائیگی کے بعد ایک مرتبہ پھر قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا پڑے گا۔

(۱) مراقصی الفلاح، باب شروط الصلوٰۃ وأركانها: ۱۸۴، ۱۸۵، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الرابع فی صفة الصلوٰۃ، الفصل الأول فی فرائض الصلوٰۃ: ۷۰/۱

(۲) مراقصی الفلاح مع الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ وأركانها، ص: ۱۸۵-۱۸۹، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الرابع فی فرائض الصلوٰۃ: ۷۰/۱

حنفیہ کے ہاں مذکورہ پانچ اشیاء نماز کے بنیادی ارکان ہیں، البتہ ان ارکان کی صحت اور ترتیب برقرار رکھنے کے لیے بعض دوسرے امور کو بھی فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے مذکورہ اشیاء کی تعداد علامہ شرنبلالی کے ہاں سترائیس ہے جب کہ علامہ ہسکلی "وشائی" کے ہاں یہ تعداد تیس سے بھی بڑھ گئی ہے۔ تفصیل ان کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۱)

نماز کے واجبات:

واجب کا لغوی معنی ہے لازم کرنا، ساقط ہونا اور بے چین ہونا، جب کہ فقہائے کرام کی اصطلاح میں جو چیز کسی ایسی دلیل سے ثابت ہو جائے جس میں شبہ موجود ہو تو اس کو واجب کہتے ہیں۔ نماز کے واجبات سے مراد وہ مخصوص افعال ہیں جن کے چھوڑنے سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی، البتہ سہو اور خطا کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور دو صورتوں میں نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) نماز کے واجبات میں سے کسی ایک یا زیادہ واجبات کو عمداً چھوڑنے سے

(۲) کوئی واجب غلطی سے رہ جائے اور اس کی تلافی سجدہ سہو کے ذریعے کرنا بھول جائے۔

ان دو صورتوں میں اگر کسی شخص نے اعادہ نہیں کیا تو وہ نماز اگرچہ ادا مقصور ہوگی، لیکن ایسا شخص گنہگار ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ اعادہ سجدہ سہو کی طرح محض جبر اور نقصان کی تلافی کے لیے ہے ورنہ فرائض میں تکرار غیر مشروع اور ناجائز ہے۔ علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ: "در اصل واجبات کے ذریعے فرائض کی، سنن کے ذریعے واجبات کی اور آداب کے ذریعے سنن کی تکمیل ہوتی ہے، لہذا ان میں سے ہر ایک کی رعایت اپنی جگہ ہے"۔ واجبات نماز یہ ہیں:

(۱) سورۃ فاتحہ کی مکمل تلاوت واجب ہے لہذا سورۃ فاتحہ کی ایک آیت چھوڑنے سے بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۲) فرض کی پہلی دو اور سنن و نوافل اور وتر کی تمام رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کسی اور سورت یا آیت کا ملانا

(۳) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا

(۴) سورۃ فاتحہ کی تلاوت کو دوسری آیت یا سورت پر مقدم کرنا

(۵) پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ صرف ایک مرتبہ پڑھنا یعنی تکرار سے بچنا

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلوة: ۱۳۵/۲-۱۴۶، مراقی الفلاح مع الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۱۹۱، ۱۹۰، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الأول فی فرائض الصلوة: ۷۱، ۷۰/۱

(۶) نماز کے مکرر افعال اور رکعتوں کے درمیان ترتیب کی رعایت کرنا واجب ہے تاہم غیر مکرر افعال، مثلاً قیام اور رکوع وغیرہ میں ترتیب کی رعایت فرض ہے، لہذا اگر قرأت کرنے سے پہلے کسی نے رکوع کر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۷) رکوع و سجدہ میں اعتدال، قومہ، یعنی رکوع کے بعد قیام میں اعتدال اور جلسہ، یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھ جانے میں اعتدال کی رعایت کرنا

(۸) قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا

(۹) نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا

(۱۰) عیدین میں چھ تکبیرات زوائد پڑھنا

(۱۱) جہری نمازوں میں اونچی آواز سے اور سہری نمازوں میں خفیہ تلاوت کرنا

(۱۲) لفظ سلام کے ساتھ نماز سے نکلنا

(۱۳) امام کے اتباع اور مقتدی کا امام کی قرأت کے دوران خاموش رہنا

(۱۴) تمام ارکان و واجبات کو اپنے موقع و محل پر ادا کرنا

(۱۵) قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے بلاتا خیر اٹھنا

یہ اساسی اور اصولی واجبات لکھے گئے ہیں۔ فقہائے کرام کے ہاں واجبات کی تعیین میں کچھ مزید تفصیلات بھی ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ (۱)

نماز کی سنتیں:

نماز کی سنتوں سے مراد وہ افعال ہیں جو نماز میں زیادتِ خشوع و خضوع اور تکمیل و اجابت و فرائض کا کام دیتے ہیں۔ سنت کا چھوڑنا نہ نماز فاسد ہونے کا باعث ہے اور نہ سجدہ سہو واجب ہونے کا، لیکن اگر ازراہِ سستی چھوڑ دے تو باعثِ مذمت اور مکروہ ہے اور اگر چھوڑنے کا معمول بنا دے تو گناہ ہے اور اگر ازراہِ استخفاف و استہزائے سنت چھوڑ دے اور اس کو اہم ہی نہ سمجھے تو باعثِ کفر ہے، البتہ اگر سہواً چھوٹ گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱۴۶/۲-۱۶۷، مراقی الفلاح مع الطحطاوی،

کتاب الصلوة، فصل فی بیان واجبات الصلوة، ص: ۱۹۹-۲۰۴، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل

الثانی فی واجبات الصلوة: ۱/۷۲، ۷۱

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب فی قولہم الإساءة دون الکراهة: ۱۷۰/۲

علامہ شرنبلالی نے سنتوں کی تعداد اکیاون ذکر کی ہے، تاہم ان میں سے چند اہم سنتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔
(۱) امام کے فوراً بعد تکبیر تحریر پڑھ کر اقتدا کرنا۔ مرد کے لیے تکبیر تحریر کہتے ہوئے کانوں تک اور عورتوں کے لیے کندھوں تک ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔

(۲) مرد کے لیے حالت قیام میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مسنون ہے جب کہ عورت کے لیے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھنا سنت ہے۔ مرد کے لیے مسنون ہے کہ وہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ کر چھوٹی اور بڑی انگلی سے حلقہ بنائے جب کہ عورت کے لیے حلقہ نہ بنانا سنت ہے۔

(۳) تکبیر پڑھنے کے بعد ثنا پڑھنا، اس کے بعد تعویذ پڑھنا اور ہر رکعت کی ابتدا میں تسمیہ پڑھنا

(۴) سورہ فاتحہ مکمل ہونے کے بعد امام، مقتدی اور تنہا نماز ادا کرنے والوں کے لیے آمین کہنا

(۵) امام اور منفرد کے لیے ”سمع اللہ لمن حمدہ“ اور ”ربنا لک الحمد“ دونوں پڑھنا مسنون ہے، البتہ مقتدی صرف تحمید پڑھے۔ تحمید ہر کسی کے لیے خفیہ آواز میں پڑھنا مسنون ہے۔

(۶) امام کا تکبیرات انتقال اور تسمیع میں جبر کرنا۔

(۷) سورہ فاتحہ کے ساتھ فجر و ظہر میں طویل مفصل، عصر و عشاء میں اوسط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں ملانا۔

(۸) رکوع میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھنا، گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑنا، پاؤں سیدھے رکھنا، کمر کو پھیلا کر سر کے برابر رکھنا اور انگلیاں کھلی رکھنا مرد کے لیے سنت ہے، البتہ عورت حتی الوسع بدن کو سمیٹ کر رکوع کرے۔ زیادہ نہ جھکے۔

(۹) سجدہ میں جاتے ہوئے اول گھٹنے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور آخر میں پیشانی کو رکھنا اور سجدہ سے اٹھتے وقت اس کا عکس کرنا سنت ہے۔ سجدہ کرتے وقت چہرے کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنا اور تین مرتبہ تسبیح پڑھنا مسنون ہے۔ سجدہ کا مسنون طریقہ مردوں کے لیے یہ ہے کہ پہلو کا حصہ پیٹ سے الگ رکھے اور پاؤں کھڑے رکھے لیکن عورت پہلو اور پیٹ ملا کر اور ہاتھ بچھا کر، نیز پیٹ کے ساتھ ران ملا کر خوب سمٹ کر سجدہ کرے گی۔

(۱۰) تشہد میں ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ میں کلمہ نفی ”لا“ پر انگلی اٹھانا اور کلمہ اثبات یعنی ”لا الہ الا اللہ“ پر انگلی گرانا جو اشارہ کے نام سے معنون ہے۔

(۱۱) فرائض کی تیسری اور چوتھی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے اگرچہ تسبیحات پڑھنے یا خاموش رہنے کی بھی اجازت ہے۔

(۱۲) قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا اور درود کے بعد ایسی دعا پڑھنا جس کے الفاظ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہوں۔

(۱۳) سلام پھیرتے وقت پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف رخ کرنا سنت ہے۔

(۱۴) امام سلام پھیرتے وقت تمام مقتدیوں، ملائکہ اور نیک جنات کے لیے سلامتی کی نیت کر لے جب کہ مقتدی سلام پھیرتے وقت امام کی بھی نیت کر لے۔ سنت یہ ہے کہ دوسرے سلام میں آواز پہلے کی بہ نسبت آہستہ ہو۔ (۱)

آداب و مستحبات:

آداب و مستحبات سے عام طور پر وہ امور مراد لیے جاتے ہیں جو آپ ﷺ نے گاہے گاہے ادا فرمائے ہوں اور ان پر دوام نہیں فرمایا ہو۔ دراصل ان آداب و مستحبات کے ذریعے سنن کی تکمیل ہوتی ہے، لہذا ان کا ترک نہ تو باعث مؤاخذہ و عتاب ہے اور نہ ہی قابلِ نکیر، البتہ بجا آوری بہتر و افضل ہے۔ چند اہم آداب و مستحبات درج ذیل ہیں:

(۱) نماز کے لیے تیار ہو کر پہلے سے نماز کا انتظار کرنا

(۲) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو آستین سے باہر رکھنا مردوں کے لیے تو وضع کی علامت ہے، البتہ عورتیں ستر کی وجہ سے اس کو چھپائے رکھیں۔

(۳) قیام میں سجدہ گاہ، رکوع میں پاؤں، سجدہ میں ناک، قعدہ میں گود اور سلام میں کندھوں پر نظر رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے خشوع و خضوع میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) حتی الوسع کھانسنے اور ڈکار سے بچنا۔ جمائی کے وقت منہ بند کرنا، اگر یوں منہ بند کرنا ممکن نہ ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ کر لے۔

(۵) قیام کی حالت کی طرف اٹھتے وقت گھٹنوں کا سہارا لینا،

(۶) اگر امام پہلے سے محراب کے قریب موجود ہو تو اقامت میں ”حتی علی الفلاح“ کے وقت امام اور تمام قوم کے لیے

کھڑا ہونا مستحب ہے، تاہم اگر امام ابھی مسجد آ رہا ہو تو وہ جس صف سے گزرے، اسی صف کے لوگ کھڑا ہونا شروع کر دیں۔

(۷) ”قد قامت الصلوة“ پڑھتے وقت امام کے لیے تکبیر تحریمہ پڑھ کر نماز شروع کرنا مستحب ہے، تاہم اگر صفوں کی

تیاری کے لیے کچھ تاخیر ہو جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲)



(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱۷۰/۲-۱۷۴، مراقی الفلاح مع الطحطاوی،

کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننہا، ص: ۲۰۷-۲۲۳، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الرابع، الفصل الثالث: ۷۳/۱

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة: ۱۷۵/۲-۱۷۷، مراقی الفلاح مع

الطحطاوی، کتاب الصلوة، فصل من آدابہا، ص: ۲۲۳-۲۲۵، الفتاویٰ الہندیۃ حوالہ سابقہ

بے وضو نماز پڑھنا

سوال نمبر (48):

کوئی شخص قصد بے وضو نماز پڑھے، اور بعد میں یہ بھی کہے، کہ میں ان لوگوں سے بہتر ہوں جو بالکل نماز ہی نہیں پڑھتے ہیں، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے وضو نماز کی ان شرائط میں شامل ہے، جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی یہ شخص بے وضو نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوتی، بلکہ قصد بے وضو پڑھنے سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ٹھہرتا ہے جب کہ اپنے آپ کو بے نمازیوں سے افضل سمجھنا اسلام کے بنیادی احکامات کے ساتھ مذاق کے مترادف ہے جس میں کفر کا اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى

الْعَرَافِقِ﴾ (۱)

ترجمہ:

اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ کو اور ہاتھ کہنیوں تک۔۔۔۔۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا تقبل صلوة بغير طهور، ولا صدقة من غلول" (۲)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی نماز خواہ کسی قسم کی ہو، بغیر طہارت کے صحیح نہیں ہوتی۔ اور ناجائز آمدنی سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔



(۱) المائدة: ۶

(۲) جامع الترمذی، ابواب الطہارة، باب ما جاء لا تقبل صلوة بغير طهور: ۳/۱

جیل میں اشارہ کے ساتھ پڑھی گئی نمازیں

سوال نمبر (49):

اگر کوئی شخص جیل میں ہو اور وہاں اس کو جیل کا عملہ وضو اور نماز کی اجازت نہ دیتا ہو اور وہ چپکے چپکے اشارہ سے نمازیں ادا کرتا رہا ہو تو کیا اس کے لیے رہائی کے بعد ان نمازوں کا لوٹنا ضروری ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر فرض کی ہوئی عبادت ہے جس کو شرائط و ارکان کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص سے کوئی رکن یا شرط کسی ایسے عذر کی وجہ سے چھوٹ جائے جو بندوں کی طرف سے ہو تو نماز کا اعادہ ضروری ہوگا، تاہم جو عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور اس کی وجہ سے کوئی رکن یا شرط چھوٹ جائے تو پھر نماز کا اعادہ ضروری نہیں ہوگا۔

مسئلہ صورت میں جب اس شخص کو قید کے دوران نماز ادا کرنے سے روکا گیا اور اس نے اشارہ کے ساتھ نماز ادا کر دی تو جتنی بھی نمازیں اس نے اشارہ کے ساتھ ادا کر دی ہیں، رہائی کے بعد ان کا اعادہ ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

الأسیر فی دار الحرب إذا منعه الکفار عن الوضوء، أو الصلوة یتیمم ویصلی بالإیماء، ثم یعید

إذا خرج. (۱)

ترجمہ: دار الحرب میں قید شدہ شخص کو کفار اگر وضو و نماز سے منع کر لیں تو وہ یتیمم کرے گا اور اشارہ کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ پھر جب قید سے رہائی پالے تو ان نمازوں کا اعادہ کرے گا۔

وفی الخلاصة وفتاویٰ قاضیخان وغیرہما: الأسیر فی ید العدو إذا منعه الکافر عن الوضوء

والصلوة یتیمم ویصلی بالإیماء..... فعلم منه أن العذر إن کان من قبل الله تعالی لاتحب الإعادة، وإن

کان من قبل العدو حبت الإعادة. (۲)

(۱) الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الطہارۃ، الفصل الخامس فی التیمم، نوع آخر فی بیاب من بحوز لہ التیمم ومن لایحوز

لہ: ۱/۱۸۶ (۲) البحر الرائق کتاب الصلوة، باب التیمم، بقولہ: (أو خوف عدو..... الخ): ۱/۲۴۸

ترجمہ: خلاصہ، قاضی خان اور دیگر کتب فتاویٰ میں لکھا ہے کہ جب کوئی قیدی دشمن کی قید میں ہو اور کوئی کافر اس کو وضو اور نماز پڑھنے سے منع کرے تو وہ تیمم کرے گا اور اشارہ کے ساتھ نماز پڑھے گا۔۔۔ اس بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جب عذر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو تو اس پر اعادہ واجب نہیں اور اگر عذر بندہ کی طرف سے ہو تو اس پر اعادہ واجب ہے۔



نماز میں عورت کا لٹکے ہوئے بال نہ چھپانا

سوال نمبر (50):

اگر کسی عورت کے لٹکے ہوئے بال نماز کی حالت میں کھلے ہوں تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

بیٹنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے عورت کا سارا بدن سوائے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے چھپانا لازم ہے، البتہ اس کے لٹکے ہوئے بالوں کے بارے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ ستر میں داخل نہیں ہیں، لیکن ان کی طرف دیکھنا جائز نہیں، البتہ اکثر حضرات اس کے ستر ہونے کے قائل ہیں۔ اس میں احتیاط زیادہ ہے اور مفتی بہ قول بھی یہی ہے۔ اس لیے عورت پر فرض ہے کہ وہ ان لٹکے ہوئے بالوں کو نماز کی حالت میں بھی ڈھانپ کر رکھے، لہذا اگر نماز میں بالوں کا چوتھائی حصہ کھلا رہ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اگر چوتھائی سے کم مقدار کھلا رہے تو نماز اگرچہ ہو جائے گی، لیکن ستر کھلا رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وللحرۃ) ولو خنتی (جميع بدنھا) حتی شعرھا النازل فی الأصح (خلا الوجه والكفین) قوله: (النازل) أي عن الرأس بأن جاوز الأذن، وقید به إذ لا خلاف فیما علی الرأس. قوله: (فی الأصح) صححه فی الهدایة، والمحیط، والكافی، وغیرھا، وصحح فی الخانیة خلافه مع تصحیحه لحرمۃ النظر الیہ وهو رواۃ المننقی، واختاره الصدر الشہید، والأول أصح وأحوط كما فی الحلبة عن شرح الجامع لفخر الإسلام وعلیہ الفتوی. (۱)

(۱) رد المحتار علی در المختار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطلب فی الستر العورة: ۷۸، ۷۷/۲

ترجمہ:

اور آزاد عورت کا تمام بدن سوائے چہرہ، ہاتھوں اور پاؤں کے، ستر میں داخل ہے، اگرچہ یہ خنثی ہی یوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ اس کے لٹکے ہوئے بال بھی عورت میں داخل ہیں علامہ ابن عابدینؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی سر کے دو بال جو کانوں کے نیچے سے تجاوز کر کے آویزاں ہوں۔ اور علامہ حاکمیؒ نے اس کو النازل کے ساتھ مقید کیا اس لیے کہ کانوں سے اوپر سر کے بالوں میں تو کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ مصنفؒ کے قول ”وفی الأصح“ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ حاکمیؒ فرماتے ہیں: ہدایہ، محیط اور کافی وغیرہ میں صحیح قرار دیا گیا ہے اور خانیہ میں اس کے خلاف، یعنی ستر نہ ہونے کو صحیح کہا ہے، تاہم اس کو دیکھنا حرام نکلا ہے۔ اور یہی روایت مفتی سے مروی ہے اور اسی کو الصدر الشہیدؒ نے بھی اختیار کیا ہے، لیکن فخر الاسلامؒ کی کتاب شرح الجامع کے حوالہ سے اول قول اصح بھی ہے اور احوط بھی جیسا کہ حلیہ میں مذکور ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے جیسا کہ معراج میں مذکور ہے۔“



نماز میں عین قبلہ کی طرف رخ کرنا

سوال نمبر (51):

اگر کسی شخص کو قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو اور نماز پڑھ لے، بعد میں پتہ چل جائے کہ رخ سیدھا نہیں تھا اور اس کو شک ہو جائے تو اس صورت میں اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ نماز پڑھتے وقت قبلہ کے رو برو کھڑا ہونا ضروری ہے، تاہم عین قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں، بلکہ جہت قبلہ کی طرف کھڑا ہونا بھی کافی ہے، البتہ عین قبلہ سے انحراف کی صورت میں ۴۵ درجہ کے اندر رخ کرنا ضروری ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر عین قبلہ سے انحراف ۴۵ درجہ سے کم ہو تو پڑھی گئی نماز درست ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

فیعلم منه أنه لو انحرف عن العین انحرافاً لا نزول منه المقابلة بالکلیة جاز، ویلیدہ ماقال

ففي الظهيرية: إذا تيسر أو تيسر نحو الزمان وجه الإنسان مقوس، لأنه عند النيام أو التيامر يكون أحد جوانبه إلى القبلة. (۱)

ترجمہ: اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص نماز کے لیے عین قبلہ سے منحرف ہو کر کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ انحراف عن القبلة بالکلیہ (یعنی مکمل طور پر) نہ ہو جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص دائیں یا بائیں طرف تھوڑا مڑ کر نماز پڑھے تو جائز ہے، کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح ہے اور دائیں یا بائیں ہونے کی صورت میں اس کی ایک جانب قبلہ کی طرف ہی رہے گی۔

﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾

خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے موزوں میں نماز

سوال نمبر (52):

موسم سرما میں تین چار مہینے موزے پہن کر نمازیں پڑھیں، لیکن پورا یقین نہیں کہ کتنی نمازیں پڑھی ہیں، بعد میں پتہ چلا کہ یہ موزے سور کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ سور کے چمڑے سے بنے ہوئے موزوں میں پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

بیشوا توجہ دوا

الجواب و بالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے نماز کے لیے لباس کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر لباس پاک نہ ہو تو اس میں نماز کی ادائیگی درست نہیں ہوتی اور اگر ناپاک کپڑوں میں نماز ادا کی گئی ہو تو اس کا اعادہ لازمی ہے۔

صورت مسئلہ میں خنزیر کے چمڑے سے بنے ہوئے موزوں میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں، وہ درست نہیں۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہونے کی وجہ سے اس کا چمڑا باغث سے بھی پاک نہیں ہوتا لہذا ناپاک ہونے کی وجہ سے اس کے چمڑے سے بنے ہوئے موزوں میں نماز پڑھنا بھی جائز نہیں اور جو نمازیں ادا کی گئی ہیں، ان کا اعادہ لازمی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و كل إهاب دبغ فقد طهر حازت الصلوة فيه، والوضوء منه إلا جلد الخنزير. (۲)

(۱) ردالمحتار علی درالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ، بحث فی استقیال القبلة: ۱۰۹/۲

(۲) الہدایۃ، کتاب الطہارات، باب الماء الذی یحوز بہ الوضوء و ما لا یحوز بہ: ۳۹/۱

ترجمہ: اور ہر کئی کمال جس کو: غت دی گئی، وہ پاک ہو گئی، اور اس دباغت دی ہوئی کمال میں نماز جائز ہے اور اس سے وضو (جائز ہے) سوائے سور کی کمال کے۔

وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم لما خلع نعليه في الصلاة خلع الناس نعالهم فلما فرغ من الصلاة قال: ما بالكم خلعتنم نعالكم؟ فقالوا: خلعت نعليك فخلعنا نعالنا فقال: أتاني جبريل وأخبرني أن بهما أذى. (۱)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اپنے نعلین نکالے تو (آپ کے اتباع میں) صحابہؓ نے بھی اپنے اپنے جوتے اتار لیے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”تم لوگوں کو کیا ہوا کہ اپنے جوتے نکال دیے؟“ کہنے لگے: ”آپ نے اپنے جوتے نکالے تو ہم نے بھی اپنے جوتے نکال دیے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس تو جبریل آئے اور اُس نے اطلاع دی کہ میرے نعلین پر کوئی نجاست ہے (اس لیے میں نے انہیں نکال دیا)۔“ ❀❀❀

چرچ میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (53):

عام طور پر نماز مسجد میں پڑھی جاتی ہے، لیکن اگر کہیں چرچ میں نماز پڑھی گئی یا روزہ افطار کیا گیا تو شرعاً چرچ، یعنی عیسائیوں کے عبادت خانہ میں روزہ افطار کرنا اور وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے؟
بیتناؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ شریعت مطہرہ کی رو سے نماز کی صحیح ادائیگی کے لیے اس کی شرائط و ارکان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ جگہ کا پاک ہونا بھی ان شرائط میں شامل ہے۔

صورت مسئلہ کے پیش نظر عیسائیوں کے عبادت خانے (چرچ) میں پڑھی گئی نماز کے بارے میں اگر نمازی کو جگہ کی پاکی کا علم ہو تو نماز واجب الاعادہ نہیں ہے، تاہم آئندہ کے لیے اس بات کا لحاظ ہو کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہ میں نماز پڑھنے سے اور روزہ افطار کرنے سے احتراز کرے، کیونکہ اس سے جنگ و جدال اور فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے، بہتر یہ ہے کہ مسلمان اپنی عبادت گاہوں میں نماز پڑھنے کا اہتمام کریں۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطہارۃ، فصل فی بیان ما یقع بہ التطہیر: ۱/۴۳۹، ۴۴۰

والدلیل علیٰ ذلک:

قال النبی ﷺ: "جعلت لی الأرض مسجداً وطهوراً و آیمارجل من امتی أدركته الصلوة فليصل" (۱)
ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پوری زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔ چنانچہ میری امت کے کسی بھی شخص پر جہاں بھی نماز کا وقت آجائے، اس جگہ نماز پڑھ لینی چاہیے۔"



امام کی تکبیر تحریمہ کا وقت

سوال نمبر (54):

مکبر کے قد قامت الصلوة کے وقت امام کے لیے تکبیر تحریمہ کہنا درست ہے یا اقامت ختم ہونے کا انتظار کرنا چاہئے؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفیق:

تکبیر تحریمہ چاہے اقامت کے اختتام سے پہلے پڑھی جائے یا اقامت سے فراغت کے بعد، دونوں صورتیں جائز ہیں اور نماز پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑتا، البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قد قامت الصلوة سے پہلے تکبیر تحریمہ کہنی چاہئے جب کہ امام ابو یوسفؒ اقامت سے مکمل فراغت کے بعد تکبیر تحریمہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال أبو حنيفة: يكبر قبيل قوله "قد قامت الصلوة" ... وقال أبو يوسف: ينتظر فراغ المؤذن من الإقامة، فإذا فرغ منها كبر، هذان بيان الأفضلية. (۱)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: "امام مکبر کے قد قامت الصلوة کہنے سے پہلے تکبیر پڑھے" اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ: "امام مؤذن کی اقامت سے فراغت کا انتظار کرے۔ پس جب وہ اقامت سے فارغ ہو جائے تو تکبیر کہے" لیکن یہ بیان (اختلاف) افضلیت کا ہے۔



(۱) صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب قول النبي ﷺ جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً: ۶۲/۱

(۱) الفتاوى الثاتارغانية، كتاب الصلاة، فصل في بيان آداب الصلاة: ۳۸۷/۱

چلتی گاڑی میں فرض نماز پڑھنا

سوال نمبر (55):

ایک شخص بس میں سوار ہوا، راستے میں نماز کا وقت آیا، ڈرائیور نے بس روکنے سے انکار کیا، اس شخص نے مجبوری کی بنا پر بس کے اندر بیٹھ کر نماز پڑھی تو قبلہ رخ نہ ہونے اور قیام کے فوت ہو جانے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور اس شخص پر نماز کا اعادہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ قدیم میں نقل و حرکت کے ذرائع اور سواری کی سہولیت کی کمی کی وجہ سے سفر کرنا ایک مشکل مرحلہ ہوا کرتا تھا، بسا اوقات کسی سواری کی فوت ہو جانے سے دوسری سواری کا ملنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فقہائے کرام نے اس وقت کے حالات کی روشنی میں دوران سفر سواری میں فرض نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا تھا اور بعض شرائط و ارکان، مثلاً: قبلہ رخ ہونے اور قیام کو ساقط قرار دیا تھا، لیکن موجودہ زمانے کو زمانہ قدیم پر قیاس کرنا چند وجوہات کی بنا پر درست نہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل کے حالات امن و امان اور وسائل کی فراہمی کے حوالے سے قدیم دور سے مختلف ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت حیوان سواری بھی مشکل سے مل جاتی تھی جب کہ آج کل گاڑیوں کی فراوانی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح قدیم زمانے میں ذرائع کی کمی تھی اور آج کل وسائل کی فراوانی ہے، قدیم دور کے سفر کی نوعیت بھی آج کی طرح نہیں۔ وہ قافلوں کی شکل میں کئی دنوں تک سفر کرتے تھے جب کہ آج کل بین الاقوامی اسفار گھنٹوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں، لہذا آج کے ترقی یافتہ دور کو زمانہ قدیم پر قیاس کرنا مشکل ہے۔ اس لیے سفر کرتے وقت بس نہ روکنے کی صورت میں بس کے اندر فرض نماز اس طرح پڑھنا کہ قیام اور قبلہ رخ کی شرط متحقق نہ ہو، درست نہیں، کیوں کہ موجود دور کی سہولتوں کے پیش نظر یہ ایسا قابل اعتبار عذر نہیں رہا کہ جس کی وجہ سے قیام وغیرہ ساقط ہو جائے اور اس لیے بھی کہ اگر بس سے اتر کر نماز پڑھ لے تو دوسری بس آسانی سے مل سکتی ہے، تاہم جہاں کہیں قدیم زمانہ کا عذر متحقق ہو، یعنی مثلاً ہوائی سفر ہو جس میں تقدیم و تاخیر نہ ہو سکے یا دشوار گزار علاقوں میں ایک سواری چھوڑنے پر متبادل سواری میسر نہ ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بس میں جس طرح ممکن ہو نماز پڑھے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

قال صاحب الهداية: ويستقبل القبلة؛ لقوله تعالى: فولوا وجوهكم شطره... ومن كان غائبا، ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح... فرائض الصلاة سنة التحريم؛ لقوله تعالى: ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾، والقِيَامُ؛ لقوله تعالى: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (۱)

ترجمہ:

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ: ”قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا نماز کی شرائط میں سے ہے“ کیوں کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا کہ: ”تم پھیرو اپنے چہرے اس کی طرف..... اور جو غائب ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کا فریضہ اس کی جہت کی طرف پڑھنے سے درست ہوگا“ اور نماز میں چھ فرض ہیں تکبیر تحریمہ اللہ پاک کے اس قول کی وجہ سے ”اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کر“ اور قیام، اللہ پاک کے اس قول کی وجہ سے کہ ”اللہ کے سامنے عاجزی سے کھڑے ہو جاؤ“۔



کشتی میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (56):

چلتی ہوئی کشتی میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کشتی میں کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو اس کا اعادہ ضروری ہے یا نماز ادا ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْنَا

الجواب وبالله التوفيق:

کشتی میں سوار مسافر پر اگر نماز کا وقت آجائے تو اس پر نماز پڑھنا فرض ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کشتی کسی کنارے کھڑی کر کے باہر نکل کر ساحل پر نماز پڑھے۔ اگر ممکن نہ ہو تو پھر کشتی میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ جہاں تک کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو اس میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بغیر عذر کے بھی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک اگر عذر ہو تو بیٹھ کر پڑھنا درست ہے اور بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اگر عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز

(۱) الهداية، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۹۵، ۹۷.

پڑھی جائے، تاہم دونوں صورتوں میں نماز کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے، اعادہ ضروری نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

إذا صَلَّى قَاعِدٌ أَفِي السَّفِينَةِ، وَهِيَ تَحْرِيٌّ مَعَ الْقَادِرَةِ عَلَى الْقِيَامِ تَحُوزُ مَعَ الْكَرَاهَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَ هَمَّا لَا تَحُوزُ. (۱)

ترجمہ:

اگر چلتی کشتی میں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔



کھڑی کشتی میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (57):

کھڑی ہوئی کشتی میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب وبالله التوفيق:

کھڑی ہوئی کشتی میں نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ اگر کشتی کنارہ پر باندھی ہوئی ہو اور زمین پر لگی ہوئی ہو تو اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر زمین پر لگی ہوئی نہ ہو، لیکن اس سے نکلنا ممکن نہ ہو تب بھی اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، تاہم اگر اس سے نکلنا ممکن ہو تو پھر کشتی سے نکل کر باہر زمین پر نماز پڑھی جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لَوْ كَانَتْ السَّفِينَةُ مَشْدُودَةً لَا تَحْرِي، لَا تَحُوزُ إِجْمَاعًا، لَوْ صَلَّى فِيهَا، فَإِنْ كَانَتْ مَشْدُودَةً عَلَى الْمَجْدِ مَسْفُورَةً عَلَى الْأَرْضِ فَصَلَّى فَأَتَمَّ أَحْرَاهُ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَسْفُورَةً، وَيُمْكِنُ الْخُرُوجُ عَنْهَا، لَمْ تَحْزَرْ الصَّلَاةَ فِيهَا. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافرين: ۱/۱۴۳.

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافرين: ۱/۱۴۳.

ترجمہ:

اگر کشتی کنارے کے ساتھ بندھی ہوئی ہو اور پانی میں چلتی نہ ہو تو بالا جماع اس میں نماز جائز نہیں، البتہ اگر وہ کنارے پر اس حال میں بندھی ہوئی ہو کہ زمین پر پڑی ہوئی ہو تو پھر اس میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر زمین پر لگی ہوئی نہ ہو اور اس سے نکلنا ممکن ہو تو اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔



ہاتھ پر زخم ہونے کی حالت میں صرف ناک کے ساتھ سجدہ کرنا

سوال نمبر (58):

اگر کسی شخص کی پیشانی زخمی ہو جائے اور نماز پڑھتے وقت وہ اس زخمی پیشانی سے سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو تو کیا وہ اسی حالت میں صرف ناک زمین پر رکھ کر سجدہ کرے گا یا بیٹھ کر اشارہ کے ساتھ سجدہ کرے گا؟

بَیِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفيق:

ہاتھ پر زخم کی وجہ سے جب کوئی سجدہ میں پیشانی زمین پر لگانے سے عاجز ہو جائے اور ناک زمین پر لگا سکتا ہو تو وہ صرف ناک لگا کر سجدہ کرے گا اور اس کے لیے بیٹھ کر اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإن كان بحبته حرج لا يستطيع السجود عليه لم يحزه الإيماء، وعليه أن يسجد على أنفه وإن لم يسجد على أنفه، وأما لم تحز صلاته كذا في الذخيرة. (۱)

ترجمہ:

اور اگر نمازی کی پیشانی پر زخم ہو، اور وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لیے اشارہ کے ساتھ سجدہ کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ صرف ناک زمین پر رکھ کر سجدہ کرے۔ اگر ناک پر سجدہ نہ کیا بلکہ اشارہ کے ساتھ کیا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔



قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال نمبر (59):

نماز کی حالت میں رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے بعد سجدے کو جاتے وقت اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟ سنا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ تکرار رکوع لازم آتا ہے۔

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ قومہ سے سجدہ کی طرف جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ گھٹنے زمین پر ٹپکنے سے پہلے کمر اور سینہ نہ جھکائے، بلکہ کمر بالکل سیدھی رکھنی چاہیے۔ اگر سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جائیں تو اس کا اثر یہ رہے گا کہ گھٹنے زمین پر لگنے سے قبل ہی اوپر کا دھڑ جھک جائے گا اور یہ جھکنے رکوع سے مشابہت رہے گی، لہذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وبخبر للسجود قائماً مستویاً لا منحنيّاً لئلا يزيد ركوعاً آخر يبدل عليه ما في التاتار خانيه: لو صلى فلما تكلم تذكر أنه ترك ركوعاً، فإن كان صلى صلاة العلماء الأتقياء أعاد، وإن صلى صلاة العوام فلا؛ لأن العالم التقى ينحط للسجود قائماً مستویاً، والعامي ينحط منحنيّاً، وذلك ركوع؛ لأن قليل الانحناء محسوب من الركوع. (۱)

ترجمہ:

اور بالکل سیدھا سجدہ میں جائے گا، نہ یہ کہ میڑھا ہو کر سجدہ کے لیے چلا جائے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں دوسرا رکوع بڑھ جائے۔ اسی پر تاتار خانیہ کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے، اگر کسی نے نماز پڑھ کر باتیں کر لیں، پھر اس کو یاد آیا کہ اس نے تو رکوع چھوڑا تھا، اگر یہ شخص علماء و اتقیا کی طرح نماز پڑھتا ہو، پھر تو اعادہ کرے گا اور اگر عوام کی طرح نماز پڑھتا ہو تو پھر اعادہ نہیں کرے گا، کیونکہ عالم اور متقی انسان کھڑا ہو کر بالکل سیدھا ہو کر برابر سجدہ کے لیے جاتا ہے اور عامی میڑھا ہو کر سجدہ کرتا ہے اور یہ میڑھا ہونا رکوع ہی تو ہے، کیونکہ تھوڑا سا میڑھا ہونا رکوع ہی کہلاتا ہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب فی إطاعة الركوع للحائى: ۲/۲۰۲

تیسری رکعت کے بعد قعدہ کرنا

سوال نمبر (60):

ایک شخص نے امام کی اقتداء میں صرف آخری دو رکعتیں ادا کیں اور سلام کے بعد اس شخص نے باقی نماز کچھ اس طرح سے ادا کی کہ ایک رکعت میں ثنا اور سورت پڑھی اور پھر قعدہ کیا اور پھر چوتھی رکعت پڑھی، چونکہ بندہ کئی دفعہ ایسا کر چکا ہے اور کافی نمازیں اس طرح پڑھ چکا ہے تو کیا ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت میں نماز پڑھنے کا مخصوص طریقہ ہے کہ چار رکعت والی نماز میں دوسری اور چوتھی رکعت کے بعد قعدہ ہوتا ہے جب کہ پہلی اور تیسری کے بعد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص تیسری رکعت کے بعد بقدر رکن بیٹھ جائے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ سجدہ سہو ادا کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا جائے تو نماز کا وقت کے اندر اعادہ ضروری ہے، وقت کے بعد اعادہ نہیں ہوتا، تاہم فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔

صورت مسئلہ میں سائل کو دو رکعتیں پڑھتے وقت درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہئے تھا۔ بیٹھنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو گیا اور سجدہ سہو نہ کرنے کی وجہ سے اس کی نماز واجب الاعادہ تھی، لیکن وقت کے اندر نہ کرنے کی وجہ سے اب اس پر اعادہ بھی نہیں، فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہو گئی ہے، لیکن آئندہ نماز جیسی اہم عبادت میں اس طرح کے امور سے اجتناب کرے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و كذا القعدة في آخر الركعة الأولى أو الثالثة فيجب تركها، ويلزم من فعلها ايضاً تأخير القيام إلى الثانية أو الرابعة عن محله، وهذا إذا كانت القعدة طويلة، أما الجلسة الخفيفة... فتركها غير واجب (۱)

ترجمہ: اور اسی طرح پہلی یا تیسری رکعت کے آخر میں قعدے بھی ہے تو اس کا چھوڑنا واجب ہے۔ اس طرح اس کے کرنے سے دوسری یا چوتھی رکعت میں قیام کا اپنے محل سے تاخیر لازم آتی ہے۔ یہ حکم تب ہے، جب

(۱) رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب لا ينبغي أن يعدل عن... ۱۶۴/۲.

قعدہ لمبا ہو، پس اگر مختصر جاسے ہو تو اس کا چھوڑنا واجب نہیں۔



نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا

سوال نمبر (61):

احناف کے نزدیک امام کی اقتدا میں سورت فاتحہ پڑھنا مقتدی پر لازم نہیں ہے۔ اب اگر کوئی مقتدی سورۃ فاتحہ قصدایا بھول سے پڑھ لے تو اس صورت میں اس کی نماز پر کوئی اثر پڑھتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص باجماعت نماز میں شریک ہو تو اس کو چاہیے کہ امام کی قراءت خاموشی سے سنے اور خود قراءت کرنے سے احتراز کرے، کیونکہ فقہانے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

صورت مسئلہ میں جس شخص نے امام کے پیچھے قصدایا بھول سے سورۃ فاتحہ پڑھی ہو، اس کی نماز صحیح ہے، البتہ یہ فعل مکروہ ہے، لیکن پھر بھی اگر کوئی قصد اور دوام کے ساتھ امام کے پیچھے قرأت کرتا رہے تو چونکہ احناف سے اس میں ایک قول مکروہ تحریمی کا بھی ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب اگر قصد ہو تو اعادہ واجب ہے، لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وتكبره القراءة خلف الإمام عند أبي حنيفة وأبي يوسف هكنا في الهداية... فإن كانت تلك الكراهة

كراهة تحريم تحب الإعادة، أو تنزيه تستحب، فإن الكراهة التحريمية في رتبة الـ أحب، كذا في فتح القدير. (۱)

ترجمہ:

اور قرأت خلف الامام امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے ہاں مکروہ ہے۔۔۔۔۔ اگر کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہو تو نماز واجب الاعادہ ہوگی اور اگر کراہت سے کراہت تنزیہی مراد ہو تو پھر اس کا اعادہ مستحب ہوگا، کیونکہ مکروہ تحریمی واجب کے مرتبہ میں ہے، اسی طرح فتح القدير میں بھی مذکور ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب السابع فیما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا، الفصل الثانی: ۱/۱۰۹

نماز میں فرض قرأت کی مقدار

سوال نمبر (62):

نماز میں فرض قرأت کی مقدار کتنی ہے۔ اگر کوئی شخص نماز میں صرف ﴿الْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ﴾ یا ﴿الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾ پڑھے تو کیا اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت مطہرہ کی رو سے نماز میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت پڑھنا فرض ہے، تاہم اگر کوئی شخص نماز میں لمبی آیت سے آدھی آیت پڑھ کر رکوع میں چلا جائے تو ایسی نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ آدھی آیت یا تو تین چھوٹی آیتوں سے زیادہ ہوتی ہے یا اس کے برابر، اس لیے مقدارِ قراءت پوری ہونے کی وجہ سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

﴿الْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ﴾ اور ﴿الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾ سے نماز ہو جاتی ہے، کیونکہ مقدارِ قراءت (تین آیتیں) پوری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وفي رواية ثلاث آيات قصار، أو آية طويلة وهو قولهما، ورجحه في الأسرار بأنه احتياط؛ لأن قوله ﴿لَمْ يَلِدْ﴾ ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ لا يتعارف قرآنا، وهو قرآن حقيقة... فالأمر المطلق لا ينصرف إلى ما لا يتعارف قرآنا، والإحتياط أمر حسن في العبادات... وأفاد أنه لو قرأ نصف آية طويلة في ركعة ونصفها في أخرى فإنه لا يجوز؛ لأنه ما قرأ آية طويلة، وفيه اختلاف المشايخ، وعامتهم على الجواز؛ لأن بعض هذه الآيات تزيد على ثلاث آيات قصار أو تعدلها، فلا يكون أدنى من آية، وصححه في منية المصلي. وعلم من تعليلهم أن كون المقروء في كل ركعة النصف ليس بشرط بل أن يكون البعض المقروء يبلغ ما يعد بقراءة ته قارئ عرفا. (۱)

ترجمہ:

اور ایک روایت میں ہے کہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت کے ساتھ نماز ہو جاتی ہے اور یہ صاحبین کا

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قوله: (وفرض القراءة): ۱/ ۵۹۱، ۵۹۲

قول ہے اور اس کو اسرار میں ترجیح دی گئی ہے، کیونکہ یہ احتیاط پر مبنی ہے، کیونکہ اس کا یہ قول **لا تہملوا** ہم نصیر یہ تو عرفاً قرآن نہیں ہے، اگرچہ یہ حقیقتاً قرآن ہے۔ پس امر مطلق اس پر لاگو نہ ہوگا جو۔ عرفاً قرآن مجید نہ ہو اور احتیاط عبادات میں بہتر چیز ہے اور اس سے یہ فائدہ نکلتا ہے کہ اگر کسی نے ایک رکعت میں لمبی آیت آدھی پڑھی اور دوسری میں آیت کا بقیہ حصہ پڑھا تو یہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس نے ایک لمبی آیت کی تلاوت نہیں کی ہے، تاہم اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور عام مشائخ اس کے جواز کے قائل ہیں، کیونکہ بعض بڑی آیتوں کا نصف تین چھوٹی آیتوں سے بڑھ جاتا ہے یا اس کے برابر ہوتی ہے تو یہ ایک آیت سے کم نہیں۔ اور اسی قول کو مزیہ المصلیٰ میں صحیح کہا گیا ہے اور ان لوگوں کی اس تعلیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر رکعت میں آدھی آیت پڑھنا شرط نہیں ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آیت کا بعض حصہ جو کہ کسی رکعت میں تلاوت کیا جائے وہ اتنا ہو کہ اس کے پڑھنے والے کو عرفاً قاری کہا جائے۔



دورانِ قرأت الفاظ کی بجائے معانی اور مقدرات پڑھنا

سوال نمبر (63):

قرآن کی تفسیر میں مفسرین نے الفاظ قرآنی کی جو معانی اور مقدرات عربی زبان میں بیان کی ہوں، قرآن کی بجائے ان معانی اور مقدرات کو پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوَجُّہُ

الجواب وبالله التوفیق:

نص قرآنی سے دورانِ نماز قرأت کی فرضیت ثابت ہے۔ اور قرآن کریم چونکہ نظم اور معنی دونوں کے مجموعے سے عبارت ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ان دونوں کی رعایت نہ رکھے، اور نماز میں قرأت کی بجائے صرف ترجمہ یا عربی زبان کے معانی پر اکتفا کرے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عربی تفاسیر کے اندر نکالے ہوئے مقدرات کو پڑھے تو اس کی نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔ پہلی صورت میں نظم کی رعایت نہیں رکھی گئی اور دوسری صورت میں نماز اس وجہ سے درست نہیں ہوئی کہ قرآن میں نکالے ہوئے مقدرات کلام الناس میں سے ہیں اور کلام الناس کے مشابہ الفاظ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

والدلیل علی ذلك :

(ومنها القراءة) لقادر عليه كما سيحيى، وهو ركن زائد عند الأكثر لسقوطه بالاعتداء بلا خلف.

وفي رد المحتار: قوله: (منها القراءة) أي قراءة آية من القرآن، وهي فرض. (۱)

ترجمہ:

ارکان نماز میں سے ایک رکن قرأت ہے، لیکن اس شخص کے لیے جو اس پر قادر ہو اور یہ اکثر کے نزدیک ایک زائد رکن ہے، اس لیے کہ یہ اقتدا کے وقت بغیر کسی خلف (قائم مقام) کے ساقط ہو جاتا ہے۔ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ایک آیت کا پڑھنا فرض ہے۔

إن القرآن إسم للنظم والمعنى جميعاً، لأنه إسم للنظم فقط، كما ينبغي عنه تعريفه

بالإنزال، والكتابة، والنقل ولأنه إسم للمعنى فقط. (۲)

ترجمہ:

قرآن نظم اور معنی دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ فقط نظم کا نام نہیں ہے جیسا کہ منزل مکتوب اور منقول کے ذریعے اس کی تعریف کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی یہ فقط معنی کا نام ہے۔



مقتدی کا کسی رکن میں امام سے پیچھے رہ جانا

سوال نمبر (64):

میرے والد صاحب انتہائی عمر رسیدہ ہیں، پیرانہ سالی کی اس حالت میں بھی وہ باجماعت نماز پڑھنے کی ہمت کرتے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ میں وہ امام کو نہیں پاسکتے، چنانچہ وہ جب ایک سجدہ کرتے ہیں تو امام دوسرے سجدے سے بھی فارغ ہو چکا ہوتا ہے، اس حالت میں وہ کیا کرے؟

بیتنا توجروا

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مبحث القراءة: ۱۳۳/۲

(۲) ملاحیون، حافظ شیخ أحمد، نور الأنوار، مبحث اطلاق نظم القرآن ومعناه: ص: ۱۱، میر محمد کتب خانہ کراچی

الجواب وبالله التوفيق:

امام کی متابعت واجبہ قسم کی ہے، ایک یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ تمام ارکان میں پوری طرح ایک ساتھ برابر شریک رہے، دوسری یہ کہ کسی رکن میں امام تھوڑا آگے چلا جائے اور مقتدی پیچھے رہ جائے، تیسری یہ کہ امام کسی رکن سے بالکل فارغ ہو اور مقتدی امام کی ادائیگی سے بعد وہ رکن ادا کرے۔ یہ تین صورتوں میں متابعت واجب ادا ہو کر مقتدی کی نماز درست ہوگی، تاہم تیسری صورت اگر بغیر عذر کی ہو تو مکروہ ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر موصوف عذر کی وجہ سے امام کی سجدہ سے فراغت نہ ہو سکے۔ ہے، تاہم قصد ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

متابعة الإمام في الفرائض، والواجبات من غير تأخير واجبة، فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يغفوه بل يأتي به، ثم يتابع، كما لو قام الإمام قبل أن يتم المقتدي التشهد، فإنه يتمه ثم يقوم؛ لأن الإتيان به لا يغفوت المتابعة بالكلية، وإنما يؤخرها، والمتابعة مع قطعها تغفوت بالكلية، فكان تأخير أحد الواجبين مع الإتيان بهما أولى من ترك أحدهما بالكلية. (۱)

ترجمہ:

فرائض اور واجبات میں امام کی متابعت بغیر کسی تاخیر کے واجب ہے اور اگر اس متابعت کے ساتھ کوئی واجب معارض ہو تو اس متابعت کو چھوڑ دینا مناسب نہیں، بلکہ وہ واجب پورا کر کے پھر امام کی متابعت کرے جیسا کہ امام مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے اٹھ جائے تو مقتدی تشہد پورا کرے اور پھر اٹھ جائے، کیونکہ تشہد پوری کرنے سے امام کی متابعت بالکل فوت نہیں ہوتی، بلکہ صرف مؤخر ہو جاتی ہے اور تشہد چھوڑ دینے سے (حصہ متروکہ) بالکل رہ جاتا ہے، پس دونوں واجبات میں سے ایک کو مؤخر کر کے ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی ایک واجب کو بالکل ترک کر دیا جائے۔



(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في تحقيق متابعة الإمام: ۱۶۵/۲.

باب الواجبات

مقتدی کا امام سے پہلے رکوع سے اٹھنا

سوال نمبر (65):

مقتدی امام سے رکوع و سجود میں پہلے سر اٹھائے تو حدیث پاک میں ہے کہ اس کا سر گدھے کی طرح ہوگا۔ اس حدیث کی نشاندہی کیجیے۔ اگر حدیث میں نہ ہو تو پھر اس قول کی کیا حقیقت ہے؟

بیشوا نذہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اقتدا کی صورت میں امام کی مکمل متابعت ضروری ہے۔ عدم متابعت کی صورت میں بعض دفعہ کسی نماز کے بعض حصہ جانے کی صورت میں فساد لازم آسکتا ہے۔ حدیث پاک میں عدم اتباع کی صورت میں بڑی وعیدیں آئی ہیں کہ اللہ پاک اس کا سر گدھے کی طرح کرے گا۔ بعض روایات میں کتے کا ذکر ہے۔ یہ روایات مسلم شریف، ابوداؤد، بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن محمد بن زیاد قال: سمعت أبا هريرة عن النبي ﷺ قال: أما يحشني أحدكم أو لا يحشني رأسه قبل الإمام أن يجعل الله رأسه رأس حمار أو يجعل الله صورته صورة حمار. (۱)

میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کسی شخص جب امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے تو وہ اس بات سے نہیں ڈرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر کی طرح یا کسی شکل گدھے کی شکل کی طرح کر دے“



مقتدی کا امام سے قبل سلام پھیرنا

سوال نمبر (66):

اگر کوئی مقتدی نماز میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر کر چلا جائے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی مقتدی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر کر نماز سے نکل جائے تو اگر امام تشہد پڑھ چکا ہو تو مقتدی کی نماز کراہت کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے البتہ فقہائے کرام نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے تو وقت کے اندر اس کا اعادہ واجب ہو جاتا ہے، اس لیے مقتدی پر وقت کے اندر اس طرح کی نماز کا اعادہ واجب ہوگا اور اگر مقتدی امام کے تشہد پڑھنے سے قبل ہی سلام پھیر کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، لہذا وقت کے اندر دوبارہ پڑھنا یا وقت گزرنے کے بعد قضا لانا لازمی ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(وكره سلام المقتدي بعد تشهد الإمام) لوجود فرض القعود (قبل سلامه) لتركه المتابعة.

قوله: (لتركه للمتابعة) علة لقوله وكره، وأفاد به أن الكراهة تحريمية. (۱)

ترجمہ:

امام کے تشہد کے بعد مقتدی کا سلام پھیرنا مکروہ ہے، کیونکہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے قعود کا فرض ادا ہو چکا ہے اس لیے (مکروہ ہے) کہ اس نے امام کی متابعت چھوڑ دی۔ ترک متابعت علت ہے کراہت کے لیے۔ اور اس علت سے کراہت تحریمی مستفاد ہوتی ہے۔



(۱) الطحطاوي، سيد أحمد، حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح، باب الإمامة، فصل في ما يفعله المقتدي، ص: ۲۵۱

سری قرأت پڑھنے کی مقدار

سوال نمبر (67):

علمائے کرام سے سنا ہے کہ نماز میں سری قرأت کی مقدار میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ: ”الفاظ مخارج سے صحیح ادا ہو جائیں“، اگرچہ نمازی خود سن سکے اور بعض کہتے ہیں کہ: ”قراءت کا خود سننا بھی ضروری ہے“، لہذا ان میں مفتی یہ قول کون سا ہے؟

بیّنوا تضرروا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز کے دوران سری قرأت کی ادائی مقدار میں ائمہ کا جو اختلاف ہے وہ کچھ یوں ہے کہ امام کرنخی کا قول یہ ہے کہ حروف اپنے مخارج سے صحیح ادا ہوں، اگرچہ نمازی خود سن سکے، تب بھی قرأت ہو جائے گی جب کہ امام فقیہ ابو جعفر ہندوائی کا قول یہ ہے کہ: ”صحیح حروف کے ساتھ ساتھ نمازی کا خود سننا ضروری ہے، ورنہ اگر صرف صحیح حروف ہو جائے اور اس سے اتنی آواز پیدا نہ ہو جائے کہ نمازی خود اس کو سن سکے تو فرض قرأت ادا نہ ہوگی جس سے نماز کی صحت متاثر ہو جاتی ہے“ چونکہ یہ عبادات کا مسئلہ ہے اس لیے علمائے کرام نے احتیاط کا لحاظ رکھتے ہوئے امام ابو جعفر ہندوائی کے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ یہی اکثر مشائخ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

والدلیل علی ذلک:

ثم المخافة أن يسمع نفسه، والجهر أن يسمع غيره، وهذا عند الفقيه أبي جعفر الهندي، لأن محرد حركة اللسان لا يسمى قراءة بدون الصوت، وقال الكرخي: أدنى الجهر أن يسمع نفسه وأدنى المخافة تصحيح الحروف. (۱)

ترجمہ:

پھر سری قرأت کا اندازہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے اور جبر یہ ہے کہ دوسروں کو سنائے اور یہ فقیہ ابو جعفر کا قول ہے، کیونکہ بغیر آواز کے محض زبان کی حرکت کا نام قرأت نہیں کہلاتا اور امام کرنخی فرماتے ہیں کہ: ”جبر کا کم تر مرتبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے۔ جب کہ مخفی قراءت کا ادنیٰ مرتبہ صحیح حروف ہے۔“

(۱) الهدایة، کتاب الصلوة، فصل فی القراءة: ۱/۱۹۹

أما حد القراءة: فنقول: تصحيح الحروف أمر لا بد منه، فإن صحح الحروف بلسانه ولم يسمع نفسه لا يجوز، وبه أخذ عامة المشايخ، هكذا في المحيط، وهو المختار. هكذا في السراجيه. (۱)
ترجمہ:

قرأت کی حد کے متعلق ہمارا قول یہ ہے کہ حروف کا صحیح ادا ہونا ضروری ہے، اگر کسی نے زبان سے بغیر آواز کے حروف صحیح کئے اور وہ حروف خود اپنے آپ کو نہ سنائے تو جائز نہیں۔ عام مشائخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، یہی مذکورہ قول مختار ہے۔



پہلی رکعت میں مکمل قرآن پڑھنے سے دوسری رکعت میں تلاوت کا حکم

سوال نمبر (68):

اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کرے، یہاں تک کہ سورۃ الناس بھی پڑھ لے تو دوسری رکعت میں کیا کرے گا؟

بیّنوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ تلاوت موجب اجر و ثواب ہے۔ خصوصاً نماز میں پورے قرآن کا پڑھنا اور بھی سعادت کی بات ہے۔ اب اگر کوئی شخص نماز میں تلاوت کلام الہی کر رہا ہو اور پہلی رکعت میں پورا قرآن پڑھے، اب دوسری رکعت میں اس کو چاہیے کہ سورت فاتحہ کے ساتھ سورت بقرہ کا کچھ حصہ پڑھے، کیونکہ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے اور اگر دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ صرف سورت الناس پڑھی تو بھی درست ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قوله: (إلا إذا ختم) وفي الولو الحية: ومن يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشيء من سورة البقرة؛ لأن النبي ﷺ قال:

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۶۹/۱

”خير الناس الحال المرتحل“ أي الخاتم المفتوح. (۱)

ترجمہ:

علامہ ابن عابدینؒ علامہ ہسکفیؒ کے اس قول (الّا اذا ختم) یعنی قرآن مجید اگر نماز کی پہلی رکعت میں مکمل ہو جائے تو دوسری رکعت میں سورت بقرہ سے کچھ حصہ پڑھا جائے گا، اس کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اول الجیمہ میں ہے کہ جس نے قرآن مجید ختم کیا اور معوذتین سے پہلی رکعت میں فارغ ہو گیا تو یہ شخص رکوع کرے گا اور پھر دوسری رکعت میں سورت فاتحہ پڑھے گا اور سورت بقرہ کا کچھ حصہ، کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید ختم کرتے ہی دوبارہ شروع کر لے۔



قضا اور نفل نماز میں جہری قرأت

سوال نمبر (69):

اگر کسی شخص سے نماز قضا ہو جائے تو اس کو جہر قرأت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز نوافل میں جہر قرأت کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ نُوْجِبُ

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے جن نمازوں میں جہر کے ساتھ قرأت کرنا منقول ہے، اُن میں بشرط جماعت قرأت کرنا واجب ہے اور جن نمازوں میں خفیہ قرأت کرنا منقول ہے، اُن میں خفیہ قرأت کرنا واجب ہے۔ یہ حکم جس طرح وقت پر باجماعت نماز ادا کرنے کے بارے میں ہے۔ اسی طرح وقت گزرنے کے بعد باجماعت قضا نماز لوٹانے کا بھی یہی حکم ہے، تاہم اگر کسی ایک شخص سے وہ نماز قضا ہو گئی جس میں قرأت جہر کی جاتی ہو تو قضا نماز پڑھتے وقت جہر کے ساتھ قرأت کرنا، اگرچہ فقہائے کرام کے درمیان مختلف فیہ ہے، لیکن اس صورت میں بھی جہر کرنا افضل ہے۔ تاہم اگر کوئی سری طور پر قرأت کرے تو بھی جائز ہے۔ جہاں تک نوافل کی بات ہے تو اس بارے میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دن

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض کفاية: ۲/۲۶۹

کے وقت نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لیے خفیہ قرأت کرنا ضروری ہے، تاہم رات کے وقت نوافل پڑھنے میں اس کو اختیار ہے، چاہے جبراً پڑھے یا سرآدونوں جائز ہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

إذا ترك صلاة الليل ناسيا، فقصاها في النهار وأم فيها وخافت، كان عليه السهو، وإن أم ليلا
ففي صلاة النهار يخافت، ولا يحجر، فإن جهر ساهيا كان عليه السهو... والمتفرد إذا قضى هذه الصلوات
ففي الجهر فيما يحجر اختلاف المشايخ، والأصح أن الجهر أفضل... وأما نوافل النهار فيخفي فيها
حتما... وفي نوافل الليل يتخير. (۱)

ترجمہ:

اگر کسی نے رات کی نمازوں میں سے کوئی نماز بھول کر چھوڑ دی، پھر دن کے وقت قضا کیا اور اس میں امام بنا اور قرأت اونچی آواز سے نہ کی تو اس پر سجدہ سہولازم ہوگا اور اگر کسی نے دن کی نماز رات کے وقت قضا کی اور اس میں امام بنا تو اس کا حکم یہ ہے کہ قرأت آہستہ کرے گا اور اونچی آواز سے قرأت نہیں کرے گا۔ پس اگر اس نے اس صورت میں بھول کر اونچی آواز سے قرأت کی تو اس پر سجدہ سہولازم ہوگا۔ اکیلا نمازی جب نمازوں کی قضا لٹائے تو جن نمازوں میں قرأت اونچی کہی جاتی ہے، اُن کی قضا کرتے وقت قرأت اونچی پڑھنے میں مشائخ کا اختلاف ہے، زیادہ صحیح حکم یہ ہے کہ اس کے لیے اونچی آواز سے قرأت کرنا افضل ہے۔ دن کے نفلوں میں یقینی حکم یہی ہے کہ آہستہ قرأت کرے اور رات کے نفلوں میں اسے اختیار ہے۔



فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ چھوڑنا

سوال نمبر (70):

اگر کوئی شخص چار رکعت والی فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ نہ پڑھے، پھر سجدہ سہو بھی نہ کرے تو آیا یہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تزجروا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الرابع فی صفة الصلوٰۃ، الفصل الثانی فی واجبات الصلوٰۃ: ۷۲/۱

الجواب وبالله التوفيق:

چونکہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ پڑھنا مستنون ہے، اس لیے سورت فاتحہ نہ پڑھنے سے سجدہ سہو کی ادائیگی لازم نہیں آتی۔

صورت مسئلہ کے مطابق اگر کوئی فرض نماز کی چار رکعتوں میں آخری دو رکعت میں سورت فاتحہ چھوڑ کر بغیر سجدہ سہو کے بقیہ نماز پوری کرے تو اس سے نماز میں کوئی فساد لازم نہیں آتا، البتہ عادت کے طور پر سورت فاتحہ کو ترک کرنا یا اس کو معمول بنانا مناسب نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

وإن ترك القراءة والتسبيح، لم يكن عليه حرج، ولا سجدتا السهو إن كان ساهياً، لكن القراءة

أفضل. (۱)

ترجمہ:

اور اگر کسی نے آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ یا تسبیحات نہیں پڑھی تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی بھول کر چھوڑ دینے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے، لیکن پھر بھی فاتحہ پڑھنا افضل ہے۔

(وهو مخبر في الأخيرين) معناه إن شاء سكت، وإن شاء قرء، وإن شاء سبّح، كذا روي عن

أبي حنيفة، وهو المأثور عن علي، وابن مسعود، وعائشة، إلا أن الأفضل أن يقرء؛ لأنه عليه الصلوة والسلام

داوم علیٰ ذلك، ولهذا لا يحجب السهو بتركها في ظاهر الرواية. (۲)

ترجمہ:

اور نماز پڑھنے والے کو آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ چاہے خاموش رہے اور چاہے تو

پڑھ لے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے، یہی امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے اور یہی علیؓ، ابن مسعودؓ اور عائشہؓ سے منقول ہے۔ مگر

افضل قرأت کرنا ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے اس پر مداومت کی ہے اور اسی وجہ سے ترک قرأت سے ظاہر الروایۃ کے

مطابق سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث فی سنن الصلوة: ۱/۷۶

(۲) الہدایۃ، کتاب الصلوة، فصل فی القراءة: ۱/۱۵۴

نماز میں فاتحہ پڑھتے وقت آیت رہ جانا

سوال نمبر (71):

نماز کی پہلی رکعت میں سورت فاتحہ میں ایاک نعبد و ایاک نستعین رہ جائے تو اس طرح نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ فرائض کی پہلی دو رکعتوں اور سنن، وتر اور نوافل کی تمام رکعتوں میں سورت فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اس لیے اگر مذکورہ رکعتوں میں سے کسی رکعت میں سورت فاتحہ کی ایک آیت بھی رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور اگر سجدہ سہو ادا نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(قراءۃ فاتحة الكتاب) فيسجد للسهو بترك أكثرها لا أقلها، لكن في المحتبى: يسجد بترك آية

منها، وهو أولى. (۱)

ترجمہ:

واجبات نماز میں سے ایک قرأت فاتحہ ہے۔ پس اگر اس کا اکثر چھوٹ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر تھوڑا رہ جائے تو سجدہ سہو واجب نہیں، لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ اگر ایک آیت بھی رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے اور یہی قول اولیٰ ہے۔



فاتحہ کے بعد آدھی آیت پراکتفا کرنا

سوال نمبر (72):

جمعہ کی نماز میں ایک امام نے یہ آیت آدھی پڑھی: ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ﴾

کیا اس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیِّنُوا نَوَجْروا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کا ملانا واجب ہے، تاہم اگر کوئی شخص بڑی آیت آدھی پڑھے تو دیکھا جائے گا کہ وہ آدھی آیت میں حروف پر مشتمل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو واجب اور ہونے کی وجہ سے نماز درست ہو جائیگی۔ اگر تین حروف سے کم ہوں تو واجب رہ جانے کی وجہ سے سجدہ سہولاً لازم ہے، تاہم سجدہ سہولہ رو جانے کی صورت میں وقت کے اندر نماز واجب الاعداد رہے گی۔

صورت مسئلہ میں مذکورہ آیت کریمہ کے حروف تیس سے متجاوز ہیں، لہذا امام کی نماز درست ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

وفي الدر المختار: (وضم) أفسر (سورة) كالكوثر، أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات
قصار، نحو: ﴿ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ وكذا لو كانت الآية، أو الايتان تعدل
ثلاثاً قصاراً. قال ابن عابدين: أي مثل ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ الخ وهي ثلاثون حرفاً، فلو قرأ آية طويلة قدر ثلاثين حرفاً
يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات. (۱)

ترجمہ:

اور (سورۃ فاتحہ کے ساتھ) چھوٹی سورت کا ملانا جیسا کہ سورۃ کوثر ہے یا جو اس کا قائم مقام ہو اور یہ تین چھوٹی آیتیں ہیں، جیسا کہ ﴿ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ کی طرح اگر یہ ایک آیت یا دو آیتیں تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہوں تو قرأت درست ہے، یعنی ثُمَّ نَظَرَ الخ کی طرح جو کہ تیس حروف ہیں۔ اگر اس نے ایک لمبی آیت پڑھی جو کہ تیس حروف کے بقدر لمبی تھی تو یہ تین چھوٹی آیتوں کا پڑھنے والا متصور ہوگا۔



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: کل صلوة أدیت مع کراهة التحريم، تحب

فرض کی آخری رکعتوں میں سورت ملانا

سوال نمبر (73):

ایک آدمی اکیلے نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھی۔ کیا اس پر سجدہ سہولازم ہے؟ اور اس کی یہ نماز ہو جاتی ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ فرض نماز کی اول دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے جب کہ آخری دو رکعتوں میں فقط سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے، تاہم اگر کسی نے بھول کر آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملائی تو یہ بمنزلہ تکرار قرأت کے ہو کر اس سے سجدہ سہولازم نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے بغیر سجدہ سہو کے نماز صحیح ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو قرء فی الآخرین الفاتحة، والسورة، لا یلزمہ السهو، وهو الأصح. (۱)

ترجمہ:

اور اگر آخری دو رکعتوں میں فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی سورت کو ملا کر قرأت کی ہو تو اس پر سجدہ سہولازم نہیں آتا اور یہی قول اصح ہے۔



قعدہ میں شریک مسبوق کے تشہد کا حکم

سوال نمبر (74):

کوئی مسبوق امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو جائے اور بعینہ اسی وقت امام قیام کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں یہ شخص اپنا تشہد پورا کرے گا یا امام کی متابعت کرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی قیام کے لیے کھڑا ہوگا؟

بیٹو! توجروا

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/۱۲۶

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے مقتدی کے لیے نماز کے دوران امام کی متابعت ضروری ہے، تاہم بعض مواضع میں شریعت کی طرف سے تاخیر کی بھی اجازت ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر کوئی شخص امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو جائے اور امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور مقتدی نے تشہد پورا نہیں کیا ہو تو مختار قول یہ ہے کہ مقتدی تشہد پورا کر کے امام کے ساتھ شامل ہو، البتہ اگر کسی نے تشہد پورے کیے بغیر امام کی متابعت کی تو بھی نماز صحیح ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

إذا أدرك الإمام في التشهد، وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي أو سلم الإمام في آخر الصلوة قبل أن يتم المقتدي التشهد، فالمختار أن يتم التشهد كذا في الغيبة، وإن لم يتم أجزاءه. (۱)

ترجمہ:

مقتدی تشہد میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور امام مقتدی کے تشہد پورا پڑھنے سے پہلے کھڑا ہو گیا یا مقتدی کے تشہد پورا پڑھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو (اس صورت میں) مختار حکم یہ ہے کہ مقتدی تشہد پورا پڑھ لے اور اگر پورا نہیں کیا تو پھر بھی نماز جائز ہو جائے گی۔



مسبق کا فوت شدہ پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا

سوال نمبر (75):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص جماعت کی نماز کے آخری دو رکعتوں میں شامل ہو جائے اور پہلی دو رکعتیں اس سے رہ گئی ہوں تو اکیلے دو رکعت ادا کرتے وقت یہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے گا یا نہیں؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

احنافؒ کے نزدیک مسبوق، قرأت کے اعتبار سے نماز کے پہلے حصہ کی، جب کہ تشہد کے حق میں نماز کے آخری حصہ کی قضا لوٹاتا ہے، چنانچہ سابقہ رکعتوں کی ادائیگی میں اس کی حیثیت منفرد کی ہوگی، لہذا جو مسبوق ظہر، عصر یا عشا کی نماز میں امام کے ساتھ آخری دو رکعت پالے تو وہ امام کی فراغت کے بعد اکیلے دو رکعت ادا کرے گا اور ان دونوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی ملائے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وہو منفرد) حتیٰ یشئ، ویستعوذ، ویقرأ، وإن قرأ مع الإمام... ویقضي أول صلواته في حق قراءة، وأخبرها في حق تشهد... الخ. (۱)
ترجمہ:

اور مسبوق فوت شدہ نماز کے ادا کرتے وقت منفرد کی طرح ہے۔ یہاں تک کہ وہ ثنا، تعوذ اور قرأت کرے گا، اگرچہ اس نے امام کے ساتھ ایک مرتبہ قرأت کی ہو... اور وہ قرأت کے اعتبار سے نماز کے پہلے حصہ کی، جب کہ تشہد کے اعتبار سے نماز کے آخری حصہ کی قضا لوٹائے گا۔



باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

(ان چیزوں کا بیان جو نماز کو فاسد یا مکروہ کر دیتی ہیں)

عبادات کے باب میں مفسدات اور مہلکات کا معنی ایک ہی ہے، یعنی کسی ایسے عمل کا ارتکاب جس سے عبادت، عبادت کے درجے سے نکل جائے، چاہے اس عمل سے کوئی شرط یا رکن فوت ہو جائے یا وہ اس عبادت کے بنیادی روح سے متصادم ہو۔

مفسداتِ صلوٰۃ کے بارے میں سب سے جامع بحث علامہ شرنبلالی نے ذکر فرمائی ہے جنہوں نے تقریباً ستر چیزوں کو نماز کے لیے مفسد قرار دیا ہے۔ انہی مفسدات کا شخص تذکرہ پیش خدمت ہے۔

(۱) نماز کے دوران کوئی بھی کلام چاہے ارادے سے ہو یا بھول کر ہو، تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، مفید ہو یا غیر مفید، نماز کی صحت و اصلاح کے لیے ہو یا نہ ہو؛ بہر صورت مفسدِ صلوٰۃ ہے، بشرط یہ کہ وہ کلام اس قدر بلند آواز سے ہو جو خود سننے کے قابل ہو۔

(۲) کوئی بھی ایسی دعا جو مخلوق کے کلام سے مشابہہ ہو، مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

(۳) کسی شخص کو سلام کرنا، سلام کا جواب دینا یا مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھانا مفسدِ صلوٰۃ ہے، ارادے کے ساتھ ہو یا بغیر ارادے کے ہو۔

(۴) عمل کثیر یعنی ایسا عمل کرنا جسے دیکھ کر کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا یا جس کو نمازی خود ہی عمل کثیر سمجھ لے۔

(۵) قبلہ کی جانب سے سینہ کا پھر جانا۔

(۶) نماز کے دوران منہ میں کوئی چیز داخل کر کے کھانا، اگرچہ تل کے برابر ہی کیوں نہ ہو، تاہم اگر پہلے سے منہ کے اندر ہو، پینے کے دانے سے کم ہو اور عمل قلیل کے ذریعے کھالے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ مکروہ ضرور ہوگی۔ ان میں ایک بھی شرط نہ ہو تو نماز فاسد ہوگی۔

(۷) نماز کے دوران پانی یا کوئی اور چیز پی لینا۔

(۸) نماز کے دوران بلا عذر اس طور پر کھانا سنا کہ اس سے حروفِ تنجی بن جائیں، مفسدِ صلوٰۃ ہے۔ کسی بیماری کی وجہ سے کھانا سنا، آواز صاف کرنا، امام کو غلطی کی طرف متوجہ کرنا اور ناواقف شخص کو اپنے بارے میں حالتِ نماز میں ہونے کی اطلاع دینا سب کے سب اعذار شمار ہوتے ہیں جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اسی طرح جمائی یا چھینک اگر روکنے کے قابل نہ رہے اور اس سے آواز پیدا ہو جائے تب بھی یہ مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔

(۹) نماز کے دوران کوئی چیز تھوکنایا اس طور پر پھونکنا کہ اس کی آواز خود سن سکے۔

(۱۰) درد اور تکلیف کی وجہ سے رونایا اُف، اوہ وغیرہ الفاظ منہ سے نکالنا، اس طور پر کہ خود سن سکے، تاہم اگر یہ افعال بطور خشیت الہی سرزد ہوں یا اضطرابی ہوں تو ان سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۱۱) نماز کے دوران کسی بھی مسنون دعایا قرآنی آیت کے ذریعے کسی شخص کو جواب دینا مفسد صلوٰۃ ہے، تاہم اگر مذکورہ اشیاء کسی کے جواب کے طور پر نہ ہوں بلکہ بطور ذکر و دعا ہوں تو ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۱۲) تیمم کرنے والا شخص قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد سے پہلے پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا، موزوں پر مسح کیا ہوا تھا اور مسح کی مدت مکمل ہو گئی، اُمی یعنی ان پڑھ تھا اور اچانک درمیان نماز میں آیت قرآنی یاد آ گئی، برہنہ نماز پڑھنے والے کو کپڑا میسر آیا، پٹی باندھنے والے کی پٹی صحت مند ہونے کی وجہ سے گر گئی تو ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۳) حدیث لاحق ہونے کے بعد امام کا کسی غیر اہل شخص، مثلاً: معذور یا اُمی کو اپنی جگہ امام بنانا

(۱۴) نماز کے دوران بے ہوش ہو جانا، دیوانہ ہو جانا یا نظر و احتلام کی وجہ سے انزال ہو جانا

(۱۵) نماز کے دوران اپنے فعل یا کسی دوسرے شخص کے فعل سے کسی مفسد طہارت چیز کا پیش آ جانا

(۱۶) کوئی ایسی عورت جو شہوت کی عمر کو پہنچ گئی ہو، کسی مرد کے برابر رکوع و سجدہ والی نماز میں اس طرح کھڑی ہو جائے کہ

اس کے ٹخنے اور پنڈ لیاں مرد کے ٹخنوں اور پنڈ لیوں کے برابر آ جائیں اور ایک رکن اس حالت میں ادا کر لے، دونوں کی

نماز ایک ہو، دونوں ایک امام کی اقتدا میں ہوں یا وہ مرد امام اور عورت مقتدی ہو، دونوں کے درمیان ایک ہاتھ (شرعی

گزن) کے بقدر فاصلہ نہ ہو، امام نے اس عورت کی اقتدا کی نیت بھی کی ہو اور مرد نے خاتون کو پیچھے جانے کا اشارہ بھی نہ

کیا ہو تو ان شرطوں کے ساتھ صرف مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ مرد نے ”اُخروہن من حیث اُخروہن

اللہ“ کی رو سے عورت کو محاذات سے نکال کر پیچھے کرنے کا فرض ادا نہیں کیا حالانکہ فقہائے کرام نے عورت کو پیچھے

رکھنا بھی مرد کے لیے فرائض نماز میں سے قرار دیا ہے، لہذا فرض چھوڑنے کی وجہ سے صرف مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی،

اور اگر مرد نے عورت کو پیچھے جانے کا اشارہ کیا پھر بھی وہ پیچھے نہ گئی تو صرف عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی، مرد کی

نماز فاسد نہیں ہوگی اس لیے کہ مرد نے ”اُخروہن“ والی حدیث پر بقدر وسعت عمل کر کے اپنا فریضہ پورا کر لیا ہے۔

(۱۷) نماز میں چلنے سے متعلق اصول یہ ہے کہ اگر اصلاح نماز (حدیث پیش آنے کے بعد اسی نماز پر بنا کرنے کے لیے

وضو کرنے) کے لیے چلنا پڑے تو پانی یا وضو خانے تک پہنچنے کے لیے دور تک چلنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اصلاح نماز

مقصود نہ ہو تو پھر اگر مسجد میں نماز پڑھی جا رہی ہو تو دو صفوں کی مقدار سے کم چلنا یا آگے ہو جانا جائز ہے البتہ اگر ایک صف

کی مقدار چلے، پھر رکے اور ایک رکن کے بقدر وقفہ کر کے پھر آگے بڑھے تو اسی طریقے پر کئی صفیں آگے جانے کے باوجود نماز فاسد نہیں ہوگی، بشرط یہ کہ مسجد یا امام کی حدود سے تجاوز نہ کرے اور اگر نماز کسی صحرا میں پڑھی جا رہی ہو تو جماعت کی صفوں یا امام یا سترہ سے بڑھ جانا مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

(۱۸) نمازی اپنے امام کے سوا کسی اور کو لقمہ دے تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر لقمہ قبول کرنے والا خود بھی نماز میں ہو تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

(۱۹) نماز کے دوران قرآن دیکھ کر ایسے حصے کی تلاوت کرنا جو زبانی یاد نہ ہو، مفسدِ صلوٰۃ ہے، چاہے قرآن کا نسخہ ہاتھ میں ہو یا سامنے کسی اور چیز پر ہو، البتہ جو حصہ زبانی یاد ہو تو کسی اور چیز پر پڑے ہوئے قرآن کے نسخے میں اس کی تلاوت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۲۰) نماز میں جس درجہ بے ستری یا نجاست ناقابلِ عفو ہے، اس قدر بے ستری یا نجاست کے ساتھ نماز کا ایک رکن گزر جائے، یعنی اتنا وقت جس میں تین بار تسبیح پڑھی جاسکتی ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نجاست فوراً دور کر دے یا بلا وقفہ ستر کو چھپا دے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۱) مقتدی کسی رکن میں پہلے چلا جائے اور امام کے ساتھ اس کی شرکت بھی نہ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے: امام سے پہلے رکوع میں چلا جائے اور ابھی امام رکوع میں گیا بھی نہیں کہ سر اٹھالے۔

(۲۲) قعدۂ اخیرہ کے بعد کسی فوت شدہ رکن کی ادائیگی کے بعد قعدہ اخیرہ کا اعادہ نہ کرنا مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

(۲۳) تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد نماز ختم کرنے کی نیت سے سلام پھیرنا، اگرچہ نیت اور گمان میں غلطی ہو جائے۔

(۲۴) نیند کی حالت میں ادا شدہ رکن کا اعادہ نہ کرنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے۔

(۲۵) ہر وہ فعل جس سے وضو یا غسل واجب ہو، مفسدِ صلوٰۃ ہے۔ اسی طرح بلا عذر کسی رکن یا شرط کو چھوڑ دینا بھی مفسدِ صلوٰۃ ہے۔ (۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا: ۲/۳۷۰-۳۹۳، مراقی الفلاح،

کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ، ص: ۲۶۰-۲۷۵، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب السابع، الفصل الاول فی مایفسدہا:

جن چیزوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

(۱) نماز کے دوران کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھنے یا سمجھنے سے نماز نہیں ٹوٹی، چاہے وہ قرآن ہو یا غیر قرآن، سمجھنے کی نیت کی ہو یا نہیں، تاہم ایسا کرنا خلاف ادب ہے۔

(۲) منہ یا دانتوں کے اندر موجود کھانے کی چیز کو عمل کثیر کے بغیر کھانا

(۳) نمازی کے سامنے عورت، گدھے یا کتے وغیرہ کا گزر جانا

(۴) نماز کے دوران عورت کے کسی بھی عضو کو دیکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی چاہے شہوت کے ساتھ ہو یا بلا شہوت (۱)

مکروہات نماز:

مکروہ محبوب کی ضد ہے، یعنی ناپسندیدہ چیز۔ فقہائے کرام کی اصطلاح میں ”جس چیز کو ترک کرنا اور چھوڑنا بہتر ہو تو ایسی چیز سے بچنے کے بارے میں اگر دلیل قطعی آجائے تو وہ حرام کہلاتی ہے اور اگر دلیل ہو، لیکن ظنی ہو تو وہ مکروہ تحریمی کہلاتی ہے اور اگر منع کرنے کے بارے میں کوئی ٹھوس دلیل نہ ہو تو مکروہ تنزیہی کہلاتی ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ وہ تمام باتیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کسی بھی درجے میں ممانعت ثابت ہو یا وہ تقاضائے تعظیم و احترام کے خلاف ہوں، وہ سب مکروہ ہیں، البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ مکروہ تنزیہی اباحت اور حلت کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی حرمت کے قریب ہوتا ہے۔ ان دونوں کے مابین ایک اور فرق بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز ترک واجب کو مضمّن ہو وہ مکروہ تحریمی ہے اور جو ترک سنت کو مضمّن ہو تو وہ مکروہ تنزیہی ہے، تاہم ترک سنت میں سنت کو بھی دیکھا جائے گا، سنت جس قدر مؤکد ہوگی اس کا ترک اس قدر سخت مکروہ ہوگا۔

فقہائے کرام کے ہاں ترک واجب یا ترک سنت کو مضمّن ہونے کے علاوہ ہر وہ چیز بھی مکروہ شمار ہوگی جس کا نماز کے مقصد اور روح سے کوئی تعلق نہ ہو، یعنی نہ تو اس سے نماز یا خشوع و خضوع کی تکمیل ہو رہی ہو اور نہ وہ کسی ضرر کو دفع کرنے کا سبب ہو۔ اسی طرح ہر وہ عمل جس سے دل نماز سے مشغول ہو جائے یا وہ اہل کتاب، متکبرین اور فساق کی عادت سمجھی جاتی ہو وہ بھی مکروہ ہوگی، البتہ تحریم و تنزیہ کا فرق کرنے کے لیے دلیل یا کسی شرعی حکم سے مشابہت کو دیکھا جائے گا۔

مکروہ تحریمی کا حکم یہ ہے کہ اس کے ارتکاب کے باوجود نماز تو ادا ہو جاتی ہے، لیکن اس کا اعادہ واجب

ہوگا، تاہم مکروہ تنزیہی کے ارتکاب پر نماز کا اعادہ واجب تو نہیں، البتہ مستحب ضرور ہے۔ (۲)

(۱) مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی ما لا یفسد الصلوٰۃ، ص: ۲۷۷-۲۷۹

(۲) حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی المکروہات، ص: ۲۷۹، ۲۸۰

چند اہم مکروہات:

مکروہات کی تعیین میں فقہائے کرام نے کافی بسط و تفصیل سے کام لیا ہے۔ مذکورہ بالا قواعد کی روشنی میں ان کی تعیین خود بھی کی جاسکتی ہے۔ علامہ شرنبلالی نے ان کی تعداد ستتر (۷۷) ذکر کی ہے، ان میں سے چند اہم مکروہات یہ ہیں:

کپڑوں، داڑھی یا جسم سے کھیلنا، کپڑے سمیٹنا (البتہ رکوع و سجدہ کے بعد دامن کھینچ لینا درست ہے)، بلا ضرورت پیشانی سے لگی ہوئی مٹی یا گھاس وغیرہ پونچھنا یا پسینہ پونچھنے میں مبالغہ کرنا، نماز میں ہاتھ سے آیات و تسبیحات کو شمار کرنا اور گننا، سجدہ گاہ سے سنکریوں کو ہٹانا (تاہم سجدہ میں آسانی کی خاطر ایک مرتبہ ایسا کرنا درست ہے)، انگلیاں چٹکانا اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا، کمر یا کھوکھ پر ہاتھ رکھنا، چہرہ کو قبلہ کی طرف سے دائیں بائیں پھیرنا، تاہم صرف گوشہ چشم کو دائیں بائیں کر کے دیکھنا مکروہ نہیں، البتہ اگر سینہ بھی پھر جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، آسمان کی طرف سرائٹھا کر دیکھنا، اشارہ سے سلام کا جواب دینا، بلا عذر آلتی پالتی بیٹھنا، سجدہ میں ہاتھ زمین پر بچھنا، کپڑے یا چادر وغیرہ کو کندھوں سے لٹکائے رکھنا، سستی کی وجہ سے بلا عذر کھلے سر نماز پڑھنا اور اس کو عادت بنالینا، کہنیاں کھلی رکھنا، کسی کپڑے کو اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ باہر نہ نکل سکے، اس طرح چادر یا لباس اوڑھنا جس کو پہن کر شائستہ لوگوں کی مجلس میں نہ جایا جاتا ہو، ناک اور منہ ڈھک کر رکھنا، ضرورت شدیدہ کے بغیر جمائی لینا یا جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ نہ رکھنا، آنکھوں کو بند رکھنا، پیشاب یا پاخانہ کے شدید تقاضے کے وقت نماز ادا کرنا، بلا ضرورت کھانا یا عمل کثیر کے بغیر تھوکرنا، نماز کے افعال کو اتنی جلدی ادا کرنا کہ سنت کی رعایت نہ ہو سکے، صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کسی شخص کا جماعت سے الگ تنہا نماز ادا کرنا، اگلے صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے صف میں تنہا نماز پڑھنا (البتہ اگر صف میں گنجائش نہ ہو تو ایک شخص کو پیچھے کھینچ کر اپنے ساتھ شریک کر لے)، نمازی کے سامنے قبر یا تصویر کا اس طور پر ہونا جس کو وہ بلا تکلف دیکھ سکے، فرض نمازوں میں ایک ہی سورت کو ایک ہی رکعت میں دانستہ مکرر پڑھنا، جمعہ یا سری نمازوں میں آیت سجدہ کی تلاوت کرنا، سجدہ میں جاتے ہوئے بلا عذر گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو رکھنا، نماز کے کسی بھی فعل میں مقتدی کا امام پر سبقت کرنا، رکوع و سجدہ میں قرأت کرنا، عمامہ کے لپیٹ پر سجدہ کرنا، گرمی یا سردی سے بچنے کے لیے پہنے ہوئے کپڑے کے کسی حصے کو سجدہ گاہ میں بچھا دینا، بلا عذر ایک پاؤں پر کھڑا ہونا، عطریا کوئی پھول وغیرہ سونگھنا، سجدہ وغیرہ میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے منحرف ہونا، امام کا تنہا محراب کے بالکل اندر کھڑا ہونا، امام کا تنہا ایک ہاتھ اونچی سطح پر کھڑا ہونا یا کیلے ہی ایک ہاتھ نشیب میں کھڑا ہونا، کسی شخص کے چہرے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، بلا عذر نماز میں دو صف سے کم مقدار میں چلنا، رکوع میں سر کو بالکل جھکانا یا بالکل اونچا کرنا، تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں سے اوپر یا

کندھوں سے نیچے تک ہاتھ اٹھانا، سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے ملانا، مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنا، فرض کی دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے کم از کم تین آیات کے بقدر طویل کرنا، پہلے کی سورت بعد میں اور بعد کی سورت کو پہلے پڑھنا، دوسورتوں کے درمیان ایک چھوٹی سورت چھوڑ دینا، ناک کو چھوڑ کر صرف پیشانی پر سجدہ کرنا، لوگوں کی گزرگاہ یا کسی نامناسب جگہ نماز پڑھنا، سورت فاتحہ کے علاوہ کسی خاص سورت کو کسی خاص نماز میں قرأت کے لیے ایسا مختص کرنا جس کو کبھی بھی نہ چھوڑا جائے، البتہ احادیث میں جن سورتوں کے پڑھنے کا اہتمام مذکور ہے ان کو اہتمام کے ساتھ پڑھنا اور کبھی کبھی چھوڑ دینا مسنون ہے تاکہ اس کے واجب ہونے کا ابہام نہ رہے۔ (۱)

جن چیزوں کی وجہ سے نماز توڑنا واجب یا جائز ہے:

فقہائے کرام کے ہاں بعض صورتوں میں نماز توڑنا واجب ہے اور بعض صورتوں میں جائز ہے۔ اصولی طور پر ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

(۱) کسی ایسی مصیبت میں گرفتار شخص کی مدد کرنے کے لیے نماز توڑنا واجب ہے جس کی وجہ سے اس کی جان تلف ہونے یا ڈوبنے یا جلنے کا خطرہ ہو، اگرچہ فرض نماز ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) نوافل پڑھتے ہوئے اگر والدین آواز دیں تو جواب دینا جائز ہے، واجب نہیں۔ تاہم اگر ضرورت شدید ہو تو اس کا حکم بھی پہلی صورت جیسا ہے۔

(۳) ایک درہم کے بقدر مال کو چوری سے بچانے کے لیے نماز توڑنا جائز ہے اگرچہ کسی اور کا ہی کیوں نہ ہو۔ یہی حکم مسافر کا بھی ہے اگر وہ اپنے مال و متاع سے متعلق چوری کا خطرہ محسوس کرے۔

(۴) جانوروں کے ریوڑ پر درندے کے حملے کا خوف، کسی اندھے کا گڑھے میں گرنے کا خوف، دایہ کے لیے بچے یا اس کی ماں کی موت کا خوف ایسے اعذار ہیں جن کی وجہ سے نماز کو توڑنا یا مؤخر کرنا جائز ہے بلکہ اضطراری حالت میں واجب ہے۔ (۲)

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی المکروہات، ص: ۲۸۰-۲۹۶، الفتاویٰ الہندیہ،

الباب السابع فی مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، الفصل الثانی فی ما یکرہ فی الصلوٰۃ وما لا یکرہ: ۱۰۵-۱۰۹

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی ما یوجب قطع الصلوٰۃ وما یجیزہ، ص: ۳۰۲، ۳۰۳

فصل فی المفاسدات

نماز میں کسی کے کہنے یا اشارے سے کوئی کام انجام دینا

سوال نمبر (76):

دو آدمی ایک ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب دونوں قعدہ میں بیٹھے تو ایک کی قمیص دوسرے کے گھٹنے کے نیچے آگئی اور وہ نماز سے پہلے فارغ ہو گیا، جب وہ اٹھنے لگا تو دوسرا جو ابھی تک نماز میں مشغول تھا، اُس نے اس کی قمیص چھوڑنے کے لیے گھٹنا اٹھایا۔ سوال یہ ہے کہ نمازی کے اس فعل سے اُس کی نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟
بجسواؤ جردا

الجواب وبالله التوفیق:

بظاہر اس مسئلے کی تین صورتیں بنتی ہیں:

- 1۔ پہلی صورت یہ ہے کہ نمازی نے کسی کے کہنے یا اشارے سے گھٹنا نہیں اٹھایا ہو، بلکہ خود احساس کر کے اٹھایا ہو۔
- 2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے نے کہا ہو یا اشارہ کیا ہو، اور اس کی تعمیل میں نمازی نے گھٹنا اٹھایا ہو۔
- 3۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ دوسرے نے اس سے کہا ہو، لیکن نمازی نے فوراً گھٹنا نہیں اٹھایا ہو، بلکہ کچھ دیر ٹھہر کر اپنی رائے اور مرضی سے اٹھایا ہو۔

چونکہ نماز میں کسی کا حکم ماننا نماز کے فساد کا سبب ہوا کرتا ہے اور یہ دوسری صورت میں پایا جاتا ہے، اس لیے دوسری صورت میں نماز فاسد ہوگی۔ پہلی اور تیسری صورت میں چونکہ دوسرے کے حکم کی تعمیل نہیں، اس لیے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

حتى لو امتثل أمر غيره، فقليل له تقدم فتقدم، أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له، فسدت، بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه وقال ابن عابدين قوله: (أو دخل فرجة... الخ) المعتمد فيه عدم الفساد (۱) ترجمہ: اگر کسی نے غیر کے حکم کی تعمیل کی، یعنی اس سے کہا گیا کہ آگے بڑھو، تو وہ آگے بڑھا، یا کوئی صف میں تھوڑی سی جگہ پا کر داخل ہونے لگا تو اس نے اسے جگہ دیدی، اس سے نماز فاسد ہوگی۔ بلکہ ایسا کرے کہ کچھ انتظار کرے،

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۳۸۱/۲

پھر اپنی رائے سے آگے بڑھے (اس سے نماز فاسد نہ ہوگی) اور علامہ شامی مصنف کے قول (او دخل فرجہ... الخ) کے تحت فرماتے ہیں کہ اس صورت میں عدم فساد کا قول معتبر ہے۔



نماز میں عورت کا مرد کے ساتھ برابر کھڑا ہونا

سوال نمبر (77):

اگر کوئی عورت باجماعت نماز میں مرد کے ساتھ کھڑی ہو جائے اور امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی ہو تو کیا مرد کی نماز فاسد ہوگی؟ اور بالفرض اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو، تو اس صورت میں مرد کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

بیِّنُوا تَوَجَّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت کی رو سے اگر کوئی عورت مرد کے ساتھ نماز میں برابر کھڑی ہو جائے، تو مرد کی نماز اس وقت فاسد ہوتی ہے جب محاذات کی تمام شرائط پائی جائیں اور ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امام نے اس عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔

صورتِ مسئلہ میں جب امام نے اس کی نیت نہیں کی ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر امام نے اس عورت کی امامت کی نیت کی ہو تو پھر اس کے برابر کھڑے ہونے سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، بشرطیکہ محاذات کی دیگر شرائط بھی پائی جائیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وقيد بنية الإمامة؛ لأنه لو لم ينو الإمام إمامتها لا تفسد صلوة من حاذته مطلقاً. (۱)

ترجمہ: (اور جب مرد کے ساتھ عورت برابر کھڑی ہو جائے، تو اس صورت میں نماز کے فساد کے حکم) کو امام کی نیت کے ساتھ مقید کیا، اس لیے کہ اگر امام نے اس کی امامت کی نیت نہیں کی ہو تو عورت کا محض اس کے برابر کھڑے ہونے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة، تحت قوله: (إن حاذته مشبهة): ۶۲۷/۱.

نماز میں پاگل عورت کا مرد کے ساتھ برابر کھڑا ہونا

سوال نمبر (78):

باجماعت نماز کے دوران ایک پاگل عورت مسجد میں داخل ہو کر ایک مرد کے ساتھ بالکل برابر میں کھڑی ہوگئی۔ کیا اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

کسی عورت کا نماز میں مرد کے برابر کھڑے ہونے سے مرد کی نماز اُس وقت فاسد ہوتی ہے جب محاذات کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس عورت کی نماز صحیح ہو، لہذا اگر وہ پاگل یا مجنون ہو تو چونکہ اُس کی نماز درست نہیں اس لیے اُس کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں چونکہ عورت پاگل ہے اور اس کی نماز درست نہیں ہے، اس لیے مرد کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

محاذاة المرأة الرجل مفسدة لصلوته، ولها شرائط: ... منها أن تكون ممن تصح منها الصلوة،

حتى أن المجنونة إذا حاذته لا تفسد صلوته. (۱)

ترجمہ:

کسی عورت کا مرد کے ساتھ برابر کھڑے ہونے سے مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، مگر اس کے لیے کچھ شرائط ہیں۔۔۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ عورت ایسی ہو کہ اس کی نماز درست ہو، اس لیے اگر کوئی پاگل عورت مرد کے برابر کھڑی ہوگئی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام والمأموم: ۸۹/۱.

نماز میں دونوں ہاتھوں سے چادر اوڑھنا

سوال نمبر (79):

دوران نماز دونوں ہاتھ سے چادر اوڑھنے یا کرتہ وغیرہ سیدھا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

دوران نماز چادر اوڑھنا یا کرتہ سیدھا کرنا عمل قلیل شمار ہوتا ہے اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن ایک ہی رکن میں عمل قلیل تین یا تین سے زیادہ مرتبہ کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ عمل قلیل بار بار کرنے سے عمل کثیر میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہوتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

و کذا إذا تردی برداء أو حمل شیئاً خفیفاً بحمل بید واحدة... لہ تفسد صلوٰتہ کذا فی

فتاویٰ قاضی خان (۱)

ترجمہ:

اسی طرح جب چادر اوڑھے یا کوئی ہلکی چیز اٹھائے جسے ایک ہاتھ سے اٹھایا جاسکتا ہو تو اس کی وجہ سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

وما عمل بواحدة قلیل، وإن عمل بهما، كحل السراويل، ولبس القلنسوة، ونزعها إلا إذا تكرر

ثلاثاً متوالية... الحركات الثلاث المتوالية كثير، وإلا فقليل (۲)

ترجمہ:

جو عمل ایک ہاتھ سے کیا جاسکتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ دو ہاتھوں سے کیا جائے، جیسے: شلووار کھولنا، ٹوپی پہننا اور نکالنا،

البتہ اگر تین مرتبہ پے در پے کیا جائے (تو کثیر ہے)، کیونکہ متواتر تین مرتبہ کوئی حرکت کرنا کثیر ہے، ورنہ قلیل ہے۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب سابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا: ۱۰۲/۱.

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، مطلب فی التشبیہ بأهل الكتاب: ۳۸۵/۲.

نماز میں باتیں کرنا

سوال نمبر (80):

ایک شخص نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں پر سلام پھیر کر مقتدیوں سے کہا کہ نماز جاری رہے گی اور مزید دو رکعت نماز پڑھائی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نماز میں بات کرنے سے نماز فاسد ہوگئی، لیکن مذکورہ شخص نے حدیث ذوالیدین سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ نماز درست ہے۔ سوال یہ ہے کہ بات کرنے سے ان لوگوں کی نماز فاسد ہوگئی ہے یا نہیں؟

بَیِّنُوا نُجُورًا

الجواب وبالله التوفیق:

دوران نماز بات کرنے سے نماز بہر حال فاسد ہو جاتی ہے، چاہے قصد اہو، یا بھول کر ہو، یا جہالت کی بنا پر ہو۔ فقہ حنفی کی رو سے جس نماز میں بات کی جائے، اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اس قول کو امام ترمذی نے اکثر اہل علم کا قول قرار دیا ہے۔ حدیث ذوالیدین کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ بھول کر بات کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی درست نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث ذوالیدین کا تعلق اس زمانہ سے ہے، جب نماز میں بات کرنے کی اجازت تھی۔ پھر یہ حدیث زید بن ارقمؓ اور ابن مسعودؓ کی روایات سے منسوخ ہوگئی۔ ان روایات سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ ابتدا میں دوران نماز بات کرنا یا سلام کرنا درست تھا، لیکن بعد ازاں نماز کی حالت میں خاموشی کی تاکید کی گئی، اور ہر قسم کی بات کرنے سے منع کیا گیا۔ حدیث ذوالیدین منسوخ ہونے کے لیے ایک قرینہ یہ ہے کہ ذوالیدین بدر میں شہید ہو گئے تھے اور زید بن ارقمؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی روایتیں مدینہ کی ہیں اس لیے کہ ﴿وَقَوْمُ الْمَدِينَةِ﴾ قرینہ میں نازل ہوئی ہے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نماز میں جان بوجھ کر کلام کیا تھا حالانکہ جان بوجھ کر کلام کرنے سے بالاتفاق نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس کے باوجود حضور ﷺ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے، بعد میں زید بن ارقمؓ اور ابن مسعودؓ کی روایتوں سے نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا اس لیے صورت مسئلہ میں نماز فاسد ہوگئی ہے اور اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن زید بن ارقمؓ قال: "كنا نتكلم خلف رسول الله ﷺ في الصلوة، يكلم الرجل منا صاحبه

إلى جنبه حتى نزلت ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ فامرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام. (۱)
ترجمہ:

زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے باتیں کیا کرتے تھے، ہم میں سے ایک شخص اپنے پہلو میں کھڑے ہوئے ساتھی کے ساتھ بات کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ آیت ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہمیں بات کرنے سے منع کیا گیا۔

إذا تكلم في صلاته ناسياً أو عامداً، خاطئاً أو قاصداً، قليلاً أو كثيراً، تكلم لإصلاح صلاته، بأن قام الإمام في موضع القعود، فقال له المقتدي: أقعد، أو قعد في موضع القيام، فقال له: قم، أو لإصلاح صلاته، ويكون الكلام من كلام الناس استقبل الصلاة عندنا. (۲)
ترجمہ:

جب نمازی نماز کے دوران بھول کر یا قصداً، غلطی سے یا عمداً، تھوڑی یا زیادہ بات کرے، خواہ وہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو، مثلاً امام قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے تو مقتدی اس کو کہے کہ: ”بیٹھ جاؤ“ یا کھڑے ہونے کی بجائے بیٹھ جائے تو مقتدی اس کو کہے کہ: ”کھڑے ہو جاؤ“ یا نماز کی اصلاح کے لیے نہ ہو اور وہ بات لوگوں کی عام باتوں سے مشابہ ہو تو ہمارے ہاں (ان تمام صورتوں میں اس کی نماز فاسد ہوگی)، لہذا وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔



نماز میں رونا

سوال نمبر (81):

اگر کوئی شخص دوران نماز جنت کے شوق، دوزخ کے خوف یا ذکر الہی کے عشق میں رونے لگے اور اس سے رونے کی آواز نکلے تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) الترمذی، أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، جامع الترمذی، أبواب الصلاة، باب فی نسخ الکلام فی الصلاة: ۹۲/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا: ۹۸/۱

الجواب وبالله التوفیق:

احادیث مبارکہ اور فقہائے کرام کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مطلق رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ کا نماز میں رونا مختلف روایتوں سے ثابت ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ اگر نماز میں رونا جنت کے شوق، دوزخ کے خوف، یا ذکر الہی یا اس قسم کی کسی وجہ سے ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن اگر رونا کسی جسمانی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو پھر نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لیے کہ کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے رونا شکایت کی مانند ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وفی شرح المنیۃ: إذا بکیٰ فیہا، وحصل منہ صوت مسموع، فإن کان من ذکر الحنۃ، أو النار، أو نحوہما لم یقطعہا؛ لأنہ بمنزلۃ الدعاء بالرحمۃ، والعفو، وإن کان من وجع أو مصیبة یقطعہا؛ لأنہ بمنزلۃ الشکایۃ. (۱)

ترجمہ:

جب نماز میں رونے لگے اور اس سے کوئی سنائی دینے والی آواز بھی پیدا ہو جائے تو اگر رونا جنت اور دوزخ کی یاد یا اس قسم کی کسی وجہ سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ دعائے رحمت اور معافی مانگنے کی طرح ہے اور اگر رونا کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو یہ نماز کو فاسد کر دیتی ہے، اس لیے کہ یہ شکایت کی مانند ہے۔



عمل کثیر کی تعریف اور نماز پر اس کا اثر

سوال نمبر (82):

بسا اوقات دوران نماز انسان کے ہاتھ غیر اختیاری طور پر متحرک رہتے ہیں۔ کبھی بدن کا کوئی حصہ کھجانے لگتا ہے اور کبھی پیڑے، ذرا جھمی، منہ، نچھ یا جسم کے کسی حصے کے ساتھ کھیلتا ہے۔ ایسی حرکات سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

- اس میں کوئی شک نہیں کہ دوران نماز جو حرکات نماز کی درستگی کے لیے نہ ہوں اور مقررہ حد سے بڑھ جائیں تو ان سے نماز نوٹ جاتی ہے۔ حد مقرر کرنے میں فقہائے کرام کے متعدد اقوال پائے جاتے ہیں:
- ۱۔ جو شخص اتنی حرکات کرے کہ دور سے دیکھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔
 - ۲۔ کوئی ایسا عمل جو دونوں ہاتھوں سے انجام دیا جاتا ہو، مثلاً: پکڑی باندھنا، یہ عمل کثیر کہلائے گا خواہ ایک ہاتھ سے کیا جائے
 - ۳۔ کوئی عمل قلیل مسلسل تین بار کرنا۔
 - ۴۔ عقل سلیم کا مالک جن حرکات کو حد سے زیادہ سمجھے، وہ زیادہ اور جن کو کم سمجھے وہ کم ہوں گی۔
 - ۵۔ نمازی کے ساتھ کوئی ایسا عمل جس کو وہ خود انجام نہ دے، جیسے کوئی بچہ ماں کی پستان چوسے۔

ان اقوال میں پہلے تین زیادہ مشہور ہیں۔ پھر ان میں سے بھی اکثر علماء نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے، کیونکہ جو عمل دونوں ہاتھوں سے کیا جائے یا مسلسل تین بار کیا جائے، تو دور سے دیکھنے والا یہی خیال کرے گا کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے، لہذا جو شخص دانستہ طور پر دوران نماز کپڑے، ڈاڑھی، مونچھ یا جسم کے کسی حصے کے ساتھ ایسا کھیلتا ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے تو ان حرکات سے اس کی نماز نوٹ جاتی ہے اور جب یہ کیفیت نہ ہو تو پھر نماز درست رہے گی۔

والدلیل علیٰ ذلك:

ويفسدها (كل عمل كثير) ليس من أعمالها، ولا لإصلاحها، وفيه أقوال خمسة: أصحابها (ملا

بشك) بسببه (الناظر) من بعيد (في فاعله أنه ليس فيها). (۱)

ترجمہ:

ہر وہ عمل کثیر نماز کو توڑ دیتا ہے جو نہ تو نماز کے اعمال میں سے ہو اور نہ نماز کی درستگی کے لیے کیا گیا ہو اور عمل کثیر کی تعریف میں پانچ اقوال ہیں جن میں سے زیادہ درست قول یہ ہے کہ دور سے دیکھنے والا اس عمل کے سبب یہ شک نہ کرے (بلکہ اُسے ظن غالب ہو) کہ اس عمل کا کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔



(۱) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب من فسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ۳۸۵/۲ - ۳۸۵

دوران نماز ستر کھل جانا

سوال نمبر (83):

بدن کا وہ عضو جس کا ڈھانپنا ضروری ہے، اگر نماز کے دوران کھل جائے تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نماز کے ساتھ ساتھ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

بَیِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفيق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کا پورا جسم سوائے ہاتھوں اور چہرے کے، اور مردوں کا ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے اعضا کا ڈھانپنا ہر حال میں فرض ہے، چاہے نماز کی حالت میں ہو، یا نماز کے علاوہ ہو۔ پھر اگر دوران نماز چوتھائی حصہ کے بقدر کوئی ایسا عضو کھل جائے جس کو چھپانا فرض ہو تو اس سے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اس سے کم ہو تو فاسد نہیں ہوتی، البتہ ستر کھل جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

إذا كان الستر فرضاً كان الانكشاف مانعاً جواز الصلوة ضرورة ... قليل الانكشاف لا يمنع الحواز؛ لما فيه من الضرورة ... والكثير يمنع لعدم الضرورة ... فقدّر أبو حنيفة، ومحمد الكثير بالربع، وقالوا: الربع وما فوقه من العضو كثير. (۱)

ترجمہ:

جب ستر ڈھانپنا فرض ہے تو اس کا کھل جانا نماز کے درست ہونے سے ضرور مانع ہوگا۔۔۔ البتہ تھوڑا کھلنا ضرورت کی بنا پر نماز سے مانع نہیں اور زیادہ کھلنا عدم ضرورت کی بنا پر مانع ہے۔۔۔ پھر ابو حنیفہؒ اور محمدؒ نے زیادت کی مقدار چوتھائی حصہ مقرر کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ عضو کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ کثیر ہے۔



(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الأركان: ۱/۴۴۵

غلطی سے بے جا لقمہ دینا

سوال نمبر (84):

مقتدی نے تشہد سے پہلے امام کو غلط فہمی کی بنا پر اس غرض سے لقمہ دیا کہ اب دوسری رکعت پڑھنی ہے، حالانکہ امام دوسری رکعت پڑھ چکا تھا تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر امام نماز میں بھول جائے تو شریعت مقتدی کو لقمہ دینے کی اجازت دیتی ہے۔ پھر یہ لقمہ دینا ضرورت کے درجے تک محدود رہے گا، اس لیے نماز میں بے جا لقمہ دینا سیکھنے سکھانے کی ظاہری صورت بن کر اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ اگر کسی مقتدی نے وہم کی بنا پر غلطی سے بے جا لقمہ دے دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ مقتدی امام کے ساتھ نماز میں شریک ہے اور اس نے اپنی نماز کی اصلاح کی نیت سے لقمہ دیا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

الحاصل أن الصحيح من المذهب أن الفتح علی إمامه لا یوجب فساد صلوة أحد، لا الفاتح،

ولا الآخذ مطلقاً فی کل حال. (۱)

ترجمہ:

حاصل یہ رہا کہ زیادہ درست قول یہ ہے کہ امام کو لقمہ دینا کسی بھی حال میں کسی کی نماز کو فاسد نہیں کرتا، نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے، نہ لینے والے کی۔



امام کا غیر مقتدی سے لقمہ لینا

سوال نمبر (85):

باجامعت نماز ہو رہی تھی کہ اچانک امام قرأت میں اٹک گیا۔ ایک شخص جو نماز میں شریک نہیں تھا، اس نے

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، تحت قوله (وفتحه علی غیر امامه) ۲/۱۰.

لقمہ دے دیا اور امام نے بھی لقمہ لے لیا تو کیا غیر نمازی سے لقمہ لینے کی صورت میں امام کی نماز فاسد ہوگئی یا نہیں؟
بیتنا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

امام کو ضرورت کی بنیاد پر صرف وہ شخص لقمہ دے سکتا ہے جو امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو۔ اگر کسی امام کو کوئی غیر نمازی لقمہ دے دے اور امام اس کے لقمہ سے اپنی قرأت کی درستگی کر لے تو اس سے امام کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ یہ بلا ضرورت سیکھنے سکھانے کی ایک صورت بن جائے گی جو دوران نماز جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإن فتح غیر المصلی علی المصلی، فأخذ بفتحہ تفسد. (۱)

ترجمہ:

اور اگر غیر نمازی نے کسی نمازی کو لقمہ دیا اور اُس نے لے لیا، تو اس سے (لقمہ لینے والے) کی نماز فاسد ہو جائے گی۔



نماز پوری ہونے سے پہلے سلام پھیرنے پر مقتدی کا امام کو لقمہ دینا

سوال نمبر (86):

مغرب کی نماز میں امام نے قعدہ اولیٰ کو آخری قعدہ سمجھ کر سلام پھیر دیا۔ کچھ مقتدیوں نے سبحان اللہ کہا تو امام کو یاد آیا اور تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ نماز مکمل کرنے کے بعد سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو امام اور مقتدیوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ نیز اگر امام ذکر و اذکار میں مشغول ہو جائے تو پھر کیا حکم ہوگا؟

بیتنا توجروا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا: ۹۹/۱.

الجواب وبالله التوفيق:

یہ بات ذہن نشین رہے کہ نماز کے دوران اگر مقتدی نماز کی اصلاح کی غرض سے امام کو لقمہ دے دے اور امام اس کے مطابق نماز کی درستگی کر لے تو اس سے امام یا مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اس لیے جب امام نے مغرب کی نماز میں قعدہ اولیٰ کو آخری قعدہ سمجھ کر سلام پھیر دیا اور مقتدیوں نے لقمہ دیا جس سے امام نے تیسری رکعت مکمل کر کے سجدہ سہو کر لیا تو نماز درست ہو گئی۔ امام سلام پھیرنے کے بعد جب تک قبلہ سے سینہ نہ پھیرے یا نماز کے منافی عمل میں مصروف نہ ہو جائے تو لقمہ لے کر نماز مکمل کر سکتا ہے، اس لیے سلام پھیرنے کے بعد ذکر و اذکار میں مشغول رہنا لقمہ لینے کے لیے مانع نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

الحاصل أن الصحيح من المذهب أن الفتح علی إمامه لا یوجب فساد صلوٰۃ أحد، لا الفاتح،

ولا إلا خدم مطلقا فی کل حال. (۱)

ترجمہ:

حاصل یہ رہا کہ ہمارے مذہب میں صحیح قول ہے کہ امام کو لقمہ دینا کسی بھی حال میں کسی کی نماز کو فاسد نہیں کرتا، نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے، نہ لینے والے کی۔



نمازی کا دوسرے امام کو لقمہ دینا

سوال نمبر (87):

اگر باجماعت نماز ہو رہی ہو اور قریب میں ایک شخص الگ نماز ادا کر رہا ہو۔ امام قرأت میں اٹک جائے تو الگ نماز ادا کرنے والا لقمہ دے دے اور امام لقمہ لے کر قرأت درست کر لے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

بیٹو! توجہ روا

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، تحت قوله (وفتحه علی غیر امامه) ۱۰/۲.

الجواب وبالله التوفیق:

امام کو وہ شخص لقمہ دے سکتا ہے جو امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو، اگر کوئی ایسا نمازی امام کو لقمہ دے جو امام کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہو اور امام لقمہ لے کر قرأت کی درستگی کر لے تو ان دونوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جس طرح غیر نمازی کا لقمہ نماز فاسد کر دیتا ہے، اسی طرح جو نمازی امام کا مقتدی نہ ہو، اس کا لقمہ لینا بھی نماز کو فاسد کر دیتی ہے، اس لیے کہ یہ تعلیم و تعلم کے حکم میں ہے جو دوران نماز جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

فإن كانا في الصلوة، فإما أن تكون الصلوة متحدة، بأن يكون المستفتح إماماً والفتاح مأموماً،
أولا يكون، ففي الثانية فسدت صلوة كل واحد منهما. (۱)
ترجمہ:

اگر دونوں نماز میں ہوں تو یا تو ان دونوں کی نماز ایک ہوگی کہ لقمہ لینے والا امام ہو، اور لقمہ دینے والا مقتدی یا نماز ایک نہیں ہوگی۔ دوسری صورت میں ان دونوں میں سے ہر ایک کی نماز فاسد ہو جائے گی۔



نماز میں امام کو لقمہ دینا

سوال نمبر (88):

اگر امام قرأت میں اٹک جائے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے نہیں لیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے پڑھنے کے بعد امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

بَيِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر امام صاحب واجب قرأت یعنی ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد اٹک جائے تو رکوع

(۱) العناية علیٰ هامش فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة: ۳۴۷/۱

میں چلا جائے یا کسی اور جگہ سے پڑھ لے، مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے، لیکن اگر واجب قرأت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ ایک گیا تو رکوع میں نہ جائے، بلکہ کسی اور جگہ سے پڑھ لے، مقتدی بھی لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ کچھ انتظار کرے۔ اگر امام یہی قرأت جاری رکھنا چاہے تو پھر لقمہ دے دے، تاہم امام لقمہ لے یا نہ لے واجب قرأت پوری ہوئی ہو یا نہیں، کسی صورت میں مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ مقتدی بلا ضرورت لقمہ دینے سے اجتناب کرے، اس لیے کہ لقمہ دینا تعلیم و تعلم یعنی سیکھنے سکھانے کی ایک صورت ہے جو نماز میں بلا ضرورت مکروہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

الحاصل أن الصحيح من المذهب أن الفتح علیٰ إمامه لا یوجب فساد صلوٰۃ أحد، لا الفاتح، ولا الأخذ مطلقاً فی کل حال. (۱)

ترجمہ:

حاصل یہ رہا کہ ہمارے مذہب میں صحیح قول ہے کہ امام کو لقمہ دینا کسی بھی حال میں کسی کی نماز کو فاسد نہیں کرتا، نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے، نہ لینے والے کی۔



امام کا لقمہ نہ لینے سے مقتدی کی نماز

سوال نمبر (89):

بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مقتدی امام کو لقمہ دے دے اور امام نہ لے تو امام اور مقتدی دونوں میں سے کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوتی جب کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، ان دونوں میں کون سا قول درست ہے؟

بیِّنُوا نَوْجِرُوا

الجواب وبالله التوفیہ :

بوقتِ ضرورت مقتدی امام کو لقمہ دے اور امام نہ لے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ فساد اور عدم فساد دونوں اقوال منقول ہیں، لیکن دونوں میں ”راجح“ قول عدم فساد کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، لہذا بعض فتاویٰ کا فتویٰ (کہ مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی) مفتی بہ قول کے موافق ہے۔

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، تحت قولہ (وفتحہ علیٰ غیر امامہ) ۱۰/۲

والذیل علیٰ ذلک:

واما اذا قرء، او تحول ففتح عليه تفسد صلوة الغائب، والصحيح انها لا تفسد صلوة الغائب

بكل حال. (۱)

ترجمہ: اور اگر امام نے (واجب قرأت) پڑھ لی ہو یا کسی اور جگہ سے پڑھنا شروع کیا اور مقتدی نے پھر بھی لقمہ دے دیا تو (ایک قول کے مطابق) فتقہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ لقمہ دینے والے کی نماز بہر حال فاسد نہیں ہوگی۔



نمازی کے سامنے سے عورت کا گزرتا

سوال نمبر (90):

اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور سامنے سے عورت گزر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ حدیث سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

صحیح احادیث اور فقہائے کرام کی عبارات کے مطابق نمازی کے سامنے عورت کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جس حدیث میں آیا ہے کہ عورت، گدھے اور کتے کا سامنے سے گزرتا نماز توڑ دیتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، بلکہ اکثر اوقات ان چیزوں کے سامنے گزرنے سے نمازی کی توجہ ہٹ جانے کی وجہ سے خشوع متاثر ہوتا ہے اس لیے تاکید کے طور پر فرمایا تاکہ نمازی ان چیزوں کی طرف توجہ نہ کرے، چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا نمازی کے سامنے آ جانے سے نماز پر اثر نہیں پڑتا۔

والذیل علیٰ ذلک:

عن عائشة قالت: إن السبيكة كان يصلي من الليل، وأنا معترضة بينه وبين القبلة كاعتراض الحنازة. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہدیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فيما يفسد الصلاۃ وما يكره فيها: ۹/۹۹

(۲) صحيح مسلم، كتاب الصلوة، باب سترة المصلي... ۱/۱۹۷، قدیمی کتب خانہ

ترجمہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ”حضور ﷺ رات کو اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ میں حضور ﷺ اور قبلہ کے درمیان پڑی ہوتی تھی جیسے جنازہ امام اور قبلہ کے درمیان پڑا ہوتا ہے۔“



نمازی کو سلام کرنا

سوال نمبر (91):

قرآن وحدیث کی روشنی میں نمازی کو سلام کرنے کے جواز یا ممانعت کی تفصیل مطلوب ہے۔ اگر نمازی کو سلام کرنا درست نہیں تو پھر ان روایات کا کیا جواب ہے جن میں صراحت کے ساتھ سلام کرنے اور جواب دینے کا ذکر ہے، البتہ جواب اشارہ سے دینا مذکور ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سلام کے جواز اور اشارہ سے جواب دینے کے بارے میں صریح ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: ”حضور ﷺ قبا کی طرف نکلے تو انصار کی جماعت آئی اور آپ ﷺ کو سلام کیا، حالانکہ آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے تو آپ ﷺ نے اشارے سے جواب دیا“ اور بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ سلام کرنا ابتدائے اسلام میں جائز تھا اور مذکورہ حدیث منسوخ ہو گئی ہے، حالانکہ نماز میں بات کرنے کی ممانعت مکہ میں آئی ہے اور مذکورہ واقعہ مدینے کا ہے، کیونکہ انصار اور قبا کا تعلق تو مدینہ منورہ سے ہے۔ اسی طرح ابو داؤد، مسلم اور ابن ماجہ تینوں نے حضرت جابرؓ کی حدیث نقل کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے کسی کام کے لیے بھیجا، جب میں واپس آیا تو آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے، میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے اشارے سے جواب دیا اور نماز سے فراغت کے بعد مجھے دعا دی۔ مذکورہ روایت مسلم کی پہلی جلد، صفحہ ۲۰۴ پر مذکور ہے اور ابو داؤد کی حدیث نمبر ۹۲۶ اور ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۱۰۱۸ ہے۔ علاوہ ازیں امام ابو داؤد نے باقاعدہ اپنی کتاب میں ”رد السلام فی الصلوۃ“ کے نام سے باب قائم کیا ہے اور ابن ماجہ نے ”باب المصلي يسلم عليه كيف يريد“ کے عنوان سے مستقل باب قائم کیا ہے۔ ان کے علاوہ امام مالک نے موطا میں جلد ۱ ص ۵۴ پر اشارہ سے جواب دینے کا استدلال کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مختلف آثار بھی نماز میں اشارہ سے جواب دینے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے نمازی کو سلام کرنے اور نمازی کے جواب دینے کی نفی پر اپنی رائے قائم کرنا کس طرح درست ہے؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

فقہ حنفی کی اس خصوصیت سے انکار کرنا مشکل ہے کہ یہاں اختلافی مسائل میں وارد ہونے والی تمام روایات کو سامنے رکھ کر حکم لگایا جاتا ہے، چنانچہ مذکورہ مسئلہ میں بھی تمام متعلقہ روایات کو سامنے رکھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نمازی کو سلام کرنا یا نمازی کا اشارہ سے جواب دینا درست نہیں اور یہ دونوں باتیں اگرچہ نماز کو فاسد نہیں کرتیں، لیکن احادیث مبارکہ اس بات پر شاہد ہیں کہ نماز کے دوران ان امور کا ارتکاب ناپسندیدہ عمل ہے جس سے احتراز بہتر ہے، چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت جس کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے، اُس سے اس بات کی تائید ملتی ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود قال: كنت أسلم على النبي ﷺ وهو في الصلوة، فبرد علي، فلما رجعنا

سلمت عليه، فلم يرد علي وقال: إن في الصلوة لشغلاً. (۱)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: ”میں آپ ﷺ کو نماز کی حالت میں سلام کرتا اور آپ ﷺ مجھے جواب بھی دیا کرتے تھے، جب ہم (جشہ سے) واپس لوٹے تو میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا اور نماز کے بعد فرمایا کہ نماز میں (آدمی کی اپنے رب کے ساتھ) مشغولیت ہوتی ہے۔“

سنن ابی داؤد میں ”فلم يرد علي“ کے بعد ”فأخذني ما قدم وما حدث“ کے الفاظ آئے ہیں، یعنی جواب نہ دینے کی وجہ سے مجھے نئی اور پرانی باتوں کی فکر لگ گئی کہ شاید کسی بات سے آپ ﷺ ناراض ہوئے ہیں اس لیے جواب نہیں دیا، لہذا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نہ زبان سے جواب دیا اور نہ اشارہ سے، اگر اشارہ سے جواب دیا ہوتا تو پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی یوں نہ کہتے کہ ”لم يرد علي“، بلکہ یوں کہتے کہ رد علي بالاشارة ورنه ان کو اتنا زیادہ غم و حزن ہوتا۔ اسی طرح بخاری کی روایت ”إن في الصلاة لشغلاً“ کے الفاظ سے واضح طور پر اس بات کی ترغیب ملتی ہے کہ نمازی کے نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے کوئی سلام کر کے نماز میں خلل پیدا نہ کرے اور نمازی بھی مشغولیت کی وجہ سے جواب دینے کا پابند نہیں۔

دوسری روایت حضرت جابر بن سمرہؓ کی ہے جس کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں نقل کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز میں ہاتھ اٹھانے پر تنبیہ فرماتے ہوئے آخر میں فرمایا: ”اسكنوا في الصلوة“، یعنی نماز میں سکون کے ساتھ رہو، اس روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تمام اعضا کو دوران نماز پُر سکون رکھنا نماز کا حصہ ہے اور اشارہ سے سلام کا جواب دینا سکون کے خلاف ہے، اس لیے نمازی کو سلام کرنا یا نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔

(۱) البخاری، کتاب الصلوة، باب لا يرد السلام في الصلوة: ۱/۱۶۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر جس کو امام طحاوی نے نقل کیا ہے، اس میں نمازی کو سلام کرنا مکروہ بتایا گیا ہے:

عن ابراہیم عن عبد اللہ أنه كره أن يسلم على القوم، وهم في الصلوة. (۱)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ: ”عبداللہ بن مسعودؓ نماز میں مشغول لوگوں کو سلام کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔“

یہ روایات اور اس کے علاوہ کئی روایات اس بات پر روز روشن کی طرح دلالت کرتی ہیں کہ نمازی کو سلام کرنا یا اشارہ سے نمازی کا جواب دینا مکروہ ہے اور سوال میں جو روایات سلام کرنے اور اشارہ سے جواب دینے کے جواز کے لیے پیش کی گئی ہیں، ان سے استدلال درست نہیں۔ کئی وجوہ سے یہ استدلال کمزور ہے، اس لیے کہ ان روایات میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اشارہ سلام کا جواب دینے کے لیے کیا، بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ ان کو سلام و کلام سے روکنے اور انتظار کرنے کے لیے اشارہ کیا ہو اور یہ صرف احتمال نہیں بلکہ مسلم کے الفاظ ”أو ما يبده إلى الأرض“ سے اس بات کی تائید بھی ملتی ہے کہ اشارہ انتظار کے لیے تھا، اگر سلام کا جواب ہوتا تو اشارہ اوپر کی طرف کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن مسعودؓ جن کے ساتھ خود یہ قصہ پیش آیا تھا نماز میں سلام کرنے یا اشارہ سے جواب دینے کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے، لہذا آپ ﷺ کا اشارہ سلام روکنے کے لیے تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ بات تسلیم بھی کی جائے کہ اشارہ کے ساتھ جواب دینے کا قصد تھا تو دوسری نصوص کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑے گا کہ آپ ﷺ نے یہ عمل جواز کے لیے کیا تھا اور احناف بھی جواز کے منکر نہیں، البتہ اس عمل کو ناپسندیدہ سمجھتے ہیں۔ ہاں نبی ﷺ جب بیان جواز کے لیے کوئی عمل کرتے ہیں تو اس میں کراہت کا پہلو باقی نہیں رہتا، بلکہ پیغمبر کا یہ وظیفہ ہوتا ہے کہ قول و عمل سے امت کو اس کے جواز پر مطلع کر دے، جیسا کہ وضو کے دوران آپ ﷺ نے ایک ایک مرتبہ بھی وضو کے اعضا دھونے پر اکتفا کیا ہے، حالانکہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ وضو میں اعضا کو تین تین مرتبہ دھونا ہی مسنون ہے، عذر کے بغیر اس کا خلاف کرنا ناپسندیدہ امر ہے۔ نیز اگر اشارہ کے ساتھ سلام کا قصد تسلیم کیا جائے تو یہ نسخ سے پہلے کا قصہ ہوگا، کیونکہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ابتدا میں نماز کے اندر کلام کرنا جائز تھا، پھر جیسے کلام فی الصلوۃ منسوخ ہوا تو اشارہ بھی منسوخ ہوا اور نسخ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے جو اوپر گزر گئی اور چونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی واپسی ہجرت حبشہ سے مدینہ ہوئی جس کا اعتراف علامہ ابن اثیر اور ابن حجر جیسے شوافع محققین نے بھی کیا ہے تو یہ اعتراض کرنا بے جا ہوگا کہ نسخ مکہ میں ہوا تھا اور إشارة بالسّلام کا قصہ مدینے کا ہے۔



(۱) الطحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب الإشارة فی الصلاۃ: ۲۶۷/۱

کہنیوں تک ہاتھ نہ دھونے والے کی نماز

سوال نمبر (92):

زید بیرون ملک مقیم ہے جہاں وہ ایسے امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتا ہے جو وضو میں کہنیوں تک ہاتھ نہیں دھوتا تو کیا زید کی نماز اس امام کے پیچھے جائز ہے؟

بیتنا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ شریعت کے کسی بھی حکم میں بلا عذر فرض کو ترک کرنے کی صورت میں ذمہ فارغ نہیں ہوتا، اس لیے اگر کسی نے وضو میں کسی فرض کو ترک کیا تو اس کا وضو نہیں ہوگا اور نماز بھی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے باطل رہے گی، لہذا اگر کوئی امام وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت نہیں دھوتا تو وضو صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کسی حنفی، حنبلی، مالکی اور شافعی کی نماز ایسے امام کے پیچھے جائز نہیں جو وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت نہیں دھوتا، کیونکہ چاروں ائمہ کے نزدیک وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا فرض ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ (۱)

اتفق الأئمة على الفرائض الأربعة المذكورة في القرآن الكريم، وهي: غسل الوجه وغسل اليدين إلى المرفقين... إلخ (۲)

ترجمہ: ﴿اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو، اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو۔﴾ تمام ائمہ کرام کا قرآن کریم میں مذکور وضو کے چار فرائض پر اتفاق ہے اور وہ یہ ہیں: منہ دھونا اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا۔۔۔ إلخ



(۱) المائدہ: ۶

(۲) الحزبیری، عبدالرحمن بن محمد عوص، کتاب الفقہ علی مذاہب الأربعة، کتاب الطہارۃ، خلاصۃ لما تقدم من

فرائض الوضو: ۱/ ۵۹، ۵۸، وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

زلزلہ کے وقت نماز توڑنا

سوال نمبر (93):

اگر کوئی شخص تنہا یا باجماعت نماز پڑھ رہا ہو اور اچانک زلزلہ آجائے تو نماز توڑ سکتا ہے یا نہیں؟ اس صورت میں پوری جماعت کے لیے نماز توڑنا جائز ہے یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز شروع کرنے کے بعد توڑنا کسی شرعی عذر کے بغیر درست نہیں، البتہ بعض اعذار کے پائے جانے سے نماز کا توڑنا واجب بھی ہو جاتا ہے، مثلاً: مال ہلاک ہونے کا خطرہ ہو یا کسی کی جان ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ زلزلہ ایک اتفاقی حادثہ ہوتا ہے، اس کی شدت و خفت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ مکانات گرنے کا امکان بھی ہوتا ہے، اس میں ہلاکتیں بھی ہو سکتی ہیں، اس لیے نماز کے دوران اگر زلزلہ آجائے تو شریعت اس بات کا حکم دیتی ہے کہ نماز کو توڑ کر اپنے آپ کو بچایا جائے، لہذا صورتِ مسئلہ میں انفرادی نماز ہو یا اجتماعی بہر حال زلزلہ کی صورت میں نماز توڑنا جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل كان في البيت أخذته الزلزلة لا يكره له الفرار إلى الفضاء، بل يستحب لما روى عن النبي ﷺ أنه مرّ بحائط مائل، فأسرع في المشي، فقيل له: أنفّر من قضاء الله؟ قال: أفر من قضاء الله إلى قضاء الله. (۱)

ترجمہ:

ایک آدمی گھر میں ہو اور زلزلہ آجائے تو اُس کے لیے باہر فضا کی طرف دوڑنا مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ وہ ایک ٹیڑھی دیوار کے پاس گزرے (جس کے گرنے کا اندیشہ تھا) تو آپ ﷺ نے اپنی رفتار تیز فرمادی۔ آپ ﷺ سے کہا گیا: ”کہ آپ ﷺ اللہ کی قضا سے بھاگ رہے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں اللہ کی قضا سے اللہ کی قضا ہی کی طرف بھاگ رہا ہوں۔“



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون فی المنفرقات: ۵/۳۷۹

عورت کا کھیتوں میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (94):

کچھ عورتیں کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ادھر نماز بھی پڑھ لیتی ہیں۔ کیا غیر محرم مردوں کی نظروں سے بچنے کی غرض سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہیں یا بہر صورت کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہوگا؟ نیز سوال میں مذکورہ عذر شرعی اعذار میں سے ہے یا نہیں؟ نیز دوران نماز خواتین کن اعضا کو کھلا رکھ سکتی ہیں؟

بیتناؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق :

آزاد خاتون کا سوائے چہرے، ہتھیلیوں اور قدم کے سارے بدن ستر ہے، اس لیے دوران نماز ان تین اعضا کے علاوہ سارے بدن کو چھپانا ضروری ہے۔ اگر کسی ایسے عضو کا چوتھائی حصہ ایک رکن کی مقدار کے برابر کھلا رہے جس کا نماز میں چھپانا ضروری ہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، چاہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔ غیر محرم کے سامنے اگر مذکورہ اعضا کے علاوہ بدن مستور ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ بے پردگی کی وجہ سے گنہگار ہوگی، اس لیے بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے گھر چلی جائے اور اگر کھیت میں ہی نماز پڑھتی ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے گی، بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتی اس لیے کہ قیام فرض ہے اور یہ ایسا عذر نہیں جس کی وجہ سے قیام ساقط ہو جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

حتى لوصلتی فی بیت مظلم عرباناً ولہ ثوب طاهر لا یجوز إجماعاً..... و بدن الحرّة عورة، إلا وجهها، و کفّیها، و قدمیها. (۱)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص تاریک کمرے میں برہنہ ہو کر نماز پڑھے، حالانکہ اس کے پاس صاف کپڑے موجود تھے تو بالاتفاق اس کی نماز ناجائز ہوگی۔۔۔ آزاد عورت کے چہرے، ہتھیلی اور قدموں کے علاوہ باقی بدن عورت ہے۔

فرائض الصلوة سنة: التحريم... والقيام؛ لقوله تعالى، ﴿وقوموا لله قانتين﴾ (الایة ۲)

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، تحت قوله (وستر عورتہ): ۱/ ۴۶۷، ۴۶۹

(۲) الہدیۃ، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۹۷

ترجمہ:

نماز کے چھ فرائض ہیں: تحریم اور قیام، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اللہ کے لیے عاجز بن کر کھڑے ہو جاؤ﴾



نماز میں سونے سے کسی رکن کا فوت ہونا

سوال نمبر (95):

امام کے پیچھے کسی ایک رکن کی ادائیگی میں آدمی سویا ہوا رہ جائے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جماعت کی نماز میں مقتدی کے لیے نماز کے تمام ارکان امام کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ بغیر کسی عذر کے رکن ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر مقتدی کسی رکن کی ادائیگی میں سو جائے اور جاگنے پر معلوم ہو جائے کہ رکن فوت ہوا ہے تو امام کے ساتھ دوسرے ارکان میں شامل ہونے سے پہلے فوت شدہ رکن ادا کر لے، اگرچہ امام دوسری رکعت پڑھا رہا ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإذا کبر مع الإمام، ثم نام، حتى صلى الإمام ركعة، ثم انتبه، فإنه يصلي الركعة الأولى، وإن

كان الإمام يصلي الركعة الثانية. (۱)

ترجمہ:

امام کے ساتھ تکبیر پڑھی پھر سو گیا، یہاں تک کہ امام نے ایک رکعت پڑھ لی پھر یہ جاگ گیا تو یہ پہلی رکعت پڑھے گا، اگرچہ امام دوسری رکعت پڑھا رہا ہو۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق: ۹۲/۱

نماز میں آخری قعدہ چھوٹنا

سوال نمبر (96):

باجماعت نماز کے دوران امام صاحب چار رکعت پڑھ کر قعدہ کیے بغیر پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے، پھر چھٹی رکعت کو ملا کر سجدہ سہو کیا تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ نماز میں پہلا قعدہ واجب ہے، اگر بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے، لیکن آخری قعدہ فرض ہے، اس لیے اگر یہ کسی وجہ سے رہ جائے تو سجدہ سہو سے بھی نماز درست نہیں ہوگی، بلکہ دوبارہ نماز پڑھنا فرض ہوگا اور یہ چھ رکعت نفل شمار ہوں گی، لہذا صورت مذکورہ میں نماز دوبارہ پڑھی جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإن لم يقعد على رأس الرابعة، حتى قام إلى الخامسة إن تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة عاد إلى القعدة... وإن قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا. (۱)

ترجمہ:

اور اگر چوتھی رکعت کے بعد بیٹھا نہیں، یہاں تک کہ پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اگر پانچویں رکعت میں سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آئے تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے۔۔۔ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر چکا تو ہمارے ہاں اس کی نماز ظہر فاسد ہو جائے گی۔



مسجد ہال میں جگہ کے باوجود باہر صحن میں امام کی اقتدا

سوال نمبر (97):

باجماعت نماز کے دوران مسجد کے ہال میں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، اندر خالی جگہ ہونے کے باوجود کچھ لوگ باہر صحن میں اقتدا کریں تو کیا ان لوگوں کا باہر نماز پڑھنا درست ہوگا؟
ببینوا نوحروا

الجواب وبالله التوفیق :

باجماعت نماز میں صفوں کی درستگی اور صفوں میں خالی جگہوں کو پُر کرنا ضروری ہے، اس کی بڑی تاکید آئی ہے، لہذا اگر اگلی صف میں جگہ ہو تو پچھلی صف میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ مسجد کے ہال میں جگہ ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی شخص مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر امام کی اقتدا کرے تو نفس نماز ہو جائے گی، لیکن صف اول اور جماعت کی اجتماعی صفوں میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے فضائل اور ثمرات سے محروم رہے گا، اس لیے اگر مسجد کے ہال میں جگہ ہو تو مسجد کے صحن میں نماز پڑھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس جواز کے لیے دو شرائط ہیں: پہلی یہ کہ مکان ایک ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص مسجد کے حدود سے باہر کھڑا ہو اور صفوں میں اتصال نہ ہو تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ دوسری یہ کہ فاصلہ کی وجہ سے مقتدی پر امام کی حالت مشتبہ نہ ہوتی ہو، لہذا اگر کوئی مسجد بہت بڑی ہو جس میں فاصلہ کی وجہ سے مقتدی پر امام کی حالت مشتبہ ہو جاتی ہو تو وہاں اقتدا ٹھیک نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو افتادی بالامام فی أقصى المسجد، والإمام فی المحراب، فإنه يحوز، كذا فی شرح

الطحاوی. (۱)

ترجمہ:

اگر امام کی اقتدا اس طرح سے کی کہ مقتدی مسجد کے کسی کونے میں ہو اور امام محراب میں کھڑا ہو تو یہ جائز ہے۔

(والحائل لا يمنع) الاقتداء، (إن لم يشبه حال إمامه) ... (ولم يختلف المكان). (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی بیان مقام الإمام والمأموم: ۸۸/۱.

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۳۳۳/۲.

ترجمہ:

اور حائل اقتدا کے لیے مانع نہیں اس شرط پر کہ مقتدی پر امام کی حالت مشتبہ نہ ہو۔۔۔ اور مکان الگ نہ ہو۔



رکوع میں ایک تسبیح کی جگہ دوسری پڑھنا

سوال نمبر (98):

فرض نماز میں اگر کوئی شخص رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ غلطی سے سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ لے تو کیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا ایک تسبیح دوسری کے قائم مقام بن سکتی ہے؟ وضاحت کریں۔

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق :

اگر کوئی شخص رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ لے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ رکوع میں تسبیحات پڑھنا مسنون ہے اور نماز میں فساد کسی فرض یا واجب کے چھوٹ جانے سے آتا ہے، اس لیے اگر کسی وجہ سے تسبیحات بالکل ترک ہو جائیں، تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ ثواب میں کمی ضرور آئے گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لو سبّح فی رکوعہ "سبحان ربی الاعلیٰ" مکان العظیم لا تفسد صلاتہ. (۱)

ترجمہ:

اگر رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ لے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔



(۱) الفتاویٰ التناویر حاتیہ، کتاب الصلاة، الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف: ۱/۳۹۹.

کسی کی پشت پر سجدہ کرنا

سوال نمبر (99):

ریاض الحجۃ میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے نفل نماز کے دوران کسی کی پشت پر سجدہ کرنے کی نوبت آتی ہے، نماز کے دوران عذر کی بنا پر کسی کی پشت پر سجدہ کرنا کیسا ہے؟

بیٹو! توجروا

اجواب وبالله التوفیق:

سجدہ نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جس طرح نماز میں شرعی اعذار معتبر ہیں اس طرح سجدہ میں بھی معتبر رہیں گی۔ صورتِ مسئلہ میں رش کی وجہ سے کسی کی پشت پر سجدہ کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس کی صحت کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ جس کی پشت پر سجدہ کیا جاتا ہو، وہ بھی اس کی طرح وہی نماز پڑھ رہا ہو۔ اگر کہیں وہ سرے سے نماز ہی نہ پڑھ رہا ہو یا فرض نماز پڑھ رہا ہو اور سجدہ کرنے والا نفل تو ایسی صورت میں اس کی پشت پر سجدہ کرنا درست نہ ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو سجد علیٰ ظهر رجل، وهو فی الصلوة، بحوز. فإن لم یکن ذلک الرجل فی الصلوة، أو یس

فی صلواته لا یحوز. (۱)

ترجمہ:

اگر آدمی کی پشت پر سجدہ کیا اور وہ بھی نماز پڑھ رہا ہو تو جائز ہے۔ اگر وہ شخص (جس کی پشت پر سجدہ کیا ہے) نماز نہ پڑھ رہا ہو یا اس کی نماز اس کی نماز سے الگ ہو تو (اس کی پشت پر سجدہ کرنا) جائز نہیں۔



نماز میں گلا صاف کرنے کے لیے کھنکارنا

سوال نمبر (100):

نماز کے دوران گلا کی خرابی یا خراش کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لیے قصداً کھانے یا کھنکارنے سے نماز

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ: ۷۰/۱.

پراثر پڑتا ہے یا نہیں؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق :

نماز کے دوران گلا صاف کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر آواز کو خوبصورت بنانے یا گلا صاف کرنے کے لیے یا کسی اور عذر کی وجہ سے امام کھنکار لے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اگر امام کے علاوہ کوئی اور بغیر عذر کے کھنکارے اور حروف بھی پیدا ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کھنکارنے سے حروف پیدا نہ ہوں تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن کراہت سے پھر بھی خالی نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و یفسد الصلوة التلحیح بلا عذر بان لم یکن مدفوعا الیہ، و حصل منه حروف. (۱)
ترجمہ: بلا عذر کھنکارنا جب کہ اس سے حروف پیدا ہو جائیں نماز کو فاسد کر دیتا ہے، (اور بلا عذر یہ ہے کہ) آدمی کھنکارنے پر مجبور نہ ہو۔



سجدے کے دوران دونوں پیراٹھانا

سوال نمبر (101):

اگر امام سجدے میں دونوں پیر زمین سے اٹھائے رکھے تو اس سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟ نیز مقتدیوں کی نماز اس سے متاثر ہوگی یا نہیں؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق :

سجدے میں پیر زمین پر رکھنے کے مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات اسے فرض قرار دیتے ہیں اور بعض نہیں، جب کہ بعض ایک قدم رکھنے کو فرض قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن عابدینؒ ان مختلف روایات کو نقل کرنے

کے بعد اس کے وجوب کو دلائل کی روشنی میں رائج قرار دیتے ہیں اور عدم فرضیت کو وجوب پر محمول کرتے ہیں، تاہم فقہ کی کتابوں میں اس پر تصریح کی گئی ہے کہ ایک تسبیح کے بقدر دونوں پیر زمین پر رکھنے سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی ایک پیر کی انگلی بھی بقدر تسبیح زمین پر رکھ لی تو سجدہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن بلا ضرورت ایک پیر پر اکتفا کرنا مکروہ ضرور ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر امام صاحب ایک تسبیح کے بقدر پاؤں زمین پر رکھ کر پھر اٹھا لیتا ہو تو سجدہ ادا ہو جائے گا البتہ بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے جس کا اثر لازمی طور پر مقتدیوں کی نماز پر بھی پڑے گا، لیکن اگر امام صاحب سرے سے پیر زمین پر رکھتا ہی نہ ہو تو پھر نماز درست نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

والحاصل أن المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية، والأرجح من حيث الدليل، والقواعد عدم الفرضية، ولذا قال في العناية والدرر: أنه الحق، ثم الأوجه حمل عدم الفريضة على الوجوب. (۱)

(ومنها السجود) بحجته، وقد مية، ووضع أصبع واحدة منهما شرط. قال ابن عابدين: وأفاد أنه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود. (۲)

ترجمہ:

خلاصہ یہ ہے کہ مذہب کی کتابوں میں مشہور قول (سجدہ میں پاؤں زمین پر رکھنے کے بارے میں) فرضیت کا ہے لیکن قواعد اور دلائل کے لحاظ سے رائج قول عدم فرضیت کا ہے، اسی وجہ سے عنایہ اور درر میں اس قول کو زیادہ درست قرار دیا ہے پھر عدم فرضیت کو وجوب پر محمول کرنا درست ہے۔

نماز کے ارکان میں سے پیشانی پر اور دونوں قدموں سے سجدہ کرنا ہے اور سجدہ کرتے ہوئے پاؤں کی کم از کم ایک انگلی زمین پر رکھنا شرط ہے۔ ابن عابدین فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی دونوں قدموں میں سے کچھ بھی زمین پر نہ رکھے تو اس کا سجدہ درست نہ ہوگا۔



(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للحائى: ۲/۲۰۵

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب بحث الركوع والسجود: ۲/۱۳۴، ۱۳۵

خون آلودہ رومال کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال نمبر (102):

اگر کسی شخص کی جیب میں خون آلودہ رومال ہو جس کے ساتھ اس نے نماز پڑھی تو آیا اس کی نماز ہوگئی یا اس کا اعادہ واجب ہوگا؟

بیتوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے بدن، کپڑے اور مکان کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے، تاہم اگر کسی کے کپڑے نجاست غلیظہ کے ساتھ پلید ہوں اور انہی کپڑوں میں اس نے نماز پڑھی ہو تو اگر یہ نجاست درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی اور اس پر اس کا اعادہ واجب ہوگا اور اگر نجاست درہم کی مقدار کے برابر یا اس سے کم ہو اور نجاست دھونے کی صورت میں وقت نکلنے یا جماعت فوت ہونے کا خطرہ ہو تو اسی کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر وقت میں وسعت ہو یا دوسری جگہ جماعت ملنے کا امکان ہو تو نجاست دھو کر نماز ادا کرے ورنہ نماز مکروہ تحریمی رہے گی۔

صورت مسئلہ میں اگر کسی شخص نے رومال کے ساتھ خون صاف کر کے جیب میں رکھنے کے بعد اسی رومال کے ساتھ نماز پڑھی ہو اور وہ خون قدر درہم سے زیادہ ہو تو اس صورت میں اس کی نماز درست نہیں رہے گی جس کی وجہ سے اس کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قدر درہم کے برابر یا اس سے کم ہو تو نماز درست ہو چکی ہے جس کا اعادہ ضروری نہیں، تاہم آئندہ کے لیے یہ احتیاط کرے کہ اگر وقت نکلنے یا جماعت فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو تو قدر درہم یا اس سے کم نجاست بھی دھو کر نماز پڑھ لی جائے تاکہ کراہت سے بچ سکے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل صلیٰ وفي كفه قارورة فيها بول، لا تحوز الصلوة، سواء كانت محتلة أو لم تكن؛ لأن

هذا ليس في مظانه ومعدنه بخلاف البيضة المذرة؛ لأنه في معدنه ومظانه. (۱)

ترجمہ: ایک آدمی نماز پڑھ لے اور اس کی آستین (کی جیب) میں ایک شیشی ہو، جس میں پیشاب ہو تو نماز جائز نہیں۔ چاہے وہ شیشی بھری ہو یا بھری نہ ہو۔ کیونکہ یہ پیشاب اپنی اصلی اور خلقی جگہ (مٹانہ) میں نہیں، بخلاف گندے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الثانی: ۶۲/۱

اٹھنے کے کہ اس کی گندگی اپنی اصلی اور خلقی جگہ (خول) ہی میں ہوتی ہے۔

دورانِ نماز منہ میں ذائقہ

سوال نمبر (103):

بعض اوقات انسان کوئی میٹھی چیز کھا کر نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے اور منہ میں ذائقہ بھی ہوتا ہے تو کیا اس سے نماز پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے بعض امور سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ایک نماز کے دوران کوئی چیز کھانا بھی ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی میٹھی چیز پہلے سے منہ میں ڈالی ہو اور دورانِ نماز وہ چیز منہ میں پڑی ہو اور اس کی مٹھاس اندر جارہی ہو تو پھر بھی نماز فاسد ہو جائے گی، تاہم اگر نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھائی اور پھر نماز کے دوران منہ میں وہ چیز تو نہ ہو، البتہ صرف ذائقہ موجود ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو أكل شيئاً من الحلوة وابتلع عينها، فدخل في الصلوة، فوجد حلاوتها في فيه فابتلعها لانفسد صلوته. ولو أدخل الفانيد، أو السكر في فيه، ولم يمضغه لكن يصلي والحلاوة تصل إلى جوفه تفسد صلوته. (۱)

ترجمہ:

اگر کسی شخص نے کوئی میٹھی چیز کھائی اور اس چیز کو نگل گیا پھر اس نے نماز شروع کی تو اس میٹھی چیز کی مٹھاس اپنے منہ میں پائی، پس اس نے اُس مٹھاس کو (نماز میں) نگل لیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور گڑ یا شکر اپنے منہ میں رکھا اور اس کو چبایا نہیں، لیکن وہ نماز پڑھتا رہا اور مٹھاس اس کے پیٹ میں جاتی رہی تو (اس صورت میں) اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع فی ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، الفصل الأول: ۱۰۲/۱

پیشاب سے بھری بوتل جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا

سوال نمبر (104):

ایک شخص نے ٹیٹ کرانے کی غرض سے ایک بوتل میں پیشاب کیا اور بوتل جیب میں رکھ لی۔ نماز کا وقت آ گیا اور اس نے بھول کر اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو کیا یہ نماز درست ہوئی یا اس کا لوٹنا ضروری ہے؟

بیٹنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ جو نجاست اپنے معدن (جائے پیدائش) سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہی کیوں نہ ہو، یہ نماز کے لیے مانع ہوگی، لہذا اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی جیب میں پیشاب سے بھری بوتل ہو تو نماز جائز نہ ہوگی، بلکہ واجب الاعادہ ہوگی، کیونکہ نجاست اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل صلیٰ وفي كفه قارورة فيها بول لا تحوز الصلوة سواء كانت ممتلئة أو لم تكن؛ لأن هذا ليس في مبطانه ومعدنه بخلاف البيضة المذرة؛ لأنه في معدنه ومبطانه. (۱)
ترجمہ۔ ایک آدمی نے نماز پڑھی اور اس کی آستین (کی جیب) میں ایک شیشی تھی جس میں پیشاب تھا تو اس کی نماز جائز نہیں۔ چاہے وہ شیشی بھری ہو یا بھری نہ ہو، کیونکہ یہ پیشاب اپنی اصلی اور خلقی جگہ (مٹانہ) میں نہیں۔ بخلاف گندے اندے کے (کہ اگر وہ جیب میں رکھا ہو تو نماز درست ہے) کیونکہ اس کی گندگی اپنی اصلی اور خلقی جگہ (خول) ہی میں ہوتی ہے۔



دوران نماز کھانا

سوال نمبر (105):

نماز میں بعض دلچا آدمی کو کھانسی آتی رہتی ہے۔ کیا اس سے نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ نیز کھانسی کی کتنی مقدار سے نماز متاثر ہوتی ہے؟

بیٹنوا توجروا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الثانی: ۶۲/۱

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام نے نماز کے دوران کھانسی آنے میں تفصیل بیان کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کھانسی عذر کی بنا پر آجائے تو یہ بلاشبہ مفسد نماز نہیں اور اگر بغیر عذر کے کھانسی آجائے، لیکن اس میں کوئی غرض صحیح ہو، جیسے قرأت کے لیے آواز کو صاف کرنا یا اس لیے کہ اس بات کی خبر کسی کو دے کہ وہ نماز میں ہے یا امام کی غلطی پر تنبیہ دے تو یہ بھی مفسد صلوٰۃ نہیں، البتہ اگر بلا عذر کھانسی ہو اور نماز کی اصلاح کی کوئی غرض بھی نہ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

فإن كان التشنج لعذر، فإنه لا يبطل الصلوة باختلاف ... وإن كان من غير عذر ولا غرض صحيح فهو مفسد عندهما ... وإن كان بغیر عذر لکن لغرض صحيح كتحسين صوته للقراءة، أو للإعلام أنه في الصلوة، أو ليهتدي إمامه عند خطائه فقيه اختلاف، فظاهر الكتاب والظهيرية اختيار الفساد، لكن الصحيح عدمه. (۱)

ترجمہ:

اور اگر کھانسا عذر کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں بالاتفاق اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر بغیر عذر کے ہو تو اس صورت میں یہ طرفین (امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔۔۔ اور اگر کھانسا عذر کی وجہ سے تو نہ ہو، لیکن کسی صحیح مقصد کے لیے ہو، جیسا کہ قرأت کے لیے آواز بہتر کرنا یا یہ اطلاع دینا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں یا امام سے نماز میں غلطی سرزد ہو جائے اور اس کو لقمہ دینے کے طور پر کھانسا جائے تو اس میں اختلاف ہے۔ کنز الدقائق اور ظہیریہ نے نماز میں فساد کے قول کو اختیار کیا ہے، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔



دوران نماز قیام سے قعدہ کی طرف لوٹنا

سوال نمبر (106):

میں نماز پڑھ رہا تھا، دوسری رکعت میں قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے اٹھا اور قیام کے بالکل قریب ہوا، اس کے بعد مجھے یاد آیا کہ مجھ سے قعدہ اولیٰ رہ گیا ہے۔ پھر میں قعدہ میں چلا گیا اور میں نے نماز پوری کر کے آخر میں

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا: ۸۷/۲

سجدہ سہو کیا۔ واضح رہے کہ یہ عشا کی نماز تھی اور میں اسے اکیلے پڑھ رہا تھا۔ آیا میری یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

بیتنا توجہرو

الجواب وبالله التوفیق:

کوئی نماز قعدہ اولیٰ بھول کر سجدہ سے سیدھا قیام کے لیے کھڑا ہو جائے یا اس کے قریب ہو، اگرچہ بالکل سیدھا کھڑا نہ ہو تو اگر یہ آدمی مقتدی ہو تو اس پر امام کا اتباع لازم ہے، تاہم اگر یہ شخص امام یا منفرد ہو تو اس کے بارے میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ قعدہ میں نہ جائے، بلکہ نماز پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کر لے تو نماز درست ہو جائے گی اور یہ امام یا منفرد اگر قیام سے قعدہ میں چلا گیا تو اس کی نماز کے فساد اور عدم فساد میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات ایسی صورت میں نماز کے فساد کے قائل ہیں جب کہ دوسرے حضرات عدم فساد کے قائل ہیں اور یہی قول صحیح ہے، لہذا صورت مسئلہ میں نماز صحیح ہوئی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ تاہم اگر سیدھا کھڑا ہو کر قعدہ میں گیا ہو تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(سہا عن القعود الأول من الفرض) ولو عملياً، أما النفل فيعود مالم يقيد بالسجدة (ثم تذكره عاد إليه) وتشهد، ولا سهو عليه في الأصح (مالم يستقم قائماً) في ظاهر المذهب، وهو الأصح (والا) أي وإن استقام قائماً (لا) يعود لا شغاله بفرض القيام (و سجد للسهو) لترك الواجب (فلو عاد إلى القعود) بعد ذلك (تفسد صلوة) لرفض الفرض لماليس بفرض، وصححه الزيلعي (وقيل لا) تفسد لانه يكون مسيئاً، ويسجد لتأخير الواجب (وهو الأشبه) كما حققه الكمال وهو الحق. (۱)

ترجمہ: (کوئی فرض نماز میں قعدہ اولیٰ بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا)، اگرچہ یہ فرض عملاً ہو، (جیسا کہ ذکر ہے) اور نفل میں تو تیسری رکعت کے سجدہ کرنے تک لوٹنے کی گنجائش ہے (پھر اس کو یاد آیا) اور قعدہ کی طرف لوٹ گیا اور تشہد کیا تو اس پر اصح قول کے مطابق سجدہ سہو نہیں ہے، (جب تک وہ بالکل سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو)۔ اور اگر ایسا نہ ہو، سیدھا کھڑا ہو گیا ہو تو پھر فرض (قیام) میں مشغول ہونے کی وجہ سے واجب کی طرف (نہیں لوٹے گا)، اور سجدہ سہو کرے گا (آخر میں) واجب کے ترک کی وجہ سے، البتہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد پھر بھی اگر تشہد کی طرف لوٹ گیا تو اس کی نماز فاسد

ہو جائے گی۔) فرض سے غیر فرض کی طرف لوٹنے کی وجہ سے اور اسی کو زیلعیؒ نے درست قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن پھر بھی خطا ہے۔ اور واجب میں تاخیر کی وجہ سے اس پر سجدہ سہولاً لازم آئے گا اور یہ قول زیادہ مناسب ہے، جیسا کہ کمال نے اسی قول کو بنا بر تحقیق درست قرار دیا ہے اور یہی قول حق ہے۔



غیر نمازی سے نماز میں لقمہ لینا

سوال نمبر (107):

ایک آدمی نماز میں قرآن پاک کی ایک بڑی سورت پڑھ رہا ہے۔ درمیان میں وہ ایک آیت بھول گیا اور آگے بھی یاد نہیں آرہا ہے اور دوسرا آدمی اس نماز پڑھنے والے کو قرآن پاک کھول کر آیت دکھا کر رہنمائی کرتا ہے۔ کیا اس طرح نماز درست ہوگی یا نہیں؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق دوران نماز قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنے سے مطلقاً نماز فاسد ہوتی ہے، البتہ علامہ شامیؒ نے راجح اس قول کو قرار دیا ہے کہ کم از کم ایک آیت مصحف سے پڑھی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن سے بالمشافہ تلاوت کرنا تعلم (سیکھنا) ہے جو کہ نماز کے افعال میں سے نہیں، البتہ اگر کسی کو پہلے سے وہ حصہ قرآن کا یاد تھا اور پھر قرآن پاک میں صرف نظر کر کے اپنی یادداشت سے قرآن کو نماز میں اٹھائے بغیر وہ حصہ تلاوت کیا تو چونکہ یہ حصہ پہلے سے اس کو یاد تھا، لہذا قرآن میں صرف نظر کرنے سے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

صورت مسئلہ میں جب سائل نماز میں دوران تلاوت آگے ایک آیت بھول گیا اور خارج سے کسی نے اس کے لیے قرآن کھول دیا۔ نمازی نے آیت دیکھ کر باقی تلاوت حفظ سے جاری رکھی تو چونکہ یہ آدمی اس حصہ تلاوت کا حافظ تھا، لہذا قرآن پاک میں صرف نظر کرنے سے اس کی نماز فاسد نہ ہوئی، البتہ یہ چونکہ خارج سے دوسرے آدمی کی طرف سے تلقین کی ایک صورت ہے، جو کہ مفسد صلوٰۃ ہے اس وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وقراءتہ من مصحف) أي مافیہ قرآن (مطلقاً)؛ لأنہ تعلم، إلا إذا کان حافظاً لمأقرأه، وقرأ بلا حمل

قال الشامي قوله: (لأنه تعلم) ذكروا الأبي حنيفة في علة الفساد وجهين: أحدهما: أن حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الأوراق عمل كثير، والثاني: أنه تلقن من المصحف فصار كما إذا تلقن من غيره. (۱)
ترجمہ:

اور نمازی کا نسخے سے قرأت کرنا، یعنی جس میں قرآن ہو، مطلقاً (مفسد ہے)، کیونکہ قرآن دیکھنا تعلم (دیکھنا) ہے، ہاں اگر نمازی جب مصحف سے پڑھے اور وہ حافظ ہو اور مصحف اٹھائے بغیر پڑھ لے (تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی)۔ علامہ شامی مصنف کے قول (کیونکہ یہ تعلم ہے) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”فتہائے کرام نے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فساد کی علت کے لیے دو وجوہات بیان کی ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ مصحف کا اٹھانا اور اس میں دیکھنا اور صفحات الٹ پلٹنا عمل کثیر ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مصحف سے تلقین حاصل کرنا گویا کسی غیر سے تلقین حاصل کرنا ہے۔“

ارکان نماز میں کسی رکن کا رہ جانا

سوال نمبر (108):

اگر ایک آدمی نماز میں رکوع بھول جائے تو کیا نماز دوبارہ پڑھے گا یا نہیں؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

ارکان نماز میں سے کسی ایک رکن کا فوت ہو جانا نماز کو باطل کر دیتا ہے اور اس نماز کا اعادہ ضروری ہوتا ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں رکوع فوت ہو جانے کی وجہ سے نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وفي الولوالجية: الأصل في هذا أن المتروك ثلاثة أنواع: فرض، وسنة، وواجب، ففي الأول إن أمكنه التدارك بالقضاء يقضي وإلا فسدت صلواته. (۲)

ترجمہ: اس میں اصل یہ ہے کہ نماز میں جو چیز بھول گئی ہو، وہ تین نوع میں سے ایک ہوگا: فرض، واجب یا سنت، سو پہلی صورت میں (۱) ردالمحتار علی الدر المختار، الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مطلب: المواضع التي لا یحب فیہا رد السلام

۳۸۴، ۳۸۳/۲:

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱۶۶/۱

(جب کہ متروک فرض ہو) اگر قضا کرنے سے اس رکن کا تدارک ممکن ہو تو قضا کر لے، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔



مغرب کی نماز میں مسبوق کی قرأت

سوال نمبر (109):

نماز مغرب میں مسبوق کی بقیہ رکعتوں کا کیا حکم ہے۔ اس میں فاتحہ کے ساتھ سورت پڑھے گا یا نہیں؟

بیٹو! سوچو!

الجواب و بالله التوفیق:

واضح رہے کہ اگر کسی شخص کی رکعتیں چھوٹ جائیں، یعنی اس کی حیثیت جماعت میں مسبوق کی ہو تو اس کی بقیہ نماز کا حکم قرأت پڑھنے میں ابتدا سے نماز پڑھنے والے کی طرح اور تشہد میں نماز ختم کرنے والے کی طرح ہوگا۔ صورتِ مسئلہ میں اگر کسی شخص کی نماز مغرب میں ایک یا دو رکعت چھوٹ جائیں تو وہ اپنی نماز کی بقیہ ایک یا دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت ملا کر پڑھے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ومنها) أنه يقضي أول صلوته في حق القراءة، و آخرها في حق التشهد، حتى لو أدرك ركعة من

المغرب قضى ركعتين، وفصل بفعدة، فيكون بثلاث فعدات وقرأ في كل فاتحة وسورة. (۱)

ترجمہ:

مسبوق کے متعلق احکام میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی چھوٹی ہوئی جو نماز بعد میں پڑھتا ہے تو قرأت کے حق میں وہ نماز کا اول حصہ لوٹانے والا ہے اور تشہد کے حق میں نماز کا آخری حصہ لوٹانے والا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی مسبوق نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تو وہ بعد میں دو رکعتیں پڑھے اور ان دو رکعتوں کے درمیان قعدہ کرے، پس اس کے تین قعدے ہو جائیں گے اور وہ (بعد کی ان دونوں رکعتوں میں سے) ہر ایک میں فاتحہ اور سورت پڑھے گا۔



فصل فی المکروہات

(نماز کے مکروہات کا بیان)

چرس کی دکان میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (110):

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چرس کی دکان میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب وبالله التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ چرس پینا اور اس کا کاروبار کرنا ایک قبیح فعل ہے۔ شرعی قباحتوں کے علاوہ میڈیکل کی رُو سے بھی اس کے نقصانات کسی سے مخفی نہیں۔ جہاں تک چرس کی دکان میں نماز پڑھنے کا حکم ہے تو چونکہ نماز کی دوسری شرائط کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس جگہ نماز پڑھی جاتی ہو وہ جگہ پاک ہو، اس لیے جس جگہ نماز پڑھی جاتی ہے، اگر وہ پاک ہو تو نماز درست ہوگی، لہذا مکان مذکور میں اگر ظاہری نجاست نہ ہو تو نماز جائز ہوگی، البتہ نماز کے خشوع میں بدبو کی وجہ سے خلل آئے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز نہ پڑھی جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ومن جملة ذلك طهارة موضع الصلوة، فإن كان موضع قدميه وركبتيه وجبهته، وأنفه طاهراً،

حازت صلوته بلا خلاف. (۱)

ترجمہ: ان شرائط میں نماز کی جگہ کا پاک ہونا بھی ہے۔ پس اگر قدموں کی جگہ، ہتھیلیوں، پیشانی اور ناک کی جگہ پاک ہو تو نماز بلا خلاف جائز ہے۔



نماز میں آستین چڑھانا

سوال نمبر (111):

نماز میں بازوؤں کو کہنیوں سمیت ڈھانپنا ضروری ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہاف

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، باب فی ما یفسد الصلوة: ۱۰۱/۱

شرٹ (ایسی قمیص جس کی لمبائی نیفہ تک اور آستینیں کہنیوں سے اوپر ہوں) میں کہنی نہ بھی ڈھانپی جائے تو نماز درست ہے، اس قول کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب وبالله التوفیق:

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔ پوری آستین ہونے کے باوجود بازوؤں کو کھلا رکھنا مکروہ ہے۔ جہاں تک ہاف شرٹ کی بات ہے تو اگر پوری آستین والی قمیص موقع پر موجود نہ ہو تو پھر بلا کراہت جائز ہے، تاہم جہاں کہیں پورا لباس ہونے کے باوجود عدم اہتمام کی وجہ سے ایسے لباس میں نماز ادا کی جائے تو ثیاب بذلہ کے حکم میں ہو کر ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو صلی رافعا کمیہ الی المرفقین کرہ (۱)

ترجمہ: اگر کسی نے اس طرح نماز پڑھی کہ آستین کہنیوں تک چڑھائے ہوئے ہوں تو یہ مکروہ ہے۔



نسوار یا سگریٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا

سوال نمبر (112):

ایک آدمی جیب میں نسوار یا سگریٹ رکھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے یا سگریٹ پی کر کھلی کیے بغیر نماز پڑھتا ہے۔ کیا اس سے نماز پر کچھ اثر پڑتا ہے؟

بیتواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز ایک ایسی ذات کے سامنے عجز و انکساری اور اس کے عالی دربار میں حاضری دینے کا نام ہے جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے، اس لیے نماز کی ادائیگی میں سنجیدہ، پروقار، پاک صاف اور باادب رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نماز انفرادی ہو یا اجتماعی، کسی بدبودار چیز کو کھا کر بدبو زائل کیے بغیر پڑھنا مکروہ ہے۔ اس سے فرشتوں اور انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے پسینے کی بدبو زائل کرنے کے لیے نہانے کا حکم دیا اور لہسن کھانے سے منع کیا۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا: ۱۰۶/۱

فرمایا، لہذا جس چیز میں یہ علت پائی جائے گی، وہ نماز میں مکروہ ہوگی، اس لیے سگریٹ پینے کے بعد کلی کیے بغیر نماز پڑھنا یا سواری قحلی یا سگریٹ جیب میں رکھنے سے اگر بدبو پھیلے تو نماز پڑھنا مکروہ ہوگا ورنہ نہیں۔

والذیل علیٰ ذلک:

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ: من أكل من هذه، قال: أول مرة الثوم، ثم قال الثوم، والبصل،

والکراث فلا یقرئنا فی مساجدنا. (۱)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس لہسن میں سے کھایا پہلی مرتبہ صرف لہسن فرمایا، پھر فرمایا: لہسن، پیاز اور گندنا (ایک سبزی کا نام) وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔



مونج کے پتوں کی بنی ہوئی ٹوپی میں نماز

سوال نمبر (113):

مسجد میں مونج کے پتوں اور پلاسٹک کی بنی ہوئی ٹوپیاں رکھی جاتی ہیں جن کو پہن کر لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ مسجد میں ان ٹوپوں کا رکھنا اور ان کو سر پر رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بیٹو! سوچو!

الجواب وبالله التوفیق:

نماز ایک اہم عبادت ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دیتا ہے، اس لیے نماز کے دوران ایسے لباس پہننے سے گریز کرنا چاہیے جو وقار اور ادب کے خلاف ہو۔ چنانچہ جس لباس کو پہنے ہوئے کوئی شخص کسی خاص مجلس میں شرکت کرنے سے عار محسوس کرتا ہو، اس لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مونج کے پتوں کی بنی ہوئی ٹوپی میں کوئی شخص کسی باوقار مجلس میں حاضری دینا پسند نہیں کرتا اس لیے اس ٹوپی کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، لہذا مسجد میں بھی ان کا رکھنا مناسب نہیں۔

(۱) جامع الترمذی، أبواب الأمتعة، باب ما حاء فی کراهیة أكل الثوم والبصل: ۳/۲

والدلیل علیٰ ذلك:

و كذلك بکره الصلوة فی ثياب البذلة. (۱)

ترجمہ:

محنت و مزدوری والے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔



بھوک کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا

سوال نمبر (114):

اگر ایک آدمی کو بھوک لگی ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو جماعت میں شریک ہو جائے یا کھانا کھا کر بعد میں تنہا

نماز پڑھے؟

بیّنوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز تمام عبادات میں سب سے اہم عبادت ہے، اس لیے دورانِ نماز یکسوئی ضروری ہے۔ کوئی ایسی چیز جو دورانِ نماز خشوع و خضوع میں خلل پیدا کرنے کا باعث ہو تو اُس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کھڑی ہو تو پہلے کھانا کھاؤ اور جلدی نہ کرو جب تک اس سے فراغت حاصل نہ ہو جائے۔ اس حدیث کی روشنی میں علمائے کرام لکھتے ہیں کہ اگر بھوک کی شدت اتنی زیادہ ہو کہ دل نماز کی بجائے کھانے کی طرف متوجہ ہو تو پھر کھانا کھا کر نماز پڑھے، لیکن اگر حاجت اس درجہ کی نہیں یا نماز کے قضا ہونے کا خطرہ ہو کہ اگر کھانا کھایا جائے تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو پھر نماز کو کھانے پر مقدم کرنا ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: إذا وضع عشاء أحدكم، وأقيمت الصلوة، فلا يقوم حتى يمرع. (۲)

(۱) الفتاویٰ التناثر حانیہ، کتاب الصلاۃ، الفصل الرابع فی بیان مایکروہ للمصلیٰ أن یعمل فی صلاته: ۱/ ۱۱۰

(۲) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمۃ، باب إذا حضرت الصلاۃ والعشاء: ۱۷۱/ ۲

ترجمہ:

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: ”حنوہ پینٹنے نے فرمایا کہ: ”جب تم میں سے کسی کے سامنے عشا کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت تک کھڑا نہ ہو جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جائے“ (یہ حکم تمام نمازوں کے لیے عام ہے)۔



امام کا سجدہ اور رکوع میں تسبیحات تین بار سے زیادہ پڑھنا

سوال نمبر (115):

ہماری مسجد کے امام صاحب رکوع اور سجدے میں تین بار سے زیادہ تسبیحات پڑھتے ہیں۔ بعض نمازی امام صاحب کے اس فعل کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں۔ یہ بتائیں کہ تسبیحات کا رکوع یا سجدہ میں تین بار سے کم یا زیادہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

امام اور منفرد دونوں کے لیے رکوع اور سجدے میں تسبیحات کا تین بار سے کم پڑھنا مکروہ ہے۔ امام کے لیے تین بار سے زائد پڑھنا (اگرچہ طاق عدد میں ہو) مستحب نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ اگر جلدی پڑھتا ہو تو پانچ دفعہ پڑھے، تاکہ مقتدی اطمینان سے تین بار پڑھ سکیں اور آرام سے پڑھتا ہو تو تین بار پڑھے، البتہ مذکورہ امام کے اس فعل کو مکروہ تحریمی قرار دینا غلط ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وصرحوا بأنه يكره أن ينقص عن الثلاث، وأن الزيادة مستحبة بعد أن يختم على وتر خمس، أو سبع، ما لم يكن إماماً فلا يطلو. (۱)

ترجمہ:

فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ تین تسبیحات سے کم پڑھنا مکروہ ہے اور زیادہ پڑھنا مستحب ہے۔ اگر پانچ،

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، مطلب فی إطالة الركوع للمحامي: ۱۹۸/۲

سات یعنی طاق مرتبہ پڑھے اور یہ حکم تب ہے جب یہ شخص امام نہ ہو، کیونکہ اگر امام ہو تو پھر طویل نہ کرے (یعنی تین مرتبہ سے زیادہ نہ پڑھے)۔



گیس چولہے کے سامنے نماز پڑھنا

سوال نمبر (116):

شہروں میں سردی سے حفاظت کے لیے مساجد میں گیس کے چولہے لگائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کبھی روٹنی کے لیے چراغ یا شمع جلا کر نمازی کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ از روئے شریعت نمازی کے سامنے چراغ یا شمع یا وہ چولہا (جس میں آگ جلائی جاتی ہے) رکھنا کیسا ہے؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

آگ کے سامنے نماز پڑھنے سے مجوسیوں کے ساتھ عبادت میں مشابہت کا وہم پیدا ہوتا ہے، اس لیے آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ مجوسی جس آگ کی عبادت کرتے تھے، وہ انگھٹی میں چلتے انگاروں کی شکل میں یا نور میں آگ جلا کر بھڑکائی جاتی تھی۔ مذکورہ وصف چراغ، شمع یا گیس کے چولہے میں نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ شمع یا چراغ کے سامنے نماز پڑھنے سے کراہت پیدا ہونے میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ بحر میں چراغ یا شمع کے سامنے نماز پڑھنے کو بلا کراہت درست قرار دیتے ہیں اور یہ قول ان کے نزدیک مختار ہے، لیکن اختلاف سے نکلنے کے لیے مناسب صورت یہ ہے کہ شمع، چراغ یا گیس کا چولہا اگر جل رہا ہو تو نمازی کے سامنے کی بجائے دائیں یا بائیں طرف رکھا جائے تو بلا اختلاف نماز پڑھنا درست ہوگا۔

والدلیل علمیٰ ذلک :

قوله: (أو شمع أو سراج)، لا نهما لا يعبدان، والكراهة باعتبارها، وإنما يعبدها المحوس إذا كانت في الكانون، وفيها الحمر، أو في التنور، فلا يكره التوجه إليها على غير هذا الوجه، وذكر في غاية البيان اختلاف المشايخ في التوجه إلى الشمع، أو السراج، والمختار أنه لا يكره،

پرسمی ان يكون عدم الكراهة متفقاً عليه فيما إذا كان الشمع على حائضه. (۱)
ترجمہ:

(شمع یا چراغ سامنے ہو) کیونکہ ان دونوں کی عبادت نہیں کی جاتی اور کراہت عبادت کی وجہ سے ہے۔ مجوی لوگ آگ کی عبادت کرتے ہیں جب یہ آگ آنکھیں میں ہو اور اس میں انگارے ہوں یا تنور میں ہو۔ پس اس شکل میں ہونے کے بغیر اس کی طرف رخ کرنے میں کراہت نہیں ہے۔ غایۃ البیان میں شمع اور چراغ کی طرف رخ کرنے میں مشائخ کا اختلاف بیان کیا گیا ہے۔ مختار قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدم کراہت اس صورت میں اتفاقی ہے، جب شمع کسی طرف واقع ہو۔



پینٹ شرٹ میں نماز ادا کرنا

سوال نمبر (117):

پینٹ شرٹ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے، نیز پینٹ شرٹ میں پہلے پڑھی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کا اعادہ ضروری ہے؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق :

پینٹ شرٹ اگرچہ غیر مسلم ممالک میں زیادہ تر رائج ہے، لیکن بعض مسلم ممالک میں بھی بڑی تعداد میں لوگ اسے پہنتے ہیں۔ چونکہ یہ غیر مسلموں کا مذہبی لباس نہیں اور نہ ہی ان کا شعار ہے، اس لیے اس کا پہننا حرام نہیں، البتہ چونکہ ہمارے معاشرہ میں نیک اور دیندار لوگ عام طور پر یہ لباس استعمال نہیں کرتے، علاوہ ازیں چست ہونے کی صورت میں اس میں ستر کی رعایت بھی زیادہ نہیں ہوتی، اس لیے اس طرح کے لباس سے پرہیز بہتر ہے، پھر بھی اس طرح لباس میں نماز ادا کرنا درست ہے اور پڑھی گئی نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

والدلیل علی ذلک:

(ولا بصر التصاقه) أي بالآلية... أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق

السحر الالوان، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ما يكره فيها ۵/۲

بالعضو تشکل بشکلہ، فصار شکل العضو مرئياً، فینبغي أن لا يمنع جواز الصلوة لحصول الستر. (۱)
ترجمہ:

سرین کے ساتھ لباس کا پیوست ہونا نقصان نہیں دیتا۔۔۔ پس اگر موٹا ہو اور اندر چمڑے کا رنگ دکھائی نہ دے، لیکن عضو کے ساتھ ایسا پیوست ہو کہ اس عضو کی صورت اختیار کرے، حتیٰ کہ عضو کی صورت نظر آنے لگتی ہے (یعنی اس عضو کی جسامت معلوم ہوتی ہو) تو پھر بھی مناسب یہ ہے کہ نماز جائز ہو، کیونکہ ستر عورت پھر بھی حاصل ہے۔



دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ تلاوت کرنا

سوال نمبر (118):

دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے کتنی مقدار میں زیادہ تلاوت کرنا مکروہ ہے، اس میں چھوٹی اور بڑی سورتوں کا کوئی فرق ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں برابری سنت ہے، اسی طرح کہ اگر پہلی رکعت میں پانچ آیتیں پڑھی گئی ہوں تو دوسری رکعت میں بھی اتنی مقدار میں آیتیں پڑھنی چاہئیں۔ چنانچہ اگر دو رکعتوں کے مابین مقدار تلاوت میں برابری کی رعایت نہیں رکھی گئی تو ایسی صورت میں نماز خلاف سنت ہو کر مکروہ رہے گی۔ زیادتی کی مقدار کے بارے میں راجح قول تین آیات کا ہے کہ دوسری رکعت میں اول رکعت کی تلاوت سے تین آیتیں زیادہ نہ ہوں۔ اگر اس سے کم مقدار میں زیادتی ہو تو وہ مکروہ نہیں۔

البتہ سنن کے متعلق فقہائے کرام کی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ یہی حکم سنن اور نوافل کا بھی ہے کہ دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ تلاوت نہیں کرنی چاہیے، تاہم یہ حکم اول اور دوسری رکعت کے متعلق ہے، تیسری رکعت کو شامل نہیں کیوں کہ وہ الگ شفع ہے۔

(۱) رد المحتار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطلب فی النظر الی وجہ الأمر: ۸۴/۲

والدلیل علی ذلك:

قوله: (مطلقاً)... قبل بالفرض؛ لأنه يسوي في السنن والنوافل بين ركعاتها في القراءة... قال
في شرح الحنية: والأصح كراهة إطالة الثانية على الأولى في النفل أيضاً إلحاقاً له بالفرض... وأما إطالة
الثالثة على الثانية والأولى فلا نكره؛ لما أنه شفع آخر. (۱)
ترجمہ:

(یہ حکم مطلق ہے)۔۔۔۔۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ: ”فرض کے ساتھ اس لیے مقید کیا کہ سنن اور نوافل
رکعتوں میں قرأت کے حکم میں برابر ہیں۔“ ”شرح المنیہ“ میں ذکر کیا ہے کہ صحیح قول کے مطابق نفل نماز کی دوسری رکعت
میں پہلی سے زیادہ تلاوت کرنا فرض نماز کی طرح مکروہ ہے۔۔۔۔۔ اور نفل نماز کی تیسری رکعت میں دوسری اور پہلی رکعت
پر زیادتی کرنا مکروہ نہیں، کیوں کہ یہ الگ شفع شمار ہوتا ہے۔“

لا خلاف أن إطالة الركعة الثانية على الأولى مكروهة إن كانت بثلاث آيات أو أكثر. (۲)

ترجمہ:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنا مکروہ ہے، اگر یہ تین آیات یا اس سے
زیادہ ہو۔



دو رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا

سوال نمبر (119):

ایک آدمی جان بوجھ کر ہر رکعت میں ایک سورت بار بار پڑھتا ہو تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے؟

بیٹھنا تو جہراً

الجواب وبالله التوفيق:

نماز کی ہر رکعت میں ایک ہی سورت پڑھنا نفل و سنت نمازوں میں خلاف اولیٰ، اور فرض نمازوں میں مکروہ ہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، ۱/۷۸

خصوصاً جب دوسری سورتیں یاد ہوں، لہذا اگر مذکورہ شخص کو دوسری سورتیں یاد ہوں اور وہ پھر بھی ایک ہی سورت پر اکتفا کرتا ہو تو فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ایسا کرنا مکروہ ہے۔

والذیل علیٰ ذلک:

وإذا قرأ في ركعة سورة، وفي الركعة الأخرى..... يكره..... هذا كله في الفراغ، وأما في السنن فلا يكره هكذا في المحيط. (۱)

ترجمہ:

ایک رکعت میں جس سورت کی قرأت کی اور دوسری رکعت میں وہی سورت پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم فرض نمازوں کے لیے ہے، سنتوں میں ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔



آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا

سوال نمبر (120):

کیا نماز کے دوران خشوع پیدا کرنے کے لیے آنکھیں بند کرنا جائز ہے؟ اس لیے کہ جب میں آنکھیں بند کر کے نماز پڑھتا ہوں تو میری توجہ برقرار رہتی ہے۔ آنکھیں کھلی ہوں تو یہ کیفیت نہیں ہوتی؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ نمازی آنکھیں کھلی رکھے، تاکہ قیام کے دوران نظر سجدے کی جگہ پر، رکوع میں پاؤں کی انگلیوں پر اور سجدے میں ناک پر جمی رہے۔ آنکھیں بند رکھنا بلا ضرورت مکروہ ہے، البتہ اگر آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا خشوع میں یقینی اضافے کا باعث ہو تو پھر اس میں کوئی کراہت نہیں، اس لیے کہ یہاں آنکھیں بند کرنا نمازی کے لیے مفید ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، ۷۹

والدلیل علیٰ ذلك:

و (تغميض عينه) للنجی، (إلا الكمال الخشوع) (۱)

ترجمہ: اور نجی کی وجہ سے نمازی کے لیے آنکھیں بند کرنا مکروہ ہیں، البتہ اگر خشوع کے کمال کے لیے ہو تو پھر مکروہ نہیں۔



قبروں والی مسجد میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (121):

ہماری مسجد کے صحن میں شمال کی جانب تین قبریں ہیں۔ ارد گرد چار دیواری بنائی گئی ہے۔ اوپر سے بھی بند ہیں۔ مشرق کی جانب دروازہ ہے جو قبروں کی صفائی کے لیے رکھا گیا ہے۔ اب مشرقی حصے کی طرف (جہاں قبریں ہیں) سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور ان قبروں کے اوپر کمرے میں درس و تدریس کا کیا حکم ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس طرح نماز پڑھنا کہ سامنے قبر ہو اور درمیان میں کوئی حائل نہ ہو، مکروہ ہے، کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک اس جگہ کے ناپاک ہونے کا احتمال بھی ہے، لیکن اگر نمازی اور قبر کے درمیان کوئی حائل ہو یا قبریں مسجد کی ایک طرف ہوں تو پھر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں اور قبروں کے اوپر کمرے میں نماز پڑھنا، درس و تدریس کرنا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

و شكلموا أيضاً في معنى الكراهية إني استفردت بأن بعضهم لأن فيه تشبهاً باليهود، وقال بعضهم: لأن في المقبرة عظام الموتى، وعظام الدواب أنحاس... وهذا كله إذا لم يكن بين المصلي وبين هذا الموضع حائط، أو سترة، أما إذا كان لا يكره ويصير الحائط فاصلاً. (۲)

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ما یکره فیہا: ۲/۴۱۳، ۴۱۴

(۲) الفتاویٰ الہدیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة: ۵/۳۱۹، ۳۲۰

ترجمہ:

فقہائے کرام نے مقبرہ کی جانب نماز پڑھنے کی کراہت کے سبب میں کلام کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مقبرہ میں مردوں کی ہڈیاں ہوتی ہیں اور مردوں کی ہڈیاں ناپاک ہوتی ہیں۔ یہ کراہت تب ہے جب نمازی اور ان جگہوں کے درمیان کوئی پردہ یا دیوار نہ ہو، اگر ہو تو مکروہ نہیں اور دیوار کاوٹ ہوگی۔



قبرستان میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (122):

مقبرہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر مقبرہ میں نماز پڑھنے کے لیے الگ مسجد بنائی گئی ہو تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

احادیث مبارکہ اور فقہائے کرام کی تصریحات قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت اور مخالفت پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر بھی مخالفت کی علت پر نظر رکھتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایسی جگہیں عام طور پر گندگی اور ناپاکی سے محفوظ نہیں ہوتیں۔ علاوہ ازیں اس میں ان یہود کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، جنہوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا تھا۔ اس وجہ سے قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لہذا اگر قبرستان میں نماز پڑھنے کے لیے الگ مسجد بنائی گئی ہو یا وہ ایسی پاک جگہ ہو جہاں سامنے قبر نہ ہو یا نمازی اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ شرعی طور پر اس کے سامنے گزرنا جائز ہو تو ان تمام صورتوں میں کراہت کی علت نہ ہونے کی وجہ سے نماز پڑھنا درست رہے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وبكره الصلوة في سبعة مواطن..... ومنها الصلوة في المقبرة؛ لأنه تشبه باليهود، فإن كان فيها موضع أعد للصلوة ليس فيه قبر، ولا نجاسة لا بأس..... وإن كان بينه وبين القبر مقدار لو كان في

الصلوة، و بمر إنسان لا یکره فیهنا ایضا لا یکره (۱)

ترجمہ:

سات جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔۔۔۔۔ ان میں سے مقبرے میں نماز پڑھنا بھی ہے، اس لیے کہ یہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے۔ پس اگر مقبرے میں خصوصی جگہ نماز کے لیے بنائی گئی ہو جس میں کوئی قبر اور تاپا کی نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔۔۔ اگر نمازی کے اور قبر کے مابین اتنا فاصلہ ہو کہ اگر وہ نماز میں ہو اور اس قبر کی جگہ کوئی انسان گزرے تو اس کے لیے گزرنا مکروہ نہ ہو تو ایسی جگہ میں نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہوگا۔

فرض و سنت کے درمیان بلا ضرورت تاخیر کرنا

سوال نمبر (123):

ہمارے ہاں بعض لوگ فرض پڑھ لینے کے بعد مسنون دعائیں پڑھ کر سنتیں پڑھتے ہیں۔ دوسرے لوگ انہیں ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرض پڑھ لینے کے بعد دعاؤں میں مشغول ہونا مکروہ ہے، اس لیے کہ فرض و سنت کے درمیان تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

فرض اور سنت کے درمیان بلا ضرورت تاخیر کرنا مکروہ ہے، لیکن فرض اور سنتوں کے درمیان مسنون دعائیں اور اوراد پڑھنا بلا کراہت صرف جائز نہیں بلکہ افضل ہے، اس لیے مذکورہ صورت میں فرض و سنت کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ جس میں یہ مسنون دعائیں اور اوراد پڑھی جاسکیں مکروہ نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

وبکرہ تأخیر السنة إلا بقدر: اللهم أنت السلام..... الخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، قال الحلبي: ... ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي، والمعوذات، ويسبح، ويحمد، ويكبر ثلاثاً و ثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو، ويختتم بسبحان ربك... (۲)

(۱) الفتاویٰ التانارخانیہ، کتاب الصلاة، الفصل الرابع فی بیان ما یکره للمصلي.....: ۱/۱۵۵

(۲) الدرالمختار علی ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۴۶، ۲۴۷

ترجمہ:

(فرض نماز کے بعد) سنت تاخیر سے پڑھنا مکروہ ہے، مگر اللہم انت السلام۔۔۔ (دعا) کے بعد تاخیر جائز ہے۔ حلوانی نے فرمایا ہے کہ: ”مسنون اوراد کے ساتھ فصل لانے میں کوئی مضائقہ نہیں“۔ حلبی فرماتے ہیں کہ: ”مستحب یہ ہے کہ تین بار استغفار پڑھے، آیہ الکرسی اور معوذتین پڑھے، تینتیس مرتبہ تسبیح، تحمید اور تکبیر پڑھے اور سو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے، پھر دعا کرے اور سبحان ربک۔۔۔ کے ساتھ (اپنے اوراد کو) ختم کرے۔“



ناپاک جگہ پر جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنا

سوال نمبر (124):

اگر کچھ میں گوبر کی آمیزش ہو اور اس کے ساتھ کسی جگہ کی لپیائی کی جائے۔ خشک ہونے کے بعد اگر کوئی شخص اس پر جائے نماز وغیرہ ڈال کر نماز ادا کرے، اس حالت میں کہ اس سے گوبر کا اثر ختم ہو گیا ہو تو کیا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے؟
بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت کی رو سے اگر کوئی شخص جائے نماز کو ایسی جگہ بچھا دے کہ وہ نجس ہو تو اگر یہ نجاست خشک ہو چکی ہو اور اس کی بدبو بھی نمازی کو محسوس نہ ہوتی ہو تو ایسی جگہ نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، تاہم اگر نجاست خشک نہ ہو یا اس کی بدبو محسوس ہوتی ہو تو اس پر جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

صورت مسئلہ میں کچھڑ سے ملائے ہوئے گوبر اگر خشک ہو چکے ہوں اور اس کا اثر اور بدبو بھی محسوس نہ ہوتی ہو تو اس صورت میں اس جگہ میں نماز پڑھنا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وکننا الشوب إذا فرش علی النجاسة اليابسة، فإن كان رقيقا يشف ما تحته، أو توجد منه رائحة
لنجاسة علی تقدير أن لها رائحة، لا تجوز الصلاة عليه، وإن كان غليظا بحيث لا يكون كذلك جازت. (۱)

(۱) المختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب فی التشبه بأهل الکتاب: ۲/۳۸۷

ترجمہ:

اور اسی طرح کپڑا جب خشک نجاست کے اوپر بچھایا جائے، اگر اتنا بار یک ہو کہ نیچے والی طرف نظر آئے، اگر نجاست بدبودار ہو اور اس کی بدبو محسوس کی جائے تو اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں اور اگر کپڑا اتنا مونا ہو کہ اس سے نجاست نظر نہ آتی ہو تو وہاں نماز ادا کرنا جائز ہے۔



سر پر چھوٹا رومال باندھ کر نماز پڑھنا

سوال نمبر (125):

بعض لوگ سر پر چھوٹا رومال باندھ کر نماز پڑھتے ہیں، اس طرح سے کہ سر کا درمیانی حصہ کھلا رہتا ہے۔ اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بینوا ونبہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لیے ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی کپڑے سے سر کا حلقہ نماز پڑھی جائے۔ اگر رومال باندھ کر نماز پڑھنی ہو تو اس طرح باندھ کر نماز پڑھی جائے کہ سر کا درمیانی حصہ کھلا نہ رہے، کیونکہ اس طرح رومال یا کپڑا سر کے اوپر باندھنا کہ سر کا درمیانی حصہ نظر آئے مکروہ ہے۔ نیز یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ رومال صاف ستھرا ہو کسی گندگی سے آلودہ نہ ہو ورنہ گندہ کپڑا سر پر باندھنا بھی مکروہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ونکرہ الصلاة حاسراً رأسه. (۱)

ترجمہ: ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(والا عتسحاز) لنتہی النہی ﷺ ہو شند الرأس، اونکویر عمامتہ علیٰ رأسہ، و ترک وسطہ

مکشوفاً. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا: ۱۰۶/۱

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، مطلب الکلام علی التحاذ المسبحة: ۴۲۳/۲

ترجمہ: اور حضور ﷺ کے منع کرنے کی وجہ سے اعتجاز مکروہ ہے اور یہ سر باندھنا ہے یا سر پر اس طرح عمامہ باندھنا ہے کہ سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے۔



نماز کے دوران سر پر رومال رکھ کر دونوں کندھوں پر لٹکانا

سوال نمبر (126):

اگر کوئی شخص سر پر اس طرح رومال باندھے کہ اس کے اطراف کندھوں یا سر پر لٹکے ہوئے ہوں تو ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی کپڑا سر پر باندھا ہوا ہو اور اس کے اطراف پشت کی جانب یا کندھوں تک لٹکے ہوئے ہوں تو مکروہ نہیں ہے، البتہ اگر سینے تک اس طرح لٹکے ہوئے ہوں کہ اطراف سیدھے نیچے کی طرف لٹک رہے ہوں تو سدل کے حکم میں داخل ہو کر مکروہ ہوگا۔

رومال کو دونوں کندھوں پر لٹکانا اگرچہ سدل حقیقتاً نہیں لیکن پھر بھی سدل سے تشبیہ ضرور ہے، اس لیے اس سے جان بچانا ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(وكره) (سدل) تحريماً للنهي (ثوبه) أي إرساله بلا لبس معتاد..... كشذ، ومنديل يرسله من كنفه، فلو من أحد هما لم يكره، كحالة عذر وخارج صلواته في الأصح قال ابن عابد بن: قوله: (كشذ) هو شيء يعتاد وضعه على الكتفين... وذلك نحو الشال. (۱)

ترجمہ:

کپڑا لٹکانا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یعنی معروف طریقے سے پہنے بغیر کپڑا لٹکانا (کنارے نیچے کی طرف چھوڑ دینا) جیسے چادر اور رومال جو کندھوں کے اوپر لٹکا یا جاتا ہے۔ اگر دونوں اطراف ایک کندھے کی جانب ہوں،

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب فی الکراهیة التحریمة والتنزیہة: ۲/ ۴۰۵، ۴۰۶

تو مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ حالتِ عذر یا نماز سے باہر مکروہ نہیں (زیادہ درست قول کے مطابق) علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ مصنف کے قول ”کشد“ میں شد سے مراد وہ مروجہ کپڑا ہے جو کندھوں پر ڈالا جاتا ہے، یہ چادر کی طرح ہوتا ہے۔



قضائے حاجت کی ضرورت کے وقت نماز پڑھنا

سوال نمبر (127):

ایک آدمی کو قضائے حاجت کی ضرورت ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو باجماعت نماز میں شریک ہو جائے یا ضرورت پوری کر کے انفرادی نماز پڑھ لے؟

ہینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز شروع کرنے سے پہلے اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ نماز کے خشوع میں کوئی چیز رکاوٹ کا سبب نہ ہو، اس لیے اگر کوئی حاجت اتنی شدت اختیار کرے کہ اس کو پورا کیے بغیر نماز کا خشوع برقرار نہ رہے تو نماز میں کراہت آئے گی۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں قضائے حاجت کی ضرورت اگر اس درجہ کی ہو کہ خشوع متاثر ہوتا ہو تو حاجت پوری کر کے نماز پڑھ لے، پھر بھی اس بات کی رعایت ضروری ہے کہ نماز کے وقت میں تنگی نہ ہو، لہذا اگر نماز کے وقت میں تنگی ہو یا حاجت شدیدہ نہ ہو تو پھر جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

و كذلك كراهتها مع مدافعة الأخبثين، ويلحق بذلك ما في معناه، وهذا إذا كان في الوقت ساعة، فلو تضيّق اشتغل بالصلوة على حاله حرمة للوقت. (۱)

ترجمہ:

اسی طرح نماز کی کراہت قضائے حاجت کے روکنے سے بھی آئے گی۔ اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جس میں

(۱) مرفأة المفاتيح، کتاب الصلاة، (رقم الحديث: ۱۰۵۷) ۱۴۸/۳

یہ معنی پایا جاتا ہو اور یہ کراہت کا حکم تب ہے جب وقت کی گنجائش ہو، لیکن اگر وقت تنگ ہو تو وقت کی حرمت کی خاطر اسی حال میں نماز میں مشغول ہونا چاہیے۔



دوران نماز تحریر دیکھنا

سوال نمبر (128):

نمازی اپنے سامنے کی تحریر کو دیکھ کر اس کو سمجھے اور اس پر تلفظ نہ کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

نماز ان افعال و اقوال کی وجہ سے فاسد ہوتی ہے جو نماز کے منافی ہوں۔ نمازی کے سامنے رکھی ہوئی تحریر کو دیکھ کر اگر نمازی اُسے پڑھ لے تو نماز فاسد ہو جائے گی لیکن تلفظ کیے بغیر محض دیکھنے یا سمجھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ صورتِ مسئلہ میں جب تلفظ نہیں کیا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو نظر إلى مكتوب، وفهمه، فالصحيح أنه لا تفسد صلوته. (۱)

ترجمہ:

اگر لکھی ہوئی تحریر کو دیکھا اور سمجھ بھی لیا تو صحیح قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔



تصویر والے کمرے میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (129):

ہم ایسی جگہ رہائش رکھتے ہیں جہاں سے مسجد دور ہے، اس لیے حجرے کے ایک کمرے میں نماز کا اہتمام کرتے ہیں مگر جس کمرے میں نماز پڑھتے ہیں، اس کی الماریاں کھلی رہتی ہیں جن میں شیر، گھوڑے وغیرہ کے مجسمے

(۱) الهدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا: ۱/۱۳۹

لگے ہوئے ہیں اور دیوار پر لکڑی کی بنی ہوئی تصاویر ہیں تو ایسی جگہ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بیٹھا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس کمرے میں نمازی کے سامنے اوپر یا برابر کی محاذات میں تصاویر ہوں تو ایسے کمرے میں نماز پڑھنے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے، اس لیے اس کمرے سے تصاویر ہٹا کر نماز پڑھی جائے یا کسی ایسے کمرے میں نماز پڑھی جائے جہاں تصاویر نہ ہوں۔

والدلیل علی ذلک:

وبکرہ أن یكون فوق رأسه فی السقف، أو بین یدیه، أو یحذائه تصاویر، أو صورة معلقة. (۱)

ترجمہ:

یہ مکروہ ہے کہ نمازی کے اوپر مکان کی چھت پر یا اس کے سامنے یا برابر میں تصویریں ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو۔



صرف نماز میں پائینچے ٹخنوں سے اوپر کرنا

سوال نمبر (130):

اگر کسی شخص کے پائینچے عام حالات میں ٹخنوں سے نیچے ہوں اور نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت اٹھاتا ہو تو کیا پائینچوں کا بوقت نماز اٹھانا ضروری ہے یا عام حالات میں بھی ضروری ہے؟

بیٹھا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

مردوں کے لیے شلاوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا ہر حال میں ناجائز ہے، خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ پائینچے اٹھانا صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں، تاہم نماز ایک اہم عبادت ہے، اس کے آداب کی بجا آوری لازمی ہے۔ ان آداب میں ٹخنوں کا کھلا رکھنا بھی ہے، اس لیے نماز کے دوران ٹخنوں کو کھلا رکھنا چاہیے، ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔

(۱) الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا: ۱/ ۱۴۴

والدلیل علیٰ ذلک:

إسبال الرجل إزاره أسفل من الكعبين إن لم يكن للخيلاء ففيه كراهة تنزيهية. (۱)

ترجمہ:

آدمی کا شلوار کوٹھنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔



محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (131):

ہمارے محلہ کا ایک شخص بغیر کسی شرعی عذر کے محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہے۔

از روئے شریعت اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

بیٹھنا اور اٹھنا

الجواب وبالله التوفیق:

مسجد کی آبادی کا دار و مدار نمازیوں کی حاضری پر موقوف ہے اور اس میں زیادہ تر دخل محلہ ہی کے نمازیوں کا ہوتا ہے۔ اگر محلہ کے لوگ مسجد نہ جائیں تو مسجد غیر آباد رہے گی اس لیے فقہائے کرام کے نزدیک محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے جب تک کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

مؤذن مسجد لا يحضر مسجده أحد قالوا يؤذن هو ويقیم، ویصلی وحده، فذلک أحب من أن

یصلی فی مسجد آخر. (۲)

ترجمہ:

اگر کسی مسجد کے مؤذن کے علاوہ کوئی آدمی بھی مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتا تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ وہ

ازال دے، اقامت کرے اور اکیلے نماز پڑھے۔ اسی طرح اکیلے نماز پڑھنا دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

۱۱ الفتاویٰ الہدیۃ، کتاب الکبراہیہ، الباب التاسع فی النفس، ما بکرمہ من ذلک..... ۳۳۳/۵

۱۲ الفتاویٰ الخانیۃ علیٰ هامش الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، باب النیم، فصل فی المسجد: ۶۷/۱

دوران نماز سر سے ٹوپی گر جانا

سوال نمبر (132):

دوران نماز سجدہ کرتے ہوئے اگر کسی کے سر سے ٹوپی گر جائے وہ اسے اٹھا کر پہن سکتا ہے یا نہیں؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران نماز ٹوپی یا عمامہ اتارنا یا پہننا اگر عمل کثیر سے ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر عمل یسر سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن مکروہ ضرور ہو جاتی ہے اس لیے اگر کسی شخص سے دوران سجدہ ٹوپی گر جائے تو اسے دوبارہ اٹھا کر پہننا نہیں چاہیے یہ مکروہ عمل ہے اور اگر سر ننگا ہوا تو غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا۔ ننگے سر پڑھنے کی کراہت لازم نہ آئے گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ویکروہ نزع القميص، والقلنسوة، ولبسهما، وخلع الخف فی الصلوة بعمل یسر. (۱)

ترجمہ:

دوران نماز عمل قلیل کے ساتھ قمیص اور ٹوپی اتارنا اور پہننا اور موزے اتارنا مکروہ ہے۔



نماز کے بغیر سجدہ کرنا

سوال نمبر (133):

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ سجدہ کی حالت میں دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے تو کیا اس کے لیے نماز سے الگ سجدہ کرنا جائز ہے یا نماز ہی کے سجدے میں دعا مانگی جائے؟ وضاحت کریں۔

بیشوا توجروا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب السابع فیما یفسد الصلوة، ما یکرہ فیہا، الفصل الثانی : ۱۰۶/۱

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دعا عبادت کی مغز ہے اور دعا جب حالت نماز میں دوران سجدہ ہو تو وہ قبولیت کے زیادہ قریب بھی ہوتی ہے، لیکن جہاں تک بغیر نماز کے سجدہ کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لیے اگر کوئی سبب موجود ہو، تو کرنے کی گنجائش ہے ورنہ عام طور پر اس طرح سجدہ کرنے کو عام لوگ سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں اور ہر مباح عمل جو سنت یا واجب تک پہنچنے کا احتمال رکھتا ہو، اس کا کرنا مکروہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وأما إذا سجد بغیر سبب فلیس بقربة ولا مکروه، وما یفعل عقبی الصلوات مکروه، لأن الجهال یعتقدونها سنة أو واجبة وکل مباح یؤدی إلیہ فمکروه. (۱)

ترجمہ:

بغیر سبب کے سجدہ کرنا نہ ثواب رکھتا ہے اور نہ مکروہ ہے اور نمازوں کے بعد جو سجدہ کیا جاتا ہے، مکروہ ہے، کیونکہ جاہل عوام اس کو سنت یا واجب سمجھنے لگتے ہیں اور ہر مباح عمل جو سنت یا واجب تک متجاوز ہو جائے تو مکروہ ہے۔



عورت کا غیر محرم کے سامنے نماز پڑھنا

سوال نمبر (134):

شریعت میں غیر محرم کے سامنے عورت کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور بہنوئی وغیرہ کے سامنے وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟ وضو یا نماز پر اس سے کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

بینوا انہموا

الجواب وبالله التوفیق:

آزاد خاتون کے چہرے، ہتھیلیوں اور پاؤں کے علاوہ سارا بدن ستر ہے۔ کسی عضو کا چوتھائی حصہ نماز کے ایک پارے رکن میں کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ چاہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔ جہاں تک غیر محرم کے سامنے نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو اس سے بے پردگی کا گناہ تو ہوگا، لیکن مذکورہ تینوں اعضا کے علاوہ باقی بدن چھپا ہوا ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثالث عشر فی مسجود النلاوة: ۱/۱۳۶

اور یہی حکم غیر محرم کے لئے وضو کرنے کا بھی ہے کہ بے پردگی کا گناہ تو ہوگا، لیکن وضو درست رہے گا۔ عورت کے لیے بے پردگی سے بچنا ضروری ہے، بلکہ عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں اس پر کسی کی نظر نہ پڑتی ہو، جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا کمرے میں نماز پڑھنا محکم میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ محرم وغیرہ محرم میں سے کسی کی نظر بھی اس پر نہ پڑے۔

واللہ لیل علی ذلک:

(وَمِنْ شُحْرِهَا كَلْبُهَا عَوْرَةً إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا) قَالَ: وَهَذَا تَنْصِبُصَ عَلَى أَنْ الْقَدَمَ عَوْرَةً، وَبِرَوَى

نہایت مست بعورۃ وهو الأصح (۱)

ترجمہ:

آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے، سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے۔۔۔ فرماتے ہیں کہ اور یہ تصریح اس بات پر ہے کہ قدم بھی ستر ہے اور نقل کیا گیا ہے کہ قدم ستر نہیں، یہ قول زیادہ درست ہے۔



رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑنا

سوال نمبر (135):

رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑنا کیسا ہے؟ خصوصاً جب امام رکوع میں ہو اور رکعت چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں نمازی مسجد میں دوڑ کر رکوع میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز پڑھنا ایک اہم عبادت ہے۔ جس طرح نماز کے ارکان کی ادائیگی میں سکون اور وقار ضروری ہے، اس طرح نماز پڑھنے کے واسطے آنے میں بھی سکون اور وقار کے بارے میں حدیث میں تاکید آئی ہے۔ رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑنا نہ صرف یہ کہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے، بلکہ نماز کے سکون کے بھی منافی ہے، اس لیے مسجد میں سکون اور وقار کے ساتھ چل کر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہونا چاہیے اور جو رکعت فوت ہو جائیں، ان کو بعد میں پورا

کر لینا اس سے بہتر ہے کہ مسجد میں دوڑ کر رکعت پانے کی کوشش کی جائے، لہذا مسجد میں دوڑنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

﴿فاسمعوا لہی ذکر اللہ﴾، اُمّیامشوا لہیہ بنون افرط فی السرعة..... قال رسول اللہ ﷺ: إذا أقيمت الصلوة

ولا تاتوها وأنتم تسعون وأنوها وأنتم تسعون، وعليکم السکبة فما أدرکم فصلوا وما فاتکم فأنموا۔ (۱)

ترجمہ: اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر چلو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے انداز سے چلو کہ چلنے میں حد سے زیادہ تیزی نہ ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم نماز کی طرف دوڑتے ہوئے نہ آؤ، بلکہ آرام سے چلتے ہوئے آؤ، کہ تم ہنسکون ہو، جو رکعات پالو، پڑھ لو اور جو رہ جائے تو (بعد میں) پوری کر لو۔“



جس مسجد میں قبر ہو اس میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال نمبر (136):

ہماری مسجد میں جو جگہ نماز کے لیے بنائی گئی ہے اس کے پیچھے مشرق کی طرف قبر ہے، اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا

ہے؟

بے

الجواب وبالله التوفیق:

مسجد میں قبر نمازی کے سامنے ہو تو اس صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں غیر اللہ کی عبادت کا شبہ

ہے البتہ قبر نمازی کے سامنے نہ ہو کسی دوسری جانب ہو تو اس صورت میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔

صورتِ مسئلہ میں قبر مسجد کے اندر مشرق کی جانب واقع ہے، اس لیے اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وفي الحاوي: وإن كانت القبور ما وراء المصلي لا يكره۔ (۲)

ترجمہ: اگر قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔



(۱) آئینی روح المعانی، سورۃ الجمعة: ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳

رنگ آلود کپڑوں میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (137):

ایک شخص رنگساز ہے اور نماز پابندی سے پڑھتا ہے لیکن عموماً کام کے دوران جب نماز کا وقت آتا ہے تو رنگ آلود کپڑوں میں نماز پڑھتا ہے اس طرح نماز کا کیا حکم ہے؟
بیٹھنا تو جہرہ

الجواب وبالله التوفیق:

نماز درحقیقت دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ باوقار اور باعزت حلیہ میں باآداب ہو کر رب کائنات کے سامنے پیش ہو چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ کاریگر آدمی کا اپنی مزدوری کے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ اس لباس میں کسی مہذب دنیاوی مجلس میں جانا پسند نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کیوں ایسے لباس میں پیش ہوتا ہے لہذا صورت مسئلہ موصوف کو چاہیے کہ نماز کے لیے پاک صاف کپڑے پہن لیا کرے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وتكره الصلوة في ثياب البذلة . كذا في معراج الدراية . (۱)

ترجمہ:

مخت و مزدوری والے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جیسا کہ معراج الدراية میں ہے۔



ننگے سر نماز پڑھنا

سوال نمبر (138):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ بغیر ٹوپی کے، یعنی ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ہمارے ہاں بعض لوگ ٹوپی کے بغیر نماز پڑھنے کے مستغل عادی ہیں۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

بیٹھنا تو جہرہ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الثانی، فی ما یکرہ فی الصلوٰۃ وما لا یکرہ: ۱۰۷/۱

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ بلاعذر صرف سستی اور کابلی کی وجہ سے نیگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ صحابہ کرامؓ اور اسلاف امت سے پکڑی اور ٹوپی سمیت نماز پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں: "وضع أبو اسحاق قلنسوته فی الصلوة" اور دوسری جگہ: "وكان القوم يسجدون على العمام" منقول ہے، البتہ عذر کی صورت میں نیگے سر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اظہار تذلل اور خشوع کی وجہ سے ایسا کرنا بہتر ہے اور اگر کوئی شخص نیگے سر نماز کو اہانت و تحقیر کی نیت سے پڑھے تو اس کے کفر کا خطرہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وأن من لوازمه ظهور الذل، و غرض الطرف، و خفض الصوت، و سکون الأطراف، و حیث فلا یبعد لقول بحسن كشفه اذا كان ناشياً عن تحقیق الخشوع بالقلب. (۱)

ترجمہ: اور خشوع کے لوازمات میں سے اظہار تذلل، آنکھیں نیچی رکھنا، آواز پست رکھنا اور (جسم کے) اطراف میں سکون ہونا ہے، لہذا اگر ٹوپی اتارنا دل میں خشوع متحقق ہونے کی وجہ سے ہو تو اس کے بہتر ہونے پر قول کرنا بعید نہیں ہے۔



نماز میں چھوٹی سورت چھوڑنا

سوال نمبر (139):

قرآن مجید کی آخری دس سورتوں میں ایک سورت نماز کی پہلی رکعت میں پڑھی جائے۔ درمیان میں ایک سورت چھوڑ کر دوسری رکعت میں تیسری سورت پڑھی جائے، مثلاً: اگر پہلی رکعت میں سورہ فیل پڑھی، پھر سورہ قریش کو چھوڑ کر دوسری رکعت میں سورہ ماعون پڑھی۔ تو کیا اس طرح ایک سورت کو درمیان میں چھوڑنے سے نماز میں کراہت واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوْبَةً

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة و ما یکرہ فیہا، مطلب فی الخشوع: ۲/۴۰۷، ۴۰۸

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد جو سورت پڑھی جائے، اگلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد اس سورت کے متصل سورت کو چھوڑ کر اگلی سورت پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر چھوڑی گئی سورت اس پہلی سورت سے اس قدر طویل ہو کہ دوسری رکعت میں اس کے پڑھنے سے طولِ قرأت لازم آتا ہو یا ایک سے زائد سورتیں چھوڑی جائیں تو پھر کراہت لازم نہیں آتی، لہذا صورتِ مسئلہ میں سورہ فصل پڑھ کر اگلی رکعت میں سورہ قریش چھوڑ کر سورہ ماعون پڑھنا مکروہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قوله: (وبكره الفصل بسورة قصيرة) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره. شرح المنية: كما إذا كانت سورتان قصيرتان، وهذا لو في ركعتين، أما في ركعة فيكره الجمع بين سورتين بينهما سور، أو سورة. (۱)
ترجمہ:

اور چھوٹی سورت کے ساتھ فصل لانا مکروہ ہے اور جہاں تک بڑی سورت کے ساتھ فصل لانا ہے تو اگر اس سے دوسری رکعت کا طویل ہونا لازم آتا ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ جیسا کہ دو چھوٹی چھوٹی سورتیں ہوں، اور یہ بات دو رکعتوں میں ہے، ایک رکعت کا معاملہ اس سے مختلف ہے کہ اس میں ایسی دو سورتوں کو جمع کرنا مکروہ ہے جن کے درمیان ایک سورت یا ایک سے زائد سورتوں کے ذریعہ فصل لائی گئی ہو۔



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوة، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفاية: ۲/۲۶۹

فصل فی السترة

(سترہ، یعنی نمازی کے سامنے کوئی چیز رکھنے کا بیان)

نمازی کے سامنے بیٹھنا

سوال نمبر (140):

ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو، اس کے سامنے دوسرا آدمی بیٹھا ہوا ہو اور وہ اٹھنا چاہے تو سلام پھیرنے تک انتظار کرے یا نمازی کے سامنے سے اٹھ کر چلا جائے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سترہ نہ ہو تو اس کے سامنے گزرتا جائز نہیں، لیکن پہلے سے جو شخص نمازی کے سامنے بیٹھا ہے، اُس کے لیے بہتر تو یہ ہے کہ نماز ختم ہونے تک انتظار کرے، تاہم اگر پہلے ہی اٹھ کر چلا جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ نمازی کے سامنے گزرنے والے کے جسم کے پورے اعضا یا زیادہ اعضا کی برابری سے کراہت آتی ہے، اگر کہیں نصف یا اس سے کم اعضا گزرنے کے وقت نمازی کے برابر ہو جائیں تو پھر مکروہ نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بیٹھے ہوئے آدمی کے اٹھ کر چلے جانے سے نمازی کا خشوع متاثر نہیں ہوتا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

فی الفہستانی: ومحاذاة الأعضاء للأعضاء يستوي فيه جميع أعضاء المار. هو الصحيح.....
وفيه إشعار بأنه لو حاذى أقلها أو نصفها لم يكره..... والرابعة أن لا يتعرض المصلي ولا يكون للمار مندوحة فلا يَأثم واحد منهما. (۱)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، مطلب إذا قرأ قوله تعالى:

ترجمہ:

گزرتے وقت اعضا کا نمازی کے اعضا کے ساتھ برابر ہو جانے کے بارے میں قبستانی میں ذکر ہے کہ گزرنے والے کے تمام اعضا کے برابر ہونے سے مرد ثابت ہوگا، یہ درست قول ہے۔۔۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نصف یا اس سے کم اعضا کی برابری سے کراہت لازم نہیں ہوگی۔۔۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ نمازی رکاوٹ بھی نہ بنے اور گزرنے والے کے لیے اس کے علاوہ چارہ نہ ہو تو کوئی بھی گناہ گار نہیں ہوگا۔



سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حد

سوال نمبر (141):

ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سترہ نہ ہو تو اس کے سامنے سے گزرنے کی حد فاصلے کے لحاظ سے کتنی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تین صف سے آگے اس کے سامنے سے گزرنے میں کوئی مضا لقمہ نہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

بیِّنُوا تَوَجَّروا

الجواب وبالله التوفیق:

نمازی کو چاہیے کہ نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے سترہ رکھنے کا اہتمام کرے تاکہ سامنے سے لوگوں کے گزرنے سے نماز میں خشوع متاثر نہ ہو۔ اگر لوگوں کے گزرنے کا احتمال نہ ہو تو پھر سترہ رکھنے کی ضرورت بھی نہیں۔ جہاں تک نمازی کے سامنے سترہ نہ ہونے کی صورت میں فاصلے کی حد کی بات ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے اتنے فاصلے کے اندر نہیں گزرنا چاہیے کہ نمازی سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے تو گزرنے والے پر اس کی نظر پڑے۔ علمائے کرام نے اس کی مقدار تین صف کے برابر احتیاطاً بتائی ہے، لیکن تین صف کی قید اس صورت میں ہے جب نمازی بڑی مسجد یا صحرا میں نماز پڑھ رہا ہو، اگر چھوٹی مسجد یا گھر میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر وہ ایک مکان کے حکم میں ہو کر اس کے سامنے سے سترہ کے بغیر گزرنا جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وقال إذا صلیٰ رامياً بصره إلی موضع سجوده، فلم یقع علیه بصره لم یکره وهذا أحسن.....

هذا المسجد الذي ذكرنا إذا كان الرجل يصلي في الصحراء، وأما في المسجد فالحد هو المسجد إلا أن يكون بينه وبين المار أسطوانة أو غيرها، والمسجد الكبير... كالصحراء. (۱)

ترجمہ:

فرمایا کہ جب نماز پڑھنے والا مسجد کے جگہ کو دیکھ رہا ہو تو اس کی نظر گزرنے والے پر نہ پڑے تو گزرنا مکروہ نہیں، یہی قول احسن ہے۔۔۔۔۔ یہ بیان کردہ حد اس صورت میں ہے جب کوئی شخص کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو، چنانچہ اگر چھوٹی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی حدود پوری مسجد ہے، البتہ یہ کہ نماز پڑھنے والے اور گزرنے والے کے درمیان ستون یا کوئی اور چیز ہو۔ بڑی مسجد بھی صحرا کے حکم میں ہے۔



صف میں شامل ہونے کے لیے نمازی کے سامنے سے گزرنا

سوال نمبر (142):

اتصال صف کے لیے کسی نمازی کے سامنے سے اگر کوئی گزر جائے تو یہ شخص گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے نمازی کے سامنے سے گزرنا ممنوع ہے۔ احادیث میں نمازی کے سامنے سے بغیر کسی عذر کے گزرنے کے متعلق وعیدیں آئی ہیں، لیکن ضرورت کا دائرہ کار الگ ہے، اس لیے اگر کہیں ایسی صورت ہو کہ جماعت کھڑی ہو جائے اور آگے والی صف میں جگہ خالی ہو جس میں کھڑے ہونے کے لیے نمازی کے سامنے سے گزرنا پڑے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ نمازی کے سامنے گزرنے کی ممانعت اس کے احترام کی وجہ سے تھی، غلط جگہ کھڑے ہو کر نمازی نے اپنا یہ احترام کھودیا اس لیے اب اس کے سامنے سے گزرنے والا گناہ گار نہ ہوگا۔ اتصال صفوف کے متعلق احادیث میں بار بار تاکید آئی ہے، اس لیے یہاں شریعت صف میں شامل ہونے کو ترجیح دیتی ہے۔

(۱) المسحور از می، جلال الدین، الکفایۃ علیٰ هامش فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، تحت

قولہ: ولا یعمایا، ۱/ ۳۵۴، مکتبۃ حقانیۃ، پشاور

والدلیل علیٰ ذلک:

قام فی آخر الصف فی المسجد بینہ و بین الصفوف مواضع حالۃ، فللذا حل أن یمرّ بین یدیه لیصل الصفوف؛ لأنہ أسقط حرمة نفسه فلا یأثم المارّ بین یدیه، دلّ علیہ ما ذکر فی الفردوس بروایۃ ابن عباسؓ عن النبی ﷺ أنه قال: من نظر إلی فرجة فی صف فلیسدھا بنفسه، فإن لم یفعل فمرّ ماراً فلیتخطّ علی رقبته فإنہ لاحرمۃ لہ. (۱)

ترجمہ:

کوئی آدمی مسجد میں آخری صف میں کھڑا ہو گیا، اس طرح سے کہ اس کے اور باقی صفوں کے درمیان جگہ خالی ہے تو بعد میں جماعت میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ صفوں تک پہنچنے کے لیے اس کے سامنے سے گزرے، اس لیے کہ اس نے خود اپنی حرمت ختم کر دی ہے تو اس کے سامنے سے گزرنے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔ اس پر ابن عباسؓ کی روایت دلالت کرتی ہے جو فردوس میں نقل کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”جس نے صف میں تھوڑی سی خالی جگہ دیکھ لی تو خود ہی اس کو پُر کر لے۔ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو پھر گزرنے والا اس کی گردن کو پھلانگتا ہوا گزرے گا، کیونکہ اس کی حرمت باقی نہیں رہی۔“



امام اور مقتدیوں کے لیے سترہ

سوال نمبر (143):

نماز باجماعت کی صورت میں مقتدیوں کے سامنے گزرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی امام آگے کھڑا ہوا ہے۔ اس کے سامنے سترہ ہے۔ تو کیا مقتدیوں کی صف کے سامنے گزرا جاسکتا ہے؟

بینوا تزہروا

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکره فیہا، مطلب إذا قرأ قوله تعالیٰ: ﴿جِدْكَ﴾ ۴۰/۲

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ نماز میں توجہ اور خشوع و خضوع کو برقرار رکھنے کے لیے نمازی کے آگے سترہ رکھنا ضروری ہے۔ سترہ کی موجودگی کی صورت میں نمازی کے آگے سے گزرا جاسکتا ہے۔ اگر نمازی منفرد ہو تو اس کے لیے الگ اپنا سترہ ضروری ہے جب کہ باجماعت نماز کی صورت میں امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے، لہذا ایسی صورت میں بھی جب امام کے سامنے سترہ ہو تو مقتدیوں کی صف کے سامنے سے گزرنا مریض ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(ومسنة الإمام سترۃ للقوم) لأنه عليه السلام صلى ببطحاء مكة إلى عنزة، ولم يكن للقوم

سترۃ. (۱)

ترجمہ:

اور امام کا سترہ قوم کے لیے کافی ہوتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے بطحائے مکہ میں ایک لائچی (جس کے ایک سرے پر لوہا لگا ہوا تھا) کو سترہ بنا کر نماز پڑھائی اس حال میں کہ باقی قوم کے لیے کوئی سترہ نہیں تھا۔



سترہ کی مقدار

سوال نمبر (144):

اگر کوئی آدمی نماز پڑھتے ہوئے اپنے آگے ایک ایسا سترہ رکھے جو مستطیل شکل کی ہو اور اس کے دونوں اطراف زمین کے ساتھ متصل ہوں اور درمیان والا حصہ زمین سے اوپر ہو اور یہ نمازی درمیانی حصہ کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو جب کہ سترہ شرعی گز کے برابر ہو یا اس سے کچھ زیادہ بھی ہو تو کیا یہ سترہ نمازی کے لیے کافی ہے؟

بیشواؤہروا

(۱) الہدایۃ، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا: ۱/۱۱۱

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے نمازی کے سامنے اگر لوگوں کے گزرنے کا احتمال ہو تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے سامنے سترہ (شرعی) رکھے جس کی مقدار اونچائی میں ایک ہاتھ یعنی دو بالشت اور موٹائی میں انگلی کے برابر ہونی چاہیے۔ ایسے سترہ کو سامنے رکھتے ہوئے، اگر کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو گزر سکتا ہے۔

مسئلہ صورت میں اگر سترہ کی مقدار برابر ہو، یعنی ایک ہاتھ اونچی اور موٹائی میں ایک انگلی کے برابر ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزرنا بلا کراہت جائز ہے اور اگر سترہ مستطیل شکل میں ہو اور اس کے دونوں اطراف زمین پر لگے ہوں اور درمیانی حصہ زمین سے اوپر ہو، پھر بھی جائز ہے، تاہم اگر اس کی مقدار سترہ کی مذکورہ مقدار سے کم ہو تو پھر سترہ نا کافی ہونے کی وجہ سے لوگوں کا سامنے سے گزرنا مکروہ ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

والمستحب لمن یصلی فی الصحراء أن ینصب بین یدیه عوداً، أو یضع شیئاً أدناه طول ذراع..... وإنما قدر أدناه بذراع طویلاً دون اعتبار العرض، وقیل: ینبغی أن یکون فی غلظ أصبع، لقول ابن مسعود: یحزئ من السترة السهم. (۱)

ترجمہ:

صحرا میں نماز پڑھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑ دے یا کوئی ایسی چیز سامنے رکھ دے جس کی اونچائی کم از کم ایک ذراع ہو اور اس کی مقدار ایک ذراع (شرعی گز) اونچائی کے اعتبار سے مقرر کی گئی، نہ کہ چوڑائی کے اعتبار سے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ اس کی موٹائی ایک انگلی کے بقدر ہو، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا فرمان ہے کہ: ”ایک تیر سترہ کے طور پر جائز ہے۔“



کپڑے وغیرہ کو سترہ بنانا

سوال نمبر (145):

کیا نمازی سترہ کے طور پر کپڑا یا رومال وغیرہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

بیٹو! توجہ دوا

جواب: وبالله التوفیق:

اگر نمازی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں پر سترہ کی ضرورت پڑتی ہو تو وہاں پر بطور سترہ لائچی گاڑنا یا پردہ یا کوئی اور ایسی چیز جو نمازی اور گزرنے والوں کے درمیان سترہ بن سکے، لٹکانا جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

”فإن لم یکن معہ عصا فلیخط خطا“ و هو ضعیف، لکنہ یحوز العمل بہ فی الفضائل.....
و ما ذلک یکن معہ سترۃ ومعہ ثوب أو کتاب مثلاً، هل یکنفی وضعہ بین یدیه؟ والظاهر نعم کما یؤخذ
من تعلیل ابن الجمام. (۱)

ترجمہ:

”اگر لائچی نہ ہو تو آگے بطور سترہ ایک خط کھینچے گا۔“ خط کھینچنے کا یہ قول ضعیف ہے، لیکن فضائل میں اس پر عمل
جائز ہے۔۔۔۔ اور اگر اس کے ساتھ سترہ نہ ہو، لیکن کوئی کپڑا یا کوئی کتاب وغیرہ ہو تو کیا ان دونوں کو بطور سترہ کے
رکھنا کافی ہے یا نہیں؟ ظاہر تو یہ ہے کہ ان کا رکھنا جائز ہے، جیسا کہ یہ بات ابن ہمام کی تعلیل میں پائی جاتی ہے۔



۱۱ اردو مستحار علی الدر المحتار، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مطلب: إذا قرأ قوله: تعالیٰ جذاک بدون
کفاحت قوله: (وقیل یکفی): ۲/۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴

باب الإمامة

(امامت اور جماعت کا بیان)

تعارف:

امامت و جماعت اگرچہ باہم لازم و ملزوم تصور ہوتے ہیں، لیکن ہر ایک کی جداگانہ حیثیت اور اہمیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے، اس لیے ہر ایک کی الگ الگ وضاحت ضروری ہے۔

امامت کی اہمیت اور حکمت مشروعیت:

ایمان کے بعد نماز تمام عبادات میں سب سے افضل اور اسلام کا رکن اعظم ہے۔ پھر نماز کی باجماعت ادائیگی شعار اسلام میں سے اہم شعار ہے، تاکہ امت مسلمہ کا اتحاد و اتفاق برقرار رہے اور وہ ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن اور ایک ہی قبلہ پر متفق ہو کر ایک ہی امام کو اپنا روحانی پیشوا اور مقتدی بنادیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ اپنی تمام زندگی میں خود ہی منصب امامت پر فائز رہے اور جب مرض الموت میں ضعف اور نقاہت کی وجہ سے آپ ﷺ اس عظیم ذمہ داری کو اللہ کے حکم سے نبھانہ سکے تو تمام امت میں بہترین، ہستی، یعنی سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی اور حکم ہوا کہ اپنے درمیان بہترین افراد کو امام بناؤ، اس لیے کہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے مابین تمہارے وکیل اور نمائندے ہیں۔ (۱)

امامت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

امامت کا اصل مادہ ”أَمَّ يَوْمَ“ ہے جس کا معنی قصد و ارادہ کرنا اور آگے ہونا ہے جب کہ اصطلاح فقہاء میں امامت کی دو قسمیں ہیں: ایک امامت کبریٰ، یعنی مسلمانوں کی ولایت و خلافت ہے جب کہ دوسری قسم امامت صغریٰ، یعنی ”إمامة الصلوة“ ہے جس کی تعریف علامہ حکفیؒ کے ہاں کچھ یوں ہے۔

”ربط صلوة المؤتم بالإمام بشروط خاصة“

مخصوص شرائط کی موجودگی میں مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ جڑا رہنا امامت کہلاتا ہے۔ (۲)

(۱) سنن دارقطنی، کتاب الحائز، باب تخفیف القراءة لحاجة، رقم (۱۸۶۳)، ۷۴/۲، الموسوعة الفقهية، مادة إمامة

الصلوة: ۶/۲۰۲، احکام اسلام عقل کی نظر میں، باب صفة الصلوة، امامت و جماعت کی حکمت، ص: ۷۱

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۲/۲۷۰، ۲۷۶، ۲۸۴، الموسوعة الفقهية حوالہ بالا

امامت کی صحت کے لیے شرائط:

فقہائے کرام کے ہاں غیر معذور مرد کے امام بننے کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) ذکوریت، یعنی مرد ہونا (۵) فرض قراءت کی تلاوت پر قدرت (۶) شرعی اعذار (جو باب المعذور میں گزر چکے ہیں) سے سلامتی (۷) نماز کی شرائط میں سے کسی بھی شرط کے فقدان سے سلامتی۔

مذکورہ شرائط میں سے اکثر نفس اقتدا کے لیے ہیں، تاہم فقہائے کرام نے ان شرائط کو امام کے ساتھ خاص کیا ہے اور نفس اقتدا کے لیے درج ذیل شرائط الگ ذکر کیے ہیں۔ بہر صورت امامت و اقتدا کا تلازم کسی پر خفی نہیں۔

اقتدا کی صحت کے لیے شرائط:

(۱) مقتدی کے لیے امام کی تابعداری اور متابعت کی نیت کرنا۔

(۲) عورتوں کی اقتدا درست ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ امام ان کی اقتدا کے لیے مستقل نیت کر لے۔

(۳) امام مکان اور مصلیٰ کے اعتبار سے مقتدی سے آگے ہو، یعنی اس کی ایزھی مقتدی سے آگے ہو، اگرچہ طول قدم کی وجہ سے مقتدی کے پاؤں کا اگلا حصہ امام کے پاؤں سے آگے بڑھ جائے۔

(۴) امام مقتدی سے کم تر حالت والا نہ ہو، بلکہ اس سے اعلیٰ ہو یا کم از کم اس کے برابر ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ امام نفل نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض یا ایسا بھی نہ ہو کہ امام کسی شرعی عذر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے رکوع و سجدے سے قاصر ہو اور مقتدی رکوع و سجدہ کرنے والا ہو۔

(۵) امام اور مقتدی ایک ہی نماز میں ہوں، اگر دونوں کی نماز کی فرضیت کا سبب الگ الگ ہو تو اقتدا جائز نہیں۔

(۶) چار رکعت والی نماز میں وقت گزر جانے کے بعد مسافر کا امام مقیم نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ مقیم امام کے لیے تو واجب ہے، لیکن مسافر کے لیے یہی قعدہ اخیرہ ہونے کی وجہ سے فرض ہے، لہذا ابتداء نماز سے نیت باندھنے والے مسافر کی اقتدا ایسی صورت میں "اقتداء القوی بالضعیف" ہے، اس لیے کہ واجب بہر صورت فرض سے کم تر ہے اور اگر مسافر انہی چار رکعتوں میں سے دور کعتیں ادا ہونے کے بعد آکر مقیم امام کے پیچھے وقت گزرنے کے بعد نیت باندھ لے تو بقیہ دور کعتوں میں چونکہ امام کے لیے قراءت کرنا فرض نہیں، بلکہ سنت ہے اور مقتدی کے لیے فرض ہے تو "اقتداء المفترض بخلف المتنفل" کی وجہ سے یہ بھی ناجائز ہے، لہذا وقت نکلنے کے بعد مسافر شخص چاہے ابتدا ہی سے

مقیم کو مرنے کا وقت اگر سے یا آخری دو رکعتوں میں شامل ہو جائے، بہر صورت ناجائز ہے۔

یہ دور ہے کہ نماز کے وقت کے دوران مسافر کو مقیم امام کے پیچھے چارہی رکعت ادا کرنی ہوگی خواہ تمام نماز امام کے پیچھے پڑھے یا کوئی جزاء اس لیے کہ وقت کے اندر اندر مسافر کے لیے دو رکعت پڑھنے کا حکم اگرچہ موجود ہے، لیکن مقیم امام کی مرتبہ کی وجہ سے یہ حکم ایک مرتبہ پھر چار تک پہنچ گیا، لیکن وقت گزر جانے کے بعد اب صرف دو رکعت کا حکم ہے، چار رکعت ناجائز نہیں اگرچہ امام مقیم ہی کیوں نہ ہو۔

(۷) امام مسبوق نہ ہو، یعنی اگر مسبوق باقی ماندہ نماز پڑھ رہا ہو تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پیچھے نیت باندھ لے، البتہ دو مسبوق اگر ایک ساتھ نماز پڑھ رہے ہوں اور ایک مسبوق نماز کی رکعتوں کی تعداد بھول جائے تو وہ محض نماز کی درستگی کی خاطر اس دوسرے مسبوق کے افعال کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کر سکتا ہے۔

(۸) امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف نہ ہو۔

(۹) امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہریا دریا اس قدر وسیع پانی نہ ہو کہ اس میں چھوٹی کشتی گزر سکے نہ ہی اتنا کشادہ راستہ ہو جس میں بیل گاڑی وغیرہ گزرنے کی گنجائش ہو۔ مثلاً یہ قول کے مطابق یہ فاصلہ دو صفوں کے برابر ہوتا ہے، لہذا اگر امام اور مقتدی کے درمیان دو صفوں کی مقدار فصل موجود ہو تو اقتدا جائز نہیں۔

(۱۰) امام اور مقتدی میں سے کوئی ایک سوار اور دوسرا پیدل نہ ہو یا دونوں کی سواری علاحدہ علاحدہ نہ ہو، اس لیے کہ اتحاد مکان اقتدا کی صحت کے لیے شرط ہے، البتہ اگر دو کشتیوں کو باہم باندھ دیا گیا ہو تو وہ ایک ہی کشتی کے حکم میں ہے۔

(۱۱) مقتدی امام کے ساتھ نماز کے جملہ ارکان میں شریک ہو، یعنی مقتدی نماز کا کوئی بھی رکن امام سے پہلے ادا نہ کرے، بلکہ یہ تو ایک ساتھ ادا کریں یا مقتدی امام کے بعد ادا کرے۔

(۱۲) مقتدی کو اپنے امام کا کوئی ایسا فعل معلوم نہ ہو جس کی رو سے مقتدی کے خیال میں نماز ٹوٹ جاتی ہو، اس کی تفصیل آگے ”خلاف مسئلہ امام کی اقتدا“ میں آ رہی ہے۔ (۱)

(۱) مرقی السیاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوۃ، باب الإمامۃ، ص: ۲۳۱-۲۳۸، الدر المختار مع

رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامۃ: ۲/۲۸۴-۲۸۶

درج ذیل لوگوں کی اقتدا کرنا درست ہے:

- (۱) تیم کرنے والا شخص وضو کرنے والے شخص کا امام بن سکتا ہے۔
- (۲) پٹی یا موزوں پر مسح کرنے والا شخص وضو کرنے والے کا امام بن سکتا ہے۔
- (۳) بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص کھڑے شخص کی امامت کر سکتا ہے۔
- (۴) وہ کبڑا شخص جس کا کبڑا پن رکوع کی حد تک ہو، امام بن سکتا ہے۔
- (۵) فرض پڑھنے والے شخص کے پیچھے نفل پڑھنے والے شخص کی اقتدا درست ہے۔
- (۶) کوئی بھی معذور شخص اپنے جیسے معذورین یا اپنے سے کم تر حالت والے لوگوں کا امام بن سکتا ہے۔ (۱)

فاسق، بدعتی، علم سے نابلد، نابینا، ولد الزنا اور لنگڑے کی امامت بھی بوقت ضرورت جائز ہے، تاہم مستقل امام بنانے کے لیے امام کی ذات ایسی کمزوریوں سے مبرا ہونی چاہیے۔ اسی طرح مقیم مسافروں کے لیے اور مسافر مقامی لوگوں کے لیے امام بن سکتا ہے۔ معذور آدمی جس کو مسلسل ناک سے خون آ رہا ہو، معذوروں کا، اشارہ سے نماز ادا کرنے والا اشارہ سے نماز پڑھنے والوں کا، مراہق قریب البلوغ نابالغوں کا اور مرد عورتوں کا امام بن سکتا ہے۔ اسی طرح گونگا گوگوں کی اور جاہل (جو بقدر فرض قرائت بھی نہ جانتا ہو) جاہلوں کی امامت کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس معذور صحت مندوں کی اور اس عذر سے محفوظ رہنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی امامت نہیں کر سکتے جو کسی کفریہ عقیدے کے حامل ہوں۔ (۲)

امامت کا زیادہ حق دار کون ہے؟

حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو نماز کے احکام سے سب سے زیادہ واقف ہو اور نماز میں قراءت کی جو مقدار سنت ہے اس کا حافظ بھی ہو، نیز ظاہری برائیوں سے محفوظ ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو قراءت و تجوید سے زیادہ واقف، پھر سب سے زیادہ متقی اور گناہوں سے محترز، پھر سب سے زیادہ عمر دراز، پھر سب سے زیادہ خوش اخلاق، پھر سب سے زیادہ وجہ صورت، پھر سب سے زیادہ عالی نسب، پھر سب سے زیادہ خوش آواز، پھر سب سے زیادہ خوش لباس، پھر سب سے زیادہ حلال مال والا شخص اور پھر زیادہ جاہ و جلال کا مالک، فرض جو کمالات لوگوں کی زیادت توجہ اور نشاط کا باعث بن سکتے ہیں اور ان سے تکثیر فی الجماعت کا مقصد حاصل

(۱) مرآۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوۃ، باب الإمامۃ، ص: ۲۳۹، ۲۴۰

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إمام الغیرہ: ۸۴/۱-۸۶

ہو سکتا ہے تو ان کو پیش نظر رکھا جائے گا یہاں تک کہ اگر اس میں بھی سب مساوی ہوں تو ایسی صورت میں اگر کوئی ایک شخص قوم کو زیادہ پسند ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے ورنہ قرعہ ڈال کر بھی اپنے لیے امام متعین کر سکتے ہیں۔ یہ تمام تفصیل اس صورت میں ہے جب امیر المؤمنین، گورنر، قاضی یا مسجد کا متعین امام نہ ہو، اگر ان میں سے کوئی بھی موجود ہو تو امامت کا زیادہ حق انہی کو حاصل ہوگا۔ اسی طرح میزبان شخص مہمان سے زیادہ مستحق ہے، البتہ اگر وہ خود اجازت دے دے تو کوئی حرج نہیں۔ (۱)

ناپسندیدگی کے باوجود امامت:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کی نماز کو قبول نہیں فرماتے جن میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جو لوگوں کی ناپسندیدگی کے باوجود ان کی امامت کرے، تاہم یہ تب ہے جب ناپسندیدگی اس کی کسی کوتاہی کی وجہ سے ہو یا اس وجہ سے ہو کہ اس سے افضل امام موجود ہو اور وہ پھر بھی خود امامت کر رہا ہو۔ اگر ایسی صورت نہ ہو، بلکہ لوگ اپنی جہالت اور خواہش پرستی کی وجہ سے اس کو ناپسند کرتے ہوں تو پھر امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ فساق و فجار لوگ عموماً علما اور صلحا کو کراہت کی نظر سے دیکھتے ہیں جو ان کی ذاتی بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔ (۲)

تراویح میں نابالغوں کی امامت:

قریب البلوغ (مراہق) بچے اپنے جیسے بچوں کا امام بن سکتا ہے۔ نابالغوں کے حق میں فرائض و واجبات میں اس کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے، البتہ تراویح اور سنن مطلقہ سے متعلق حنفیہ میں سے ائمہ بلخ کے مطابق بچوں کی امامت صحیح ہے، تاہم قول مختاریہ ہے کہ تراویح میں بھی ان کی امامت صحیح نہیں۔ اکثر فقہائے کرام کی رائے یہی ہے۔ (۳)

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان الأحق بالإمامۃ، ص: ۲۴۲-۲۴۴، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل الثانی فی بیان من هو أحق بالإمامۃ: ۱/۸۳، ۸۴، بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان من هو أحق بالإمامۃ: ۱/۶۶۹-۶۷۴

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان الأحق بالإمامۃ، ص: ۲۴۴

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغيره: ۱/۸۵

عورت کی امامت:

مرد عورت کی امامت کر سکتا ہے بشرطیکہ مردان کی امامت کی نیت کر لے، البتہ جمعہ اور عیدین میں امام کی نیت کے بغیر بھی عورتیں مرد امام کی اقتدا کر سکتی ہیں۔ مذکورہ صورتوں میں شرط یہ ہے کہ عورت کے ساتھ خلوت کی کیفیت نہ ہو، اگر مقتدی خواتین میں سے بعض اس کی محرم ہوں تب تو کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی محرم نہ ہو اور مقتدی تنہا خواتین ہوں اور جماعت میں کچھ مردوں کی شرکت نہ ہو تو یہ مکروہ ہے۔

عورت مرد کی امامت نہیں کر سکتی، لیکن عورت کی امامت کر سکتی ہے، تاہم یہ بات ذہن نشین رہے کہ تمام نمازوں میں صرف عورتوں کی جماعت جائز ہونے کے باوجود کراہت سے خالی نہیں اور ان کا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر جماعت بنائی لیں تو امام کو صف کے وسط میں کھڑا ہونا چاہیے، نہ کہ آگے۔ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مزید کراہت ہے اگرچہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۱)

ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعے امامت:

اگر ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے اذان، اقامت اور نماز کے ارکان محفوظ کر لیے جائیں تو وہ اذان اور اقامت کے لیے کافی نہیں اور نہ ایسی ریکارڈ کو نماز کا امام قرار دیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ ایک طرف تو اس میں امامت اور اقتدا کے لیے ذکر کردہ شرائط موجود نہیں اور دوسری طرف نماز میں موجود خشوع و خضوع کی کیفیت، جذبات و احساسات، مقتدیوں کے نماز کا ضامن اور وکیل بننا کسی مشین کا کام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسے رہبر و رہنما کا کام ہے جو خود اپنی طرف سے اور تمام نمازیوں کی طرف سے خدا کی چوکھٹ پر سر جھکا کر سفارت کا فریضہ انجام دے سکے۔ (۲)

خلاف مسلک امام کی اقتدا:

خلاف مسلک امام سے مراد یہ ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی خاص امام کا مقلد ہو اور اس تقلید میں وہ تعصب اور غلو کا شکار نہ ہو، بلکہ اختلاف محض فروعی مسائل تک محدود ہو۔ اگر اختلاف عقائد کی حد تک پہنچ جائے یا تعصب و بغض کا غلبہ ہو جائے تو ایسے امام کے پیچھے مذکورہ مقتدی کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ صرف فروعی مسائل میں اختلاف ہو تو ایسے

(۱) الفناوی الہندیۃ، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً للعبادة: ۸۵/۱، مرقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، وفی بیان ترتیب الصفوف، ص: ۲۴۶، ۲۴۷

(۲) قاموس الفقہ، مادة امام و امامت: ۲۲۱/۲

اسی حدیث پر صحابہ کرام کا تعامل بھی رہا جنہوں نے امت کو انتشار اور فتنہ سے بچانے کی خاطر فساق و فجار کے پیچھے بھی نماز پڑھی۔ (۱)

صفوف کی ترتیب اور امام کے قیام کی جگہ:

(۱) اگر امام کے ساتھ دو یا اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام ان سے آگے کھڑا ہوگا تاکہ امام کا امتیاز مقتدی سے واضح ہو، کسی اور شخص کو اقتدا کرنے میں اشتباہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں امام کے لیے صف کے درمیان یا دائیں بائیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

(۲) اگر امام کے ساتھ ایک مرد یا نماز کو سمجھنے والا بچہ ہو تو امام اس کو اپنے دائیں جانب کھڑا کر دے، اس صورت میں امام محمدؐ کے مفتی بہ قول کے مطابق مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ اس کی انگلیاں امام کی ایڑھی کے برابر ہوں، اعضا اور پاؤں کی انگلیوں کی لمبائی کی وجہ سے اگر وہ امام سے آگے چلا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۳) اگر امام کے ساتھ ایک عورت ہو تو اس کو اپنے پیچھے کھڑا کر دے، اس لیے کہ قریب کھڑا کر۔ کی صورت میں محازات کی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴) اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہو تو مرد کو اپنے دائیں جانب اور عورت کو اس مقتدی کے بالکل پیچھے کھڑا کر دے۔

(۵) اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت ہو تو دونوں مردوں کو اپنے پیچھے اور عورت کو ان دونوں کے پیچھے کھڑا کر دے۔

(۶) اگر امام کے ساتھ زیادہ مرد، عورتیں، بچے، خنائی (خوابہ سرا) سب جمع ہوں تو پہلی صف مردوں کی ہوگی، پھر بچوں کی، پھر خنثی لوگوں کی، پھر عورتوں کی اور پھر قریب البلوغ بچیوں کی۔ یہی ترتیب جنازے کے صفوف اور اجتماعی تدفین میں بھی اختیار کی جائے گی۔

(۷) مردوں کے لیے صف میں سب سے بہتر جگہ وہ ہے جو امام کے قریب ہو۔ اگر دونوں جانب برابر ہوں تو دائیں جانب کھڑا ہو، تاہم امام کے بالکل پیچھے وہ شخص کھڑا ہو جو تمام لوگوں میں افضل ہو، تاکہ بدوقت ضرورت امام کا خلیفہ بن سکے۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان من یصلح للإمامۃ: ۶۶۶/۱، الدر المختار، کتاب الصلۃ باب

الإمامۃ: ۲/۲۹۷-۳۰۲

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان مقام الإمام والمأموم: ۶۷۴/۱-۶۷۹، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الخامس

فی الإمامۃ، الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام والمأموم: ۸۸/۱-۸۹

نابالغ بچے کی امامت

سوال نمبر (146):

گیارہ سالہ نابالغ بچہ اگر حافظ قرآن ہو اور تلاوت بھی اچھی طرح کر سکتا ہو، لیکن جسامت کے اعتبار سے چھوٹا معلوم ہوتا ہو، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفیہ:

امامت کے لیے چونکہ بلوغ شرط ہے، اس لیے نابالغ بچے کی اقتداء جائز نہیں۔ چاہے نماز پنجگانہ میں ہو یا تراویح میں۔ خصوصاً جب جسامت سے بھی قد آور نہ ہو، البتہ اگر مرآتق ہو تو بعض فقہانے اُس کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کو جائز کہا ہے، لیکن رائج قول کے مطابق نابالغ کی اقتداء میں فرض، واجب، سنت اور نفل کسی قسم کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(لا یصح اقتداء رجل بامرأة) وخنثی (وصبی مطلقاً) ولو فی جنازة، ونقل علی الأصح، وفی رد المحتار: لأن الإمامة للبالغین من شروط صحتها البلوغ... قال فی الهدایة: وفی التراویح، والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ، ولم یجوزه مشائخنا... والمختار أنه لا یجوز فی الصلوات کلها. (۱)

ترجمہ:

مرد کی اقتداء عورت، خنثی اور بچے کے پیچھے بالکل درست نہیں۔ اصح قول کے مطابق خواہ جنازہ اور نفل کی نماز کیوں نہ ہو، اور رد المحتار میں ہے کہ بالغ مردوں کا امام بننے کی شرائط صحت میں سے ایک شرط بلوغ بھی ہے۔۔۔ ہدایہ میں ہے کہ تراویح اور سنن مطلقہ (سنن رواتب) میں مشائخ بلخ نے اس (بچے کی اقتداء) کو جائز قرار دیا ہے، لیکن ہمارے مشائخ نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔ (فتویٰ کے لیے) مختار قول یہی ہے کہ بچے کی اقتداء کسی بھی نماز میں درست نہیں۔



امام کا کسی دوسرے شخص کو امامت کے لیے آگے کرنا

سوال نمبر (147):

اگر محلے کا مقررہ امام اپنی موجودگی میں خود کسی معزز شخص یا دوسرے مہمان کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

بیشوا توجہ روا

الجواب وبالله التوفيق:

محلے کا امام اگر اپنی موجودگی میں اپنی خوشی سے کسی مہمان عالم دین یا دوسرے معزز بزرگ شخص کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دے تو اس کی امامت درست ہے، تاہم مقررہ امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کو نماز پڑھانے کا حق حاصل نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

واعلم ان (صاحب البیت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولیٰ بالإمامة من غیره) مطلقاً، وفي رد المحتار: أي وإن كان غیره من الحاضرين من هو أعلم وأقر منه، جماعة أضياف في دار يريد أن يتقدم أحدهم ينبغي أن يتقدم المالك، فإن قُدم واحداً منهم لعلمه، وكبره، فهو أفضل، وإذا تقدم أحدهم جاز؛ لأن الظاهر أن المالك يأذن لضيفه إكراماً له. (۱)

ترجمہ:

جان لیجیے کہ گھر کا مالک اور اسی طرح مسجد کا مقررہ امام دوسرے حاضرین کی نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہے، شامی میں ہے کہ: اگرچہ حاضرین میں اس سے کوئی اس سے زیادہ علم رکھنے والا یا اچھا قاری موجود ہو۔ کسی گھر میں مہمانوں کی جماعت میں اگر کوئی آگے ہونے کا ارادہ کرے تو مناسب یہ ہے کہ مالک مکان آگے ہو، لیکن اگر مالک مکان ان میں سے کسی کو اس کے علم یا بزرگی کی وجہ سے آگے کرے تو یہ زیادہ افضل ہے اور اگر ان میں کوئی ایک (مالک مکان کے کہنے کے بغیر) آگے ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ مالک مکان (میزبان) مہمان کا اکرام کرتے ہوئے اس کو اجازت دے دیتا ہے۔



(۱) العر المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة: ۲/۶۷

داڑھی کتروانے والے کی امامت

سوال نمبر (148):

ایک شخص کسی جامع مسجد میں مستقل امام اور خطیب ہے، لیکن وہ داڑھی کترواتا ہے جس کی وجہ سے اس کی داڑھی مٹھی سے واضح طور پر کم دکھائی دیتی ہے، ایسے شخص کے پیچھے عام نمازیں اور خاص کر جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

داڑھی رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور داڑھی منڈوانا باجماع امت حرام ہے۔ اسی طرح ایک قبضہ (مٹھی) سے کم رکھنا بھی حرام ہے۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے، لہذا ایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو کر فساق کے زمرے میں شمار ہوگا جس کی امامت مستقل طور پر صحیح نہیں، ہاں اگر کبھی کبھار ایسے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے اور افراد نماز پڑھنے سے ایسے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا نہ صرف درست، بلکہ بہتر ہے، البتہ جہاں نیک اور متشرع امام میسر ہو تو پھر ایسے شخص کے پیچھے مستقلاً نماز پڑھنے سے گریز کیا جائے۔

والدلیل علی ذلك:

لوصلی خلف فاسق، أو مبتدع ینال فضل الجماعة، لكن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع لقوله علیه الصلوة والسلام: من صلی خلف عالم تقی فکأنما صلی خلف نبی. (۱)
ترجمہ:

اگر کسی فاسق یا مبتدع (امام) کے پیچھے نماز پڑھے تو جماعت کی فضیلت پائے گا، لیکن وہ فضیلت بہر حال نہیں پاسکتا جو متقی اور پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ: ”جس نے ایک متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھ لی گویا کہ اس نے کسی پیغمبر کے پیچھے نماز پڑھ لی۔“

لا یکره... تطویل اللحية إذا كانت بقدر المسنون وهو القبض... وأما الأخذ منها، وهي دون

ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومحنة الرجال فلم یبحه أحد. (۲)

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة، قوله (وکره إمامة العبد): ۱/ ۶۱۰

(۲) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده: ۳/ ۳۹۸، ۳۹۷

ترجمہ:

مسنون اندازے کے مطابق داڑھی بڑھانا مکروہ نہیں جو کہ ایک مٹھی ہے۔۔۔ اور جب ایک مٹھی سے کم ہو تو اسے کاٹنا، جیسے بعض مغربی لوگ اور محنت قسم کے آدمی کرتے ہیں، اسے کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا ہے۔



لامذہبیہ کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال نمبر (149):

ایک امام غیر مقلد ہے، لیکن نماز پڑھاتے وقت اس کی حرکات و سکنات سے بالکل پتہ نہیں چلتا کہ یہ غیر مقلد ہے، یعنی بظاہر وہ فقہ حنفی کے مطابق ہی نماز پڑھاتا ہے تو ایسے امام کی اقتدا ہمارے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اکیلے نماز پڑھنا افضل ہے یا اس کی اقتدا میں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

کوئی غیر مقلد اگر متعصب نہ ہو، یعنی سلف صالحین اور ائمہ اربعہ کا گستاخ نہ ہو اور تقلید کو شرک نہ کہتا ہو اور فرائض و واجبات میں مذاہب کی رعایت رکھتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، بلکہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے، البتہ اگر نماز پڑھاتے وقت ارکان و شرائط میں مذاہب فقہیہ کی رعایت نہ کرتا ہو تو پھر اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

إن تبين المراجعة لم يكره، أو عدمها لم يصح، وإن شك كره وقال ابن عابدین: إن علم أنه راعي في الفرائض، والواجبات، والمنع فلا كراهة، وإن علم تركها في الثلاثة لم يصح... عن الرملي الشافعي أنه مشى على كراهة الاقتداء بالمخالف حيث أمكنه غيره، ومع ذلك هي أفضل من الانفراد، ويحصل له فضل الجماعة وبه افثنى الرملي الكبير. (۱)

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الاقتداء بالشافعي: ۲/۳۰۳، ۳۰۳.

ترجمہ:

اگر کسی شخص سے دیگر مذاہب کی رعایت کا یقین ہو تو اس کی اقتدا مکروہ نہیں اور اگر عدم رعایت متیقن ہو تو اس کی اقتدا صحیح نہیں اور اگر شک ہو تو مکروہ ہے۔ علامہ شامی (خیر الدین الرملی کی تحقیق نقل کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ اگر معلوم ہو کہ اس نے فرائض، واجبات اور سنن میں دیگر مذاہب کی رعایت کی ہے تو اس کی اقتدا مکروہ نہیں اور اگر ان تینوں کی رعایت نہیں رکھتا تو اس کی اقتدا درست نہیں۔۔۔ رملی شافعی سے منقول ہے کہ: ”ایسے شخص کی اقتدا اس وقت مکروہ ہے جب مذہب کے موافق کوئی دوسرا شخص امام میسر ہو، لیکن باوجود اس کے اس کی اقتدا اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کو جماعت کی فضیلت حاصل ہوگی۔“ اسی پر رملی الکبیر (خیر الدین الرملی) نے بھی فتویٰ دیا ہے۔“



پیش امام کے لیے پگڑی باندھنا

سوال نمبر (150):

بعض لوگ امام کے ساتھ اس بات پر جھگڑتے رہتے ہیں کہ وہ پگڑی ضرور باندھا کرے، کہیں امام پگڑی بھول گیا تو پیچھے سے مقتدی آواز دیتا ہے کہ پگڑی باندھ! از روئے شریعت باجماعت نماز پڑھانے کے لیے پیش امام صاحب کے لیے پگڑی باندھنے کی کیا حیثیت ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا یقیناً مستحب اور اجر میں زیادتی کا سبب ہے، لیکن اس استحباب اور اجر و ثواب میں امام اور مقتدی برابر ہیں، یعنی یہ حکم دونوں کے لیے ہے کہ جس طرح امام کے لیے باعثِ ثواب ہے اسی طرح مقتدی کے لیے بھی باعثِ اجر ہے۔ صرف امام کے ساتھ اس حکم کو اس طرح لازم کرنا کہ اس کے بغیر نماز پڑھانے والے کو برا بھلا کہا جائے، زیادت علی الشریع کے مترادف ہے جو کہ نہایت مذموم ہے، کیونکہ عمامہ کسی فقیہ سے امامت کی سنت کے طور پر ثابت نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وقد ذکرنا أنَّ المستحب أن یصلی فی قمیص وإزار، وعمامة، ولا یکره الاکتفاء بالقلنسوة،

ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، وكذا ما اشتهرت أن الموتى لو كان معتمداً لعمامة والإمام
مكتفياً على فلسوة بكرة. (۱)

ترجمہ: فقہا کرام فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ قیص، شلوار اور پگڑی باندھ کر نماز پڑھی جائے، تاہم صرف ٹوپی پر
اکتفا کرنا مکروہ نہیں، عوام کے درمیان جو یہ بات مشہور ہے کہ صرف ٹوپی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔
اسی طرح جو یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ اگر مقتدی نے پگڑی باندھ لی ہے اور امام صرف ٹوپی پر اکتفا کیے ہوئے ہے، تو یہ
مکروہ ہے (شرعاً ان باتوں کا کوئی اعتبار نہیں)۔



بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال نمبر (151):

بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کی نماز کسی صحیح راسخ العقیدہ، فقیہ اور باعمل عالم دین کے پیچھے پڑھنا افضل
ہے اور اس کے برعکس کسی بدعتی، جاہل اور فاسق فاجر کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی وہ قدر و قیمت برقرار نہیں رہتی، اس لیے
فقہائے کرام نے اسے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، لہذا اگر واقعی کسی امام کے عقائد اہل سنت والجماعہ کے عقائد کے خلاف
ہوں، مثلاً: حضور پاک ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر یا عالم الغیب سمجھتا ہو تو ایسا شخص مبتدع ہے، اس لیے اس کے پیچھے نماز
پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کسی موقع پر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو یا جماعت فوت ہوتی ہو تو اس
کی اقتدا میں نماز پڑھ لینی چاہیے۔

والدلیل علی ذلك:

قال المرغینانی: تحوز الصلوة خلف صاحب هوى وبدعة، ولا تحوز خلف الرافضي والجهمي،
والقدری، والمشبه، ومن يقول بخلق القرآن، وحاصله إن كان هوى لا يكفر به صاحبه تحوز الصلوة خلفه

(۱) عبد الحئی لکھنوی، عمدۃ الرعاۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، وما یکرہ فیہا: ۲/۲۰۲

مع الكراهية، وإلا فلا... ولو صلى خلف مبتدع، أو فاسق، فهو محرز ثواب الجماعة، لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي. (۱)

ترجمہ: علامہ مرغینائی فرماتے ہیں کہ: ”خواہش پرست اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور رافضی، جہمی، قدری، مشبہ اور اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر من پسند عقائد ایسے ہوں کہ ان کا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر نہ گردانا جاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز دا کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے، ورنہ (اگر اس کے عقائد کی وجہ سے اسے کافر قرار دیا جاسکتا ہو) تو پھر اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہی نہیں۔۔۔ اور اگر کسی نے بدعتی اور فاسق شخص کے پیچھے نماز پڑھی تو جماعت کا ثواب تو حاصل کر لے گا، لیکن اُس طرح کا اجر نہیں پائے گا جس طرح کہ ایک متقی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔“



امام سلام پھیرنے کے بعد سنتیں کہاں پڑھے

سوال نمبر (152):

امام جب فرض نماز کی جماعت سے سلام پھیر لے تو بقیہ سنتیں کہاں پڑھے؟
بیتناؤ جوہروا

الجواب وبالله التوفيق:

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، یعنی ظہر، مغرب اور عشا کی نماز، اُن میں سلام پھیرنے کے بعد امام کے لیے اپنی جگہ پر زیادہ دیر بیٹھے رہنا مکروہ ہے، امام کو چاہیے کہ جس جگہ فرض پڑھے ہیں وہاں سے ذرا ہٹ کر سنتیں ادا کرے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں اُن کے بعد بھی سلام پھیرنے کے بعد زیادہ دیر قبلہ رخ بیٹھے رہنا درست نہیں، بلکہ دائیں بائیں یا مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جانا چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

إذا سلم الإمام من الظهر، والمغرب، والعشاء كره له المكث قاعدا، لكنه يقوم إلى التطوع، ولا يتطوع في مكان الفريضة، ولكن ينحرف يمنة ويسرة، أو يتأخر، وإن شاء رجع إلى بيته يتطوع فيه... وفي صلوة لا تطوع بعدهما كالفجر، والعصر يكره المكث قاعداً في مكانه مستقبل القبلة...

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث: ۸۴/۱

و يستقبل القوم بوجهه إذا لم يكن بحذاءه مسبوق، فإن كان ينحرف يمنة أو يسرة. (۱)
ترجمہ: ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں میں امام جب سلام پھیرے تو زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا اس کے لیے مکروہ ہے، بلکہ وہ کھڑے ہو کر سنتیں پڑھے اور جہاں فرض نماز پڑھی ہے، وہیں سنتیں نہ پڑھے بلکہ وہاں سے ذرا ہٹ کر دائیں یا بائیں ہو جائے یا پیچھے آ جائے اور اگر چاہے تو گھر لوٹ کر سنتیں گھر میں پڑھے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں جیسے کہ فجر اور عصر کی نماز تو اس میں بھی اسی جگہ قبلہ رو ہو کر بیٹھنا مکروہ ہے، چنانچہ اگر پیچھے کوئی مقتدی مسبوق نہ ہو تو مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے، ورنہ اگر کوئی مسبوق پیچھے ہو تو دائیں یا بائیں جانب مڑ جائے۔



امام کس وقت مصلیٰ پر حاضر ہو؟

سوال نمبر (153):

اگر امام مسجد میں موجود ہو، لیکن ابھی مصلیٰ پر پہنچا نہیں کہ مکبر نے اقامت کہنی شروع کر دی تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ بعض جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ امام ”حی علی الفلاح“ کے بعد مصلیٰ پر آتا ہے۔
بیشوا نؤصروا

الجواب وبالله التوفيق:

صفوں کی درستگی نماز میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ امام پہلے مصلیٰ پر حاضر ہو اور صفوں کی درستگی کا اہتمام کرے، پھر اقامت شروع کی جائے اور جب اقامت کرنے والا ”قد قامت الصلوة“ پر پہنچے تو امام نماز شروع کرے۔ اگرچہ بعض فقہانے ”حی علی الفلاح“ پر امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا قول کیا ہے، لیکن علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ”حی علی الفلاح“ سے تاخیر نہ کریں، یعنی اس کے بعد تک نہ بیٹھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ شروع اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ بالخصوص جب اہتمام صفوں میں کوتاہی زیادہ ہو تو امام کے لیے پہلے سے کھڑے ہو کر صفوں کے سیدھا کرنے کا اہتمام اور بھی زیادہ اہم ہے، تاہم اگر امام کے مصلیٰ پر آنے سے پہلے اقامت شروع ہو جائے تو اس سے نماز پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ولہا آداب) (ترکھا لا یوجب إساءة، ولا اعتبارا کتربک سنة الزوائد، لکن فعلہ أفضل ...)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ، الفصل الثالث فی سنن الصلاۃ: ۷۷/۱.

(والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل حي على الفلاح)، قال الطحطاوي: والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لأبأس به. (۱)

ترجمہ: نماز باجماعت کے چند آداب ہیں جن کا ترک کرنا گناہ ہے اور نہ موجب عتاب، جیسا کہ سنن غیر مؤکدہ کے ترک کا حکم ہے، البتہ اُن کا کرنا افضل ہے۔۔۔ ان جملہ آداب میں سے امام اور مقتدیوں کا اُس وقت کھڑا ہونا ہے جب ”حي على الفلاح“ پڑھا جائے۔ طحطاوی کہتے ہیں کہ: ”ظاہر یہ ہے کہ اس سے مقصود تاخیر سے احتراز کرنا ہے تقدیم سے نہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص اقامت کے شروع سے کھڑا ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔“



امام کا مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہونا

سوال نمبر (154):

کسی مسجد میں امام کا مصلیٰ مقتدیوں سے قدرے اوپر یا نیچے ہونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ جواز اور عدم جواز کے حوالے سے یہ فرق کہاں تک معتبر ہے؟

بینوا أنصروا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہائے کرام نے امام کا مقتدیوں سے اونچی یا نیچی جگہ پر کھڑے ہونے کو مکروہ لکھا ہے، تاہم یہ کراہت اس وقت ہے جب اونچی یا نیچی جگہ پر امام اکیلے ہو، چنانچہ اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی اُس اونچی یا نیچی جگہ موجود ہوں جہاں پر امام کھڑے ہیں تو پھر دیگر مقتدیوں کا امام کے برعکس نیچی یا اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اس کی اقتدا کرنا بلا کراہت درست ہے۔ اونچائی یا نیچائی کی تحدید کے بارے میں معتبر قول ایک ہاتھ کا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وبكره أن يكون الإمام وحده على الدكان، وكذا القلب في ظاهر الرواية كذا في الهداية، وإن كان بعض القوم معه فالأصح أنه لا يكره كذا في المحيط، ثم قدر الارتفاع قامة، ولا بأس بمادونها ذكره الطحاوي، وقيل: أنه مقدر بما يقع به الامتياز، وقيل: بمقدار الذراع اعتباراً بالاسترة وعليه الاعتماد. (۲)

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۲۱۵، المكتبة العربية کوئٹہ

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکرہ، الفصل الثانی: ۱/۱۰۸.

ترجمہ:

اور امام کا (مقتدیوں کے بغیر) اکیلے چہرے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس طرح اس کا عکس بھی مکروہ ہے۔
ہاں اگر بعض مقتدی امام کے ساتھ کھڑے ہوں تو اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں، اسی طرح محیط میں بھی ہے۔
پھر اوپر یا نیچے ہونے کی مقدار (مکروہ) انسانی قامت (قد) کے برابر ہے اگر اس سے کم ہو تو کوئی مضائقہ نہیں امام
طاہری نے اس قول کو ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اتنی مقدار ہو کہ امام اور مقتدیوں کا فرق واضح ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
سترہ کا اعتبار کرتے ہوئے ایک ذراع کی مقدار مراد ہے، یہی آخری قول معتمد ہے۔



فاسق فاجر کی اقتدا

سوال نمبر (155):

ہمارے امام صاحب کی داڑھی سنت کے مطابق نہیں، یعنی داڑھی مٹھی سے کم ہے اور پھر اس کو خضاب بھی دیتا
ہے، تعویذ اور گنڈوں کا کام بھی کرتا ہے تو ان خامیوں کے باوجود اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی اعتبار سے آپ کے لگائے گئے الزامات ثبوت کے محتاج ہیں۔ ویسے آنکھیں بند کر کے کسی امام پر تہمت
لگانا مناسب نہیں، البتہ اگر واقعی ایک شخص شرعی مقدار سے کم داڑھی رکھتا ہے یا تعویذ اور گنڈے کا پیشہ ور کاروباری ہے
تو یہ امور بہر حال منصب امامت کے مناسب نہیں اس لیے ایسے شخص کی امامت کو فقہائے کرام مکروہ لکھتے ہیں، تاہم یہ
اس وقت ہے کہ جب مقتدیوں میں ان جیسی کمزوریاں نہ پائی جاتی ہوں ”ورنہ اندھوں میں کاناراجا“ کے مصداق جب
مقتدیوں کی کمزوریاں امام سے زیادہ ہوں تو پھر اس کی اقتدا کی گنجائش ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

رجل أم قوما وهم له كارهون، إن كانت الكراهية لفساد فيه، أولأنهم أحق بالإمامة بكره له

ذلك، وإن كان هو أحق بالإمامة لا بكره له ذلك. (۱)

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان، قوله (ثم الأسن) ۶۰۹/۱

ترجمہ:

ایک شخص کسی قوم کی امامت کرائے اور وہ اس سے ناراض ہوں تو ان کی یہ ناراضگی اگر اس امام کی ذاتی خرابی کی وجہ سے ہو یا یہ کہ وہ لوگ (بوجہ شرائط امامت پائے جانے کے) امامت کے زیادہ حق دار ہوں تو پھر اس شخص کے لیے یہ امامت مکروہ ہے (لیکن اگر کوئی ذاتی خرابی امام میں نہ ہو) اور وہ امامت کا بھی زیادہ حق دار ہو تو پھر اس کے لیے یہ امامت کرنا مکروہ نہیں۔



مخلوط تعلیمی ادارے میں پڑھانے والے کی امامت

سوال نمبر (156):

ہماری مسجد کا مولوی صاحب ایک پبلک سکول میں پڑھاتا ہے، وہاں پر مخلوط نظام تعلیم ہے، لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

محض کسی مخلوط تعلیمی ادارے میں پڑھانے سے کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا صحیح نہیں، بلکہ بچیاں اگر چھوٹی ہوں یا پھر پردے کا لحاظ کر کے پڑھایا جاتا ہو تو ایسے شخص کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر کسی ادارے میں ناجائز اختلاط سے دینی اور اخلاقی اقدار پائے مال ہو رہے ہوں جن کا ارتکاب یقیناً فسق و فجور ہے اور کوئی شخص وہاں شرعی حدود و قیود کی رعایت رکھے بغیر بے پردہ بالغ خواتین کو پڑھاتا ہو تو ایسے شخص کی اقتدا مکروہ ضرور ہے، لیکن ان لوگوں کے لیے جو خود شرعی احکامات کے پابند ہوں، ورنہ جو مقتدی خود بھی ایسے معاشرے کی پیداوار ہوں تو ان کے لیے ایسے شخص کی اقتدا کی گنجائش ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل أم قومًا وهم له كارهون، إن كانت الكراهية لفساد فيه، أو لأنهم أحق بالإمامة بغيره له ذلك، وإن كان هو أحق بالإمامة لا بغيره له ذلك. (۱)

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان، قوله (ثم الأسن) ۶۰۹/۱

ترجمہ: ایک شخص کسی قوم کی امامت کرائے اور وہ اس سے ناراض ہوں تو ان کی یہ ناراضگی اگر اس امام کی ذاتی خرابی کی وجہ سے ہو یا یہ کہ وہ لوگ (بوجہ شرائط امامت پائے جانے کے) امامت کے زیادہ حق دار ہوں تو پھر اس شخص کے لیے یہ امامت مکروہ ہے (لیکن اگر کوئی ذاتی خرابی امام میں نہ ہو) اور وہ امامت کا بھی زیادہ حق دار ہو تو پھر اس کے لیے یہ امامت کرنا مکروہ نہیں۔



سود خور شخص کی امامت

سوال نمبر (157):

سود خور شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

بَيِّنُوا تَوَصُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

سودی کاروبار اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی حرام ہے، اس کا مرتکب فاسق شمار ہوتا ہے، لہذا فسق کی وجہ سے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ جہاں تک جواز اور عدم جواز کی بات ہے تو ایسے شخص کی امامت کراہت کے ساتھ جائز ہے، تاہم اُسے مستقل امام بنانا درست نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ویسکرہ إمامة عبد، وأعرابی، وفاسق) وفي رد المحتار: من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، كشارب الخمر، والزاني وآكل الربوا، ونحو ذلك. (۱)

ترجمہ:

غلام، اُن پڑھ دیہاتی اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ رد المحتار میں ہے کہ فسق استقامت کے حدود سے نکلنا ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، جیسے شراب پینے والا، زنا کار اور سود خور اور ان جیسے اور لوگ۔



بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کی اقتدا

۱۰

سوال نمبر (158):

اگر ایک امام کسی عذر کی وجہ سے چند نمازیں بیٹھ کر پڑھائے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

نبینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز میں امام کا حال مقتدیوں سے اعلیٰ یا کم از کم ان کے برابر ہونا چاہیے۔ جہاں کہیں امام کی حالت اپنے مقتدیوں کی حالت سے کمزور ہو تو ایسی صورت میں مقتدیوں کے لیے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں، مثلاً: امام اشارہ سے نماز پڑھاتا ہو اور مقتدی کھڑے ہو کر رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں، چنانچہ اس کو دیکھتے ہوئے قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ کھڑے ہوئے مقتدیوں کی اقتدا بیٹھ کر رکوع، سجدہ کرنے والے امام کے پیچھے درست نہ ہو، لیکن حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے آخری ایام میں بیٹھ کر نماز پڑھائی جب کہ صحابہ کرام ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔

لہذا صورت مسئلہ میں بوجہ عذر بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں، تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو موقع دیا جائے جو قیام پر قادر ہو۔

والدلیل علی ذلك:

(وبصلي القائم خلف القاعد) وقال محمدٌ: لا يجوز، وهو القياس لقوة حال القائم، ونحن

ترکناہ بالنص، وهو ما روي أن النبي ﷺ صلى آخر صلواته قاعداً والقوم خلفه قياماً. (۱)

ترجمہ:

اور کھڑا شخص بیٹھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں اور یہی قیاس کا تقاضا بھی ہے، اس لیے کہ کھڑے ہونے والے کی حالت بیٹھ کر پڑھنے والے سے قوی ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ نص کی وجہ سے ہم قیاس کو ترک کرتے ہیں اور نص (بخاری و مسلم کی متفق علیہ) وہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی جب کہ قوم (صحابہ کرام) آپ ﷺ کے پیچھے کھڑی ہو کر اقتدا کر رہی تھی۔

(۱) الهدایہ، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۹۔

امام کا صف کے بیچ میں کھڑے ہونا

سوال نمبر (159):

اگر کسی جگہ مسجد میں محراب نہ ہو تو اب امام اگر آگے کھڑا ہوتا ہے تو پوری ایک صف بند ہو جاتی ہے۔ اگر لوگ زیادہ ہوں تو کیا امام مقتدیوں سے مل کر صف کے بیچ میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ شریعت کی روشنی میں رہنمائی کریں۔

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

امام اور مقتدیوں کی صف اور اس طرح مقتدیوں کی دوسری صفوں میں اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ جس میں پچھلی صف والے نمازی بسہولت سجدہ کر سکیں، تاہم عذر کی بنا پر جہاں ایک نمازی دوسرے کی پشت پر سجدہ کر سکتا ہے، وہاں امام کا صف کے درمیان کھڑے ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ امام کم از کم اتنا آگے کھڑا ہو کہ اس کی ایڑھیاں مقتدیوں کی ایڑھیوں سے مقدم ہوں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو قام واحد بجنب الإمام، وخلفه صف کرہ إجماعاً، أي للمؤتم... ويتخلص من الكراهة

بالقہفري إلى خلف إن لم يكن المحل ضيقاً على الظاهر. (۱)

ترجمہ: اگر ایک مقتدی امام کے ایک جانب (نزدیک) کھڑا ہو جائے اور اس کے پیچھے لوگ باقاعدہ صف میں کھڑے ہوں تو مقتدی کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے اور اس کراہت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹ جائے، لیکن یہ اس وقت جب جگہ تنگ نہ ہو (چنانچہ اگر جگہ تنگ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں)



امام کے دونوں جانب مقتدیوں کا برابر ہونا

سوال نمبر (160):

امام محراب میں کھڑا ہو یا بوقت ضرورت باہر صحن میں کھڑا ہو جائے اور مقتدی اس کے پیچھے صف میں اس طرح

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۳۰۹.

کھڑے ہوں کہ ایک 'رف زیادہ اور ایک طرف کم ہوں تو کیا اس سے نماز پر فرق پڑتا ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفيق:

امامت کراتے وقت صف کے وسط میں اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ پیچھے مقتدی آدھے دائیں اور آدھے بائیں طرف ہوں۔ امام چاہے محراب میں کھڑا ہو یا باہر صحن میں، بہر حال صف کے وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور مقتدیوں کو صف کے دائیں بائیں برابر مقدار میں کھڑا ہونا چاہیے، اگر کسی ایک جانب زیادہ مقتدی کھڑے ہو جائیں یا امام صف کے وسط کی بجائے صف کے کسی ایک جانب کھڑا ہو تو یہ عمل کراہت سے خالی نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

قولہ: (ويقف وسطاً) أي أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان، ولو قام في إحدى جانبي

الصف يكره. (۱)

ترجمہ:

اور امام صفوں کے درمیان میں کھڑا ہوگا، یعنی محراب میں اس طرح کھڑا ہوتا کہ دونوں طرف (مقتدی) برابر ہوں اور اگر صف کے کسی ایک جانب کھڑا ہو جائے تو مکروہ ہے۔



امام کا مقررہ وقت سے تاخیر کرنا

سوال نمبر (161):

ہماری مسجد کے امام صاحب اکثر نماز کے لیے تاخیر سے آتے ہیں۔ امام صاحب کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے دس بارہ منٹ نکل جاتے ہیں جسے لوگ بھی برامانتے ہیں۔ ایسے حالات میں جماعت میں تاخیر کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور کیا امام کے لیے نماز کے اوقات مقررہ کا پابند رہنا ضروری ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرًا

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة: ۳۱۰/۲

الجواب وبالله التوفيق:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور قرونِ اولیٰ میں نہ دنیاوی مشاغل زیادہ تھے اور نہ ہی لوگوں میں احکاماتِ الہیہ سے غفلت کی موجودہ صورتِ حال تھی، چونکہ گھڑیاں بھی نہیں تھیں، اس لیے جماعت کا یہ اصول تھا کہ وقت داخل ہونے کے بعد اذان دی جاتی اور اس کے بعد جب نمازی جمع ہو جاتے اور امام نکل آتے تو جماعت کھڑی ہو جاتی۔ آج کل ایک طرف دنیاوی مشاغل میں حد درجہ انہماک اور دوسری جانب اعمال میں سستی آپہنچی ہے، اس لیے اس غفلت اور بے اعتنائی کے پیش نظر گھڑیوں کی سہولت سے استفادہ ناگزیر ہو گیا ہے۔ ان حالات کے باعث گھڑی سے وقت کی تعیین اور امام کے لیے وقتِ معین کی پابندی ضروری ہے، البتہ کبھی کبھار بتقاضائے بشریت امام کو چار پانچ منٹ تاخیر پر ملامت کرنا مناسب نہیں بلکہ صبر و تحمل سے کام لے کر اس تاخیر کو عذر پر محمول کر کے امام پر زبان درازی اور طعن و تشنیع سے احتراز کرنا چاہیے۔ ہاں اگر ہمیشہ تاخیر ہوتی رہتی ہے تو نرمی سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

والدلیل علی ذلك:

(ويجلس بينهما) بقدر ما يحضر الملازمون مراعيًا لوقت الندب. (۱)

ترجمہ:

اذان اور اقامت کے درمیان اوقاتِ مستحبہ کی رعایت کرتے ہوئے اندازہ کے مطابق اتنی تاخیر درست ہے جس میں جماعت کا اہتمام کرنے والے نمازی حاضر ہو جائیں۔



حافظہ کی امامت

سوال نمبر (162):

ہمارے علاقے میں خصوصاً رمضان المبارک کے موقع پر خواتین بھی تراویح میں قرآن پاک کے ختم کا اہتمام کرتی ہیں، چنانچہ بہت ساری لڑکیاں جو قرآن حفظ کر چکی ہیں، گھریا محلے کی عورتوں کی امامت کرا کے قرآن پاک سنا سکتی ہیں یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

عورتوں کی مستقل جماعت مکروہ تحریمی ہے، لیکن حفاظت قرآن کو مد نظر رکھتے ہوئے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ ایسے میں امامت کرانے والی عورت صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی، نہ کہ مرد امام کی طرح صف سے آگے، لیکن عورتوں کا علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا بہر حال افضل ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وبكره إمامة المرأة للنساء في الصلوات كلها من الفرائض، والنوافل... فإن فعلن وقفت الإمام وسطهن، وبقيامها وسطهن لاتزول الكراهة. (۱)

ترجمہ:

عورت کی امامت عورتوں کے لیے تمام نمازوں میں مکروہ ہے، چاہے فرض ہوں یا نفل اور اگر جماعت کرنی چاہیں تو امام (عورت) ان کے درمیان کھڑی ہوگی اور درمیان میں کھڑی ہونے کے باوجود کراہت ختم نہیں ہوتی۔



اشارہ کے ساتھ پڑھنے والے کی اقتدا

سوال نمبر (163):

اگر ایک امام بیمار ہو جائے اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھاتا ہے۔ رکوع اور سجدہ بھی اشارہ سے کرتا ہے، عذر کی اس حالت میں اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟

بیِّنُوا تَوْجِرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

بیٹھا ہوا شخص اگر رکوع و سجدہ کرتے ہوئے امامت کراتا ہے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اشارہ کے ساتھ رکوع و سجدہ کرنے والے امام کی اقتدا، قیام، رکوع اور سجدہ پر قادر لوگوں کے لیے جائز نہیں۔

لہذا مسئلہ صورت میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں، جو اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرتا ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و یصح اقتداء القائم بالقاعد الذی یرکع، و یسجد لاقتداء الراكع، و الساجد بالمؤمی،
مکذا فی فتاویٰ قاضیخان، (۱)

ترجمہ:

کھڑے شخص کی اقتداء اس بیٹھے شخص کے پیچھے درست ہے جو (باقاعدہ) رکوع و سجدہ کرتا ہے، لیکن رکوع اور سجدہ کرنے والے شخص کی اقتداء اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، اس طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔



تائینا امام کی اقتداء

سوال نمبر (164):

ہمارے امام صاحب تائینا ہیں، لیکن اس کے ساتھ ایک طالب علم ہے جو اس کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہتا ہے۔ امام صاحب زبردست حافظ قرآن اور قاری ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پاک باز انسان بھی ہے تو شرعاً اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

بیٹنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

تائینا کی امامت تب مکروہ ہے جب وہ نجاست سے بچنے پر قادر نہ ہو، چنانچہ اگر ایک تائینا شخص خود یا کسی خادم کی مدد سے نجاست سے بچنے پر قادر ہو تو پھر اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ کوئی تائینا شخص اگر حافظ، قاری اور متقی ہونے کی وجہ سے دوسروں سے افضل ہو تو وہی امامت کا زیادہ حق دار ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(و یکرہ إمامة عبد، و أعرابی، و فاسق و أعمی إلا أن یکون أعلم القوم) فهو أولیٰ۔ و فی رد المحتار: قید کراهة إمامة الأعمی فی المحيط وغیره، بأن لا یکون أفضل القوم، فإن کان أفضلهم

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغيره: ۸۵/۱۔

فہر اولیٰ (۱)

ترجمہ:

غلام، اعرابی، فاسق اور نابینا کی امامت مکروہ ہے، لیکن اگر نابینا زیادہ جاننے والا ہو تو پھر مکروہ نہیں، بلکہ اس کی امامت اولیٰ ہے..... رد المحتار میں ہے کہ محیط وغیرہ میں نابینا کی امامت کی کراہت اس بات سے مقید ہے کہ وہ قوم میں افضل نہ ہو چنانچہ اگر وہ قوم میں افضل ہو تو وہی امامت کا زیادہ حق دار ہے۔



فرض اور تراویح میں امام کا تبدیل ہونا

سوال نمبر (165):

رمضان المبارک میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ فرض ایک امام پڑھاتا ہے اور تراویح کے لیے حافظ یا قاری صاحب کو آگے کیا جاتا ہے۔ قاری صاحب تراویح پڑھا کر پھر وتر سابقہ امام پڑھاتا ہے۔ کیا شرعاً اس طرح فرض اور تراویح کا الگ الگ امام کو پڑھانا ضروری ہے؟ اگر ضروری نہیں تو جائز بھی ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

فرض اور تراویح کے لیے الگ الگ امام کا ہونا ضروری نہیں، لیکن اگر فرض اور تراویح الگ الگ امام پڑھائے تو شرعاً اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

یحوز أن یصلی الفریضة أحدهما والآخر التراویح. (۲)

ترجمہ:

جائز ہے کہ ایک امام فرض پڑھائے اور دوسرا تراویح۔

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۲۹۸.

(۲) الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الصلاة، الفصل الثالث فی التراویح: ۱/۴۷۶.

وتر میں غیر احناف کی اقتدا

سوال نمبر (166):

حرمین شریفین میں رمضان المبارک کے دوران باجماعت وتر پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ امام الحرمین دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر تکبیر تحریمہ کہہ کر تیسری رکعت پڑھاتے ہیں، ان کی اقتدا کی کیا صورت اختیار کی جائے؟

بیّنوا تضرعوا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کی معتبر کتب کے مطابق کسی حنفی کو غیر حنفی امام کے پیچھے وتر پڑھنا صرف اُس صورت میں درست ہے جب غیر حنفی امام دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیلتا ہو، لہذا ایک امام اگر دو رکعت کے بعد سلام پھیلتا ہے تو اُس کی اقتدا میں وتر پڑھ لینے سے کسی حنفی المسلک شخص کا ذمہ فارغ نہیں ہوگا، اگر پڑھ لیے جائیں تو ان کا اعادہ ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

المذهب الصحيح في صحة الاقتداء بالشافعي في الوتر إن لم يسلم على رأس الركعتين

وعدمها إن سلم. (۱)

ترجمہ:

صحیح مذہب یہ ہے کہ شافعی المسلک امام کی اقتدا میں نماز وتر اس وقت درست ہوگی جب وہ دو رکعت پر سلام نہ پھیلتا ہو، ورنہ درست نہ ہوگی۔



انگریزی بال رکھنے والے شخص کی امامت

سوال نمبر (167):

ہماری مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جو انگریزی بال رکھتے ہیں جو واضح طور پر خلاف سنت ہیں، اس کے

پیچھے نماز پڑھنے میں کس حد تک قباحہ لازم آتی ہے؟

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۷۰/۲

الجواب وبالله التوفيق:

فیشن میں ہر روز تبدیلیاں آتی رہتی ہیں مگر انگریزی بال رکھنا یعنی ”آگے سے لمبے اور پیچھے سے چھوٹے“ شروع سے انگریزوں کا شعار رہا ہے۔ احادیث مبارکہ میں ”قزع“ یعنی اس طرح بال رکھنے سے ممانعت آئی ہے کہ سر کے اگلے حصے کے بال بڑے رکھے جائیں اور پچھلے حصے کے بال منڈوا دیے جائیں۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے کفایت المفتی ۱۷۰/۹ پر آج کل کے انگریزی بالوں کو بھی قزع شمار کر کے مکروہ لکھا ہے۔ حضرت تھانویؒ بہشتی گوہر میں اس طرح بال رکھنے کو مکروہ لکھتے ہیں، مفتی عبدالرحیم لاچپوریؒ فتاویٰ رحیمیہ ۱۱۵/۱۰ پر اسے قزع کے حکم میں داخل سمجھ کر ناجائز قرار دیتے ہیں، لہذا غیر مسلموں کے ساتھ تشابہ اور قزع ممنوع میں داخل ہونے کی وجہ سے منصب امامت پر فائز اور مصلیٰ رسول پر جلوہ افروز حضرات کو زیب نہیں دیتا کہ انگریزی بال رکھے۔

جہاں تک اقتدا کا مسئلہ ہے تو اگر قوم کی نسبت امام کی مذہبی اور دینی حالت کمزور ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے، لیکن اگر امام اور مقتدی سب ایک کشتی کے سوار ہوں یا ان کمزوریوں کے باوجود امام قوم سے بہتر ہو تو پھر اس کی اقتدا میں کوئی قباحت نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

قال النبی ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔

رجل أم قوما وهم له كارهون، إن كانت الكراهية لفساد فيه، أولأنهم أحق بالإمامة بكرة له

ذلك، وإن كان هو أحق بالإمامة لا يكره له ذلك. (۲)

ترجمہ: ایک شخص کسی قوم کی امامت کرائے اور وہ اس سے ناراض ہوں تو ان کی یہ ناراضگی اگر اس امام کی ذاتی خرابی کی وجہ سے ہو یا یہ کہ وہ لوگ (بوجہ شرائط امامت پائے جانے کے) امامت کے زیادہ حق دار ہوں تو پھر اس شخص کے لیے یہ امامت مکروہ ہے (لیکن اگر کوئی ذاتی خرابی امام میں نہ ہو) اور وہ امامت کا بھی زیادہ حق دار ہو تو پھر اس کے لیے یہ امامت کرنا مکروہ نہیں۔



(۱) ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الاقیبة، ۲/۲۰۳

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان، قوله (ثم الأسن) ۱/۹۰۶

داڑھی منڈوانے والے امام کے پیچھے پڑھی گئی نمازیں

سوال نمبر (168):

داڑھی منڈوانے یا کم کرنے والے امام کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ اگر دوسرا امام مل جائے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

داڑھی منڈوانے یا ایک مشت سے کم کرنے والے امام کی اقتدا کا حکم دیگر فاسق و فاجر کی طرح ہے، جس طرح ان کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے، اس طرح اس کی اقتدا کا بھی یہی حکم ہے۔ جہاں کہیں ایسا فاسق شخص امام ہو تو لوگوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کو معزول کر کے اس کی جگہ کسی نیک اور خدا ترس عالم دین کو امام مقرر کر لیں، تاہم فاسق کی اقتدا بوقت ضرورت مرخص ہونے کی وجہ سے گزشتہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ ایسے شخص کی اقتدا کی جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

من صلیٰ خلف فاسق، أو مبتدع نال فضل الجماعة، وفي رد المحتار: أفاد أن الصلوة

خلفهما أولى من الإنفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع (۱)۔

ترجمہ:

جو فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز پڑھے تو بھی جماعت کی فضیلت حاصل کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے، لیکن بہر حال وہ ثواب تو حاصل نہیں کر سکتا جو متقی اور پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔



امام کا قرأت میں غلطی کرنا

سوال نمبر (169):

ایک امام اگر قرأت میں فحش غلطی کرتا رہے، مثلاً: اُنْعَمْتُ کی جگہ اُنْعَمْتُ پڑھتا ہے اور باوجود کوشش کے بوجہ عمر رسیدگی کے صحیح نہیں پڑھ سکتا تو ایسی صورت میں مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیے؟

بیٹھنا تو جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

قرأت کے دوران ایسی فحش غلطی جو معنی کی تغیر کو مستلزم ہو، ناقابل برداشت ہے، اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، چنانچہ جو امام صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو اُسے چاہیے کہ اپنے الفاظ درست کرے، ورنہ اگر وہ درست کرنے پر قادر نہیں تو اہل محکمہ کو چاہیے کہ ایسے امام کی جگہ کسی دوسرے صحیح تلفظ پر قادر منصب امامت کے اہل شخص کو تلاش کر کے امام بنائیں۔

والدلیل علی ذلک:

وإن غيّر المعنى تغييراً فاحشاً، بأن قرأ: ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ﴾ بنصب الميم، ورفع الرب، وما أشبه ذلك معالو تعمد به يكفر، إذا قرأ خطأ فسدت صلوته. (۱)
ترجمہ:

اگر (قرأت میں غلطی کی وجہ سے) معنی واضح طور پر بدل جائے جیسا کہ ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ﴾ کو ميم کے نصب اور ﴿رَبَّهُ﴾ کے باکو رفع کے ساتھ پڑھے، یا اس کے مشابہہ کوئی دوسری جگہ جس کو اگر غلط پڑھے تو کافر ہو جائے، ایسی جگہ اگر خطا غلط پڑھے گا تو نماز فاسد ہوگی۔



مردوں کو غسل دینے والے امام کی اقتدا

سوال نمبر (170):

جو امام صاحب مردوں کو غسل دیتا ہو، محلے کی تمام ترمیموں کے غسل میں جا کر شریک ہوتا ہو۔ اپنے پرائے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، الفصل الخامس فی زلة القاري: ۸۱/۱.

کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس طرح کرنا ایک پیش امام کے لیے مناسب ہے، جب کہ وہ اچھے خاصے عالم دین بھی ہیں؟ ان کا یہ عمل کیسا ہے، میزان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ مردوں کو غسل دینا حقوق المسلمین کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اگر اسی نظر سے دیکھا جائے تو اس وجہ سے کسی شخصیت کو مورد لعن و طعن ٹھہرانا مناسب نہیں، بلکہ علما کرام کو اس عبادت کی فضیلت سے لوگوں کو خبردار و آگاہ کرنا چاہیے، چنانچہ حقوق المسلمین سمجھ کر بغیر کسی اجرت اور طمع یا لالچ کے اگر کوئی شخص کسی مردے کو غسل دے یا رہنمائی کے واسطے غسل دینے والوں کی نگرانی کرے تو اس سے کسی کی حیثیت متاثر نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس سے عزت و تکریم میں اضافہ ہونا چاہیے، اس لیے ایسے امام کی اقتدا میں کوئی اشکال نہیں، لیکن اگر کوئی شخص پیشہ ور غسال ہو، یعنی اجرت لے کر یا طمع و لالچ کی بنیاد پر یہ کام کرتا ہو تو اس پیشہ کی حقارت کی وجہ سے ایسے شخص کی امامت لوگوں کے لیے جماعت سے نفرت کا سبب بن سکتی ہے، لہذا اس کی امامت مکروہ ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک

(وبكره تقديم العبد والاعرابی، والفاسق، والاعمی وولد الزاناء)... ولأن فی تقدیم هؤلاء

تنفییر الجماعة، فیکره وإن تقدموا جاز. (۱)

ترجمہ:

غلام اعرابی، فاسق، ناپسند اور ولد الزنا (حرامی) کی امامت مکروہ ہے..... اس لئے کہ ان لوگوں کو آگے کرنے میں جماعت سے نفرت دلانا ہے اس لئے یہ مکروہ ہے، البتہ اگر کہیں نماز پڑھانے کے لیے آگے ہو گئے تو نماز جائز ہے۔



امام کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال نمبر (171):

کسی مسجد کی محراب اگر اس طرح بنائی گئی ہو کہ اگر اس میں امام نماز پڑھاتے وقت سلام پھیرے تو اس کو

(۱) الہدایۃ، باب الإمامۃ: ۱/ ۱۲۴

ایک طرف کے یا دونوں اطراف کے مقتدی نظر نہ آتے ہوں تو ایسی صورت میں نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی محراب سے امام ایک بالشت پیچھے کی طرف نکل آئے جس سے دونوں اطراف کے مقتدی امام کو سلام پھیرتے وقت صحیح طریقے سے نظر آئیں تو ایسی صورت کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق امام کا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امام کے افعال مقتدیوں سے بالکل مخفی ہوں، البتہ اگر امام محراب میں اس طرح کھڑا ہو جائے کہ اس کی ساری ہیئت مقتدیوں سے مخفی نہ ہوتی ہو، مثلاً: امام محراب سے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب کے اندر کرتا ہو تو ایسی صورت میں کوئی کراہت نہیں رہے گی۔

والدلیل علی ذلک:

ویکبرہ قیام الإمام وحده فی الطاق وهو المحراب، ولا یکبرہ سجودہ فیہ إذا کان قائماً خارج

المحراب. (۱)

ترجمہ:

اور امام کا اکیلے محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر امام محراب سے باہر کھڑا ہو اور صرف سجدہ محراب کے اندر کر رہا ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔



لقیظ کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال نمبر (172):

ایک آدمی کو راستہ میں ایک بچہ ملا۔ اب اس آدمی نے اس کی پرورش کی، اگر یہ بچہ حافظ یا عالم بن گیا تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

بینوا توجروا

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلوۃ وما یکبرہ فیہا، الفصل الثانی فیما یکبرہ: ۱۰۸/۱

الجواب وبالله التوفيق:

جماعت میں مقتدیوں کی کثرت ملحوظ نظر ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے ولد الزنا اور فاسق کے امام بننے کو مکروہ لکھا ہے، کیونکہ لوگ عموماً ان سے نفرت کرتے ہیں جس کی وجہ سے بہت کم لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ لفظ کے والدین معلوم نہیں ہوتے اس لیے عام طور پر لوگوں کے ذہن اُس کے متعلق صاف نہیں ہوتے اور لوگ فطرتاً اُس سے نفرت کرتے ہیں، عموماً لقیط جاہل بھی ہوتا ہے، لہذا اگر ایسی صورت حال ہو تو لقیط کو امام بنانا مکروہ ہے۔ تاہم اگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں لوگ عار محسوس نہ کرتے ہوں اور یہ خود نماز و طہارت کے مسائل ضروریہ سے بخوبی واقف ہو تو اس صورت میں اس کی امامت جائز ہے اور اگر عالم دین ہو تو پھر بہتر ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وبكره تقديم العبد... وولد الزنا؛ لأنه ليس له أب يشفقه، فيغلب عليه الجهل، ولأن في تقديم هؤلاء تنفير الجماعة فيكره وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل برّ وفاجر. (۱)

ترجمہ:

غلام کو امامت کے لیے آگے کرنا مکروہ ہے۔۔۔ اور ولد زنا کا چونکہ کوئی باپ نہیں جو اس پر شفقت کرے، اس لیے اُس پر جہل غالب ہوتا ہے اور اس لیے کہ ان لوگوں کو آگے کرنے میں جماعت سے نفرت دلانا ہے، اس لیے مکروہ ہے، البتہ اگر یہ لوگ آگے بڑھ گئے تو جائز ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نیکو کار اور بدکار کے پیچھے نماز پڑھو۔



بٹی کو سکول بھیجنے والے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (173):

ایک شخص لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور اپنی بیٹیوں کو عصری تعلیم دلوانے کے لیے سکول بھجواتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُن کل سکول و کالج میں پردہ محال ہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بعض لوگ عدم جواز کا کہتے ہیں، نیز اس طرح باتیں کرنے والوں کا حکم کیا ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفيق:

اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے۔ تعلیم و تربیت کی ترغیب و گنجائش جس قدر اسلام نے دی، اتنی کسی اور مذہب نے نہیں دی ہے۔ عصری ضرورتوں کو پورا کرنے اور دین محمد ﷺ کی خدمت کے لیے اگر شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے عصری تعلیم حاصل کی جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، چنانچہ تجربہ سے ثابت ہے کہ جو لڑکایا لڑکی عصری تعلیم سے آراستہ ہو کر مدارس دینیہ یا کسی اور دینی خدمت میں مشغول ہو، وہ بہتر طریقے سے کام کر سکتے ہیں اس لیے عصری تعلیم کو فرسودہ قرار دینا تنگ نظری اور اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے کے مترادف ہے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عصری اداروں میں بے پردگی، بد اخلاقی اور عریانی کا پایا جانا محال ہے، کیونکہ بحمد اللہ ہمارے ملک میں بچیوں کی تعلیم کے لیے پرائیویٹ اور سرکاری سطح پر مستقل ادارے قائم ہیں۔ مخلوط تعلیمی اداروں میں بھی اکثر بچیاں ایسی ہیں جو عفت و پاکدامنی کے ساتھ اپنے مقصد حصول علم میں منہمک رہتی ہیں۔

اس لیے اگر مذکورہ امام صاحب صحیح نیت سے بچیوں کو عصری تعلیم دلاتے ہوں اور بچیوں کی صحیح تربیت اور نگہداشت کر سکتے ہوں اور ظاہری طور پر وہ کسی ایسی صریح گناہ میں ملوث نہ ہوں جو قرآن و حدیث کے صریح احکامات سے متصادم ہو تو مذکورہ شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا بلا تردد جائز ہے۔

مقتدیوں کو چاہیے کہ اپنی دنیوی اور اخروی نجات و ترقی کے لیے اپنے امام کی کمزوریوں سے صرف نظر کر کے اس کے محاسن پر نظر رکھیں ورنہ خواہ مخواہ کسی عالم کی اہانت منافق کے خصائل میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے ایسے آدمی کو اپنی جماعت سے دور کرنے کا فرمان جاری فرمایا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

ما رواه المنذري^۲ عن أبي أمامة رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: ثلاث لا يستخف بهن

إلا منافق: ذو الشبهة في الإسلام، وذو العلم، وإمام مقسط. (۱)

ترجمہ:

ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کو منافق ہی ہلکا سمجھ

سکتا ہے: ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم دین اور تیسرا عادل حکمران۔“

(۱) المنذري، الحافظ زكي الدين عبد العظيم بن عبد الغوي، الترغيب والترهيب، كتاب الترغيب والترهيب، الترغيب في

إكرام العلماء وإجلالهم..... الخ: ۱/۶۵ دار إحياء التراث العربي، بيروت

عن عبادة بن صامت[ؓ] أن رسول الله ﷺ قال: "ليس من أمتي من لم يحلّ كبيرنا، ويرحم صغيرنا، ويعرف لعالمنا". (۱)

ترجمہ:

حضرت عبادة بن صامت[ؓ] فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا، ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے علما کی قدر نہیں کرتا۔"



اقتدا کے وقت امام کی حالت کا معلوم نہ ہونا

سوال نمبر (174):

ایک مقیم آدمی نے آخری رکعت میں مسافر امام کی اقتدا کی۔ اس کو امام کے مسافر ہونے کا علم نہیں تھا تو اب وہ باقی تین رکعتیں کیسے پڑھے۔ اگر وہ یہ سمجھ کر کہ امام مقیم ہے تو وہ تین رکعتوں میں سے دو میں قراءت کر لیتا ہے اور ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کر لیتا ہے تو کیا اس شخص کی نماز ہو جائے گی؟

بینوا اتوجروا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہی عبارات کی رو سے اگر مقیم مقتدی کو امام کے مسافر ہونے کا علم نہ ہو اور اسے مقیم سمجھ کر اپنی باقی نماز مسبوق کی طرح پوری کر لے، پھر نماز کے بعد اسے معلوم ہوا کہ امام مسافر تھا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، کیونکہ ابتداء امام کی حالت معلوم کرنا صحت اقتدا کے لیے شرط نہیں۔ نماز کے دوران یا نماز کے بعد بھی معلوم ہو جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

قوله: (وبعكسه صح فيهما) وهو اقتداء المقيم بالمسافر فهو صحيح في الوقت وبعده ... رجل صلى الظهر بالقوم بقرية، أو مصر ركعتين وهم لا يدرون أم مسافر هو أم مقيم فصلااتهم فاسدة، سواء كانوا مقيمين أم مسافرين؛ لأن الظاهر من حال من في موضع الإقامة أنه مقيم، والبناء على الظاهر واجب

(۱) الترغيب والترهيب، الترغيب في إكرام العلماء وإجلالهم..... الخ: ۱/۶۵

حنی بتبین خلافہ، فإن سألوه فأخبرهم أنه مسافر جازت صلواتهم. (۱)
ترجمہ: (اور اس کے برعکس صحیح ہے)، یعنی مقیم کا مسافر کے پیچھے اقتدا کرنا خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت گزرنے کے بعد درست ہے۔۔۔ ایک مسافر آدمی نے کسی گاؤں یا شہر میں لوگوں کو نماز ظہر کی امامت کرائی اور مقتدیوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ امام مسافر ہے یا مقیم تو ان سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگی خواہ یہ مقتدی مقیم ہوں یا مسافر ہوں، اس لیے امامت کی جگہ کی حالت سے اس کا مقیم ہونا معلوم ہو رہا تھا اور ظاہر پر بنا کر نا تو واجب ہے، یہاں تک کہ وہ اس ظاہر کے خلاف نکلے، البتہ اگر نماز کے اختتام پر مقتدیوں نے امام سے اس کی حالت کے بارے میں دریافت کر دیا اور اس نے اپنے مسافر ہونے کے بارے میں ان کو بتایا تو ان سب کی نماز جائز ہو جائے گی۔



ٹی وی دیکھنے اور داڑھی کاٹنے والے کی امامت

سوال نمبر (175):

جو شخص باقاعدگی سے T.V دیکھتا ہو یا داڑھی کاٹتا ہو، اُس کے پیچھے فرض نماز میں اقتدا کا کیا حکم ہے؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفیہ:

شرعی نقطہ نظر سے امام کے لیے ضروری ہے کہ اصول شریعت کا پابند رہے اور ہر اس فعل سے اجتناب کرے جس سے اس کی شخصیت پر منفی اثر پڑتا ہو، لہذا بغیر کسی ضرورت کے ٹی وی دیکھنا امام کے لیے کسی بھی طرح مناسب نہیں، جب کہ داڑھی کترانا بھی ایک ناجائز فعل ہے جس کا ترک لازمی ہے، البتہ جہاں تک اس کے پیچھے نماز کا تعلق ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کی حالت بھی امام کی طرح ہو تو اقتدا کی گنجائش ہے اور اگر تقویٰ کے اعتبار سے مقتدیوں کی حالت امام سے بہتر ہو تو پھر کسی متقی، متبع سنت آدمی کو امام بنانا چاہیے، تاہم جب تک یہ شخص امام رہے انفرادی نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل أم قوماً وهم له كارهون، إن كانت الكراهية لفساد فيه، أولأنهم أحق بالإمامة بكره له

بیت جوان کان هو احق بالإمامة لا يكره له ذلك هكذا في المحيط. (۱)

ایک شخص کسی قوم کی امامت کرائے اور وہ اس سے ناراض ہوں تو ان کی یہ ناراضگی اگر اس امام کی ذاتی خرابی کی وجہ سے ہو یا یہ کہ وہ لوگ (بوجہ شرائط امامت پائے جانے کے) امامت کے زیادہ حق دار ہوں تو پھر اس شخص کے لیے امامت مکروہ ہے (لیکن اگر کوئی ذاتی خرابی امام میں نہ ہو) اور وہ امامت کا بھی زیادہ حق دار ہو تو پھر اس کے لیے یہ امامت کرنا مکروہ نہیں۔ اسی طرح محیط میں بھی ہے۔



سترہ سالہ بغیر داڑھی والے نو جوان کی امامت

سوال نمبر (176):

ایک لڑکا جس کی عمر سترہ سال ہے اور حافظ قرآن ہے، لیکن اس کی داڑھی ابھی اچھی طرح نمودار نہیں ہوئی۔ کیا اس کی امامت شریعت کی رو سے جائز ہے؟

بیتوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت مطہرہ کی رو سے امامت کی شرائط میں سے ایک شرط بلوغت ہے اور فقہائے کرام نے بلوغت کی حد کم سے کم بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال مقرر کی ہے، لہذا اگر کوئی لڑکا بارہ سال سے پندرہ سال تک اپنی بلوغت کا اندازہ کرے تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔

صورت مسئلہ میں اگر مذکورہ لڑکے کی عمر واقعی سترہ سال ہو اور حافظ قرآن بھی ہو، لیکن اس کی داڑھی ابھی مکمل نہ ہو تو شرعاً وہ بالغ ہے، اس لیے اس کی امامت درست ہوگی اور داڑھی نہ نکلنے کا کوئی اعتبار نہیں۔

والدليل على ذلك:

(فلان لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى وأدنى مدته له

شعشرة سنة. (۲)

البحر الرائق كتاب الصلوة، باب الإمامة، قوله: (ثم الأسن): ۶۰۹/۱

أقول لا بصار مع الدر المختار على صدر المختار، كتاب الجمع ۲۱۱ ۶۶۰

ترجمہ:

اگر بلوغت کی علامات مذکورہ میں سے کوئی بھی علامت ان دونوں میں نہ پائی جائے (اس وقت تک بلوغ کا حکم نہیں لگایا جائے گا) جب تک کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی عمر پندرہ سال تک نہ پہنچ جائے۔ اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے اور لڑکے کے بلوغ کی کم مدت بارہ سال ہے۔



نافرمان شاگرد کی اقتدا میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (177):

ایک استاد کا اپنے شاگرد سے کسی بات پر اختلاف ہوا، استاد نے ناراض ہو کر شاگرد سے کہا کہ: ”میں آپ کو پڑھایا ہوا سبق نہیں بخشتا، لہذا آپ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔“ اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کہنے سے واقعی مذکورہ طالب علم امامت کا اہل نہیں ہو گیا استاد کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں؟

بینوا نؤجرہوا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے امام میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے وہ شرائط اگر کسی شخص میں پائی جائیں تو ایسے شخص کو امامت کا اہل سمجھا جائے گا اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہوگا۔

صورت مسئلہ میں استاد کی نافرمانی اور ناراضگی اگرچہ ایک قبیح فعل ہے، تاہم اس کی وجہ سے مذکورہ شخص کی امامت کی اہلیت متاثر نہیں ہوتی، اس لیے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا درست ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال الحسکفی: والصغری ربط صلاة المؤمن بالإمام بشروط عشرة: نية المؤمن الاقتداء، واتحاد مكانهما وصلاتهما، وصحة صلاة إمامه. وفي رد المحتار قوله: (وصحة صلاة إمامه) فلو تبين فسادها فسقاً من الإمام، أو نسياناً لمضي مدة المسح، أو لوجود الحدث، أو غير ذلك لم تصح صلاة المقتدى لعدم صحة البناء. (۱)

(۱) رد المحتار علی در المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب: شروط الإمامة الکبریٰ: ۲/ ۲۸۶، ۲۸۷

زجہ:

امامتِ صفری "مقتدی کی نماز کا دس شرائط کے ساتھ امام کی نماز سے مربوط ہونا ہے"۔ (وہ دس شرائط یہ ہیں:)
 اول یہ کہ مقتدی نے اقتدا کی نیت کی ہو، دوسرا یہ کہ مقتدی اور امام ایک مکان میں نماز ادا کر رہے ہوں، تیسرا یہ کہ دونوں کی نماز ایک ہی ہو، چوتھی شرط یہ ہے کہ امام کی نماز صحیح ہو۔ رد المحتار میں چوتھی شرط کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ اگر امام کی نماز کا نساو ظاہر ہو جائے امام کے کسی فسق کی وجہ سے یا موزوں پر مسح کی مدت ختم ہونے کو امام بھول گیا ہو یا کسی حدیث کے پائے جانے کو بھول گیا ہو یا اس کے علاوہ اور کوئی معاملہ ہو تو بنا صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مقتدی کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔



عابد کے پیچھے علما و طلبا کی نماز اور "کاف" کی جگہ "قاف" پڑھنے والے کی اقتدا

سوال نمبر (178):

مسجد کے امام نے ایک عبادت گزار عامی آدمی کو اپنا نائب مقرر کیا ہے جس کے پیچھے بسا اوقات علما و طلبا حضرات بھی اقتدا کر لیتے ہیں تو آیا اس صورت میں نائب بن کر اس کی امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور دوسرا یہ کہ یہی شخص نماز میں قرأت کرتے وقت "کاف" کی جگہ "قاف" ادا کرتا ہے تو کیا اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

بیتناؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

چونکہ امام بذات خود جماعت کرانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے، تاہم اگر کہیں ضرورت کی بنا پر اس نے کسی ایسے عابد آدمی کو جو نماز کے ضروری مسائل سے باخبر ہو، نائب بنایا تو اس نیابت کی وجہ سے یہ بہ نسبت اعلیٰ و اقر کے جماعت کرانے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے، البتہ مذکورہ نائب کی قرأت کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر اس کی یہ غلطی ایسی ہو جس سے معنی میں فساد لازم آتا ہو تو یہ نماز کو فاسد کر دیتی ہے، لہذا اس آدمی کو اپنے حروف کی صحیح ادائیگی کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ حروف کی غلط ادائیگی کی صورت میں معنی میں تبدیلی آئے گی جو نماز کو فاسد کر دیتی ہے، لہذا امام صاحب کو چاہیے کہ ایسا نائب مقرر کرے جو کہ قرأت صحیح کرتا ہو تاکہ لوگوں کی نمازوں کی حفاظت ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال الحصکفی: (و) أعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولئ) بالإمامة من

غیرہ) مطلقاً۔ قال ابن عابدین الشامی: قوله: (مطلقاً) أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم واقراً منه. (۱)

ترجمہ:

جان لو کہ بے شک گھر کا مالک اور اسی طرح مسجد کا متعینہ امام دوسروں کی بہ نسبت نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ ھکفیؒ نے مطلقاً فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حاضرین میں سے اعلم واقراً موجود ہوں پھر بھی یہ دونوں امامت کے زیادہ حق دار ہیں۔

قال في الخاتمة والخلاصة: الأصل فيما إذا ذكر حرفاً مكان حرف، وغير المعنى، إن أمكن الفصل بينهما بلامشقة تفسد، وإلا يمكن إلا بمشقة كالطاء مع الضاد المعجمتين، والضاد مع السين المهملتين، والطاء مع التاء، قال أكثرهم: لا تفسد. وفي خزانة الأكمل: قال القاضي أبو عاصم: إن نَعَمَدَ ذلك تفسد، وإن جرى على لسانه، أو لا يعرف التميز، لا تفسد، وهو المختار. (۲)

ترجمہ:

خانیہ اور خلاصہ میں کہا ہے کہ: ”اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھا ہو اور معنی میں تبدیلی لائی تو اس میں تاء: یہ ہے کہ اگر ان دونوں حرفوں کے درمیان بغیر مشقت کے فرق کرنا ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر مشقت کے بغیر ان دو حرفوں میں فرق کرنا ممکن نہ ہو جیسے طاء اور ضاد، صاد اور سین، طاء اور تاء تو (اس صورت میں) اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ: ”نماز فاسد نہیں ہوگی“ اور خزانۃ الأکمل میں ہے کہ قاضی ابو عاصمؒ فرماتے ہیں کہ: ”اگر اس طرح قصداً (ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف) پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کے زبان پر ویسے ہی جاری ہو جائے یا وہ ان دو حرفوں میں پوری طرح تمیز نہ کر سکتا ہو تو پھر اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہی قول فتویٰ کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔“



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد: ۲/۲۹۷

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا: ۲/۳۹۶

ناہلغ بچے کو مقتدی بنا کر جماعت کرانا

سوال نمبر (179):

ایک آدمی سے جماعت چھوٹ جائے تو گھر میں یا کسی اور جگہ ناہلغ بچے کو مقتدی بنا کر باجماعت نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نماز پڑھنا درست ہو تو کیا جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی یا نہیں؟

بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت کی رو سے بغیر عذر شرعی کے جماعت کو ترک کرنا جائز نہیں۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے کم از کم دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، تاہم اگر مقتدی ایک عاقل، سمجھدار بچہ ہو تب بھی جماعت ہو جاتی ہے۔ باجماعت نماز کے لیے مسجد شرعی کا ہونا زیادہ مناسب اور بہتر ہے، لیکن اگر مجبوری کی حالت میں گھر یا کسی دوسری جگہ جماعت ادا کی جائے تو اس پر بھی جماعت کا اطلاق ہوتا ہے اور جماعت کا ثواب ملنے کی امید ہے، تاہم مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔ پھر بھی محرومی ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال الحصکفی: (واقبلها اثنان) واحد مع الإمام. ولو ممیزا قال ابن عابدین: أي ولو كان الواحد المقتدی صبیاً ممیزاً قال فی السراج: لو حلف لا یصلی جماعة وأم صبیاً یعقل حنث، ولا عبرة لغیر العاقل، بحر. (۱)

ترجمہ:

اور جماعت کے لیے کم از کم افراد کی تعداد دو ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو، اگرچہ وہ ایک مقتدی ممیز بچہ ہو۔ علامہ شامی مصنف کے اس قول کے تشریح میں فرماتے ہیں کہ: ”اگر یہ ایک مقتدی کوئی سمجھدار بچہ ہو (تو بھی جماعت درست ہے)“ ”السراج“ میں ہے کہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ میں جماعت سے نماز نہیں پڑھوں گا اور پھر اس نے کسی ایسے بچے کو امامت کرائی جو کہ عاقل ہو تو حنث ہو جائے گا۔ بحر میں ہے کہ غیر عاقل بچے کا کوئی اعتبار نہیں۔



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامۃ، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۲/۲۸۹

حنفی کا کسی غیر حنفی کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال نمبر (180):

احناف کے نزدیک بعض چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جب کہ دوسرے مسلک والے ان چیزوں سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں۔ اس قسم کے اختلاف کے ہوتے ہوئے کیا کسی حنفی کے لیے دوسرے مسلک والے کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا؟ اگر دوسرے مسلک والے کے پیچھے نماز جائز نہیں تو پھر حرمین شریفین میں ایک حنفی کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اس بات کی حقیقت کیا ہے کہ اگر کوئی حنفی کسی دوسرے مسلک کو اختیار کرے تو اس کو ستر درے لگائے جائیں گے؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ایک حنفی مسلک والے شخص کے لیے دوسرے مسلک والے امام کی اقتدا کرنے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ امام ایسا ہو جو نماز میں دوسرے مسلک کی واجبات وغیرہ کی رعایت رکھتا ہو، ایسے امام کی اقتدا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ محض مسلکی اختلاف کسی شخص کی امامت میں مانع نہیں ٹھہرتا۔ تاہم اگر رعایت نہ کرنے کا یقین ہو تو پھر ایسے امام کی اقتدا کرنا صحیح نہیں اور اگر شک ہو تو اقتدا مکروہ ہے۔ جہاں تک حرمین شریفین کے ائمہ کرام کا تعلق ہے تو وہ اگرچہ دوسرے مسلک سے قطع رکھتے ہیں، لیکن وہ چونکہ نماز کے ارکان و شرائط اور واجبات میں دوسرے مذاہب کی مکمل رعایت رکھتے ہیں اس بنا پر ان کی اقتدا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مذاہب اربعہ کی حقانیت پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ چاروں مذاہب برحق ہیں جن میں سے کسی بھی ایک فقہی مسلک کی تقلید کر لینے سے اسی پر قائم رہنا ضروری ہے، دوسرے مسلک کی تقلید جائز نہیں رہے گی خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ فتنہ و فساد کا شدید خطرہ ہو اور خروج عن المذہب صرف اپنے نفس کی اتباع کے لیے ہو اور اگر بالفرض کسی مذہب کے مقلد نے سابقہ مذہب چھوڑ کر اخلاص کی بنیاد پر دوسرے مذہب کی تقلید اپنائی تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ اس میں بالذات کسی قسم کے مواخذہ کی اجازت نہیں، تاہم اگر امام وقت معروضی حالات و واقعات کے لحاظ سے سد باب کے طور پر یا سبباً مسلک کی تبدیلی کو ممنوع قرار دے تو پھر اس حاکم کے اس حکم پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وَأَمَّا الْأَقْدَاءُ بِالسَّخَالِفِ فِي الْفُرُوعِ كَالشَّافِعِيِّ فَيَحُوزُ مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْهُ مَا يَفْسِدُ الصَّلَاةَ عَلَىٰ

والہدایۃ الیہ علیہ الإجماع... وفي رسالة (الاهتداء في الاقتداء) لعل علي القاري؟ ذهب عامة
مناہجنا إلی الجواز إذا كان بمقتضى موضع الخلاف، وإلا فلا... وفي حاشية الأشباه للخبير الرملي:
يزني، بحمل إليه، ما لم يدر: القول بعدم الكراهة إذا لم يتحقق منه مفسد... فتحصل أن الاقتداء
بالاصناف المراسي في الفرائض أفضل من الانفراد إذا لم يجد غيره، وإلا فالأقتداء بالموافق أفضل. (۱)

ترجمہ: اور فروع میں جو شخص مخالف ہو، جیسے شافعی مسلک سے تعلق رکھنے والا تو اس کی اقتداء جائز ہے، جب تک اس
کے ہارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کسی ایسے کام کا ارتکاب کیا ہے جس سے مقتدی کے اعتقاد میں نماز فاسد ہو جاتی
ہے۔ اسی پر علما کا اجماع ہے۔..... ملا علی قاریؒ کے رسالہ الہتداء فی الاقتداء میں ہے کہ: عام مشائخ اس کے جواز
کی طرف گئے ہیں، جب تک کہ وہ امام موضع اختلاف میں احتیاط کرتا ہو، البتہ اگر احتیاط نہیں کرتا تو پھر اس کی اقتداء جائز
نہیں..... اور الاشباہ پر خیر ملی کے حاشیہ میں ہے کہ جس طرف میراجی مائل ہے وہ یہ ہے کہ جب تک اس سے نماز کو
فاسد کرنے والا کوئی عمل ثابت نہ ہو تو (اس کی اقتداء) مکروہ نہیں..... پس حاصل یہ ہے کہ فروع میں مخالف شخص جب
فرائض کی رعایت رکھتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ یہ اس وقت جب کوئی موافق
امام نہ ملے، ورنہ پھر اقتداء بالموافق ہی افضل ہے۔



بے وضو نماز پڑھانا

سوال نمبر (181):

ایک شخص نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد اسے معلوم ہوا کہ میں بے وضو تھا۔ اب جماعت میں شریک
ہونے والے بعض لوگوں کو تو وہ جانتا ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہیں وہ نہیں جانتا۔ ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہوگا؟
بیٹو! سوچو!

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز کے لیے وضو شرط ہے اور بغیر وضو کے نماز جائز نہیں، چاہے امام ہو، یا مقتدی،
لیکن اگر کسی شخص نے بھول کر وضو کیے بغیر نماز پڑھ لی تو اس شخص پر اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اگر طہارت کے بغیر نماز

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامة، مطلب في الاقتداء بالشافعي ونحوه ۲/۳۰۳، ۳۰۴

پڑھائی ہو تو امام اور مقتدیوں سب پر اس نماز کا اعادہ ضروری ہے، اگر مقتدیوں کو اس بات کا علم نہ ہو تو امام کی ذمہ داری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، لوگوں کو فرداً فرداً یا اعلان کر کے اطلاع دے دے، تاہم جو لوگ ایسے ہوں کہ اُن کے بارے میں امام کو علم نہ ہو تو ان کے حق میں یہ معذور ہے بشرط یہ کہ حتی الامکان مقتدیوں کو اطلاع دینے کا اہتمام کیا ہو اور جن لوگوں کو پتہ نہ چل سکے وہ بھی عدم علم کی وجہ سے معذور سمجھے جائیں گے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وإذا ظهر حدث إمامه بطلت فيلزم إعادتها) لتضمنها صلوة المؤتم صحة وفسادا (کما يلزم

الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب). (۱)

ترجمہ:

اور جب امام کا بے وضو ہونا ظاہر ہو جائے تو مقتدی کی نماز بھی باطل ہو جائے گی، لہذا اس پر اس نماز کا اعادہ لازم ہوگا، اس لیے کہ صحت وفساد کے اعتبار سے امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے، اسی طرح امام جب بے وضو یا حالت جنابت میں نماز پڑھائے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو باخبر کرے۔



ڈیوٹی میں غفلت کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال نمبر (182):

ہمارے محلہ کا نماز پڑھانے والا امام سکول میں استاد ہے۔ مہینہ میں صرف ایک بار سکول جاتا ہے وہ بھی تنخواہ لینے کی غرض سے۔ کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا نؤبروا

الجواب وبالله التوفيق:

کسی عالم دین امام پر یہ الزام لگانا کہ وہ مہینہ میں صرف ایک دن ڈیوٹی کے لیے سکول جاتا ہے، وہ بھی محض تنخواہ لینے کی غرض سے، اولاً تو یہ بات ثبوت کی محتاج ہے، لیکن اگر واقعی مسجد کا امام ایسی حرکت کرتا ہو تو اس کا یہ فعل حکومت کی خلاف ورزی متصور ہوگی جس کی وجہ سے اس کی تنخواہ بھی حلال نہ ہوگی اس لیے ایسے امام کو چاہیے کہ ایسی حرکات سے پرہیز

کرے، تا کہ حرام خوری سے بچ سکے اور لوگوں میں نفرت کا سبب نہ بنے۔ اس طرح حرام کھانا چونکہ فسق ہے، اس لیے ایسے شخص کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے، تاہم اگر کوئی اور امام میسر نہ ہو اور لوگ اس امام سے اس کی غلط حرکات کی بنا پر نفرت نہ کرتے ہوں تو اس شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل أم قوما وهم له كارهون، إن كانت الكراهية لفساد فيه، أو لأنهم أحق بالإمامة منه بكره له ذلك، وإن كان هو أحق بالإمامة لا يكره له ذلك. (۱)

ترجمہ:

ایک شخص کسی قوم کی امامت کراتا ہے اور وہ اس سے ناراض ہوں تو ان کی یہ ناراضگی اگر اس امام کی ذاتی خرابی کی وجہ سے ہو یا یہ کہ وہ لوگ (بجہ شرائط امامت) امامت کے زیادہ حق دار ہوں تو پھر اس شخص کے لیے یہ امامت مکروہ ہے۔ (لیکن اگر کوئی ذاتی خرابی امام میں نہ ہو) اور وہ امامت کا حق دار ہو تو پھر اس کے لیے یہ امامت کرنا مکروہ نہیں۔



’صاد اور سین‘ میں فرق نہ کرنے والے کی امامت

سوال نمبر (183):

ہمارے محلے میں ایک امام صاحب پچھلے تیس سال سے امامت کر رہے ہیں۔ ان کی زبان میں تھوڑی سی لگنت ہے جس کی وجہ سے بعض الفاظ و حروف میں فرق نہیں کر سکتا، یعنی ضاد اور ظاء، سین اور صاد وغیرہ واضح نہیں پڑھ سکتا تو ایسے امام کی اقتداء کرنا درست ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی احکام کی رو سے جس شخص کو امامت اور خطابت جیسے مناصب سے نوازا گیا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ پر محنت کرے اور تجوید کے قواعد کی رعایت رکھے تاکہ حروف صحیح طریقہ سے ادا کر سکے، تاہم اگر کوئی شخص صرف صاد اور سین یا ضاد اور ظاء یا ذال اور زاء وغیرہ میں فرق نہیں کر سکتا ہے تو اس قسم کی غلطیوں سے

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب الإمامة، قولہ: (ثم الأسن): ۶۰۹/۱

نماز قاسد نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كإلطاء مع الضاد أو الصاد مع السين أو الطاء

مع الشاء، اختلف المشايخ فيه، قال أكثرهم: لا تفسد صلاته. (۱)

ترجمہ:

اور اگر دو حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر فرق ممکن نہ ہو، جیسا کہ ظا اور ضاد، سین اور صاد، طا اور تا تو اس

میں مشاقح کا اختلاف ہے۔ اکثر کا کہنا یہ ہے کہ: ”اس کے ساتھ نماز قاسد نہیں ہوتی۔“



کسی فاسق آدمی کو امام بنانا

سوال نمبر (184):

ایک آدمی جو کہ زانی اور فاسق ہے، اس کو اپنا امام بنانا کیسا ہے؟ اور اگر وہ زنا و فسق سے توبہ کرے تو اس کے

پیچھے کبھی کبھار نماز پڑھنا یا اس کو باقاعدہ طور پر امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ کوئی شخص زنا کا مرتکب تو ہو

لیکن لوگوں کو اس کا پتہ نہیں تو اس صورت میں اس کے پیچھے لوگوں کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ ایسا شخص جو زنا جیسے قبیح فعل کا مرتکب ہو، وہ امامت جیسے قابلِ تعظیم منصب کا اہل نہیں۔ بوجہ فسق

ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ مقتدیوں پر بالاتفاق ایسے امام کو منصبِ امامت سے سبکدوش کرنا لازم

ہے؛ تاہم اگر ایسا شخص اپنے گزشتہ افعال پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے ایسے افعال نہ کرنے کا عزم کر کے توبہ تائب

ہو جائے تو اس کو امام بنانا جائز ہے اور اگر کوئی امام زنا کا مرتکب ہو اور مقتدیوں کو اس کا علم نہ ہو تو اُن کی نماز اس کے پیچھے

درست ہوگی، اس کے اس فعل بد کا مقتدیوں کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۱) الفتاویٰ الحنبلیہ، کتاب الصلاة، باب الحدث فی الصلاة، فصل فی قراءة القرآن: ۱/۱۱۶

والدلیل علیٰ ذلك:

وفی المعراج قال أصحابنا: لا ينبغي أن يقتدي بالفاسق إلا في الجمعة؛ لأنه في غيرها يحد إماماً غيره. قال في الفتح: وعليه فيكره في الجمعة إذا تعددت إقامتها في المصر على قول محمد المفتي؛ لأنه سبيل إلى التحول... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً... فهو كالمبتدع نكرو إمامته بكل حال. (۱)

ترجمہ:

اور معراج میں ہے کہ ہمارے علمائے احناف فرماتے ہیں کہ: ”فاسق کی اقتدا کرنا مناسب نہیں، سوائے جمعہ کے، کیونکہ آدمی جمعہ کے علاوہ باقی نمازوں میں (کثرت مساجد و جماعات کی وجہ سے) دوسرا امام پاسکتا ہے۔“ فتح میں کہا ہے کہ: ”امام محمدؒ کے مفتی بہ قول کے مطابق اگر کسی شہر میں متعدد جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہو تو پھر جمعہ کی نماز بھی فاسق کے پیچھے ادا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس صورت میں دوسری جگہ جانے کا راستہ موجود ہے۔“۔۔۔ اور جہاں تک فاسق کی بات ہے تو فقہانے اس کو آگے کرنے کی کراہت کی علت یہ ذکر کی ہے کہ وہ امور دینیہ کی رعایت نہیں کرتا اور اس لیے کہ اس کو امامت کے لیے آگے کرنے میں اس کی تعظیم لازم آتی ہے، حالانکہ شرعاً لوگوں پر اس کی اہانت واجب ہے۔ پس یہ مبتدع کی طرح ہے، اس کی امامت بہر حال مکروہ ہے۔

ويحتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أروع منه. (۲)

ترجمہ:

اور امام (کم از کم) ظاہری گناہوں سے بچتا ہو خواہ اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس سے زیادہ پرہیزگار ہو۔



امامت کے لیے پگڑی لازم قرار دینا

سوال نمبر (185):

بعض حضرات امام کے ساتھ اس بات پر جھگڑتے رہتے ہیں کہ پگڑی باندھنے بغیر ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۲/۲۹۸، ۲۹۹

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الإمامة، الفصل الثانی: ۱/۸۳

پڑھیں گے، اس لیے کہ پگڑی کے بغیر نماز پڑھانا جائز ہے۔ از روئے شریعت اس مسئلے کی وضاحت کیجیے؟

بیتنا نوجروا

الجواب وبالله التوفیق :

بلا شک پگڑی حضرت رسول اللہ ﷺ نے پہنی ہے اور یہ سنت ہے، لیکن علمائے کرام کے ہاں یہ سننِ عادیہ میں سے ہے سننِ ہدیٰ میں سے نہیں کہ اس کے اہتمام نہ کرنے سے آدمی گنہگار ہو، تاہم اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت کی وجہ سے سننِ عادیہ میں اتباع اپنا شیوہ بنادے تو موجبِ ثواب اور باعثِ برکت ہے۔

صورتِ مسئلہ میں پگڑی باندھ کر نماز پڑھنا مستحب اور باعثِ اجر و ثواب ہے، لیکن پگڑی اس طرح لازم سمجھنا غلط ہے کہ اس کے بغیر نماز پڑھانا ناجائز تصور کیا جائے۔ عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ پگڑی کے بغیر نماز مکروہ ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صرف ٹوپی پر اکتفا کر کے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، البتہ پگڑی باندھ کر نماز پڑھنا بہتر و افضل ضرور ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وقد ذکرنا أن المستحب أن يصلي في قميص، وإزار، وعمامة، ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة، ولا عبرة بما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، وكذا ما اشتهر أن الموتى لو كان معتماً لعمامة والإمام مكفياً على قلنسوة يكره. (۱)

ترجمہ:

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ قمیص، شلوار اور پگڑی باندھ کر نماز پڑھی جائے، تاہم صرف ٹوپی پر اکتفا کرنا مکروہ نہیں، عوام کے درمیان جو یہ بات مشہور ہے کہ صرف ٹوپی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح جو یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ اگر مقتدی نے پگڑی باندھی ہو اور امام صرف ٹوپی پر اکتفا کیے ہوئے ہو تو یہ مکروہ ہے (شرعاً ان باتوں کا کوئی اعتبار نہیں)۔



(۱) عمدۃ الرعاۃ علی هامش شرح الوقایۃ، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا: ۲/۲۰۲

باب الجماعة

(جماعت کا بیان)

جماعت کی اہمیت اور حکمت مشروعیت:

اسلام میں جماعت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”تہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت سے نماز کی ادائیگی ستائیس درجہ افضل ہے“۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ”میرے جی میں آتا ہے کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر اذان دی جائے، کسی کو لوگوں کا امام مقرر کروں اور پھر لوگوں کے ہاں جا کر دیکھوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (۱)

جماعت پر اس قدر زور اس لیے دیا گیا کہ اسلام میں مسلمانوں کی اجتماعیت نہایت اہم امر ہے اور تمام اسلامی عبادات سے اس کا برملا اظہار ہوتا ہے۔ جماعت کے ذریعے بھی مسلمانوں کی باہمی اجتماعیت اور نمازیوں کے درمیان الفت و محبت کو تقویت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ شعائر اسلام اور طاعت خداوندی کا برسر عام اعلان اور معاشرہ میں اس کی تشہیر ہوتی ہے۔ جاہلوں کو اہل علم سے استفادہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور مست طبع لوگوں کے لیے عبادت کی انجام دہی آسان ہو جاتی ہے۔ (۲)

جماعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

علامہ طحطاویؒ نے جماعت کی لغوی تعریف ”الفرقة المجتمعة“ سے کی ہے جب کہ شرعی تعریف یوں کی ہے:

”الإمام مع واحد سواء كان رجلاً أو امرأة حراً أو عبداً أو صبيّاً يعقل أو ملكاً أو حنیئاً فی مسجدٍ أو غیرہ“۔

امام کے ساتھ کسی ایک شخص کامل کر نماز ادا کرنا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام یا عاقل بچہ یا فرشتہ یا جن اور چاہے مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہو۔ (۳)

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب الاذان، باب فضل صلوة الجماعة و باب وجوب صلوة الجماعة: ۸۹/۱

(۲) حجة الله البالغة، مبحث في الجماعة و حکمة نشرها: ۲/۲۵، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب

(۳) حاشية الطحطاوي حوالہ سابقہ، ص: ۲۳۲

الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۳۲

جماعت کا حکم:

بیچ وقتہ نمازوں کی جماعت کے بارے میں فقہائے احناف میں سے اکثر اور عامۃ المشائخ کا قول وجوب کا ہے۔ ان مشائخ کا استدلال صیغہ امر ﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ (البقرة: ۴۳) سے ہے جو اطلاق کے وقت وجوب پر محمول ہوتا ہے۔ مذکورہ مشائخ کا مطلق نظریہ احادیث بھی ہیں جن میں جماعت کے ترک پر شدید وعید آئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی مواعظ اور امت مسلمہ کا تعامل بھی ان کے ہاں وجوب کی دلیل ہے، تاہم متون اور صحیح روایات کے مطابق حنفیہ کے ہاں جماعت سنت مؤکدہ ہے جو کہ عملی طور پر وجوب کے قریب قریب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے امام کرخی فرماتے ہیں کہ: ”جماعت سنت مؤکدہ ہے تاہم کسی شخص کے لیے بغیر عذر اس کو چھوڑنا جائز نہیں“۔ علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ: ”اگر کوئی شہر یا محلہ والے جماعت کو بلا عذر ترک کر دیں تو ان کو ادائیگی کا حکم دیا جائے گا ورنہ ان سے قتال کیا جائے گا، اس لیے کہ جماعت شعار اسلام اور خصائص دین میں سے ہے۔“ (۱)

بیچ وقتہ نمازوں کے علاوہ نمازوں میں جماعت کا حکم:

- (۱) عیدین اور جمعہ کی نماز کے لیے جماعت شرط ہے۔
- (۲) تراویح کے لیے جماعت سنت کفایہ ہے۔
- (۳) وتر رمضان کے لیے جماعت مستحب ہے اسی طرح صلوٰۃ کسوف (سورج گرہن) کے لیے بھی جماعت مستحب ہے۔

(۴) رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل کے لیے جماعت کا اہتمام مکروہ ہے، البتہ اہتمام اور تداعی کے بغیر نوافل کی جماعت بھی جائز ہے۔ (۲)

جماعت کس پر واجب ہے؟

فقہائے کرام کے ہاں درج ذیل شرائط کی موجودگی میں جماعت کے لیے حاضر ہونا ضروری ہے:

(۱) مرد ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) آزاد ہونا (۵) شرعی اعذار سے خالی ہونا

(۱) مراقی الفلاح علیٰ صدر حاشیۃ البطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامۃ: ۲۳۱، ۲۳۲، بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی ما یجب علی السامعین، والثانی الجماعۃ: ۱/ ۶۶۰-۶۶۲، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل الأول فی الجماعۃ: ۸۲/۱

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح باب الإمامۃ، ص: ۲۳۲، الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامۃ: ۲۳۲/۲

جماعت کس پر واجب نہیں؟

مجبوری اور اعذار کی بنا پر جماعت کا وجوب معاف ہو جاتا ہے، جیسے کوئی شخص بیمار ہو، عمر دراز اور بوڑھا ہو، ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا پاؤں کٹا ہوا ہو، ایسا مفلوج ہو کہ چل نہ سکتا ہو، ناپینا ہو، ہارش ہو رہی ہو، سخت ٹھنڈک اور برف باری ہو، راستے میں کیچڑ ہو، رات بہت تاریک ہو اور روشنی کا انتظام نہ ہو، اندھیری رات ہو اور تیز ہوا چل رہی ہو، کسی مریض کا تیماردار ہو، سفر کا ارادہ ہو اور جماعت میں شرکت کی صورت میں قافلہ یا گاڑی چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو، مال ضائع ہونے کا خطرہ ہو، پیشاب یا پاخانہ کا تقاضا ہو یا سخت بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے ہو، ان تمام صورتوں میں جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے۔ (۱)

جماعت کی کم سے کم مقدار:

جمعہ اور عیدین کے علاوہ بقیہ نمازوں کے لیے اگر امام کے ساتھ کوئی ایک مرد یا عورت یا عاقل بچہ ہو تو بھی باجماعت نماز کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جماعت کی فضیلت کے لیے مسجد ہونا بھی شرط نہیں، بلکہ امام کے ساتھ ایک مقتدی کا پایا جانا بہر صورت جماعت کہلائے گی، تاہم بلاعذر مسجد سے باہر نماز پڑھنے سے جماعت کے ثواب میں کمی آتی ہے۔ (۲)

جماعت فوت ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

اگر کسی شخص سے اپنے محلے میں نماز باجماعت فوت ہو جائے تو کسی اور مسجد جا کر باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام اس پر واجب نہیں، تاہم اگر وہ ایسا کر لے تو افضل ہے۔ اسی طرح اس کو یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنے محلے کی مسجد میں اکیلے نماز پڑھ لے یا گھر جا کر اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ان کو نماز پڑھائے۔ (۳)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی من تحب علیہ الجماعة: ۱/۶۶۲، ۶۶۳، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس، الفصل الأول فی الجماعة: ۱/۸۳، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة: ۲/۲۹۰-۲۹۴ (۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی من تنعقد بہ الجماعة: ۱/۶۶۴، ۶۶۵، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة: ۲/۲۸۹، ۲۹۰

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان ما یفعله بعد فوات الجماعة: ۱/۶۶۵، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الأول فی الجماعة: ۱/۸۲، ۸۳

جماعتِ ثانیہ کا مسئلہ

جماعت فوت ہونے پر مسجد میں باقاعدہ دوسری جماعت کے اہتمام کرنے سے جماعت کی اہمیت باقی نہیں رہتی اس لیے فقہائے احناف کے ہاں جماعتِ ثانیہ کے مسئلے میں کچھ تفصیل ہے، جس کی کئی صورتیں ہیں:

(الف) مسجد طریق یا وہ مسجد جس کے لیے کوئی امام و مؤذن مقرر نہ ہو، بلکہ گزرنے والوں کے مختلف گروہ آتے ہوں اور نماز ادا کر لیتے ہوں تو بہتر یہی ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کر لیا کرے، تاہم اگر امام و مؤذن مقرر ہو تو ایسی صورت میں اذان و اقامت کے بغیر جماعتِ ثانیہ پڑھ لیں۔

(ب) مسجد محلہ، جس میں امام وغیرہ مقرر ہوں اور اہل محلہ نے بہ آواز بلند اذان دے کر نماز ادا کر لی ہو تو ایسی مسجد میں تکرار جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

(ج) مسجد محلہ ہو اور اہل بیان محلہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے نماز ادا کر لی ہو تو اہل محلہ کے لیے جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔
(د) مسجد محلہ ہو، اہل محلہ نے نماز ادا کر لی ہو، لیکن اذان اتنی آہستہ دی ہو کہ لوگوں نے نہیں سنی ہو تو اب بھی جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔

(ه) قاضی ابو یوسف کے نزدیک اگر جماعتِ ثانیہ کی ہیئت جماعتِ اولیٰ سے مختلف ہو تو جماعتِ ثانیہ میں مضائقہ نہیں اور اختلاف ہیئت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ پہلے جس جگہ (مثلاً محراب) جماعت ادا کی گئی تھی، اب وہاں سے ہٹ کر جماعت ادا کی جائے۔

(و) امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ جماعتِ ثانیہ اس وقت مکروہ ہے جب کہ اس کی دعوت دی جائے اور اجتماع کیا جائے۔ چند آدمی اتفاقاً پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔

(ز) عام فقہائے کرام نے جماعتِ ثانیہ کو اس وقت مکروہ کہا ہے جب کہ تین سے زیادہ لوگ ہوں، اس لیے کہ ان کے ہاں اسی مقدار پر تداویٰ کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن یہ متاخرین کی تشریح ہے، اصحاب مذہب اور متقدمین کے یہاں تعداد کی تحدید نہیں ملتی۔ بظاہر تداویٰ سے مراد دعوت دے کر لوگوں کو جمع کرنا ہے، خواہ تعداد تین سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ (۱)



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامۃ، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۲/۲۸۸، ۲۸۹، معارف السنن، بحث الجماعة الثانیۃ تحت باب ماجاء فی الجماعة فی مسجد قد صلی فیہ مرة: ۲/۲۸۵-۲۸۸، قاموس

اذان سننے کے باوجود اکیلے نماز پڑھنا

سوال نمبر (186):

میں ایک کارخانہ میں ملازم ہوں، میرے ذمہ عصر سے لے کر عشاء تک کی نمازوں کے وقت مشینری چلانے کی ڈیوٹی ہوتی ہے، اس دوران قریبی مساجد سے اذانیں سنائی دیتی ہیں، لیکن مشینری کو چالو حالت میں چھوڑ کر باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتا اور اکیلے ہی نماز پڑھنی ہوتی ہے تو سوال یہ ہے کہ اذان سن کر ڈیوٹی کی جگہ میری نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ از روئے شریعت میری نماز کی کیا حیثیت ہے؟

بینوا ونبؤوا

الجواب وبالله التوفیق:

باجماعت نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ بغیر کسی عذر کے جماعت ترک کرنے پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، لہذا جہاں تک ممکن ہو باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کی جائے، ورنہ کم از کم مسجد میں اکیلے نماز پڑھنے کی فرصت نکالنی چاہیے، تاہم جس کے لیے عذر اور حرج کی بنا پر مسجد میں حاضری اور جماعت میں شرکت مشکل ہو تو وقت داخل ہونے کے بعد اذان سن کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

تجب علی الرجال العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعة من غیر حرج. (۱)

ترجمہ:

عاقل، بالغ، آزاد اور بغیر کسی حرج کے باجماعت نماز پڑھنے پر قادر مردوں پر باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے۔



حجرہ میں جماعت کرانا

سوال نمبر (187):

کسی حجرہ میں دس پندرہ آدمی مل کر باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جب کہ مسجد قریب ہو؟

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ: ۸۲/۱

الجواب وبالله التوفيق:

اگرچہ گھر اور حجرے میں باجماعت نماز جائز ہے، لیکن اس میں یقیناً وہ ثواب نہیں ملتا جو ثواب مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ مزید برآں اس سے مسجد کا کردار اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق و اتحاد متاثر ہوتا ہے، اس لیے بلا ضرورت شدیدہ حجرہ میں جماعت کرنے کی بجائے مسجد میں جانا چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

يمكنه أن يجمع بأهله في بيته... إن مذهب الإمام الحلواني بذلك أنه لا ينال ثواب الجماعة، وأنه يكون بدعة، ومكروها بلا عذر... أن الأصح أنه لو جمع بأهله لا يكره وينال فضيلة الجماعة لكن جماعة المسجد أفضل. (۱)

ترجمہ: آدمی کے لیے ممکن ہے کہ اپنے اہل و عیال کو گھر میں جمع کر کے باجماعت نماز پڑھ لے..... امام طحاوی کا مذہب یہ ہے کہ اس سے جماعت کا ثواب نہیں ملے گا اور بغیر عذر کے ایسا کرنا بدعت اور مکروہ ہے..... لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر گھر والوں کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور اس سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے، البتہ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے۔

تحب علی الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين علی الصلوة بالجماعة من غير حرج. وفي رد المحتار: لقوله عليه السلام: "لا صلوة لجماعة إلا في المسجد". (۲)

ترجمہ: عاقل، بالغ، آزاد، بلا حرج جماعت سے نماز پڑھنے پر قادر مردوں پر باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ شامی میں ہے: آپ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ: "مسجد کے پڑوسی کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، مگر مسجد ہی میں"



جماعت میں دیوث کی موجودگی

سوال نمبر (188):

ایک شخص جو اپنی ناموس پر غیرت نہ کرتا ہو، بلکہ اس پر فخر کرتا ہو، اس کے اس ناکارہ عمل پر اکثر لوگ خبردار بھی

(۱) رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد: ۶۵/۲.

(۲) الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۲۹۱، ۲۹۰/۲.

ہیں، باوجود اس کے وہ کبھی کبھار باجماعت نماز میں شریک ہوتا ہے تو کیا اس کی شرکت سے جماعت پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ نیز اس کے ساتھ صف میں کھڑے لوگوں کی نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اسلام ایک آفاقی نظام ہونے کی حیثیت سے معاشرے کی ہر برائی کی مذمت کرتا ہے، پھر اگر کوئی اپنی عزت اور غیرت کا جنازہ نکال دے تو شریعت ایسے آدمی کو دیوث کے نام سے پکارتی ہے۔ چونکہ یہ ایک نہایت فسق و فجور والا عمل ہے، اس لیے ایسے آدمی کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ ایسے شخص کے مقتدی ہونے کی صورت میں دوسرے لوگوں کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہذا باجماعت نماز کے دوران یہ آدمی صف میں کھڑا ہو جائے تو اس صف سمیت تمام نمازیوں کی نماز بلا کراہت درست رہتی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(وعن بریدۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ "العہد" أي: الميثاق المؤكد بالإيمان (الذي بيننا) أي: معشر المسلمين (وبينهم الصلاة) قال القاضي: الضمير الغالب للمنافقين شبه الموجب لإبقائهم، وحقن دمائهم بالعہد المقتضي لإبقاء المعاهد، والكف عنه، والمعنى أن العمدۃ في إجراء أحكام الإسلام عليهم تشبههم بالمسلمين في حضور صلاتهم، ولزوم جماعتهم، وإنقيادهم للأحكام الظاهرة، فإذا تركوا ذلك كانوا هم والكفار سواء. (۱)

ترجمہ:

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”مسلمانوں اور ان (منافقین) کے مابین جو پکا معاہدہ ہوا وہ نماز پر ہوا۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ”بینہم“ کی ضمیر منافقین کو راجع ہے، یعنی ان کو باقی رکھنے اور ان کی جانوں کی حفاظت کو اس معاہدہ سے تشبیہ دی جس کی وجہ سے معاہدہ کی جان باقی رکھی جاتی ہے اور اس کے ساتھ قتال سے رُکا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر احکام اسلام جاری کرنے کی وجہ ان کی مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں حاضر ہونے، مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے اور ظاہری احکام میں پیروی کرنے میں مشابہت ہے۔ اگر وہ یہ مشابہت چھوڑ

(۱) مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، الفصل الثانی: ۲۷۶/۲

دیں تو وہ باقی کفار کے برابر متصور ہوں گے۔



انفراد فرض نماز ادا کرتے وقت جماعت کھڑی ہو جانا

سوال نمبر (189):

ایک شخص مسجد میں وقتی فرض نماز ادا کر رہا ہو اور اسی دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے یا اپنی نماز مکمل کر لے؟
 بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

کوئی شخص فرض نماز ادا کر رہا ہو اور اسی دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو اگر اس نے اب تک پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کیا ہے تو پھر دوسری رکعت ملا کر سلام پھیرے اور جماعت میں شریک ہو، اسی طرح اگر نماز چار رکعت والی ہے اور اس نے تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ دے اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کیا ہے تو چوتھی رکعت ملا کر سلام پھیر لے۔ نماز مکمل کرنے کی صورت میں اس کا فرض پورا ہو جائے گا۔ اب اگر جماعت کے ساتھ ملتا ہے تو یہ اس کی نفل نماز شمار ہوگی اور یہ صرف ظہر و عشا میں ممکن ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(صلیٰ رکعة من الظهر فأقیم بتم شفعا، ویقتدی)... وقید بالركعة التي تتم بالسجدة لأنه لو لم یقید الأولى بالسجدة فإنه یقطع ویشرع مع الإمام، وهو الصحيح... (ولو صلیٰ ثلاثا بتم ویقتدی منطوعاً)... ولو كان فی الثالثة، ولم یقیدها بالسجدة فإنه یقطعها. (۱)
 ترجمہ:

ظہر کے فرض میں سے ایک رکعت پڑھی کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو دو رکعت پوری کرے اور امام کی اقتدا کرے..... ماتن نے (دو رکعت پوری کرنے کو) ایک رکعت پڑھنے سے مقید کیا جو سجدہ کرنے سے پوری ہوتی ہے، اس لیے اگر پہلی رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید نہ کیا ہو تو وہ نماز توڑ کر امام کے ساتھ نماز شروع کرے گا، یہی صحیح (طریقہ) ہے اور اگر تین رکعتیں پڑھی ہوں تو (چار رکعت) پوری کر کے نفل اقتدا کی نیت باندھے اور اگر تیسری رکعت میں ہو لیکن اس کو سجدہ

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب إدراك الفریضة: ۲/۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶

کے ساتھ مقید نہ کیا ہو تو نماز کو توڑے گا (اور امام کی اقتدا کرے گا)



خواتین کا جماعت میں شریک ہونا

سوال نمبر (190):

ہماری مسجد کی انتظامیہ (کمیٹی) میں بعض احباب کی رائے ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر تراویح کے دوران ختم قرآن کے لیے تہہ خانے میں مستورات کے لیے باجماعت نماز کا باپردہ انتظام ہو جب کہ بعض دیگر حضرات کا موقف ان کے خلاف ہے۔ فقہ حنفی کے حوالے سے رہنمائی فرمائیں؟

بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق:

فتنہ و فساد کے اس دور میں عورتوں کا مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا تشویش سے خالی نہیں، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام مسجد میں عورتوں کی نماز میں شرکت کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں، تاہم اگر کسی مسجد میں شرعی پردے کا معقول انتظام ہو اور کسی فتنے و فساد کا خطرہ نہ ہو (جو کہ مشکل ہے) تو ایسی صورت میں عورتوں کے لیے مرد امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن فتنہ و فساد کے نہ ہونے کے باوجود بھی عورتوں کے لیے گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز کے مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وبكره حضور هن الجماعة) ولولجمعة، وعید، ووعظ (مطلقاً) ولوعجوز الیلا (علی

المذہب) المفتیٰ بہ لفساد الزمان. (۱)

ترجمہ:

اور جماعت میں عورتوں کا حاضر ہونا خواہ جمعہ کے لیے ہو یا عید کے لیے ہو یا وعظ کے لیے، مطلقاً خواہ بوڑھی عورت؛ اور رات کو آئے؛ مفتیٰ بہ مذہب کے مطابق فساد زمانہ کی وجہ سے یہ مکروہ ہے۔



سلام پھیرنے کے بعد امام کا دعا پڑھنا

سوال نمبر (191):

فرض نماز کے بعد سلام پھیر کر امام کا بلند آواز سے ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ...“ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز کے بعد سلام پھیر کر امام کا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ...“ پڑھنا روایات سے صراحۃً ثابت ہے، البتہ یہ دعایا دیگر اوراد و وظائف کا پڑھنا پست آواز سے بہتر ہے، تاہم اگر مقتدیوں کو تعلیم دینا مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی پڑھنا جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

واختار للإمام، والمأموم أن يذكر الله بعد الفراغ من الصلوة، ويخفيان ذلك إلا أن

يقصد التعلم. (۱)

ترجمہ:

امام اور مقتدی دونوں کے لیے شریعت نے یہ اختیار کیا ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور دونوں اس کو آہستہ پڑھیں لہٰذا یہ کہ تعلیم مقصود ہو (یعنی پھر بلند آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں)

وعن ثوبان أن رسول الله ﷺ كان إذا انصرف من صلوته استغفر ثلاث مرات، ثم يقول:

”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، ومنك السَّلَامُ تباركت يا ذا الجلال والإكرام“۔ (۲)

ترجمہ:

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور پھر ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ“ پڑھتے تھے۔



(۱) عمدة القاري، باب الذكر بعد الصلاة: ۶/۱۲۶۔

(۲) سنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، أبواب إقامة الصلاة، والسنة فيها، باب ما يقال بعد التسليم: ۶۶۔

جماعت پانے کے لیے دوسری مسجد میں جانا

سوال نمبر (192):

ایک شخص سے اگر محلے کی مسجد میں جماعت فوت ہو جائے تو جماعت پانے کے لیے دوسری مسجد میں جانے کو شریعت کس نظر سے دیکھتی ہے؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفيق :

کسی شخص سے اپنے محلے کی مسجد کی جماعت فوت ہو جائے تو اس غرض سے دوسری مسجد میں جانا کہ وہاں جماعت کی نماز پڑھ کر جماعت کا ثواب پالے نہ صرف جائز، بلکہ بہتر ہے، البتہ اگر اپنے محلے کی مسجد میں اکیلے نماز پڑھ لے تو وہ بھی جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل فاتته الجماعة في مسجد حيته، فإن ذهب إلى مسجد آخر، وصلى فيه بجماعة فهو حسن، وإن صلى في مسجد حيته، وحده فهو حسن. (۱)

ترجمہ:

ایک شخص سے اپنے محلے کی مسجد میں جماعت فوت ہو گئی، پس اگر وہ دوسری مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھے تو یہ اچھا ہے اور اگر اپنے محلے کی مسجد میں اکیلے نماز پڑھ لے تو یہ بھی اچھا ہے۔



گھر میں باجماعت نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال نمبر (193):

کبھی کبھار اگر گھر میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہو جائے تو کیا گھر میں باجماعت نماز پڑھنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو ایسا کیا طریقہ اختیار کیا جائے کہ گھر کے جملہ افراد مرد و خواتین سب اس میں شامل ہو سکیں؟

(۱) امام فخر الدین، حسن بن منصور الأوزحندی، الفتاویٰ الخانیہ، باب التیمم، فصل فی المسجد: ۶۷/۱

الجواب وبالله التوفيق:

مردوں کے لیے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا ضروری ہے، بغیر کسی شرعی عذر کے گھر میں نماز پڑھنا مناسب نہیں۔ حضور پاک ﷺ نے ایسا کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدات سنائی ہیں، البتہ بوقت ضرورت کسی عذر کی وجہ سے اگر کبھی کبھار گھر میں جماعت پڑھنے کا اتفاق ہو جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مکان کے کسی پاک حصے میں سب سے آگے امام کھڑا ہو جائے اس کے بعد بالغ مردوں کی صف، اس کے بعد بچوں کی صف اور اس کے بعد عورتوں کی صف کھڑی ہو۔ یہی ترتیب حکم شرعی کے موافق ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو اجتمع الرجال، والصبيان، والإناث، والصبيات، والمراهقات. يقوم الرجال أقصى

ما يلي الإمام، ثم الصبيان، ثم الإناث، ثم الصبيات المراهقات. (۱)

ترجمہ:

اگر مرد، بچے، عورتیں اور بچیاں جمع ہوں تو امام کے بالکل نزدیک مرد کھڑے ہوں، پھر بچے پھر عورتیں اور پھر مراہق (قریب البلوغ) بچیاں۔



محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا

سوال نمبر (194):

اپنے محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بينوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اگر محلے کے لوگ ادھر ادھر ہو جائیں تو محلے کی مسجد کیسے آباد ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسا کرنا محلے میں بے اتفاقی اور انتشار کی علامت سمجھی جاتی ہے جس سے حتی الوسع گریز کرنا چاہیے، البتہ اگر امام کی حالت قابل اطمینان نہ ہو یا دوسری مسجد میں کوئی ذمہ داری

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب فی الإمامۃ، الفصل الخامس فی بیان مقال الإمام والمأموم: ۱/۸۸، ۸۹.

ہو یا کوئی اور شرعی عذر ہو تو دوسری مسجد میں جانا بھی جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

رجل صلیٰ فی مسجد جامع لکثرة الجمع لا یصلیٰ فی مسجد حیثہ ؛ فإنہ یصلیٰ فی مسجد منزله..... لو لم یکن لمسجد منزله مؤذن، فإنہ یذهب إلیہ، ویؤذن فیہ، ویصلیٰ، ولو کان وحده ؛ لأنہ لہ حق علیہ فیؤدیہ. (۱)

ترجمہ:

کوئی شخص کثرت جماعت کی وجہ سے جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہو اور محلہ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتا تو اس کو چاہیے کہ اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے..... اگر محلے کی مسجد کا مؤذن نہ ہو (یعنی کوئی اذان نہ دے) تو یہ جا کر وہاں اذان دے اور نماز پڑھے اگر چہ اکیلا ہو، کیونکہ اس مسجد کا اس پر حق ہے جو یہاں ادا کرے۔



تین مقتدی اور تین صف

سوال نمبر (195):

ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے جب نماز پڑھنی ہوتی ہے تو کبھی کبھار تین چار آدمی مل کر باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔ جگہ چونکہ تنگ ہوتی ہے، اس لیے جتنے آدمی ہوں اتنی ہی صفیں بنانی پڑتی ہیں تو اگر ہر صف میں ایک آدمی کھڑا ہو تو اس صورت میں باجماعت نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

ایسی جگہ پر باجماعت نماز پڑھنا جہاں مقتدیوں کے لیے امام کے پیچھے ایک صف کی صورت میں برابر کھڑا ہونا دشوار ہو تو پھر امام کے پیچھے اس طریقے سے کھڑا ہونا بھی درست ہے کہ ہر صف میں ایک آدمی کھڑا ہو، لیکن اس بات کی رعایت ضروری ہے کہ صفوں کے مابین فاصلہ اتنا زیادہ نہ ہو جو صحت اقتدا کے لیے رکاوٹ ہو، یعنی صفوں کے مابین عام گزرگاہ یا نہر جاری اور یا عورتوں کی صف حائل نہ رہے۔

(۱) الفتاویٰ الخانیہ، باب التیمم، فصل فی المسجد: ۱/۶۷.

لہذا صورتِ مسئلہ میں ریل کے اندر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک ایک آدمی کی صف بنا کر جماعت پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اقتدا سے کوئی اور چیز مانع نہ ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ونواقم الإمام فی الطريق، واصطفیٰ الناس خلفه فی الطريق علی طول الطريق إن لم یکن بین الإمام، و بین من خلفه فی الطريق مقدار ما یمرّ فیہ العجلة جازت صلواتهم. (۱)

ترجمہ:

اگر امام راستے میں کھڑا ہو اور لوگ اُس کے پیچھے راستے کی لمبائی میں صف بنالیں تو اگر امام اور مقتدیوں کے مابین اتنا فاصلہ نہ ہو جس میں کوئی گاڑی گزر سکے تو ان کی نماز جائز ہے۔



مسجد کی بالائی منزل میں باجماعت نماز پڑھنا

سوال نمبر (196):

مسجد کی بالائی منزل میں باجماعت نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ نیچے جگہ خالی ہو یا کسی ضرورت کی وجہ سے بند ہو، دونوں صورتوں کا حکم واضح کریں؟

بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق:

مسجد کی اوپر نیچے کی منزلیں سب مسجد کے حکم میں ہوتی ہیں، اس لیے تمام منزلوں میں نماز پڑھنا اور جماعت کرنا درست ہے، تاہم مسجد کی جو منزل عام طور پر باجماعت نماز پڑھنے کے لیے مختص ہوتی ہے، بغیر کسی عذر کے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری منزلوں میں جماعت پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر وہ مخصوص منزل نمازیوں کی کثرت یا کسی اور وجہ سے تنگ ہو جائے تو بلا کراہت دوسری منزلوں میں باجماعت نماز پڑھنا درست ہے۔ نیز بلا ضرورت مسجد کی چھت پر چڑھ کر نماز پڑھنا مسجد کے احترام کے منافی ہے، اس لیے فقہائے کرام کے ہاں ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

الصُّعُودُ عَلَى سَطْحِ كُلِّ مَسْجِدٍ مَكْرُوهٌ، وَلِهَذَا إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَكْرَهُ أَنْ يَصْلُوا بِالْجَمَاعَةِ فَوْقَهُ،

إِلَّا إِذَا ضَاقَ الْمَسْجِدُ، فَحِينَئِذٍ لَا يَكْرَهُ الصُّعُودُ عَلَى سَطْحِهِ لِلضَّرُورَةِ. (۱)

ترجمہ:

کسی بھی مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے، لہذا اگر سخت گرمی ہو تو بھی مسجد کے اوپر باجماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ جب مسجد تنگ ہو تو اس وقت ضرورت کے تحت چھت (بالائی منزل) کے اوپر چڑھ کر نماز باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں۔



جماعتِ ثانیہ

سوال نمبر (197):

مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا کیا حکم ہے؟ نیز مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرانے کے لیے کیا شرائط ہیں؟

بیِّنُوا تَوْجِرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہائے اُمت کی تصریح کے مطابق محلے کی مسجد میں جب اہل محلہ اذان و اقامت کے ساتھ ایک دفعہ باجماعت نماز ادا کر لیں تو اسی مسجد میں اسی ہیئت کے ساتھ دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے، تاہم درجہ ذیل قیودات میں سے اگر کوئی قید مفقود ہو تو کراہت نہیں رہتی:

مثلاً: (۱) مسجد محلہ کی نہ ہو، بلکہ راستہ کی ہو. (۲) غیر اہل محلہ نے مسجد میں اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی ہو، (۳) اہل محلہ نے بغیر اذان کے آہستہ اذان کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی ہو (۴) دوسری جماعت کی ہیئت تبدیل کی جائے، یعنی محراب سے ہٹ کر جماعت کرائی جائے..... تو ان تمام صورتوں میں دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد: ۳۲۲/۵

والدلیل علیٰ ذلك:

یکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلی بهما فیہ، أو لا غیر أهله، أو أهله لكن بمخافۃ الأذان، ولو کثر أهله بدوئہما، أو کان مسجد طریق جاز إجماعاً، کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن، ویصلی الناس فیہ فوجاً فوجاً فإن الأفضل أن یصلی کل فریق بأذان، وإقامة علی حدة. (۱)
عن ابی یوسف: أنه إذا لم تكن الجماعة علی الهيئة الأولى لا تکره ولا تکره، وهو الصحیح و

بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة. (۲)

ترجمہ: مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ جماعتِ ثانیہ کرنا مکروہ ہے، البتہ اُس صورت میں مکروہ نہیں جب مسجد محلہ میں اہل محلہ کے علاوہ کسی اور نے جماعت کرائی ہو یا اہل محلہ نے جماعت کرائی ہو، لیکن اذان آہستہ دی ہو (ایسی صورت میں) اگر اہل محلہ نے دوبارہ بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھ لی یا یہ مسجد راستہ کی ہو تو پھر بالاجماع اس میں جماعتِ ثانیہ جائز ہے، جیسا کہ اس مسجد میں جائز ہے جس کا مستقل امام و مؤذن نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ درگروہ آکر نماز پڑھ کر چلے جاتے ہوں۔ اس میں افضل یہ ہے کہ ہر گروہ الگ الگ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کر لیا کرے۔

امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر جماعتِ ثانیہ اس ہیئت پر ادا نہ کی جائے جس پر جماعتِ اولیٰ ادا کی گئی تھی تو مکروہ نہیں اور اگر اسی ہیئت پر ہو، تو پھر مکروہ ہے، یہی قول صحیح ہے۔ اور محراب سے ہٹ کر (کسی دوسری جگہ جماعتِ ثانیہ کے امام کے) کھڑے ہو جانے سے ہیئت میں تبدیلی آتی ہے۔



اسکول میں باجماعت نماز

سوال نمبر (198):

ہمارے سکول میں مستقل مسجد نہیں۔ سردی کے موسم میں ظہر کی جماعت ہم اسکول کے گراؤنڈ میں کراتے ہیں۔ بعض لوگ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ شریعت کے لحاظ سے اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟

بیٹو! توجروا

(۱) ردالمحتار علی درالمختار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامة، مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۲/۲۸۸

(۲) ردالمحتار علی درالمختار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان، مطلب: فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه: ۲/۶۴

المواہب وباللہ التوفیق:

امت محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ مسجد کے علاوہ بھی اگر کسی پاک مقام پر نماز ادا کرنا چاہے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ نعمتیں ایسی مرحمت فرمائی ہیں جو پچھلے انبیاء میں سے کسی نبی کو نہیں دی گئیں“، اُن میں سے ایک یہ ذکر فرمایا کہ: ”میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، یعنی میری امت جہاں بھی نماز ادا کرنا چاہے تو ان کی نماز ہو جاتی ہے“، لہذا اگر مسئلہ صورت میں انتظامی ضرورت کی بنیاد پر اسکول کے اندر ہی اساتذہ و طلبہ باجماعت نماز پڑھنا چاہیں تو ان کو باجماعت نماز کا ثواب اور فضیلت مل سکتی ہے، یہ مکروہ نہیں، تاہم مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی جو فضیلت ہے یہ اُس تک نہیں پہنچ سکتی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن جابر بن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ”أعطيت خمسا لم يعطهن أحد من الأنبياء قبلي نصرت بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً وأيمان رجل من أمتي أدر كته الصلاة فليصل“۔ (۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی تھیں: ایک مہینہ کی مسافت تک مجھے رعب عطا کر کے میری مدد فرمائی گئی، پوری سرزمین کو میرے لیے مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا گیا اور میری امت میں سے جس کسی پر جہاں بھی نماز کا وقت آجائے اس جگہ نماز پڑھ لے۔“

إن كانت الدار إذا أغلقت لم يكن فيها جماعة، وإذا فتح بابها كان لها جماعة، فليس هذا مسجداً وإن كانوا لا يمنعون الناس من الصلاة فيه۔ (۲)

ترجمہ: اور اگر کوئی گھر ایسا ہو کہ جب اس کا دروازہ بند ہو، تب تو اس میں جماعت نہیں ہوتی ہے، لیکن جب یہ گھر کھلا ہو تو اس میں جماعت ہوتی ہو تو یہ گھر مسجد شرعی نہیں ہے، اگرچہ اس میں نماز کی ادائیگی سے کسی کو نہیں روکا جاتا ہو۔



(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبی ﷺ جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً: ۶۲/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، الفصل الثانی: ۱۱۰/۱

مسجد کے ہال سے ملے ہوئے کمرے میں جماعت کرانا

سوال نمبر (199):

ایک جامع مسجد میں مسجد کی عمارت کے اندر ایک الگ کمرہ ہے جس میں بسا اوقات کسی مہمان وغیرہ کو بٹھایا جاتا ہے اور یہ مسجد کے احاطہ میں ہے۔ مسجد اور کمرہ کے درمیان ایک دیوار حائل ہے۔ بعض اوقات مسجد کے مرکزی محراب کو چھوڑ کر اس جگہ بلا کسی شرعی عذر کے نماز ادا کی جاتی ہے تو آیا اس میں باجماعت نماز ادا کرنا مسجد میں جماعت شمار ہوگی یا نہیں؟

بیٹھنا تو جبراً

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے زمین کا جو ٹکرا مسجد کے لیے وقف ہو کر مسجد کے احاطے میں داخل ہو جائے تو اس احاطے میں ہر جگہ نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ منبر و محراب فقط مسجد کے وسط کے تعیین کے لیے بنائے جاتے ہیں۔

صورتِ مسئلہ میں مذکورہ کمرہ اگر مسجد کی زمین کے ساتھ وقف ہوا ہو اور یہ باقاعدہ مسجد کا حصہ ہو تو اس صورت میں اس کمرے میں باجماعت نماز ادا کرنا مسجد میں جماعت کے مترادف ہوگا، تاہم بہتر یہی ہے کہ مسجد کے مرکزی ہال اور وسط میں جماعت کرائی جائے اور بلا ضرورت اس کمرے میں جماعت نہ کرائی جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قوله: (أو جعل فوقه بيتاً) ظاهره أنه لا فرق بين أن يكون البيت للمسجد، أو لا، إلا أنه يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجداً في ما إذا لم يكن وقفاً على مصالح المسجد... قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ﴾ (۱)

ترجمہ:

(یا اگر اس مسجد کے اوپر گھر تعمیر کی جائے) تو اس میں کوئی فرق نہیں، کہ یہ گھر مسجد کے لیے ہو یا نہ ہوتا، ہم مسجد

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد: ۶/۴۷

کے لیے اس گھر کے نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ اس کو مصالح مسجد کے لیے وقف نہ کیا گیا ہو۔ بحر میں کہا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ شرط لگائی ہو، کہ یہ مسجد ہی ہوگا، اس حیثیت سے کہ اس زمین کا اوپر اور نیچے مسجد ہی رہے گی، تاکہ اس سے بندے کا حق زائل کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”مساجد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔“



ورکشاپ میں باجماعت نماز

سوال نمبر (200):

بازار میں ہمارا ورکشاپ ہے۔ ہم لوگوں سے مسجد کافی فاصلہ پر ہے، نیز مسجد میں بسا اوقات رش بھی ہوتی ہے۔ کبھی کبھار رش کی وجہ سے ہمارے لیے جماعت تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے، اس لیے ہم نے ورکشاپ کی چھت پر نماز کے لیے جگہ بنائی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا چھت پر نماز پڑھنا مسجد کی طرح ہے اور اس میں ثواب ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے۔

بیّنوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ ہر ایسی جگہ جو کہ پاک صاف ہو اور اس پر کسی قسم کی نجاست نہ ہو، اس جگہ نماز اور جماعت کرائی جاسکتی ہے اور اس میں بلاشبہ جماعت کی نماز کا ثواب ہے، کیونکہ دو آدمیوں کی نماز اکیلے شخص کی نماز سے بہتر ہے، اسی طرح تین آدمیوں کی نماز دو اکیلے آدمیوں کی نماز سے بہتر ہے۔

صورتِ مسئلہ میں ورکشاپ کی چھت پر نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب تو ضرور حاصل ہوگا، لیکن اس کو مسجد شرعی نہیں کہہ سکتے، یعنی مسجد میں جماعت کا رتبہ اس سے زیادہ ہوگا، البتہ اس جگہ جماعت کرانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإن كانت الدار إذا أغلقت لم يكن فيها جماعة، وإذا فتح بابها كان لها جماعة، فليس هذا

مسجد، وإن كانوا لا يمنعون الناس من الصلوة فيه. (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع فی ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، الفصل الثانی: ۱۱۰/۱

ترجمہ:

جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت کے دن اس حال میں انھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے کہ جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو، یہ حالت ان کی اس لیے ہوگی کہ انہوں نے کہا تھا کہ ”سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا“
 جالاکم اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

عن أبي هريرة[ؓ] قال قال رسول الله^ﷺ: ”الربا سبعون حوبا يسرها أن ينكح الرجل أمه.“ (۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ[ؓ] سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ^ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سود کے ستر درجے ہیں ان میں سب سے اونٹنی درجہ کا گناہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔



امام کا لفظ ”السلام“ کہتے ہوئے مقتدی کا جماعت میں شامل ہونا

سوال نمبر (202):

جب ایک شخص دوران نماز امام صاحب کو ایسی حالت میں پائے کہ اس نے لفظ السلام کہہ دیا تھا اور علیکم نہیں کہا تھا اور اس کے ساتھ شریک جماعت ہو جائے تو کیا اس صورت میں اس شخص کی اقتدا صحیح ہوئی یا سرے سے نماز پڑھے گا، یعنی کیا وہ مسبوق کی حیثیت سے بقیہ رکعتیں مکمل کرے گا یا انفرادی طور پر از سر نو نماز شروع کرے گا۔

بیِّنُوا تَوْجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ امام کی اقتدا کے لیے ضروری ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ دوران نماز شریک ہو جائے، اگر کہیں امام نماز سے فارغ ہو گیا ہو اور ایسی حالت میں مقتدی اس کے ساتھ شریک ہو جائے تو اقتدا درست شمار نہیں ہوگی۔ صورت مسئلہ میں جب امام نے پہلا سلام پھیرتے ہوئے ابھی السلام کا لفظ بولا اور علیکم نہیں بولا کہ اتنے میں کوئی شخص آکر اس کی اقتدا کی نیت باندھ لے تو اس کی اقتدا صحیح نہیں کیونکہ امام کی نماز مکمل ہو گئی اور نماز سے عملاً فارغ ہو گیا، لہذا

(۱) أبو عبد الله محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا: ص ۱۶۴

ترجمہ:

اور اگر کوئی گھرایا ہو کہ جب اس کا روزہ بند ہو، تب تو اس میں جماعت نہیں ہوتی ہے، لیکن جب یہ گھر کھلا ہو تو اس میں جماعت ہوتی ہے، تب بھی یہ گھر مسجد شرعی نہیں ہے، اگرچہ اس میں نماز کی ادائیگی سے کسی کو نہیں روکا جاتا۔



سود خور کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا

سوال نمبر (201):

ایک شخص جو کہ حد درجے کا سود خور ہے۔ لوگوں کو سود پر قرضے بھی دیتا ہے اور سودی کاروبار کرتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ نماز اور روزہ کا بھی پابند ہے اور باقاعدگی سے نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے ساتھ نماز میں کھڑا ہونا صحیح ہے؟ اور کیا اس کی وجہ سے اس کے پاس کھڑے شخص یا باقی نمازیوں کی نماز پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟ اور اس کا مسجد میں آنا کیسا ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجَّرُوا

الجواب وبالله التوفیہ:

سود ایک گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتکاب پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ قرآن کریم میں سود کھانے والے کے خلاف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہوا ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: ”سود کے تہتر درجے ہیں، ان میں سب سے اونچی درجہ کا گناہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے“، تاہم اگر کوئی شخص اس گناہ میں ملوث ہونے کے باوجود نماز اور روزہ کی پابندی کرتا ہو تو وہ ان عبادات کے ثواب کا مستحق ہوگا اور ان کی ادائیگی سے یہ عبادات اس کے ذمہ سے ساقط ہوں گی، البتہ سود کھانے کا گناہ اپنی جگہ قائم رہے گا، نیز ایسے شخص کے ساتھ صف میں کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں، اس سے دوسروں کی نماز پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (۱)

(۱) البقرة: ۲۷۵

وہ از سر نو تکبیر تحریمہ کہہ کر انفرادی نماز ادا کرے گا۔

والدلیل علی ذلك:

قال في التحنيس: الإمام إذا فرغ من صلوته، فلما قال السلام جاء رجل واقتدى به قبل أن يقول

عليكم لا يصبر داخلًا في صلوته، لأن هذا سلام. (۱)

ترجمہ:

تحنیس میں ہے کہ جب کوئی امام نماز سے فارغ ہو جائے تو جب وہ لفظ السلام کہے اس وقت کوئی شخص آئے اور امام کے پیچھے اقتدا کر لے اس سے پہلے کہ امام لفظ ”علیکم“ کہہ دے تو یہ شخص اس امام کے ساتھ نماز میں شریک متصور نہ ہوگا کیونکہ لفظ ”السلام“ سلام پھیرنا ہی تو ہے۔



تبلیغی جماعت کا جماعتِ ثانیہ پڑھنا

سوال نمبر (203):

اگر تبلیغی جماعت کسی مسجد میں چلی جائے، وہاں پر جماعت ہو چکی ہو تو ایسی صورت میں تبلیغی جماعت کے دس بارہ ساتھی انفرادی نماز پڑھیں یا جماعتِ ثانیہ کی اجازت ہے؟

بیشوا تنصروا

الجواب وبالله التوفيق:

جب کسی مسجد میں اہل محلہ نے باقاعدہ اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی ہو تو پھر اسی جگہ پر دوبارہ باجماعت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر دوبارہ پڑھنے والے اہل محلہ نہ ہوں، جیسے تبلیغی جماعت کے ساتھی جو باہر سے آئے ہوں اور وہ محراب سے ہٹ کر اذان و اقامت کے بغیر دوبارہ باجماعت نماز پڑھیں تو جائز ہے، لیکن جماعت کے ساتھیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو عادت نہ بنائیں۔

والدلیل علی ذلك:

عن أبي حنيفة: ولو كانت الجماعة أكثر من الثلاثة يكره التكرار، وإلا فلا، وعن أبي يوسف:

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ، مطلب: لا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقها رواية: ۱۶۲/۲

إذ لم تكن على الهيئة الأولى لا تكرر، ولا تكرر، وهو الصحيح، وبالعدل عن المحراب تختلف الهيئة. (۱)
ترجمہ:

امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ دوسری جماعت (پڑھنے والے) اگر تین سے زیادہ ہوں تو مکرار جماعت مکروہ ہے، ورنہ نہیں اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دوسری جماعت اگر پہلی جماعت کی ہیئت پر نہ ہو تو مکروہ نہیں، ورنہ مکروہ ہے، یہی قول صحیح ہے۔ اور ہیئت کی تبدیلی محراب سے بہت کر جماعت پڑھنے سے ہوگی۔



نماز کے لیے عورتوں کا مسجد میں آنا

سوال نمبر (204):

کیا عورتیں مردوں کی طرح نماز پڑھنے کے لیے مسجد آ سکتی ہیں؟

بینوا تو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کی علیحدہ اور مستقل جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ عہد نبوی اور دور صحابہ میں عورتوں کی علیحدہ جماعت پڑھنے کا رواج نہیں تھا، البتہ اگر مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائیں تو تبعاً نماز جائز ہوگی۔ خود زمانہ نبوت میں عورتوں کو عیدین، جمعہ اور دوسری نمازوں میں مردوں کی جماعت میں شامل ہو کر مردوں کے پیچھے الگ صف باندھ کر نماز پڑھنے کی اجازت تھی، لیکن عہد نبوی کے بعد زمانہ کے حالات اور لوگوں کی اخلاقی کیفیت بدل جانے کی وجہ سے صحابہ کرام نے عورتوں کو مسجد میں آ کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب عورتوں کو منع فرمایا تو عورتوں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر حضور ﷺ ان حالات کا مشاہدہ فرماتے تو ضرور عورتوں کو منع فرماتے۔ خود حضور ﷺ کے دور میں عورتیں مردوں کی طرح پابندی کے ساتھ مسجد نہیں آیا کرتی تھیں، خصوصاً پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد تو بہت کم حاضر ہوا کرتی تھیں اس لیے فقہائے کرام نے بھی ان تصریحات کی روشنی میں فساد زمانہ کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے، تاہم اگر کہیں عورتیں مسجد میں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائیں اور ان کی

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الاذان، مطلب فی المؤذن إذا كان غیر محتسب فی اذانه: ۲/۶۴

صغیر مسجد میں علیحدہ ہوں تو اس طرح افتہ اور ست رہے گی، بشرط یہ کہ عورتوں کے لیے الگ اس طرح انتظام ہو کہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن عمرة بنت عبد الرحمن أنها سمعت عائشة زوج النبي ﷺ تقول: لو أن رسول الله ﷺ رأى ما أحدث النساء، لمنعهن المسجد، كما منعت نساء بني إسرائيل، قال: فقلت لعمرة أنساء بني إسرائيل منعن المسجد، قالت: نعم. (۱)

ترجمہ:

عمرة بنت عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ سے سنا فرما رہی تھیں کہ: ”اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کے موجودہ حالات کا مشاہدہ فرماتے تو انہیں ضرور منع فرماتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔“ ابن سعید کہتے ہیں کہ: ”میں نے عمرہ سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتیں مساجد سے منع کی گئی تھیں؟“ تو فرمائی گئیں: ”ہاں۔“ قولہ: (لا يحضرن الجماعات) ... لأنه لا يؤمن الفتنة من خروجهن. أطلقه فشمّل الشابة والعوز والصلاة النهارية والليلية. قال المصنف في الكافي: والفتوى اليوم على الكراهة في الصلاة كلها لظهور الفساد. (۲)

ترجمہ:

عورتیں جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہونگی۔۔۔۔۔ اس لیے کہ ان کا نکلنا فتنہ سے خالی نہیں۔ یہ حکم عام ہے جو ان اور بوڑھی عورت، اسی طرح دن اور رات کی تمام نمازوں کو شامل ہے۔ کافی میں مصنف نے کہا ہے کہ: ”آج کے زمانے میں فساد ظاہر ہونے کی وجہ سے فتویٰ یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے ان کا نکلنا مکروہ ہے۔“



(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد: ۱/۱۸۳

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۲۷، ۶۲۸

باب البناء والاستخلاف

(بناء، یعنی نماز ٹوٹ جانے کے بعد وضو کر کے وہاں سے دوبارہ شروع کرنے اور استخلاف، یعنی امام کا دوران نماز اپنی جگہ کسی کو نائب مقرر کرنے کا بیان)

بناء کی تعریف:

بناء فی الصلوٰۃ سے مراد نماز کے دوران وضو ٹوٹ جانے کے بعد نماز از سر نو ادا کرنے کی بجائے ادا شدہ حصہ پر باقی نماز کو مرتب کرنا ہے، یعنی اعادہ کے بغیر دوبارہ وضو کر کے نماز کی تکمیل کا نام بناء ہے۔ حنفیہ کے ہاں مرد و عورت اور امام و مقتدی ہر ایک کے لیے بناء کرنے کی اجازت و رخصت اگرچہ موجود ہے، لیکن استیناف، یعنی از سر نو نماز پڑھنا اور اعادہ کرنا بہر صورت بناء سے افضل ہے۔

یاد رہے کہ بناء کرنا حنفیہ کے ہاں چند شرائط سے مشروط ہے، اگر ان شرائط میں سے کوئی بھی شرط نہ ہو تو بناء کرنے کی بجائے اعادہ واجب ہوگا۔ شرائط کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

استخلاف کی تعریف:

استخلاف کا لغوی معنی ہے ”نائب اور جانشین بنانا“ جب کہ اصطلاح فقہ میں استخلاف فی الصلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ اگر دوران نماز امام کو کوئی ناقض وضو صورت پیش آئے یا وہ قراءت کرنے پر قادر نہ رہے تو وہ اپنی جگہ کسی اور کو جانشین مقرر کر لے تاکہ وہ نماز کو آخر تک پہنچا دے۔ جن شرائط کے ساتھ نمازی کے لیے ”بناء فی الصلوٰۃ“ کی اجازت ہوتی ہے انہی شرائط کی موجودگی میں استخلاف بھی جائز ہوتا ہے۔ جو شخص ابتداء نماز سے امام بننے کی صلاحیت رکھے وہ شخص بعد میں امام کا خلیفہ اور نائب بھی بن سکتا ہے۔

استخلاف کا طریقہ:

استخلاف کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی امام کو بلا قصد و ارادہ کوئی ناقض وضو صورت پیش آئے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر نیچے ہو جائے اور اشارے کے ذریعے پہلی صف سے کوئی مناسب اور اہل شخص امامت کے لیے آگے کر لے۔ امام کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ ایسا شخص اپنا جانشین بنائے جو ابتداء نماز سے اس کے ساتھ شریک ہو۔ اگر مسبوق کو آگے کرنا چاہے تو وہ اشارے کے ذریعے انکار کر لے، تاہم اگر مسبوق آگے ہو جائے تو وہ سلام پھیرنے کے لیے کسی اور کو

آگے کر لے تاکہ وہ مقتدیوں کے ساتھ سلام پھیر لے۔ اگر مسبوق شخص دوسرے مقتدیوں کے سلام پھیرنے کے بعد تکلم کر لے یا قہقہہ لگائے یا خود ہی اپنی نماز توڑ دے تو مقتدیوں کی نماز درست ہو جائے گی، البتہ اس کی اپنی نماز ٹوٹ جائے گی۔
استخفاف کے وقت امام اپنے جانشین کو اشاروں کے ذریعے بقیہ رکعتوں یا سجدوں کی تعداد بتا سکتا ہے۔ استخفاف کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ محدث امام کے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے اس کا جانشین اور خلیفہ محراب تک پہنچ جائے۔

بناء اور استخفاف کی شرائط:

۱۔ حدث موجب وضو ہو، موجب غسل نہ ہو۔

۲۔ حدث نادر الوجود نہ ہو، لہذا قہقہہ، بے ہوشی، جنون، احتلام اور نوم سے ٹوٹ جانے والی نماز پر بناء یا استخفاف جائز نہیں۔

۳۔ حدث مساوی ہو، یعنی نہ تو نفس حدث بندہ کے اختیار میں ہو اور نہ ہی کسی بندے کی وجہ سے اس کا سبب پایا گیا ہو، لہذا اگر خود ہی کسی ذریعے سے وضو توڑ دیا یا کسی کے مارنے، کاٹنے یا زخمی کرنے سے خون وغیرہ نکل آیا تو بناء و استخفاف جائز نہیں۔

۴۔ حدث اور نجاست نمازی کے بدن سے متعلق ہو، لہذا اگر کسی شخص پر باہر سے اتنی نجاست گر جائے جو نماز کے منافی ہو تو بناء و استخفاف جائز نہیں۔

۵۔ حدث کے ہوتے ہوئے کوئی رکن ادا نہ کرے اور نہ ہی رکن کی ادائیگی کے بقدر وقت گزارے۔

۶۔ وضو کرنے کے دوران بلا ضرورت کوئی ایسا عمل نہ کرے جو نماز کے منافی ہو، البتہ جو امور وضو کے لیے ضروری ہیں ان کی اجازت ہوگی۔

۷۔ اگر محدث مقتدی ہو تو وضو سے فراغت کے بعد واپس اپنے امام کی اقتدا کی طرف لوٹ آئے۔ اسی طرح محدث امام بھی آکر اپنے خلیفہ کے پیچھے نماز پوری کر لے، تاہم اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو واپس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہیں پر اپنی نماز پوری کر لے۔

۸۔ وضو کرنے میں بلا عذر ایک رکن کے بقدر تاخیر نہ کرے۔

۹۔ حدث مساوی کے بعد کوئی اور سابقہ حدث ظاہر نہ ہو، مثلاً حدث پیش آنے کے کچھ دیر بعد مسح علی الخفین کا وقت مکمل ہو جائے یا تیمم کرنے والا پانی دیکھ لے۔

۱۰۔ محدث امام کا جانشین امامت کا اہل ہو۔ (۱)

(۱) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الصلوۃ، باب الاستخفاف: ۳۵۱/۲، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب السادس فی الحدث فی الصلوۃ وفصل فی الاستخفاف: ۹۳/۱۔ ۹۶

دورانِ نماز وضو ٹوٹنا

سوال نمبر (205):

ایک شخص جمعہ کے دن جماعت میں شریک ہو اور اچانک اُس کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ وہاں تیمم کرے یا صف کو چھو کر باہر آئے اور وضو کرنے کے بعد دوبارہ شامل ہو جائے؟ کوئی صورت زیادہ مناسب ہے۔

بیشواؤ جروا

المواب ورسالہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نماز کی صحت جن شرائط پر موقوف ہے ان میں سے ایک طہارت بھی ہے، لہذا اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر نمازی کا دورانِ نماز وضو ٹوٹ گیا تو پانی کی موجودگی میں تیمم کی گنجائش نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ وہ صف سے نکل کر وضو کرے اور دوبارہ جماعت میں شریک ہو کر اپنی نماز پوری کرے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

من سبقہ حدث توضحاؤ بنی، (۱)

ترجمہ:

جس کو (دورانِ نماز) حدث لاحق ہو جائے تو وہ وضو بنائے اور پھر امام کے ساتھ شریک ہو (سابقہ نماز پر) بنا کرے۔



جدہ سہو کے لزوم کے بعد استخلاف (امام کے لیے کسی کو نائب بنانے) کا طریقہ کار

سوال نمبر (206):

جدہ سہو لازم ہونے کے بعد اگر امام کو حدث (ناپاکی) پیش آئے اور وہ کسی کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کرنا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس فی الحدث فی الصلوٰۃ: ۹۳/۱

چاہے تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ اور اس کو اپنی جگہ مقرر کرنے اور سمجھانے کے لیے رہنمائی کیسے کرے گا؟

بینوا نؤمروا

الجواب وبالله التوفیق:

امام بوقت ضرورت کسی ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کرے گا جو استخلاف (امام کا نائب بننے) کے مسائل جانتا ہو اور فقہائے کرام کے بیان کردہ اشاروں سے بھی واقف ہو، تاکہ اشاروں سے سمجھانے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ سجدہ تلاوت لازم ہونے کے بعد اگر ناپاکی پیش آئے تو امام پیشانی اور زبان پر انگلی رکھے گا جس کا معنی یہ ہوگا کہ میرے اوپر سجدہ تلاوت لازم ہوا ہے اور سجدہ سہو کے لزوم کی صورت میں دل پر انگلی رکھے گا۔

صورت مسئلہ میں امام استخلاف کے بعد دل پر انگلی رکھ کر سجدہ سہو کے لزوم کا عندیہ دے گا اور نائب اس کے اشارہ کے مطابق آخر میں سجدہ سہو کرے گا۔

والدلیل علیٰ ذلك:

ولسجدة التلاوة يضع إصبعه على الجبهة واللسان، وللسهو على قلبه هكذا في الظهيرية. هذا إذا

لم يعلم الخليفة ذلك، أما إذا علم فلا حاجة. (۱)

ترجمہ:

سجدہ تلاوت کے لیے اپنی انگلی پیشانی اور زبان پر رکھے گا اور سجدہ سہو کے لیے اپنے دل پر۔ اسی طرح ظہیر یہ میں ہے۔ یہ اشارہ کرنے کی ضرورت اُس وقت ہے جب خلیفہ کو اس کا علم نہ ہو، اگر اس کو پہلے سے معلوم ہو تو پھر (اشارہ کرنے کی) کوئی ضرورت نہیں۔



باب السنن والنوافل

(سنن اور نوافل کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

فرض نمازوں کی مشروعیت کی بنیادی حکمت خالق و مخلوق کے مابین ربط و تعلق اور مناجات کی کیفیت کو برقرار رکھنا ہوتا ہے جس سے بندہ کو دن رات اپنے رب کے احسانات اور اس کی طرف سے لازم کردہ فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس ہوتا رہتا ہے، تاہم دنیاوی مشاغل کی کثرت سے انسان پھر بھی غفلت کا شکار ہوتا رہتا ہے، لہذا فرائض کی ادائیگی سے قبل کچھ سنتوں کو بھی مشروع قرار دیا، تاکہ ان کے ذریعے ایک مرتبہ پھر توجہ بحال ہو جائے اور فرائض میں مطلوب خشوع و خضوع اور دنیا سے بے رغبتی کا بنیادی عنصر پیدا ہو۔ اسی طرح فرائض کی ادائیگی میں ممکن ہے کہ بندہ سے کچھ کمی کوتاہی ہو جائے، اس لیے فرائض کے بعد بھی کچھ سنتوں کو مشروع قرار دیا گیا، تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے ان سنن کو فرائض کی تکمیل کا ذریعہ بنا دے۔

علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ سنن و نوافل کی مشروعیت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے شیطان کی امید اور طمع دم توڑ لیتی ہے وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جو شخص غیر فرض شدہ نمازوں کے بارے میں میری اطاعت نہیں کر رہا تو وہ فرائض کے بارے میں بھلا میری کیا رعایت رکھے گا۔ (۱)

سنن و نوافل کی تعریف اور ان سے متعلقہ اصطلاحات کی تشریح:

(۱) نفل:

نفل کا لغوی معنی ہے ”زیادتی“، چونکہ سنن و نوافل بھی فرائض اور واجبات کی تکمیل کے لیے بطور اضافہ اور زیادتی کے مشروع ہوئے ہیں، اس لیے فرائض اور واجبات کے علاوہ ہر عبادت کو نفقہاے کرام نفل سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں:

”والنفل ما قابل الفرض والواجب“

اس تعبیر کے مطابق سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحبات اور عام نوافل سبھی کو نفل کہا جاسکتا ہے۔ عام طور پر فقہائے کرام

(۱) مراقی الفلاح مع الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۱۴، الموسوعة الفقہیة، مادة صلوٰۃ التطوع

یہی تعبیر استعمال کرتے ہیں اور ان سب کو ایک ہی باب میں ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح قتلوع یا تہرع کی اصطلاحات بھی نفل کے مترادف ہیں۔

نفل کا دوسرا اطلاق خاص ہے ”وہو مالیس بفرض ولا واجب ولا مسنون من العبادۃ“ کہ جو عبادت نہ تو فرض ہو، نہ واجب اور نہ سنت (مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ) اس کو نفل کہتے ہیں۔ مذکورہ تعریفات کے مطابق سنت اور نفل کے مابین نسبت عموم و خصوص کی ہے، لہذا ہر سنت نفل تو ہے، لیکن ہر نفل سنت نہیں۔ (۱)

(۲) سنت:

سنت کا لغوی معنی ہے ”طریقہ اور راستہ“ جب کہ شریعت کی اصطلاح میں سنت کا معنی ہے:

”ہی الطريقة المسلموۃ فی الدین من غیر افتراض ولا وجوب“

یعنی فرضیت یا وجوب کے بغیر وہ طریقہ اور راستہ جس پر چلنا دین اور شریعت کے اعتبار سے مستحسن ہو، سنت کہلاتا ہے۔

علامہ شامیؒ نے مشروعات اربعہ یعنی فرض، واجب، سنت اور نفل کی تقسیم انتہائی جامع انداز سے کی ہے جس سے سنن، مستحبات، مندوبات اور نوافل کی تعریف اور حکم کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے، باب السنن والنوافل کی وسعت کے پیش نظر مذکورہ تحقیق پیش خدمت ہے۔

جو چیز شریعت میں مطلوب ہے، یعنی اس کا کرنا شرعاً جائز ہے اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) اگر اس کے طلب (بجالاتے) اور عدم ترک (چھوڑنے سے بچنے) پر دلیل قطعی موجود ہو تو فرض ہے۔

(۲) اگر اس کے طلب اور عدم ترک پر دلیل تو ہو، لیکن قطعی ہونے کی بجائے ظنی ہو تو واجب ہے۔

(۳) اگر اس کا کرنا مطلوب ہو اور عدم ترک پر کوئی دلیل نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف)..... اگر نبی کریم ﷺ نے بذات خود یا اس کے صحابہ کرامؓ نے اس پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کی ہو تو سنت ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ سنن الہدی، یعنی سنن مؤکدہ یا سنن راتبہ:

یہ وہ سنن ہیں جن پر نبی کریم ﷺ نے مداومت اختیار کی ہو اور ان کی مشروعیت کا مقصد تکمیل دین اور تکمیل فرائض

(۱) مرقاۃ المفاتیح مع الطحطاوی والموسوعة الفقہیۃ حوالہ سابقہ، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب

واجبات ہو، جیسے اذان، اقامت اور جماعت وغیرہ۔ مذکورہ سنن کو شعائر اسلام کی حیثیت حاصل ہونے کی وجہ سے ان کا حکم عمل کے اعتبار سے واجبات کے قریب قریب ہے، لہذا بلا عذر ان کا چھوڑنا مکروہ تحریمی اور قاطبی مؤاخذہ جرم ہے اور اس کے ترک پر اصرار کرنے والا فسق، گمراہی اور ملامت کا مستحق ہے۔

۲۔ سنن الزوائد یا سنن غیر مؤکدہ:

یہ وہ سنن ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کی ہوں، لیکن کبھی کبھی ان کا چھوڑنا بھی ثابت ہو۔ یہ وہ سنن ہیں جو زیادہ تر آپ ﷺ کی عادات و اطوار سے متعلق ہیں۔ اسی طرح عبادات میں بھی بعض چیزیں آپ ﷺ کی ”مواظبت مع شریک احبانا“ سے ثابت ہیں، تاہم چونکہ وہ اشیاء شعائر دین اور تکمیل فرائض و واجبات کی حیثیت کے حامل نہیں، اس لیے ان کو سنن الزوائد سے تعبیر کیا جاتا ہے، تاہم یہ بات ذہن نشین رہے کہ غیر مؤکد سنتوں کو چھوڑنا بھی کراہت سے خالی نہیں اگرچہ چھوڑنے والے کو فسق، گمراہی یا ملامت سے موصوف کرنا درست نہیں۔

(ب)۔۔۔۔۔ اور اگر نبی کریم ﷺ نے کبھی کبھار کیا ہو تو مندوب، مستحب، نفل، ادب، تبرع اور تطوع وغیرہ کہلاتا ہے۔ مذکورہ اشیاء درجے میں سنن زوائد سے کم ہیں، لہذا کرنے والا ثواب اور اجر کا مستحق ہے اور ان کا چھوڑنا موجب کراہت تو نہیں، البتہ خلافِ اولیٰ ضرور ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خلافِ اولویت بعض مواقع پر کراہت تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ (۱)

سنن و نوافل کی مشروعیت:

علامہ شامیؒ کی مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اشیاء میں سے ہر ایک بذات خود نبی کریم ﷺ یا اس کے صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے لہذا دلیل قطعی و ظنی، مواظبت اور عدم مواظبت کے تفاوت سے قطع نظر کرتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کی مشروعیت پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ (۱)

سنن مؤکدہ کی تفصیل:

سنن مؤکدہ کی تعداد حنفیہ کے ہاں بارہ ہے: نماز فجر سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے چار رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت اور عشا کے بعد دو رکعت۔ اسی طرح جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں چار رکعت

(۱) ردالمحار علی الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء، مطلب فی السنۃ و تعریفها: ۱/۲۱۸، و مطلب لافرق بین المنسوب والمستحب والنفل والتطوع: ۱/۲۴۶، و کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مطلب فی بیان السنۃ والمستحب والمنسوب: ۲/۴۲۴، و باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل: ۲/۵۱۱

ادا کرنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔ مذکورہ سنن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔
 ”ما من عبد مسلم بصلی فی کل یوم ننتی عشرة رکعة تطلو عامن غیر الفریضة إلا بنی

اللہ له بیتافی الحنة“ (۱)

ترمذی اور نسائی کی روایات میں ان سنن کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

فجر کی سنتیں:

فجر کی دو رکعتیں تمام سنتوں میں زیادہ مؤکدہ ہیں، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کو واجب کے قریب تر قرار دیا ہے۔ دراصل اس کی وجہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: ”ان دو رکعتوں کو چھوڑنا امت، اگرچہ گھوڑے تم لوگوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں“۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ”فجر کی دو رکعت سنتیں مجھے دنیا اور اس کے سارے ساز و سامان سے زیادہ پسندیدہ ہیں“۔ اسی اہمیت کی وجہ سے یہ بعض احکام میں دوسری سنتوں سے ممتاز ہیں، مثلاً:

۱۔ بلا عذر ان کو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح سواری پر بیٹھ کر ادا کرنا بھی جائز نہیں۔

۲۔ فجر کی سنتوں کے منکر کے بارے میں بعض فقہائے کرام نے کفر کا اندیشہ ظاہر کیا ہے، تاہم عالمگیری نے تمام سنن کے لیے یہی حکم ذکر کیا ہے۔

۳۔ فجر کی سنتیں اگر فرض نماز کے ساتھ فوت ہو جائیں تو نماز کی قضا کرتے وقت سنتوں کی قضا بھی کی جائے گی۔ آپ ﷺ نے لیلۃ التعلیس کے موقع پر سنتوں کو بھی ادا فرمایا تھا، البتہ فرض نماز اپنے وقت میں پڑھ لی ہو تو تنہا سنتوں کی قضا امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں درست نہیں، تاہم امام محمدؒ کے ہاں اسی دن طلوع شمس سے زوال تک ادا کرنا درست ہے۔ علامہ شامیؒ نے پہلی رائے کو ترجیح دی ہے۔

۴۔ فجر کی سنتوں میں افضل یہ ہے کہ ان کو اول وقت میں گھر کے اندر، یعنی مسجد جانے سے پہلے ادا کیا جائے اور تخفیف کے ساتھ پڑھ لیے جائیں جب کہ دوسری سنتوں میں افضل یہ ہے کہ ان کو فرض نماز کے قریب ادا کر لیا جائے۔

۵۔ عالم اور فقیہ شخص اگر لوگوں کے مسائل میں مشغول ہو تو وہ فجر کی سنتوں کے علاوہ دوسرے سنن کو چھوڑ سکتا ہے۔ علامہ شامیؒ کے ہاں قاضی اور وہ طالب علم جس کا درس فوت ہو رہا ہو، اسی حکم میں داخل ہیں۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل: ۲/۴۵۱، ۴۵۲، بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی الصلوۃ المسنونة: ۲/۲۶۴، مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۱۵، ۳۱۶

۶۔ فجر کی سنتوں کی اول رکعت میں سورت کافرون اور دوسری رکعت میں سورت اخلاص پڑھنا افضل ہے۔ (۱)
۷۔ جماعت قائم ہونے کے بعد سنتیں پڑھنا جائز نہیں، البتہ فجر کی سنتیں اس دوران مسجد کی حدود سے باہر پڑھی جاسکتی ہیں بشرط یہ کہ جماعت فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ (۲)

ظہر کی سنتیں:

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد سب سے زیادہ مؤکد، ظہر سے قبل پڑھی جانے والی چار سنتیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”جس شخص نے ظہر سے قبل چار رکعت سنتیں چھوڑ دیں اس کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی“۔

ظہر کی چار رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا مسنون ہے۔ فجر کی سنتوں کے علاوہ بقیہ سنتوں کی قضا اگرچہ مشروع نہیں، تاہم اگر ظہر سے قبل کی چار سنتیں پڑھنے سے پہلے جماعت کھڑی ہو جائے تو جماعت ادا کرنے کے بعد اگر ظہر کا وقت باقی ہو تو ان کو ادا کرنا فقہاء کے ہاں درست ہے، لہذا شیخین کے ہاں ظہر کے بعد دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد مذکورہ چار رکعتوں کی قضا کی جائے گی جب کہ امام محمدؒ کے ہاں اولاً ان چار رکعتوں کی قضا کی جائے گی، اس کے بعد بقیہ دو رکعتیں پڑھی جائیں گی۔ مفتی بہ قول شیخین کا ہے۔ (۳)

سنن غیر مؤکدہ:

سنن غیر مؤکدہ یہ ہیں:

۱۔ عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا۔ امام قدوری نے بعض دوسری روایات کو دیکھ کر دو رکعت پڑھنے کو بھی سنت قرار دیا ہے۔

۲۔ عشا کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا

۳۔ عشا کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھنا

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵۳، ۴۵۴، بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل

فی قضاء السنن: ۲/۲۷۳، ۲۷۴، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۱۵، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب

الصلوٰۃ، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۲

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی ما یکرہ منها: ۲/۲۶۷

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵۱-۴۵۴

مذکورہ سنن کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کافی فضائل نقل کئے گئے ہیں۔ خود آپ ﷺ بھی ان کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ (۱)

سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے مشترک احکام:

۱۔ سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ فرائض کے تابع ہوتے ہیں، لہذا جو وقت فرائض کے لیے مختص ہے وہی وقت ان سنتوں کے لیے بھی ہے۔ (۲)

۲۔ سنن چاہے مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ اور چاہے فرائض کے ساتھ فوت ہو جائیں یا فرائض کے بغیر، ان کی قضا الائناسبت نہیں، اس لیے کہ قضا فرائض اور واجبات کا خاصہ ہے، البتہ فجر اور ظہر کی سنتوں کے بارے میں تفصیل گزر چکی۔ (۳)

۳۔ سنن کی تمام رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ہے، اس لیے کہ سنن ونوافل کا ہر شفع (دو رکعت کا جوڑا) ایک مستقل نماز کی حیثیت رکھتا ہے۔ (۴)

۴۔ تمام سنن ونوافل میں افضل یہ ہے کہ ان کو گھر ہی میں ادا کیا جائے، تاہم اگر کسی شغل کی وجہ سے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مسجد ہی میں پڑھ لے۔ علامہ صکنیؒ فرماتے ہیں کہ جہاں خشوع و خضوع زیادہ مہیا ہو، وہاں پڑھ لے۔

مسجد میں ادائیگی کے وقت یہ خیال رہے کہ امام نماز میں نہ ہو۔ اگر امام نماز میں ہو تو اس دوران صرف فجر کی سنتوں کو مسجد کی حدود سے باہر یا کسی ستون کی آڑ میں ادا کرنا درست ہے، بقیہ سنن کی ادائیگی اس دوران جائز نہیں۔ فجر کی سنتوں کو بلا کسی حائل صفوں کے پیچھے یا صف کے درمیان پڑھنا سخت مکروہ ہے۔ (۵)

۵۔ سنتیں پڑھنے کے بعد فرض نماز پڑھنے تک بلا ضرورت دنیوی بات چیت اور معاملات مکروہ ہیں۔ ایسا کرنے کی صورت میں بعض فقہاء کے ہاں سنتوں کا اعادہ کیا جائے گا، لیکن مفتی بہ قول کے مطابق اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ ثواب

(۱) مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۱۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الصلوٰۃ المسنونة: ۲/۲۶۴

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی قضاء السنن: ۲/۲۷۳۔ الفتاویٰ الہندیہ، الباب التاسع فی المراسل: ۱/۱۱۲

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی صفة القراءة فی التطوع: ۲/۲۶۷

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶۴، الفتاویٰ الہندیہ، اسباب التماسع

فی النوافل: ۱/۱۱۳

متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح جو سنتیں فرائض کے بعد ہیں ان کا ثواب بھی ان چیزوں سے متاثر ہوتا ہے۔ (۱)

۱۔ سنن مؤکدہ اگر چار رکعت کی ہوں تو قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے بعد ثناء پڑھنا بھی درست نہیں، اس لیے کہ سنن مؤکدہ واجبات و فرائض کے زیادہ مشابہہ ہیں، البتہ سنن غیر مؤکدہ اور نوافل میں قعدہ اولیٰ کے دوران درود شریف پڑھنا یا تیسری رکعت میں ثناء و تعوذ پڑھنا سب کچھ جائز ہے، تاہم علامہ شامیؒ نے نوافل و سنن غیر مؤکدہ میں بھی ایسا کرنے کو ٹھوس دلائل سے رد کر دیا ہے، لہذا درود شریف، ثناء و تعوذ سے احتراز کرنا زیادہ مناسب ہے۔ (۲)

چند مکروہات کا تذکرہ:

امام جس جگہ فرض پڑھائے، اس کے لیے اسی جگہ سنتیں پڑھنا مکروہ ہے، لہذا وہ اپنی جگہ سے چند قدم ہٹ کر سنتیں پڑھ لے۔ مقتدی کے لیے ایسا کرنا مکروہ تو نہیں، البتہ جگہ بدلنا یا کم از کم ہیئت بدلنا اس کے لیے بھی افضل ہے۔ اسی طرح اقامت یا جماعت کے دوران سنتیں پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (۳)

چند مشہور سنت اور مستحب نمازیں:

(۱) اذانین:

مغرب کے بعد چھ رکعت نفل پڑھنے کو ”صلوة الاذانین“ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت پڑھے گا وہ اذانین (گناہ کے بعد فوراً توبہ کرنے والوں) میں سے شمار کیا جائے گا۔ بعض روایات میں اس کی تعداد چار سے بیس تک آئی ہے، تاہم چھ رکعت والی روایات زیادہ قوی ہیں۔ صلوٰۃ الاذانین کی ادائیگی صاحبین کے ہاں تین سلاموں کے ساتھ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں دو سلاموں کے ساتھ افضل ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ مغرب کی نماز کے بعد اور ان رکعتوں کی ادائیگی کے دوران باتیں کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ (۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الترتیب والنوافل: ۲/۴۶۱، الفتاویٰ الہندیہ حوالہ سابقہ

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الترتیب والنوافل، مطلب قولہم کل شفع من النفل صلوٰۃ لیس معطردا:

۲/۴۵۶، ۴۵۷، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۱۸

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی ما یکرہ منها: ۲/۲۶۷

(۴) مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۱۷

(۲) تحیۃ المسجد:

مسجد میں داخل ہونے کے بعد مسجد کی عظمت کے طور پر دو رکعت نماز ادا کرنے کو ”صلوۃ تحیۃ المسجد“ کہتے ہیں جس کے مسنون ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، تاہم اگر داخل ہونے کا وقت مکروہ ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ایسی صورت میں تسبیح و تہلیل اور درود شریف پڑھنا بھی مسجد کی عظمت کے طور پر کافی ہو سکتے ہیں۔ یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو بغیر وضو کے کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ بھی محض ”سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ کہہ کر مسجد کا حق ادا کرے۔ مسجد حرام میں داخل ہونے والے شخص کے لیے تحیۃ المسجد کے طور پر طواف کرنا چاہیے۔

مسجد میں داخل ہونے کے بعد اگر فوراً فرض نماز یا کسی اور نماز میں مصروف ہو تو اسی نماز کے ضمن میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی، چاہے اس کے لیے مستقل نیت کی ہو یا نہیں، تاہم اگر ویسے ہی بیٹھ گیا تو تاخیر کرنے سے تحیۃ المسجد ساقط نہیں ہوتی، بلکہ بعد میں بھی ادا کر سکتا ہے۔ جو شخص مسجد میں بار بار آتا ہو اس کے لیے دن میں ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھنا کافی ہے۔ (۱)

(۳) تحیۃ الوضوء:

وضو کرنے کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے پہلے شکرانہ کے طور پر دو رکعت ادا کرنا ”تحیۃ الوضوء“ کہلاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے والے کے لیے جنت واجب ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ تحیۃ المسجد کی طرح تحیۃ الوضوء بھی دوسری نمازوں کے ضمن میں ادا ہو سکتی ہے۔ (۲)

(۴) صلاۃ الضحیٰ یعنی چاشت کی نماز:

راج قول کے مطابق چاشت کی نماز مستحب ہے۔ یہ طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک پڑھی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں منقول ہیں، تاہم چار رکعت پڑھنا حضرت عائشہؓ کی روایت سے ثابت ہے اور اس پر محدثین کی ایک جماعت کا تواتر بھی ثابت ہے۔ چاشت کی نماز میں سورۃ شمس

(۱) مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی تحیۃ المسجد و صلاۃ الضحیٰ وإحياء اللیالی، ص: ۳۲۰، الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی تحیۃ المسجد: ۴۵۸/۲۔ ۴۶۰

(۲) مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی تحیۃ المسجد و صلاۃ الضحیٰ وإحياء اللیالی، ص: ۳۲۱، الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی سنة الوضوء: ۴۶۴/۲

اور سورۃ غنی پڑھنے کو فقہانے مستحب قرار دیا ہے۔ (۱)

(۵) صلاۃ السفر:

یہ بھی مسنون ہے کہ سفر کے لیے نکلنے سے پہلے دو رکعت گھر پر نماز پڑھ کر نکلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”کسی شخص نے اپنے اہل کے لیے ان دو رکعتوں سے بہتر نہیں چھوڑا جو وہ اپنے اہل خانہ کے پاس پڑھ کر سفر کے لیے نکلے۔“ سفر سے واپسی پر بھی دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دو رکعتیں محلہ کی مسجد میں ادا کرے۔ آپ ﷺ کا معمول مبارک یہی تھا۔ (۲)

(۶) صلاۃ اللیل یعنی تہجد:

قیام اللیل یا صلاۃ اللیل سے مراد ہر وہ نماز ہے جو عشا کی نماز کے بعد ادا کی جائے، تاہم تہجد سے وہ خاص نماز مراد ہے جو رات کے آخری پہراٹھ کر ادا کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے تہجد کی نماز کو صالحین کی عادت، قربت الہی اور تکفیر ذنوب کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ تہجد کی نماز دو رکعت سے لے کر آٹھ رکعت تک آپ ﷺ سے ثابت ہے، تاہم اکثر روایات میں آٹھ رکعت کا تذکرہ ہے جس کے بعد آپ ﷺ نے وتر بھی ادا فرمایا ہے۔ (۳)

(۷) صلاۃ الاستخارۃ:

کسی اہم اور عظیم کام کی انجام دہی سے قبل دو رکعت نفل ادا کرنا اور اس کے بعد مخصوص دعا ”اللہم إني استخبرك بعلمك.....“ پڑھنا صلاۃ استخارہ کہلاتا ہے۔ استخارہ ان امور میں کیا جاتا ہے جن کا خیر یا شر ہونا متعین نہ ہو، البتہ خیر کے امور کے لیے وقت کے تعین کے سلسلے میں بھی استخارہ کیا جاسکتا ہے۔ استخارہ مسلسل سات مرتبہ کرنا مسنون ہے۔ استخارہ کے بعد جس جانب شرح صدر ہو جائے اس پر عمل کر لیا جائے۔ (۴)

(۱) مراقی الفلاح حوالہ بالا، الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی سنۃ الضحیٰ: ۴/۲، ۴۶۵، ۴۶۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی رکعتی السفر: ۲/۲، ۴۶۶

(۳) مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی تحبۃ المسجد و صلاۃ الضحیٰ وإحياء اللبالي، ص: ۳۲۱، ۳۲۲، الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ اللیل: ۲/۲، ۴۶۲، ۴۶۸

(۴) مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی تحبۃ المسجد و صلاۃ الضحیٰ وإحياء اللبالي، ص: ۳۲۲، ۳۲۳، الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی رکعتی الاستخارۃ: ۲/۲، ۴۷۰

(۸) صلاة الاشراق:

طلوع آفتاب کے بعد (مکروہ وقت کے ختم ہو جانے کے بعد) دو یا چار رکعت کی ادائیگی کو امام طحاویؒ نے صلاة اشراق کا نام دیا ہے۔ عام طور پر محدثین اور فقہانے نماز چاشت اور اشراق کو ایک ہی نماز مانا ہے، لیکن یہ دراصل مستقل نمازیں ہیں۔ اشراق کا وقت دن کے چوتھائی حصہ پر ختم ہو جاتا ہے اور چاشت کا وقت اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (۱)

مذکورہ نمازوں کے علاوہ احادیث مبارکہ سے صلاة الحاجة، صلوة التسبیح اور صلوة توبہ واستغفار بھی خاص کیفیت کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح فقہائے کرام نے عیدین، دس ذی الحج، پندرہویں شعبان، رمضان کے آخری عشرہ اور جمعہ کی راتوں کو عبادت اور نوافل کے ساتھ جاگ کر گزارنا بھی مستحب قرار دیا ہے، تاہم مذکورہ راتوں کے دوران مساجد میں چراغاں اور خصوصی اہتمام کرنے کو فقہائے کرام نے مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے ان راتوں میں اجتماع اور اہتمام کی کوئی دلیل ثابت نہیں۔ (۲)

عام نوافل کے احکام:

- (۱) عام نوافل کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں، بلکہ دن میں مکروہ اوقات کے علاوہ اور رات کو کسی بھی وقت نوافل پڑھے جاسکتے ہیں۔ (۳)
- (۲) عام نوافل میں حنفیہ کے ہاں دن کے وقت چار چار رکعت پڑھنا بالاتفاق افضل ہے، تاہم رات کے نوافل میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاں چار چار رکعت اور صاحبین کے ہاں دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔ علامہ حنفیؒ نے صاحبین کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔
- (۳) دن کے نوافل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت اور رات کے نوافل میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت ادا کرنا درست ہے۔ (۴)

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲۸۷/۱، قاموس الفقہ، مادة صلوة: ۴/۲۸۰

(۲) مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی تحیۃ المسجود و صلاة الضحیٰ و احياء الليالي، ص: ۳۲۴-۳۲۶، الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی رکعتی الاستخارة: ۲/۴۶۹-۴۷۲

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۳

(۴) مراقی الفلاح، فصل فی تحیۃ المسجود و صلاة الضحیٰ و احياء الليالي، ص: ۳۱۹، الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵۵

(۴) نفل نمازوں میں امام ابو حنیفہؒ کے ہاں طول قیام، یعنی زیادہ قراءت کرنا افضل ہے، امام محمدؒ کے ہاں کثرت جہود اور کثرت رکعات افضل ہے جب کہ امام ابو یوسفؒ نے ان اقوال میں تطبیق یوں کی ہے کہ اگر مخصوص حصے کی تلاوت اپنے اوپر لازم کر دی ہو تو پھر زیادہ رکعتوں میں اس تلاوت کو پورا کرنا افضل ہے اور اگر تلاوت مخصوص نہ ہو تو پھر طول قیام افضل ہے۔ (۱)

(۵) حنفیہ کے ہاں نفل نماز شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا واجب ہے، لہذا اگر کوئی شخص اس کو دانستہ طور پر توڑ دے یا غیر دانستہ طور پر خود فاسد ہو جائے تو اس کی قضا لازمی ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے مکروہ اوقات میں نماز پڑھنا شروع کر دیا تو حنفیہ کے ہاں اس کو توڑ کر بعد میں اس کی قضا کر لے، تاہم اگر اسی وقت نماز پوری کر لے تو کراہت و اساءت کے ساتھ ادا ہو جائے گی اور قضا واجب نہیں۔ (۲)

(۶) نفل نماز چاہے دو رکعت کی نیت سے شروع کی ہو یا چار یا آٹھ رکعت کی نیت سے، فاسد کرنے کے بعد بہر صورت صرف دو رکعتوں کی قضا ضروری ہوگی، البتہ کسی امام کے پیچھے دو سے زیادہ رکعتوں کی اقتدا کرنے کے بعد نماز فاسد ہو جائے تو مقتدی پر تمام رکعتوں کی قضا واجب ہوگی۔ (۳)

زائغ و نوافل (سنن، مستحبات اور نوافل) کے مابین فرق کے لیے امتیازی اصول:

(۱) نوافل، مستحبات اور سنن مؤکدہ و غیر مؤکدہ کو بلا عذر بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے، تاہم ایسی صورت میں نماز کا اجر و ثواب نصف رہے گا۔ فجر کی سنتیں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ صحیح قول کے مطابق نماز تراویح بھی بلا عذر بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہے۔ کھڑے ہو کر نماز شروع کرنے کے بعد بیٹھنا یا بیٹھ کر شروع کرنے کے بعد کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔

(۲) نوافل اور سنن کو بلا عذر سواری پر بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے اگر چہ رخ قبلہ کی طرف نہ ہو۔

(۳) نوافل یا سنن پڑھنے والا تھک کر عصا، دیوار یا خادم کے ذریعے ٹیک لگا سکتا ہے۔

(۴) نوافل اور سنن کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

(۱) مرقی الفلاح، فصل فی تحیۃ المسجد و صلاۃ الضحیٰ و احیاء اللیالی، ص: ۳۱۹، ۳۲۰، الدر المختار مع رد المحتار،

۔ نو نوافل: ۴۵۷/۲، ۴۵۸

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی صلاۃ النطوع: ۲/۲۷۹، ۲۸۰

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان مقدار ما یلزم بالشروع: ۲/۲۸۲، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب

لتابع فی النوافل: ۱/۱۱۴، ۱۱۵

(۵) فرائض میں قعدہ اولیٰ بالاتفاق فرض نہیں جب کہ سنن و نوافل میں امام محمدؒ کے ہاں فرض ہے۔

(۶) نوافل و سنن میں تراویح کے علاوہ بقیہ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت نہیں جب کہ فرائض میں جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ (۱)

(۷) نوافل میں کسی خاص وقت اور مقدار کی تعیین نہیں، بلکہ مکروہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت اور کسی بھی مقدار میں نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

(۸) نوافل و سنن مطلق نماز کی نیت کے ساتھ ادا ہو سکتے ہیں جب کہ فرائض میں تعیین نیت ضروری ہے۔

(۹) فرائض میں صاحب ترتیب شخص کے لیے ترتیب کی رعایت ضروری ہے جب کہ سنن و نوافل میں ضروری نہیں۔ (۲)

نوافل میں مکروہ امور:

نوافل میں مکروہ امور دو قسم کے ہیں۔ ایک کا تعلق نوافل کی مقدار کے ساتھ ہے جب کہ دوسری قسم کا تعلق وقت کے ساتھ ہے۔

نوافل کی مقدار سے متعلق مکروہات:

عامۃ المشائخ کے ہاں دن میں ایک سلام کے ساتھ چار سے زیادہ اور رات میں آٹھ سے زیادہ نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

نوافل کے وقت سے متعلق مکروہات:

بارہ اوقات میں حنفیہ کے ہاں نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ ان میں سے تین اوقات ایسے ہیں جن میں کراہت کی وجہ وقت کی کراہت ہے جب کہ بقیہ اوقات میں کراہت وقت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی خارجی امر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پہلی قسم کے اوقات درج ذیل ہیں:

(۱) سورج کے طلوع ہونے کے وقت، یہاں تک کہ کسی قدر بلند ہو جائے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراہۃ الافتداء فی النفل علی سبیل النداء، ۲/۵۰۱، ۵۰۰۔

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی ما یفارق التطوع الفرض، ۲/۲۹۶-۳۰۱، مراقی الفلاح، فصل فی صلاۃ النفل، جالساً، ص: ۳۲۷-۳۳۰۔

(۲) استوائے شمس کے وقت، یہاں تک کہ زوال ہو جائے۔

(۳) امصرار شمس کے وقت، یعنی غروب سے کچھ قبل وقت سے لے کر سورج غروب ہونے تک

ان تین اوقات میں ہر جگہ، ہر دن، ہر ایک نفل (چاہے صلوٰۃ طواف، تحیۃ المسجد یا تحیۃ الوضو کیوں نہ ہو) مکروہ ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے جمعہ کے دن زوال کے وقت اور امام شافعیؒ نے مکہ میں ہر وقت نفل پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ بقیہ اوقات درج ذیل ہیں:

(۱) طلوع فجر سے نماز فجر تک

(۲) نماز فجر سے طلوع شمس تک

(۳) صلاۃ عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک

مذکورہ تین اوقات میں فرائض اور واجبات پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ نوافل جس قسم کے بھی ہوں، حنفیہ کے ہاں ان کا پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح نذر کی وجہ سے یا نفلی نماز توڑنے کی وجہ سے واجب شدہ نمازیں ادا کرنا بھی ظاہر الروایۃ کے مطابق ان اوقات میں ادا کرنا مکروہ ہے اگرچہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں ایسی نمازیں ان اوقات میں پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۴) غروب آفتاب کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے

(۵) کسی بھی نماز کے لیے اقامت شروع ہو جانے کے بعد سنن و نوافل پڑھنا مکروہ ہے، البتہ فجر کی دو رکعت سنتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۶) جمعہ کے خطبہ کے دوران

(۷) خطبہ کے لیے امام کے اٹھ جانے کے بعد، اگرچہ ابھی تک خطبہ شروع نہ کیا ہو۔

(۸) خطبہ سے فراغت کے بعد اور جمعہ کی نماز شروع ہونے سے پہلے

(۹) عید کی نماز سے پہلے گھر یا عید گاہ میں نفل ادا کرنا اور عید کی نماز کے بعد صرف عید گاہ میں نفل ادا کرنا مکروہ ہے۔ (۱)



(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی ما یکرہ من التطوع: ۲۹۰-۲۹۶

باب السنن والنوافل

(سنن اور نوافل کا بیان)

سنن ہدی اور زوائد میں فرق

سوال نمبر (207):

سنن ہدی اور زوائد میں کیا فرق ہے؟ زمین پر بیٹھ کر کھانا سنن کی کس قسم سے تعلق رکھتا ہے؟ کیا عذر کی وجہ سے چار پائی وغیرہ پر کھانا کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

: نوافل وجہ

الجواب وبالله التوفیق:

روایات میں دو قسم کی سنن منقول ہیں: پہلی قسم وہ ہے جسے سنن ہدی کہا جاتا ہے، مثلاً: نمازوں کی سنتیں، نماز باجماعت، اذان، اقامت وغیرہ عبادت کی نیت سے ادا کی جاتی ہیں، ان کے کرنے پر ثواب ملتا ہے، نہ کرنے پر آدمی عقاب کا مستحق ہو جاتا ہے اس لیے سنن ہدی میں حضور ﷺ کا اتباع ضروری ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس سے تعبیر سنن زوائد یا سنن عادیہ سے کی جاتی ہے، ان کا تعلق حضور ﷺ کی عادات و اطوار سے ہے، مثلاً: لباس، کھانے پینے کا طریقہ، اٹھنا بیٹھنا وغیرہ، ان کا حکم یہ ہے کہ ان میں حضور ﷺ کا اتباع افضل و بہتر ہے، عملی طور پر ان کو ترک کرنا نامناسب ضرور ہے، لیکن عذر اور ضرورت کے دائرے کو مد نظر رکھ کر رخصت پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ سے کھانا زمین پر ثابت ہے، اس لیے زمین پر بیٹھ کر کھانا سنت ہے، لیکن اگر زمین پر بیٹھنے سے کوئی عذر مانع ہو تو چار پائی یا کسی اونچی جگہ پر بیٹھ کر کھانا بھی جائز ہے، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ سنن زوائد کو چھوڑنے کا معمول نہ بنے پائے کیونکہ حضور ﷺ کا ہر عمل اپنے اندر لامحدود انوارات و برکات رکھتا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

السنة نوعان: سنة الهدى، وترکھا یوجب إساءة وکراهية کالجماعة، والاذان، والإقامة،

ونحوها، وسنة الزوائد وترکھا لا یوجب ذلك کسیر النبی ﷺ فی لباسه، وقيامه، وقعوده. (۱)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطهارة، مطلب فی السنة وتعريفها: ۲۱۸/۱

ترجمہ

سنت کی دو قسمیں ہیں: سنن ہدیٰ اُن کا چھوڑنا برائی اور کراہت کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ جماعت کی نماز، اذان اور اقامت وغیرہ۔ اور (دوسری قسم ہے:) سنن زوائد اس کا چھوڑنا گناہ نہیں، جیسے حضور ﷺ کی سیرت لباس میں کھڑے ہونے میں اور بیٹھنے میں۔



ظہر کی چار رکعت سنت کا جماعت کی وجہ سے رہ جانا

سوال نمبر (208):

ظہر کی جماعت پڑھی جا رہی تھی تو ایک شخص سنت چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو گیا، اب فرض کے بعد سنت پڑھے گا یا نہیں؟ اگر پڑھے گا تو کس ترتیب سے پڑھے گا؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفيق:

جب ظہر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو سنت چھوڑ کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنت پڑھ لے، البتہ چار رکعت سنت دو رکعت سے پہلے پڑھے یا بعد میں؟ اس میں فقہائے احناف کا اختلاف ہے، امام محمدؒ کے نزدیک دو رکعت سے پہلے پڑھ لینا چاہیے جب کہ امام ابو یوسفؒ دو رکعت کے بعد پڑھ لینے کے قائل ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں اکثر امام محمدؒ کا قول ذکر کیا جاتا ہے، لیکن مفتی یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ دو رکعت سنت پڑھ لینے کے بعد چار رکعت سنت پڑھے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ثم يقضيها قبل شفعة) أي الركعتين اللتين بعده، وهذا عند محمد، وعند أبي يوسف: يقضيها بعد شفعة... وتأخيرها عن الظهر لا يقتضي تأخيرها عن شفعة، ووجه تقديم الشفع على الأربع أنها فائت عن محلها فلا يفوت الشفع عن محله، وهو الاتصال بالفرض، وهو المعتمد. لما رواه ابن ماجة عن عائشة: كان رسول الله ﷺ إذا فاتته الأربع قبل الظهر صلاها بعد الركعتين بعد الظهر. (۱)

(۱) الفاری، علی بن محمد سلطان، شرح النقایة، کتاب الصلوة، فصل فی إدراك الفریضة: ۱/۲۰۲، ایچ ایم سعید، کراچی

ترجمہ:

(ظہر کی چار رکعت سنت جب فرض سے پہلے نہ پڑھے) تو دو رکعت سے پہلے ادا کرے گا۔ یہ امام محمدؒ کے ہاں ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو رکعت کے بعد ادا کرے گا۔۔۔ چار رکعت کا ظہر کی فرض نماز سے مؤخر کرنا دو رکعت کو مؤخر کرنے کا تقاضہ نہیں کرتا اور دو رکعت کو چار رکعت سے پہلے پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ چار رکعت تو اپنے محل سے فوت ہو گئیں، ابھی دو رکعت کو اپنے محل سے فوت نہیں کیا جائے گا اور اس کا محل فرض کے متصل بعد ہے۔ یہی قول معتد ہے، اس لیے کہ ابن ماجہ حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے جب ظہر کی چار رکعت سنت فوت ہو جاتی تھی تو ظہر کی دو رکعت کے بعد پڑھ لیا کرتے تھے۔



فجر کی جماعت کے دوران سنتوں کا پڑھنا

سوال نمبر (209):

ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو فجر کی جماعت کھڑی تھی، اب یہ شخص جماعت میں شامل ہو جائے یا سنتیں پڑھے؟ نیز کن کن حالتوں میں سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟

بیٹو! اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فجر کی سنتیں دوسری نمازوں کی سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں اس لیے ان کا اہتمام ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ سفر میں بھی ان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ فجر کی جماعت کھڑی ہو اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو یہ شخص سنتیں پڑھے یا جماعت میں شامل ہو؟ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں: ظاہر مذہب تو یہ ہے کہ جب فرض کی ایک رکعت امام کے ساتھ پانے کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لے، ورنہ ترک کر دے۔ جب کہ دوسرا مذہب یہ ہے کہ اگر تشہد پانے کی امید ہو تو پڑھ لے ورنہ چھوڑ دے۔ علامہؒ ہکفیؒ اور ابن عابدینؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ائمہ ثلاثہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تشہد میں امام کو پانے والا جماعت کی فضیلت پالے گا، لہذا اگر فجر کی جماعت کھڑی ہو اور سنتیں نہ پڑھی ہوں اور امام کو تشہد میں پانے کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لے، ورنہ ترک کر دے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وإذا عاف فوت) رکعتی (الفجر لا مشغاله بسننها تركها وإلا) بأن رجح إدراك ركعة في ظاهر المذهب. وقيل التشهد، واعتاده المصنف الشرنبلالي تبعاً للبحر... لأن العداد هنا على إدراك فضل الجماعة، وقد انفقوا على إدراكه بإدراك التشهد. (۱)

ترجمہ:

جب سنتوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے فجر کے فرض فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو چھوڑ دے، ورنہ اگر ظاہر مذہب کے مطابق ایک رکعت پانے کی امید ہو تو ترک نہ کرے اور کہا گیا ہے کہ تشہد پانے کی امید ہو تو ترک نہ کرے۔ شرنبلالی نے بحر کی متابعت کرتے ہوئے اس قول پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ مدار جماعت کی فضیلت پانے پر ہے اور ائمہ احناف نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ تشہد پانے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔



سنتوں کے لیے افضل جگہ

سوال نمبر (210):

کتب احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ گھر میں سنت پڑھنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کے معمولات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ سوال یہ ہے کہ سنت گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

حضور ﷺ فرض نمازوں کے علاوہ سنت و نفل کا اکثر گھر میں اہتمام فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو بھی سنت و نفل گھر میں پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، لہذا یہ صرف حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ امت کو بھی اس کی ترغیب

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب إدراك الفريضة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة

لأوضح: ۵۱۱، ۵۱۰/۲

دی گئی ہے، اس لیے اتباع سنت کی خاطر سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے، لیکن مسجد میں پڑھ لینا بھی جائز ہے، صرف اولویت کی بات ہے۔ پھر اگر گھر یلو مشاغل اور سرگرمیوں کی وجہ سے گھر میں سنت پڑھنا دشوار ہو یا رہ جانے کا اندیشہ ہو تو مسجد میں پڑھنا افضل ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن عبد اللہ ابن شقیقؒ قال: سألت عائشة عن صلوة رسول اللہ ﷺ عن تطوعه فقالت: كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً، ثم يخرج فيصلّي بالناس، ثم يدخل فيصلّي ركعتين، و كان يصلي بالناس المغرب، ثم يدخل فيصلّي ركعتين، ويصلي بالناس العشاء، ويدخل بيتي فيصلّي ركعتين... و كان إذا طلع الفجر صلي ركعتين. (۱)

ترجمہ:

عبد اللہ بن شقیقؒ نے فرمایا کہ: ”میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے نوافل کے بارے میں سوال کیا تو فرمانے لگیں کہ حضور ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت گھر میں پڑھ لیا کرتے تھے، پھر نکلتے اور لوگوں کو باجماعت نماز پڑھاتے تھے، پھر گھر داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔ اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے تو پھر گھر میں دو رکعت پڑھتے۔ اور لوگوں کو عشا کی نماز پڑھاتے تو پھر میرے گھر تشریف لا کر دو رکعت پڑھ لیا کرتے تھے۔۔۔۔ اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔“



باجماعت صلوة تسبیح پڑھنا

سوال نمبر (211):

باجماعت صلوة تسبیح کی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟ ہمارے ہاں بعض لوگ باجماعت پڑھنے کو جائز، جب کہ بعض لوگ ناجائز خیال کرتے ہیں؟

بیٹو! توجروا

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین وقصرها، باب جواز النافلة فالما وقاعدہ.....: ۱/۲۵۲

الجواب وبالله التوفيق:

قیام رمضان، یعنی تراویح کے علاوہ کسی نفل نماز کی جماعت کے اہتمام کا ذکر نہیں ملتا، اس لیے فقہانوافل کی جماعت کو مکروہ سمجھتے ہیں، لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ صلوٰۃ تسبیح بھی نوافل میں شمار ہوتی ہے، اس لیے اس کا باجماعت ادا کرنا درست نہیں، بلکہ خلاف سنت ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ومنها: أن الجماعة في التطوع ليست بسنة، إلا في قيام رمضان، وفي الفرض واجبة. (۱)

ترجمہ:

نفل نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت نہیں، سوائے قیام رمضان یعنی تراویح کے (کہ اُس کا باجماعت پڑھنا ثابت ہے) اور فرض نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔



نمازِ حاجت ادا کرنا

سوال نمبر (212):

نمازِ حاجت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا نمازِ حاجت کا کوئی خاص وقت ہے یا عام نوافل کی طرح کسی بھی وقت نمازِ حاجت پڑھی جاسکتی ہے، جیسا کہ مکروہ اوقات کے علاوہ تمام اوقات میں نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں؟

بیشوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

نمازِ حاجت کی حیثیت عام نوافل کی طرح ہے جو اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ تمام اوقات میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی کو اللہ کی طرف یا کسی بندے کی طرف کوئی حاجت ہو تو اچھے طریقے سے وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگے۔ نوافل میں یہ قاعدہ ہے کہ جس نیت سے پڑھے جاتے ہیں اُسی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص حاجت کی نیت کر کے نفل پڑھے گا تو نمازِ حاجت شمار ہوگی۔ اگر شکر کی نیت کرے گا تو نمازِ شکر متصور ہوگی۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فيما يفارق التطوع الفرض: ۲/۳۰۰

والدلیل علیٰ ذلک:

عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من كانت له إلى الله حاجة، أو إلى أحد من بني آدم، فليتنوضأ، وليحسن الوضوء، ثم ليصل ركعتين. (۱)

ترجمہ:

عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کہتے ہیں کہ: ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ کی طرف یا بنی آدم کی طرف کوئی حاجت ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے۔“



اشراق کی نماز

سوال نمبر (213):

سورج طلوع ہونے کے بعد لوگ چار رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے اس طرح نفل پڑھنے کا کیا حکم ہے اور اس نماز کی رکعتوں کی تعداد کتنی ہونی چاہیے؟ نیز صلاۃ حاجت کی رکعتوں کی تعداد کیا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلوع آفتاب کے بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے اُسے اشراق کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی رکعتوں کی تعداد دو منقول ہے۔ اور صلوٰۃ حاجت کی رکعتوں کی تعداد دو، چار اور بارہ رکعت تک منقول ہے، البتہ اس کے متعلق بھی زیادہ درست قول دو رکعت کا ہے۔ نماز اشراق اور نماز حاجت دونوں الگ الگ مستقل نوافل ہیں۔ طلوع شمس کے بعد جو لوگ چار رکعت نوافل ادا کرتے ہیں عموماً اس میں دو رکعت نماز اشراق اور دو رکعت نماز حاجت کی نیت سے پڑھتے ہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن أنس قال قال رسول الله ﷺ: من صلى الفجر في جماعة، ثم قعد يذكر الله، حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمره. قال: قال رسول الله ﷺ: تامة تامة تامة. (۲)

(۱) جامع الترمذی، أبواب الوتر، باب ما جاء في صلوٰۃ الحاجة: ۱/۱۰۸

(۲) جامع الترمذی، أبواب السفر، باب ذكر ما يستحب من الجلوس في المسجد: ۱/۱۳۰

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے فجر جماعت سے پڑھ لی، پھر بیٹھ کر طلوع شمس تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی تو اس کو ایک حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔“ راوی کہتے ہیں کہ: ”آپ ﷺ نے (تاکید کے لیے) تین مرتبہ فرمایا کہ: پورے حج و عمرے کا ثواب ہوگا۔“

وَأربع صلوة الحاجة: قيل: ركعتان، وفي الحاوي أنها اثنتا عشرة. قال ابن عابدين: وأما في شرح

المنية فذكر أنها ركعتان. (۱)

ترجمہ:

اور (نفل نمازوں میں سے) چار رکعت نماز حاجت کی ہے، بعض کا کہنا ہے کہ: ”یہ دو رکعت ہے اور حاوی میں مذکور ہے کہ بارہ رکعتیں ہیں، ابن عابدین کہتے ہیں کہ شرح المنية میں ذکر کیا گیا ہے کہ نماز حاجت دو رکعت ہے۔“



سجدہ شکر ادا کرنا

سوال نمبر (214):

عام طور پر کسی نعمت کے شکر میں لوگ سجدہ ادا کرتے ہیں اور اسی طرح نماز پڑھ لینے کے بعد حالت دعا میں سجدہ ادا کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز سجدہ شکر اوقات مکروہہ میں کرنا کیسا ہے؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

سجدہ شکر کے متعلق فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہہ ہے اس کا نہ کرنا بہتر ہے، البتہ صاحبین کے نزدیک کسی نعمت کا شکر ادا کرنے کی نیت سے سجدہ شکر ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ افضل ہے اور اس پر ثواب بھی ملے گا۔ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ سجدہ شکر کے علاوہ عام طور پر نماز کے بعد جو سجدہ ادا کیا جاتا ہے یہ مکروہہ ہے اس سے احتراز ضروری ہے۔ جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہہ ہے، ان اوقات میں سجدہ شکر بھی مکروہہ رہے گا۔

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الترتیب والنوافل، فصل فی صلوة الحاجة: ۲/۴۷۲، ۴۷۳

والدلیل علیٰ ذلك:

وسجدة الشکر لا عبرة لها عندابی حنیفة، وهي مکروهة عنده لا یناب علیها، وترکها اولیٰ. و
قال أبو یوسف ومحمد: هی قرۃ یناب علیها.... قال فی الحجة: ولا یمنع العباد من سجدة الشکر؛ لما
فیها من الخضوع، والتعبد، وعلیه الفتویٰ.... وما یفعل عقیب الصلوات مکروه؛ لأن الجہال یعتقدونها
سنة، أو واجبة، وکل مباح یؤدی الیہ فمکروه. (۱)

ترجمہ: ابوحنیفہؒ کے ہاں سجدہ شکر کا کوئی اعتبار نہیں، آپ کے ہاں یہ مکروہ ہے اس پر کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس لیے
اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔ ابو یوسف اور محمدؒ فرماتے ہیں: یہ ثواب کا کام ہے، اس پر اجر ملے گا..... الحجۃ میں مذکور ہے کہ لوگوں
کو سجدہ شکر کرنے سے نہیں روکا جائے گا، کیونکہ اس میں عاجزی اور بندگی کا اظہار ہے، اسی پر فتویٰ ہے..... اور نمازوں
کے بعد جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ مکروہ ہے اس لیے کہ جاہل لوگ اسے سنت اور واجب خیال کرتے ہیں اور ہر وہ مباح
چیز جسے لوگ سنت یا واجب سمجھنے لگیں، مکروہ ہوتا ہے۔



تکبیر اولیٰ کی فضیلت پانے کی حد

سوال نمبر (215):

احادیث میں تکبیر اولیٰ کی جو فضیلت آئی ہے مقتدی اس کے ثواب کا کب تک حقدار رہتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

احادیث مبارکہ میں تکبیر اولیٰ کی بہت فضیلت آئی ہے، تاکہ ہر شخص باجماعت نماز کا اہتمام کرنے والا بنے۔
فضیلت پانے کا مقتدی کب تک حقدار رہتا ہے؟ اس میں علمائے کرام کے متعدد اقوال ہیں: بعض کے نزدیک اگر مقتدی
کی تکبیر امام کی تکبیر کے ساتھ متصل ہو جائے تو اس کو تکبیر اولیٰ کی فضیلت ملے گی۔ بعض کے نزدیک سورۃ فاتحہ کے اختتام
تک شرکت کر لینے سے ثواب مل جاتا ہے، جب کہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جو شخص پہلی رکعت پالے تو تکبیر اولیٰ میں
شامل سمجھا جائے گا۔ اس قول میں وسعت ہے اور سب سے زیادہ راجح قول بھی یہی ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۵، ۱۳۶

والدلیل علیٰ ذلك:

أما فضيلة تكبيرة الافتتاح، فتكلموا في وقت إدراكها، والصحيح أن من أدرك الركعة الأولى

فقد أدرك فضيلة تكبيرة الافتتاح. (۱)

ترجمہ:

بکیر اولیٰ کی فضیلت پانے کے وقت میں علماء نے کلام کیا ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ جس نے پہلی رکعت پالی

وہ اس نے بکیر اولیٰ کی فضیلت بھی پالی۔



نماز کے بغیر سجدہ شکر ادا کرنا

سوال نمبر (216):

بعض لوگ نماز کے بعد متصل سجدہ شکر ادا کرتے ہیں۔ ہمارے محلے کے کچھ افراد اس عمل کو مکروہ خیال کرتے

ہیں اور کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نماز کے بعد سجدہ شکر ادا کرنا مسنون ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے اس کا کیا حکم ہے؟

بیٹھنا تو ہر وہ

الجواب وبالله التوفيق:

سجدہ شکر ادا کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے، جن اوقات میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اوقات مکروہہ کے علاوہ سجدہ

شکر ادا کرنا درست ہے، بشرطیکہ سبب شکر موجود ہو جیسے کعب بن مالک کو اپنی توبہ کی قبولیت کی خبر ملی تو فوراً سجدہ میں گر

مئے، تاہم نماز کے بعد متصل بعض لوگ جو سجدہ شکر ادا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے، اس لیے کہ عوام الناس اس طرح سجدہ ادا

کرنے کو مسنون سمجھنے لگتے ہیں اور ہر وہ مباح جس کے کرنے سے مسنون ہونے کا اعتقاد پیدا ہوتا ہو، مکروہ کے زمرے

میں شامل ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

وما يفعل عقيب الصلوات مكروه؛ لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الرابع فی صفة الصلوٰۃ، الفصل الأول فی فرائض الصلوٰۃ: ۶۹/۱

فمکروہ (۱)

ترجمہ:

اور نمازوں کے بعد جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ مکروہ ہے، اس لیے کہ جاہل لوگ اسے سنت اور واجب خیال کرتے ہیں اور ہر وہ مباح چیز جسے لوگ سنت یا واجب سمجھنے لگیں، مکروہ ہوتا ہے۔



نماز میں ثناء پڑھنا

سوال نمبر (217):

نماز میں سبحنک اللہم پڑھنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ صرف پہلی رکعت میں پڑھنی چاہیے یا ہر رکعت میں ضروری ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز نفل ہو یا فرض ہو، اس میں ثناء پڑھنا مسنون ہے۔ اس کے پڑھنے کا محل تکبیر تحریمہ کے بعد اور تعوذ و تسمیہ سے پہلے ہے۔ ثناء صرف پہلی رکعت میں پڑھی جائے گی، البتہ چار رکعت نفل پڑھنے والا تیسری رکعت میں اور مسبوق بقیہ رکعتیں پڑھنے سے قبل پہلی رکعت میں پڑھ سکتا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

سننہا (الصلوة) رفع الیدین للتحریمة ونشر أصابعه... والثناء، والتعوذ، والتسمیة. (۲)

ترجمہ:

نماز کی سنتوں میں تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھ اٹھانا اور انگلیوں کو پھیلانا۔۔۔ اور ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنا ہے۔

فإذا قام إلى قضاء ما سبق يأتي بالثناء. (۳)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۶

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلوۃ، الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ: ۱/۷۲

(۳) ایضاً، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل السابع فی السبوق: ۱/۹۱

ترجمہ: جب مسبوق بقیہ رکعتیں پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو (پہلی رکعت میں) ٹنپڑھے گا۔



چار رکعت نفل کی نیت باندھنا

سوال نمبر (218):

ایک شخص نے چار رکعت نفل نماز کی نیت باندھ لی، لیکن صرف دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لیا۔ تو کیا اس پر مزید دو رکعتوں کی قضا ہے یا نہیں؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کی رو سے نفل نماز شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے، تاہم چار رکعت نفل نماز کی نیت باندھنے سے صرف دو رکعت واجب ہوتی ہیں، اس لیے دو رکعت پر سلام پھیرنا جائز ہے۔ باقی دو رکعت چونکہ اس پر واجب نہیں، اس لیے دو رکعت پر سلام پھیرنے سے بقیہ دو کی قضا بھی لازم نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

نوی أن يتطوع أربعاً، فهو شارع الركعتين عند أبي حنيفة^(۱) ومحمد^(۲) كذا في القنية. (۱)

ترجمہ:

چار رکعت نفل کی نیت کی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں یہ دو رکعتوں (کی نماز) شروع کرنے والا ہے۔ اسی طرح تنبیہ میں آیا ہے۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۳

فجر کی سنتیں رہ جانا

سوال نمبر (219):

فجر کی سنت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا چھوڑنے کے بعد اس کی قضا واجب ہے؟ اور اس کی صورت کیا ہوگی؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

روایات میں فجر کی سنتوں کی تاکید عام سنتوں کی نسبت زیادہ آئی ہے، یہی وجہ ہے کہ احناف کے نزدیک اگر فجر کی جماعت مکمل چھوٹے کا اندیشہ نہ ہو تو سنت پڑھ لینی چاہیے، البتہ اگر جماعت مکمل فوت ہو رہی ہو تو پھر سنتیں پڑھنے کی بجائے جماعت میں شریک ہونا زیادہ بہتر ہے، البتہ اس کی قضا میں تفصیل یہ ہے کہ اس کو فرض کے تابع کر کے پڑھا جاسکتا ہے۔ اگر فرض پڑھی ہو تو صرف سنت کی قضا ضروری نہیں۔ اور فرض کے ساتھ بھی اُس وقت سنتوں کی قضا کرے گا جب اسی روز زوال سے پہلے قضا پڑھ رہا ہو، چنانچہ زوال کے بعد صرف فرض نماز کی قضا کی جائے گی سنتوں کی نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

واما سنة الفجر: فإن فاتت مع الفرض تقضى مع الفرض استحساناً؛ وأما إذا فاتت وحدها لانقضى عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وقال محمد: تقضى إذا ارتفعت الشمس قبل الزوال. (۱)

ترجمہ:

اور فجر کی سنتیں اگر کسی سے فرض نماز کے ساتھ فوت ہو جائیں تو استحساناً فرض کے ساتھ ان کی قضا بھی پڑھی جائے گی اور جب فجر کی سنتیں اکیلے فوت ہو جائیں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان کی قضا نہیں لائی جائے گی، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ طلوع شمس سے لے کر زوال تک ان کی قضا لائی جاسکتی ہے۔

قوله: (ولا يقضيها إلا بطريق التبعية) أي لا يقضى سنة الفجر إلا إذا فاتت الفجر، فيقضيها تبعاً

لقضائه لو قبل الزوال. (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل في قضاء السنن: ۲/۲۷۳، ۲۷۴

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش: ۲/۵۱۲

اور سنتوں کی قضا نہیں کرے گا مگر صرف تبعاً، یعنی فجر کی سنتوں کی قضا نہیں کرے گا، مگر جب فجر کی فرض نماز اس سے فوت ہو جائے تو پھر فجر کی سنتوں کی قضا فرض کے تابع کیا جائے گا بشرط یہ کہ فرض کی قضا وال سے پہلے کرتا ہو۔



ظہر کی چار سنتیں فرض کے بعد پڑھنے کی ترتیب

سوال نمبر (220):

اگر کسی شخص سے ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت سنت رہ جائے تو فرض نماز پڑھنے کے بعد کس طرح وہ اسے ادا کرے گا؟ آیا پہلے دو رکعت سنت پڑھے گا یا چار رکعت ان دونوں میں مفتی بہ قول کونسا ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جب کسی شخص سے ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ رہ جائیں تو فرض کے بعد ان کو ادا کرنے سے ان کی حیثیت سنتوں جیسی رہے گی۔ اب یہ کہ فرض نماز کے بعد پہلے دو رکعت سنت پڑھنا افضل ہے یا چار رکعت؟ تو فقہائے کرام کا اس میں اختلاف ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک ان چار رکعت کو دو رکعت سنت سے پہلے ادا کرنا چاہیے، یعنی فرض نماز کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے گا پھر دو رکعت، لیکن علامہ شامیؒ، علامہ ابن الہمامؒ اور علامہ قاضی نانچھے حضرات کے نزدیک رائج یہ ہے کہ ان کو دو رکعت سنت کے بعد ادا کیا جائے۔ علامہ شامیؒ نے اس قول کو امام صاحبؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک حدیث میں بھی اس پر تصریح موجود ہے کہ حضور ﷺ دو رکعت کے بعد چار رکعت کو ادا کرتے تھے، اس لیے رائج یہ ہے کہ چار رکعت سنت کو دو رکعت سنت کے بعد ادا کیا جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لکن رجح فی الفتح تقدیم الرکعتین. قال فی الامداد: وفي فتاویٰ العتابی أنه المختار، وفي

بسوط شیخ الإسلام أنه الأصح لحديث عائشةؓ "أنه عليه الصلوة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل

الظہر يصلهن بعد الرکعتین" وهو قول أبي حنيفةؒ وكذا في جامع قاضي خان. (۱)

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش: ۵۱۴/۲

ترجمہ:

لیکن فتح القدیر میں دو رکعت سنت کی تقدیم کا قول رائج قرار دیا ہے، امداد میں کہا ہے کہ فتاویٰ متاہلی میں ہے کہ یہی قول مختار ہے۔ اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ دو رکعت سنتوں کی تقدیم کا قول اصح ہے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی رو سے آپ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سے نماز ظہر کی چار رکعت سنت چھوٹ جاتی تھی تو آپ ﷺ ان کو دو رکعت سنت کے بعد ادا فرمایا کرتے۔ یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے اور اسی طرح جامع قاضی خان میں بھی مذکور ہے۔



باجماعت نوافل ادا کرنا

سوال نمبر (221):

نفل نماز باجماعت ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا چند افراد اکٹھے ہو کر جماعت سے نفل پڑھیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

بیشواؤ جہروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کی رو سے نوافل کی باجماعت ادائیگی کے لیے بلانے اور کثیر تعداد میں افراد کا باجماعت نفل پڑھنا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔ اور کثیر تعداد یہ ہے کہ امام کے علاوہ چار مقتدی ہوں۔ اگر مقتدی تین ہوں تو کراہت میں اختلاف ہے اور ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ نفل کی جماعت بلا کراہت جائز ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر نوافل باجماعت ادا کرنے کے لیے باقاعدہ بلانے کا اہتمام نہ ہو اور عادت بھی نہ ہو اور پڑھنے والوں کی تعداد دو سے زائد نہ ہو تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

قال الحصكفي: يكره ذلك لو على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد كمافي الدرر. قال ابن عابدین: أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف، بحر عن الكافي. وهل يحصل بهذا الاقتداء فضيلة الجماعة؟ ظاهر ما قدمناه من أن الجماعة في التطوع ليست بسنة

پسند عدمہ (۱)

ترجمہ:

علامہ ”ھکفی“ کہتے ہیں: نفل نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے اگر لوگوں کے بلانے کا اہتمام ہو، بایں صورت کہ چار آدمی مقتدی ہوں اور ایک امام ہو، جیسا کہ درر میں ہے اور اگر ایک مقتدی اور ایک امام ہو یا دو مقتدی ایک امام کی اقتدا کریں تو یہ دو صورتیں مکروہ نہیں اور تین مقتدی اور ایک امام کی باجماعت نفل نماز پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ بحر میں کافی سے نقل کیا ہے۔ اور کیا اس اقتدا کے ساتھ جماعت کی فضیلت حاصل ہوتی ہے؟ ہم نے پہلے جو یہ ذکر کیا کہ جماعت کے ساتھ نفل نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔



تراویح کے بعد نفل کی جماعت

سوال نمبر (222):

ہماری مسجد میں تراویح کے بعد نمازیوں میں سے ہی چند افراد مل کر کچھ دیر بعد ایک شخص کو امام بنا کر باجماعت نفل نماز ۱۲۱۰ رکعت کا اہتمام کرتے ہیں جس میں ختم قرآن پاک بھی کرتے ہیں۔ شریعت کی رو سے یہ درست ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجہ وَا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نفل نماز کی جماعت کے لیے تداعی جماعت ناجائز ہے۔ تداعی سے مراد جماعت کا اہتمام کرنا، لوگوں کو بلانا اور اعلان وغیرہ ہے۔ اگر تداعی کے بغیر دو تین افراد مل کر نفل نماز جماعت سے پڑھ لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب إدراك الفريضة، مطلب: في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل

صورتِ مسئلہ میں تراویح کے بعد چار یا اس سے زائد افراد کامل کر باجماعت نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، لہذا اس سے احتراز کرنا چاہیے، البتہ اگر سب اہل محلہ متفق ہوں تو تراویح کی نماز کے دوران یہ کو بڑھا کر زیادہ سے زیادہ تلاوت کا اہتمام کیا جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

إذا صلوا التراویح، ثم أرادوا أن يصلوها ثانيا، يصلون فرادی لا بجماعة؛ لأن الثانية تطوع مطلق، والتطوع المطلق بجماعة مکروہ. (۱)

ترجمہ:

جب لوگوں نے ایک مرتبہ تراویح کی نماز پڑھ لی، پھر انہوں نے دوبارہ اسے پڑھنے کا ارادہ کیا تو وہ اکیلے اکیلے پڑھیں نہ کہ جماعت کے ساتھ، کیونکہ (تراویح کو) دوبارہ پڑھنا نفل کی حیثیت رکھتا ہے، اور مطلق نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔

ولو صلی التراویح، ثم أرادوا أن يصلوا ثانيا يصلون فرادی. (۲)

ترجمہ:

اگر کسی مسجد میں تراویح کی نماز ہو چکی ہو، پھر لوگوں نے دوبارہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو وہ اکیلے اکیلے پڑھیں گے۔



میاں بیوی کا باجماعت نفل پڑھنا

سوال نمبر (223):

میاں بیوی کامل کر باجماعت نفل نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سننہا: ۲۷۸/۲

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱۱۶/۱

الجواب وبالله التوفيق:

نفل نماز کی باجماعت ادائیگی اور اس کے لیے لوگوں کا بلانا مکروہ ہے، تاہم صرف ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ نفل نماز کی جماعت مکروہ نہیں، لہذا میاں کا بیوی کو پیچھے صف میں کھڑی کر کے نفل نماز باجماعت ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

والدلیل علی ذلك:

بما روى الرجل للمرأة جائزة إذا نوى الإمام إمامتها، ولم يكن في الخلوة، أما إذا كان الإمام في الخلوة فإن كان الإمام لهن، أو لبعضهن محرماً، فإنه يجوز ويكره. (۱)

ترجمہ:

مرد کی امامت عورت کے لیے جائز ہے، بشرط یہ کہ امام عورت کی امامت کی نیت کرے اور امام خلوت (نجائی) میں نہ ہو۔ اور اگر امام تنہائی میں ہو اور ان سب کا، یا ان میں سے بعض کا محرم ہو تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

قال الحصكفي: (ولا يصلي الترو) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أي يكره ذلك لو على ميل الشداعي، أن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر. قال ابن عابدين: قوله (أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره. (۲)

ترجمہ:

اور رمضان المبارک کے علاوہ وتر یا نفل نماز باجماعت ادائیں کی جائے گی، یعنی نفل یا وتر نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے اگر اس میں لوگوں کو بلایا جاتا ہو۔ بایں صورت کہ چار مقتدی ہوں، اور ایک امام ہو، جیسا کہ درر میں ہے۔ علامہ شامی (اربعہ بواحد) کے حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ ایک مقتدی کا ایک امام کی اقتدا کرنا، یا دو مقتدیوں کا ایک امام کی اقتدا کرنا مکروہ نہیں۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغيره: ۸۵/۱

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الترو والنوافل، مطلب فی کراہۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التامی: ۵۰۰/۲

نفل نماز میں تعدد نیت

سوال نمبر (224):

اگر ایک آدمی اشراق یا کوئی اور نفل پڑھ رہا ہو، اور اس کے ساتھ صلوٰۃ التوبۃ، تحیۃ المسجد اور صلوٰۃ الحاجۃ کی نیت بھی کر لے تو اس کو ان سارے نوافل کا ثواب ملے گا یا جو نفل پڑھ رہا ہے، اس کا ثواب ملے گا؟
بیٹھا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کوئی شخص نوافل میں تعدد کی نیت کرے تو اس کی نیت درست ہوگی اور دونوں ادا ہو جائیں گی، مثلاً: دو رکعت سے صلوٰۃ التوبۃ اور تحیۃ المسجد دونوں کی نیت کرے تو دونوں ادا ہو جائیں گی، البتہ جہاں تک ثواب کی کمی و زیادتی کا تعلق ہے تو یہ ایک واضح بات ہے کہ الگ الگ پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے، کیونکہ اس میں نماز کے ارکان دو مرتبہ ادا ہوتے ہیں، لہذا اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک :

وأما إذانوی نوافلتین کما إذانوی ہر کعتی الفجر التحیۃ، والسنۃ أجزأت عنہما. (۱)

ترجمہ:

اور اگر دو نفل نمازوں کی نیت کرے، جیسا کہ اگر فجر کی دو رکعت میں تحیۃ المسجد اور سنت دونوں کی نیت کرے تو دونوں ادا ہو جائیں گی۔



ظہر کی سنتیں پڑھنے کے دوران جماعت کھڑی ہونا

سوال نمبر (225):

کوئی شخص ظہر کی سنت پڑھ رہا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو یہ شخص جماعت میں شریک ہونے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کرے گا؟

(۱) زین الدین، ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، المبحث السادس فی بیان الجمع بین عبادتین: ص ۲۰، ایچ، ایم سعید، کراچی

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت کی رو سے عبادت کو باطل کرنا درست نہیں، بشرط یہ کہ اس سے اعلیٰ درجہ کی عبادت کے ضائع ہو جانے کا خطرہ نہ ہو، جیسا کہ اگر سنن میں مشغول ہونے کی صورت میں جماعت کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو سنن میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ اگر ظہر کی سنتیں شروع کی ہوں تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو سنتیں توڑ کر جماعت میں شریک ہو، اگر سجدہ کیا ہو تو دو رکعتیں مکمل کر کے سلام پھیر دے، اور اگر تیسری رکعت میں ہو اور سجدہ نہ کیا ہو تو سلام پھیر کر جماعت میں شریک ہو اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو چوتھی رکعت بھی ملائے اور سنتوں کو پورا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ثم اعلم أن هذا كله حيث لم يقم إلى الثالثة أما إن قام إليها، وقيد بها بسجدة، ففي رواية النوادر بضيف إليها رابعة، ويسلم، وإن لم يقيد بها بسجدة. قال في الخانية: ولم يذكر في النوادر. واختلف المشايخ فيه قيل: يتمها أربعاً، ويخفف القراءة، وقيل: يعود إلى القعدة ويسلم، وهذا أشبه. قال في شرح المعنى: والأوجه أن يتمها. (۱)

ترجمہ:

یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے کہ جب کوئی شخص تیسری رکعت کے لیے کھڑا نہ ہوا ہو، اگر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا ہو اور اسی رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہو تو نوادر کی روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ اس کے ساتھ چوتھی رکعت بھی ملائے گا اور سلام پھیرے گا اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو خانیہ میں ہے، جو نوادر میں مذکور نہیں کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ چوتھی رکعت بھی خفیف قرأت کے ساتھ پڑھے گا اور بعض فرماتے ہیں کہ قعدہ کی طرف لوٹے گا اور سلام پھیرے گا اور یہی قول مناسب ہے۔ شرح المعنیہ میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس (چوتھی رکعت) کو پورا کرے۔



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب إدراك الغریضة، مطلب: صلوٰۃ رکعة واحدة باطللة..... ۵۰۷/۲

فجر کی سنتیں فرض کے بعد متصل پڑھنا

سوال نمبر (226):

ہمارے علاقے میں فجر کی جماعت میں شامل ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کی سنتیں رہ جاتی ہیں۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد لوگ فوری طور پر طلوع آفتاب کا انتظار کیے بغیر سنتیں پڑھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

احادیث مبارکہ میں مکروہ اوقات کے اندر نماز کی ادائیگی سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ منجملہ اوقات مکروہہ میں سے ایک نماز فجر سے طلوع آفتاب تک کا وقت بھی ہے، لہذا مذکورہ وقت کے اندر فجر کی سنتوں کی قضا جائز نہیں، تاہم طلوع شمس سے زوال شمس تک اسی دن کی فجر نماز کی قضا لاتے ہوئے سبعا سنتوں کی قضا بھی لائی جاسکتی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن عمران أن النبی ﷺ نہی عن الصلوة بعد الصبح حتی تشرق الشمس، وبعد العصر حتی

تغرب. (۱)

ترجمہ:

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فجر کے بعد طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، غروب آفتاب تک۔

(ویکرہ أن یسنفل بعد الفجر حتی تطلع الشمس، وبعد العصر حتی تغرب) لما روی أنه علیہ

السلام: نہی عن ذلك. (۲)

ترجمہ:

فجر سے لے کر طلوع شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب شمس تک نفل نماز پڑھنا مکروہہ ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب مواقبت الصلاۃ وفضلها: ۸۲/۱

(۲) الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، فصل فی أوقات التي تکرہ فیها الصلاۃ: ۸۳/۱

کیوں کہ روایت ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔



سنت اور فرض کے درمیان وقفہ کرنا

سوال نمبر (227):

اگر کوئی ظہر کی سنتیں پڑھ کر سو جائے اور تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ بعد فرض نماز باجماعت ادا کرے تو کیا سنت فرض کے درمیان مذکورہ وقفہ کراہت کا سبب بنتا ہے یا نہیں؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ سنن کی ادائیگی فرائض کے لیے مکملہ و تتمہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے ان کے درمیان ایسا فاصلہ لانا جس سے ان کے اتصال پر اثر پڑے مناسب نہیں۔

صورتِ مسئلہ میں سنن اور فرائض کے درمیان اتنی طویل مقدار کا وقفہ مناسب نہیں، کیونکہ اس طرح وقفہ ثواب میں کمی کا باعث ہے جس سے احتراز بہتر ہے، لیکن سنتوں کا لوٹنا ضروری نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال التمرناشي: ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها، ولكن ينقص ثوابها. (۱)

ترجمہ:

اگر سنت اور فرض کے درمیان کسی نے باتیں کیں تو یہ باتیں کرنا سنت کو ساقط نہیں کرتا، تاہم اس کے ثواب میں کمی کا باعث بنتا ہے۔



(۱) التمرناشي، محمد بن عبد اللہ بن أحمد، تنوير الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶۱

دور رکعت نفل کی بجائے چار پڑھنا

سوال نمبر (228):

اگر کوئی شخص دور رکعت نفل کی نیت باندھ لے اور پھر چار رکعت پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص دور رکعت نفل کی نیت باندھ لے تو دور رکعت مکمل کرنے کے بعد اگر تشہد کی مقدار بیٹھ نہ گیا ہو اور تیسری رکعت پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر دور رکعت کے بعد قدرتشہد بیٹھ گیا ہو تو اب اٹھنے پر ایک رکعت پڑھنے کے بعد ایک اور رکعت بھی ملائے گا، اس طرح چار رکعتیں مکمل ہو جائیں گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو قام المعتطوع إلى الثالثة فتذكر أنه لم يقعد، يعود، وإن كانت سنة الظهر، وعن علي بن رزق:

أنه لا يعود، وإن لم ينو أربعاً، وقام إلى الثالثة يعود أجمعاً، وتفسد إن لم يعد، كذا في البرجندی، (۱)

ترجمہ:

نفل پڑھنے والا اگر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا پھر اسے یاد آیا کہ اس نے (دور رکعتوں کے بعد) قعدہ نہیں کیا تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ لوٹے خواہ ظہر کی سنتوں میں ہی یہ صورت پیش آتی ہو۔ اور علی بن رزق سے منقول ہے کہ وہ نہ لوٹے اور اگر اس (نفل پڑھنے والے) نے چار رکعت کی نیت نہیں کی تھی اور وہ تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اس کے لیے بالاجماع حکم یہ ہے کہ وہ التحیات بیٹھنے کے لیے لوٹے اور اگر وہ نہ لوٹا تو (اس کی وہ) نماز فاسد ہوگی۔



فجر کی سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت کھڑی ہونا

سوال نمبر (229):

اگر کوئی آدمی فجر کی سنت پڑھ رہا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو یہ شخص کیا کرے گا؟ سنتوں کو پورا کرے گا یا نماز توڑ کر پھر اس کی قضا لائے گا؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں پڑھ رہا ہو اور اس وقت جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ غور کرے، اگر سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہو جانے کا غالب گمان ہو تو اس وقت فقہائے کرام نے یہ صورت بیان کی ہے کہ اگر ممکن ہو تو سنن (یعنی ثناء و تعوذ وغیرہ) کو ترک کر دے اور ایک آیت پڑھنے پر اکتفا کرے، تاہم اگر اس طرح بھی جماعت پانا ممکن نہ ہو تو سنتیں توڑ کر فرض نماز میں شامل ہو جائے اور طلوع شمس کے بعد قضا پڑھ لے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وعن القاضي الزرنجری: لو خاف أن تفوته الركعتان يصلي السنة، ويترك الثناء، والتعوذ، وسنة القراءة، ويقتصر على آية واحدة، ليكون جمعا بينهما، وكذا في سنة الظهر. (۱)

ترجمہ:

اور قاضی زرنجریؒ فرماتے ہیں کہ اگر فجر کی سنتیں پڑھنے والے کو جماعت کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اس کو چاہیے کہ سنتیں پڑھے اور ثناء و تعوذ اور اسی طرح مسنون قرأت کو ترک کرے اور قرأت میں ایک آیت پڑھنے پر اکتفا کرے، تاکہ دونوں کے مابین اجتماع ہو جائے، یہی معاملہ ظہر کی سنتوں کا بھی ہے۔



(۱) ردالمحتار کتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة مطلب هل إساءة دون الكراهة أو أفحش: ۱۲/۲

باب الوتر

(وتر کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

یہ بات اپنی جگہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ بچگانہ نماز انسان کو دن رات اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد دلاتی رہتی ہے، تاہم اشغالِ دنیوی کی کثرت انسان کو پھر اپنے محسنِ حقیقی سے دور لے جاتی ہے۔ اس نسبت کو قوی کرنے اور فرائض میں کمی کو تاہی کو پورا کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرائض سے پہلے اور بعد میں کچھ سنتیں بھی مشروع فرمائی ہیں، تاہم ان سنن میں سے وتر پر جتنی مواظبت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے فرمائی ہے اور اس کے متعلق جتنی اہمیت وارد ہوئی ہے، اس کو دیکھ کر امام ابوحنیفہؒ نے اس کو وجوب کا درجہ دیا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں وتر کے ترک پر وعید اور تعامل امت کو دیکھ کر یہی رائے زیادہ قرین قیاس ہے۔ (۱)

وتر کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

عربی زبان میں ”وتر“ طاق عدد کو کہتے ہیں جب کہ فقہ کی اصطلاح میں وتر ان تین رکعتوں کو کہتے ہیں جو عشاء کی نماز کے بعد ایک سلام سے ادا کی جائیں اور جن کی آخری رکعت میں دعائے قنوت بھی پڑھی جائے۔ (۲)

وتر کا وجوب اور مشروعیت:

امام ابوحنیفہؒ سے وتر کے بارے میں تین روایات ثابت ہیں: فرض، واجب اور سنت۔ علامہ ”حسکفی“ نے ان تینوں اقوال میں تطبیق کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”وہو فرض عملاً و واجب اعتقاداً، وسنة ثبوتاً“۔

عمل کے ضروری ہونے کے اعتبار سے وتر فرض کی طرح ہے، اعتقاد کے اعتبار سے واجب کی طرح ہے اور اس کا ثبوت سنت قولی اور فعلی سے ہے۔

امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور ائمہ ثلاثہ اگرچہ وتر کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں، لیکن ”سنت مؤکدہ“ کی اصطلاح

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الصلوٰۃ الواجبة: ۲/۲۲۱-۲۲۵

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر و احکامہ، ص: ۳۰۴

ائمہ ثلاثہ کے ہاں وجوب کی طرح ہے، کیونکہ ان کے ہاں سنت اور فرض کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں، لہذا وتر میں فرائض کی علامات: کسی اور نماز کا تابع نہ ہونا، مستقل اذان، اقامت، جماعت، صرف پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی فرضیت نہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی رائے اپنی جگہ مسلم ہے کہ وتر میں فرائض کی علامات موجود نہیں، لیکن یہ بھی تو ایک حقیقت ہے کہ وتر میں سنن کی علامات بھی نہیں، اس لیے کہ سننوں کی قضا نہیں، حالانکہ وتر کی قضا پر یہ حضرات بھی متفق ہیں۔ اسی طرح سنن کے برعکس وتر کی ادائیگی بیٹھ کر یا سواری پر جائز نہیں، سنن اور نوافل کے قاعدے کے بالکل برعکس اس کی رکعتیں طاق، یعنی تین ہیں، اس کے لیے مستقل نیت ہے اور اس کے ترک کرنے پر امام کے لیے تادیب اور بعض صورتوں میں قتال کی بھی اجازت ہے۔ اور جہاں تک عشا کی تبعیت کی بات ہے تو یہ بات من کل الوجہ تسلیم نہیں، اس لیے کہ عشا کو آخر رات تک مؤخر کرنا سخت مکروہ ہے جب کہ وتر کو اس وقت تک مؤخر کرنا مستحب اور یہ عدم تبعیت کی دلیل ہے اور جہاں تک اذان، اقامت اور جماعت کی بات ہے تو یہ شعائر اسلام ہیں جو کہ بالاتفاق فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لہذا عیدین، خسوف اور کسوف میں بھی ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

وتر کے وجوب پر حنفیہ نے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

”الوتر حق واجب فمن لم يوتر فليس منا“.

ترجمہ: وتر ایک واجب حق ہے جو شخص وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

”أتروا یا اهل القرآن، فمن لم يوتر فليس منا“.

ترجمہ: اے اہل قرآن، وتر پڑھا کرو، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

یہاں بھی امر و وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز کا اضافہ فرمایا ہے جو سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ دوسری روایت میں ”زادکم صلاۃ“ آیا ہے اور فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اضافہ اور زیادت اس شئی کے جنس سے ہوتی ہے جس کی تعداد اور مقدار پہلے سے مقرر ہو اور یہ صفت صرف فرائض کی ہے۔ (۱)

اس کے علاوہ حسن بصریؒ اور علامہ طحاویؒ نے اس پر سلف و خلف، یعنی جملہ مسلمانوں کا اجماع بھی نقل

(۱) سنن الترمذی، أبواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الوتر: ۱۰۳/۱

فرمایا ہے۔ (۱)

وتر کی رکعات کی تعداد:

حنفیہ کے ہاں وتر ایک سلام اور دو قعدوں کے ساتھ تین رکعت کی ادائیگی کا نام ہے۔ حنفیہ کے ہاں وتر کی یہ کیفیت رمضان وغیرہ رمضان سب میں برابر ہے۔ امام شافعیؒ کے ہاں وتر کی رکعات کی تعداد میں اختیار ہے، تاہم یہ رکعات ایک سے لے کر گیارہ تک طاق اعداد میں سے ہوں گی، جب کہ امام زہریؒ صرف رمضان میں تین رکعت کے قائل ہیں، غیر رمضان میں ان کے ہاں وتر کی صرف ایک رکعت ہے۔ (۲)

نماز وتر سے متعلق بنیادی اصول و قواعد:

حنفیہ کے ہاں وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح ادا کی جائے گی، تاہم جو امور امتیازی حیثیت کے حامل ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) وتر کی نماز میں فرائض کی طرح تعین نیت بالاتفاق ضروری ہے، لہذا عشا کی نماز کے بعد بلا نیت مذکورہ طریقے سے تین رکعت کی ادائیگی کو وتر نہیں کہا جائے گا۔ (۳)

(۲) وتر کی تینوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورہ کافرون اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھتے۔ اگر کوئی شخص اتباع نبی ﷺ اور سنت کی نیت سے ایسا کرنا چاہے تو بہتر ہے، تاہم اس پر اتنی مواظبت نہ کرے کہ لوگ اس کو ضروری سمجھنے لگ جائیں۔ (۴)

(۳) تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ مذکورہ تکبیر کہنا

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الصلوٰۃ الواجبة: ۲/۲۲۱-۲۲۵، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب الوتر و احکامہ، ص: ۴۰۴، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر و النوافل: ۲/۴۳۸، ۴۳۹

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی مقدار الوتر: ۲/۲۲۵، ۲۲۶

(۳) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الوتر و احکامہ، ص: ۴۰۴، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثامن فی صلوٰۃ الوتر: ۱/۱۱۱

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی صفة القراءة فیہ: ۲/۲۲۸، ۲۲۹

واجب ہے، البتہ ہاتھ اٹھانا سنت ہے، تاہم اگر کوئی شخص قضاء شدہ نماز وتر کی قضا لانا چاہے تو وہ لوگوں کے سامنے دعائے قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ لوگ نماز قضا کرنے کی وجہ سے اس کو غافل اور بے نمازی نہ سمجھیں۔ اگر قضا کرتے وقت کوئی اور شخص ساتھ نہ ہو تو پھر ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے ہاں ہاتھوں کو دوبارہ اسی طرح باندھا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں قنوت پڑھتے وقت دعا کی کیفیت کے مطابق ہاتھوں کو سینے کے برابر آسمان کی طرف اٹھانا چاہیے، تاہم فقہائے کرام نے بالا جماع اس کو نماز کا منافی عمل قرار دیا ہے۔ امام محمدؒ کے ہاں ارسال، یعنی ہاتھوں کو کھلا چھوڑنا بہتر ہے۔

تکبیر اور رفع یدین کے بعد دعائے قنوت پڑھنا حنفیہ کے رائج قول کے مطابق واجب ہے، تاہم دعائے قنوت فقہائے کرام کے ہاں کسی متعین دعا کا نام ہے، البتہ مستحب یہ ہے کہ وہی دعائیں پڑھی جائیں جو صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں تاکہ جاہل لوگ نماز میں عام باتوں میں مشغول نہ ہو جائیں۔ مشہور دعا وہی ہے جو عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے:

”اللهم إنا نستعينك وتستغفرك ونؤمن بكَ وننتوكل عليك.....“

اس کے علاوہ ”اللهم اهدنا فيمن هديت.....“ والی دعا بھی مختلف روایات میں منقول ہے۔

جو شخص ان دعاؤں کو نہ پڑھ سکے وہ ”اللهم ربنا اتنا في الدنيا حسنة.....“ والی دعا پڑھ لے یا ”اللهم اغفر لي“ تین مرتبہ پڑھ لے یا تین مرتبہ ”یا رب یا رب“ پڑھ لے۔ بہر حال جو بھی دعا ایسی ہو جو مخلوق کے کلام سے مشابہ نہ ہو، پڑھ لی جائے، تاہم دعا کو سورت ”اذا السماء انشقت“ کی مقدار تک محدود رکھنا افضل ہے۔ علامہ شرنبلالیؒ نے دعائے قنوت کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کو بھی مستحب قرار دیا ہے، تاہم ہندیہ نے درود نہ پڑھنے کو مشائخ کا قول قرار دیا ہے۔ دعائے قنوت کے بعد رکوع کر لے اور بقیہ نماز عام نماز کی طرح پوری کر لے۔

دعائے قنوت پڑھتے وقت اخفاء کرنا سنت ہے، چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد اور چاہے ادا ہو یا قضا اور چاہے رمضان ہو یا غیر رمضان، تاہم فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ عجم کے جن علاقوں میں جہالت کی وجہ سے لوگ دعائے قنوت پڑھنا نہیں جانتے ان علاقوں میں امام کے لیے مناسب جہر سے پڑھنا مستحب ہے تاکہ لوگ امام سے سن کر سیکھ سکیں۔

اگر امام دعائے قنوت میں ”اللهم انا نستعينك“ کے بعد ”اللهم اهدنا فيمن هديت“ والی دعا بھی پڑھنا چاہے تو امام ابو یوسفؒ کے ہاں مقتدی اس کے ساتھ مذکورہ دعا پڑھ سکتے ہیں، تاہم امام محمدؒ کے ہاں مقتدی صرف

آمین کہنے پر اکتفا کریں۔ ۱۔ محمد کا قول نماز کے خشوع و خضوع اور حنفیہ کے اصول کے عین مطابق ہے۔ (۱)

وتر کا وقت:

وتر کا اصل وقت وہی ہے جو عشا کا ہے، تاہم امام ابو حنیفہؒ کے ہاں عشا کی نماز کو وتر پر مقدم کرنا اور ان دونوں کے مابین ترتیب کی رعایت رکھنا واجب ہے، لہذا عشا کی نماز سے پہلے وتر کی ادائیگی شرعاً ناجائز ہے، تاہم مذکورہ ترتیب کی رعایت عمومی حالات میں ہے۔ نسیان یا کسی اور عذر کی وجہ سے اگر صرف عشا کی نماز باطل ہو کر اتفاقاً وتر مقدم ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں صرف عشا کی نماز کا اعادہ کیا جائے گا، وتر کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ صاحبین اور امام شافعیؒ کے ہاں سنت ہونے کی وجہ سے وتر عشا کے تابع ہے، اس لیے عشا کے ساتھ وتر کا بھی اعادہ کیا جائے گا۔

وتر کا مستحب وقت بالاتفاق رات کا آخری حصہ ہے، تاہم یہ اس شخص کے لیے ہے جس کو رات کے آخری پہر بیدار ہونے کی عادت ہو۔ جس شخص کو بیدار ہونے کی عادت اور یقین نہ ہو تو اس کے لیے اول رات میں ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (۲)

دعائے قنوت سے متعلق متفرق مسائل:

(۱) اگر کوئی شخص دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع کے دوران یا رکوع سے اٹھنے کے بعد یاد آیا تو اب نہ تو دعائے قنوت پڑھے اور نہ ہی رکوع سے قیام کی طرف واپس آئے، اس لیے کہ رکوع کو چھوڑ کر قنوت کے لیے کھڑا ہونا واجب کے لیے فرض کو چھوڑ دینا ہے جو کہ مبطل صلوٰۃ تو نہیں، لیکن موجب کراہت و اساءت بہر صورت ہے، لہذا دونوں صورتوں میں صرف سجدہ سہو کر لے تو کافی ہے اور اگر بالفرض کوئی شخص واپس کھڑا ہو گیا اور قنوت پڑھ ہی لیا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا، البتہ رکوع کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ قرأت مکمل کرنے کے بعد ادا شدہ رکوع، دوبارہ اٹھنے اور قنوت پڑھنے سے باطل نہیں ہوگا، ہاں اگر قنوت کے ساتھ ساتھ فاتحہ یا سورت بھی بھول گیا ہو تو ایسی صورت میں رکوع کا اعادہ کرنا فرض ہوگا، اس لیے کہ قرأت اور رکوع کے درمیان ترتیب فرض ہے، لہذا قرأت مکمل کرنے کے بعد پھر رکوع کیا جائے گا جب کہ پہلی صورت میں قرأت مکمل تھی، صرف قنوت رہ گیا تھا اور قنوت و رکوع کے مابین ترتیب فرض نہیں۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی صفة القراءة فیہ: ۲/۲۲۹، وفصل فی القنوت: ۲/۲۳۲، ۲۳۳، مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، باب النور و احکامہ، ص: ۳۰۷، ۳۰۸، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثامن فی

صلوٰۃ النور: ۱/۱۱۱، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب النور و النوافل: ۲/۴۴۲-۴۴۴

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان وقته: ۲/۲۲۶-۲۲۸

فقہائے کرام کے ہاں اس دوسری صورت میں اگر کوئی شخص دوبارہ رکوع کے دوران امام کے ساتھ شریک ہو جائے تو وہ رکعت پانے والا ہوگا جب کہ پہلی صورت میں رکوع پانے سے وہ مدرک رکعت نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس صورت میں رکوع کا اعادہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں، لہذا وہ رکوع لغو ہے۔ (۱)

(۲) اگر مقتدی کے دعائے قنوت شروع کرنے یا مکمل کرنے سے پہلے ہی امام رکوع میں چلا جائے تو اگر دعائے قنوت پڑھ کر امام کو رکوع میں پانا ممکن ہو تو دعائے قنوت پوری کر لے پھر رکوع میں جائے اور اگر رکوع کے قنوت ہونے کا اندیشہ ہو تو امام کی اتباع کرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی رکوع میں چلا جائے اور دعائے قنوت کو درمیان ہی میں چھوڑ دے، اس لیے کہ امام کی متابعت واجب ہے اور مقتدی کے لیے دعائے قنوت پڑھنا سنت ہے اس کے برعکس اگر تشہد پڑھنا باقی ہو اور امام سلام پھیر دے تو امام کی متابعت کی بجائے جلدی جلدی تشہد پورا کر کے سلام پھیر لے اس لیے کہ تشہد پڑھنا امام کی متابعت سے زیادہ ضروری ہے۔ علامہ شامی اس کے لیے قاعدہ ذکر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”متابعة الإمام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة مالم يعارضها واجب، فلا يفسوته بل يأتي به ثم يتابعه، بخلاف ما إذا عارضه سنة؛ لأن ترك السنة أولى من

تأخير الواجب“۔ (۲)

(۳) اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں امام کو پائے تو وہ حکماً دعائے قنوت کو پانے والا تصور کیا جائے گا، یعنی جب وہ قنوت شدہ رکعتوں کو ادا کرے تو دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) اگر کوئی شخص مسبوق ہو اور وتر کی تیسری رکعت میں امام کو پالے تو امام کے ساتھ دعائے قنوت پڑھے، پھر بعد میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (۳)

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب الوتر و احکامہ، ص: ۳۱۲، ۳۱۳، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب

سنة، باب الوتر و النوافل: ۴۴۶/۲، ۴۴۷

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب الوتر و احکامہ، ص: ۳۱۳، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب

الوتر و النوافل: ۴۴۷/۲

(۳) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب الوتر و احکامہ، ص: ۳۱۳

(۵) وتر کی قضا واجب ہے، چاہے قصد اچھوڑ دیا جائے یا کسی عذر کی وجہ سے، قضا لاتے وقت قنوت پڑھنا بھی ضروری ہے۔ (۱)

(۶) وتر کی نماز عام دنوں میں تنہا ادا کی جائے گی، البتہ صرف رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔ قاضی خان کی رائے یہ ہے کہ رمضان میں جماعت کے ساتھ وتر ادا کرنا رات کے آخری پہرہ ادا کرنے سے بہتر ہے۔ علامہ شرنبلالی نے عقلی و نقلی دلائل سے اسی کو ترجیح دی ہے۔ بعض فقہائے کرام کے ہاں رمضان کے علاوہ بھی ایک دو افراد مل کر تداویٰ اور اہتمام کے بغیر جماعت کے ساتھ وتر ادا کر لیں تو کوئی کراہت نہیں، البتہ فرائض کی طرح اہتمام ہو تو بلاشبہ مکروہ ہے۔ (۲)

وتر میں شافعی المسلک امام کی اقتدا:

حنفیہ کے ہاں اگر کوئی شافعی المسلک امام، حنفیہ کے مذہب کے مطابق ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ وتر پڑھ رہا ہو تو حنفی شخص کے لیے اس کی اقتداء جائز ہے، البتہ اگر وہ امام وتر دو سلاموں کے ساتھ پڑھتا ہو تو پھر حنفی کے لیے اس کی اقتدا درست نہیں اگر شافعی المسلک امام رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا چاہے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ رکوع کے بعد ہی دعائے قنوت پڑھ لے اس لیے کہ دعائے قنوت کا رکوع سے پہلے یا بعد میں پڑھنا صحابہؓ کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ ہے، لہذا ایسے مسائل میں خلاف مسلک امام کی اقتداء جائز ہے، تاہم اگر امام دعائے قنوت جہر پڑھ رہا ہو تو امام محمدؐ کے ہاں مقتدی صرف آمین کہنے پر اکتفا کرے جب کہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں مقتدی بھی جہر کر سکتا ہے۔ (۳)

فجر میں دعائے قنوت اور قنوت نازلہ کا حکم:

حنفیہ کے ہاں دعائے قنوت پڑھنا صرف وتر کے ساتھ خاص ہے، لہذا کسی اور نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کی اجازت نہیں، تاہم کسی مصیبت، تکلیف یا جنگ کی صورت میں فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت نازلہ "اللہم اھدنا فی من ھدیت....." یا دوسری مسنون دعائیں پڑھنا جائز ہے۔ حنفیہ کے ہاں مذکورہ دعاؤں میں امام جہر کرے گا اور مقتدی صرف آمین کہنے پر اکتفا کرے گا۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، الباب الثامن فی صلوۃ الوتر: ۱/۱۱۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۴۵، ۴۴۴، ۴۴۵

شوافع کے ہاں عام حالات میں بھی امام تمام جہری نمازوں میں دعائے قنوت یا قنوتِ نازلہ پڑھ سکتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں وتر میں شافعی المسلک امام کی اقتداء اگرچہ جائز ہے، لیکن اگر کسی دوسری نماز میں شافعی المسلک امام کی اقتداء کرتے ہوئے دعائے قنوت یا قنوتِ نازلہ پڑھنے کی نوبت آئے تو وہ امام کی اقتداء نہ کرے بلکہ اگلے رکن کی ادائیگی تک ارسال، یعنی ہاتھ لڑکاتے ہوئے خاموشی سے انتظار کرتا رہے، اس لیے کہ قنوتِ نازلہ کی مشروعیت حنفیہ کے ہاں مخصوص حالات میں ہے اور وہ بھی صرف فجر کی نماز تک محدود ہے۔ (۱)



(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل: ۴۴۶/۲، ومطلب فی القنوت النازلہ:
۴۴۸/۲، ۴۴۹، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۱۲

باب الوتر

(وتر کا بیان)

غیر خفی کی اقتدا میں وتر پڑھنا

سوال نمبر (230):

حرمین شریفین میں رمضان کے مہینے میں باجماعت وتر اس طرح پڑھتے ہیں کہ دو رکعات کے بعد سلام پھیر کر نئے تحریمہ کے ساتھ ایک رکعت وتر ادا کرتے ہیں۔ کیا خفی ایسے شخص کی اقتدا میں نماز وتر ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے احناف کے مطابق کسی خفی کو غیر خفی امام کے پیچھے وتر پڑھنا اس صورت میں درست ہے جب غیر خفی وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرتا ہو، ورنہ خفی کا ایسے امام کی اقتدا میں وتر پڑھنے سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا، تاہم حرمین شریفین میں جماعت میں شرکت کر کے وتر دوبارہ پڑھنا زیادہ مناسب ہے، یعنی اگر غیر خفی وتر پڑھاتے ہوئے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے تو اعادہ کرے۔ اگر فصل نہ کرے تو پھر دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(وصح الاقتداء فیہ بشافعی) ففی غیرہ اولیٰ ان لم یتحقق منه ما یفسدہا فی اعتقادہ

فی الأصح (۱)

ترجمہ:

وتر کسی شافعی کی اقتدا میں ادا کرنا درست ہے اور غیر وتر میں تو بطریق اولیٰ درست ہے جب تک کوئی ایسا امر متحقق نہ ہو جائے جو نماز کو اس (خفی مقتدی) کے اعتقاد کے مطابق فاسد کر دیتا ہو۔

(علی الأصح فیہما) أي فی جواز أصل الاقتداء فیہ بشافعی، وفي اشتراط عدم فصله، خلافا لما

فی الإرشاد، من أنه لا يجوز أصلاً بإجماع أصحابنا؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، وخلافاً لما قاله

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۴۴۴/۲

الرازی من انه یصح وإن فصله ویصلی معه بقية الوتر. (۱)

ترجمہ:

زیادہ صحیح قول کے مطابق دونوں صورتوں میں، یعنی شافعی کی اقتدا کے جواز اور تین رکعتوں کو ایک نیت سے پڑھنے کی شرط کی صورت میں، برخلاف اس قول کے جو ارشاد میں مذکور ہے کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک سرے سے جائز نہیں، کیونکہ فرض پڑھنے والا افضل پڑھنے والے کی اقتدا کر رہا ہے۔ اور اس قول کا بھی خلاف ہے جو رازی نے ذکر کیا ہے کہ مطلقاً درست ہے، اگرچہ فصل کرے اور باقی وتر اس کے ساتھ پڑھے۔



وتر کا سلام

سوال نمبر (231):

وتر میں کتنی دفعہ سلام ہے؟ بعض لوگ دو سلام کے قائل ہیں۔ شریعت کی رو سے اس کی وضاحت کریں۔

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

صحیح روایات اور فقہائے کرام کی عبارات کے مطابق وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور آخر میں ہی سلام پھیرتے تھے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

عن عائشةؓ قالت: کان رسول اللہ ﷺ یوتر ثلاث لا یسلم إلا فی آخرهن، وهذا ترأمر المؤمنین

عمر بن الخطاب، وعنه أخذہ أهل المدينة. (۲)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب: الاقتداء بالشافعی: ۴۴۱/۲

(۲) الحاکم النیسابوری، أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الوتر، رقم الحدیث

(۴۴۱/۱۱۴۰)، ۴۴۷/۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت

ترجمہ

عائزہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور صرف آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ یہ امیر المؤمنین عمر ابن خطابؓ کی وتر ہے اور آپ ہی سے اہل مدینہ نے نفل کی ہے۔

﴿•﴾﴿•﴾﴿•﴾

وتر کی قضا

سوال نمبر (232):

ایک آدمی کے ذمہ کئی نمازوں کی قضا لازم ہے، لیکن تعداد معلوم نہیں۔ ایک عالم نے بتایا کہ جو نمازیں یقینی طور پر فوت ہوئی ہیں ان کی قضا لاؤ، اگر یا د نہیں تو اندازے سے پڑھتے رہو۔ اگر مطلوبہ تعداد سے بڑھ گئی تو نفل شمار ہوں گے، لیکن وتر میں چوتھی رکعت مانا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ تین رکعت نفل کہیں بھی ثابت نہیں۔ اب دو امور حل طلب ہیں (۱) کیا وتر کی قضا بھی دوسری فرض نمازوں کی طرح لازمی ہے؟ (۲) کیا چوتھی رکعت ملانے سے نماز درست رہے گی؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کی رو سے دیگر فرض نمازوں کی طرح وتر کی قضا بھی واجب ہے اور جس شخص کی جتنی نمازیں فوت ہوئی ہوں، اس قدر نمازوں کی قضا لازم ہوگی، البتہ اگر اس کو وتر کے فوت ہونے کا یقین نہیں اور احتیاطاً وتر کی قضا لا نا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تیسری رکعت میں قنوت پڑھنے کے بعد قعدہ کر کے اس کے بعد چوتھی رکعت ملاتے ہوئے اس میں فاتحہ اور سورت بھی پڑھ لے۔ اسی طرح چار رکعت تین قعدوں کے ساتھ پڑھ لے۔ اگر واقعی اس کے ذمہ وتر ہو تو یہ نماز اس کی قضا بھی جائے گی ورنہ نفل نماز شمار ہوگی۔ دعائے قنوت پڑھنے سے نفل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و یقرأ فی الركعات کلہا الفاتحة مع السورة، کذا فی الظہیریۃ، وفی الفتاوی: رجل یقضی الفوائت فلانہ یقضی النور، وإن لم یستیقن أنه هل یقی علیہ وتر أو لم یبق فلانہ یصلی ثلاث رکعات ویسنت، ثم یقعد قدر التشہد، ثم یصلی رکعة أخرى فإن کان وترًا فقد آذاه، وإن لم یکن فقد صلی التطوع

أربعاً لا يضره القنوت في التلوع. (۱)

ترجمہ:

تمام رکعتوں میں سورت کے ساتھ فاتحہ پڑھے گا، جیسا کہ ظہیر یہ میں مذکور ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ آدمی جب فوت شدہ نمازوں کی قضا لائے گا تو وتر کی قضا بھی لائے گا۔ اگر یقین نہ ہو کہ اس کے ذمہ وتر ہے یا نہیں تو پھر تین رکعتیں پڑھے گا اور دعائے قنوت بھی، پھر قعدہ بقدر تشہد کرنے کے بعد ایک اور رکعت ملا لے۔ اگر اس کے ذمہ وتر ہو تو ادا ہو گیا اور اگر نہ ہو تو یہ نماز نفل ہو جائے گی اور قنوت نفل نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا۔



وتر کے بعد نوافل پڑھنے کا طریقہ

سوال نمبر (233):

وتر کے بعد لوگ بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں اور بعض کھڑے ہو کر۔ زیادہ اجر کس طرح پڑھنے میں ہے، بیٹھ کر پڑھنے والے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے ہیں، لہذا بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے؟

بیِّنُوا تَوْجِرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

نوافل بیٹھ کر پڑھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، لیکن اجر بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں آدھا ملتا ہے۔ جہاں تک وتر کے بعد نفل کا تعلق ہے تو اس میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علما کے نزدیک وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھنا کھڑے ہو کر پڑھنے سے افضل ہے، کیونکہ اس طرح سنت کے زیادہ قریب ہے، لیکن رائج قول یہ ہے کہ وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھنا حضور ﷺ کی خصوصیت تھی، لہذا امت کا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، البتہ بیٹھ کر ادا کرنے سے آدھا ثواب ملے گا۔

والدلیل علی ذلك:

قوله: (أجر غير النبي ﷺ على النصف إلا بعذر) أما النبي ﷺ فمن خصائصه أن نالته قاعدا مع

القدرة على القيام كنا فلته قائماً، ففي صحيح مسلم عن عبد الله بن عمرو قال: حدثت يا رسول الله!

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء القنوت: ۱/۱۲۴، ۱۲۵

أنك قلت: صلاة الرجل قاعد أعلى نصف الصلوة وأنت تصلي قاعد أقال: أجل ولكني لست كاحد منكم. (۱)

ترجمہ:

آپ ﷺ کے علاوہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملے گا اگر عذر نہ ہو۔ یہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے آپ ﷺ کا قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کھڑے ہو کر نفل پڑھنا۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: ”آدمی کی بیٹھ کر نفل پڑھنے کا ثواب نصف بنتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ خود بیٹھ کر پڑھتے ہیں“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، لیکن میں تم جیسا نہیں ہوں۔“



وتر میں دعائے قنوت کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھنا

سوال نمبر (234):

اگر کسی کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو وہ کوئی اور دعا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھ سکتا ہے تو کونسی دعا پڑھے؟

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ وتر میں دعائے قنوت (مشہور دعا) ”اللهم اننا نستعينك“ پڑھنا سنت ہے۔ اگر کسی کو اچھی طرح یاد نہ ہو تو اس کی جگہ دوسری دعا پڑھنا بھی جائز ہے۔ علمائے کرام نے ”اللهم ربنا اننا“ والی دعا یا ”اللهم اغفر لی“ تین مرتبہ پڑھنے کو بھی درست قرار دیا ہے، البتہ دعائے قنوت یاد کرنے کی خوب کوشش کرے اور جب تک یاد نہ ہو تو مذکورہ بالا دعاؤں پر اکتفا کرے۔

والدلیل علی ذلك:

ومن لا يحسن القنوت يقول: ﴿ربنا اننا في الدنيا حسنة.....﴾ وقال أبو الليث يقول: اللهم

اغفر لي يكرر ها ثلاثاً. (۲)

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، مبحث: المسائل الستة عشرية: ۲/۴۸۴

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی منکر الوتر والسنن أو الإجماع: ۲/۴۴۳

ترجمہ:

جس کو قنوت اچھی طرح یاد نہ ہو، وہ ”ربنا اتنا فی الدنیا حسنة“ کی دعا پڑھ لے، ابواللیث نے کہا کہ: ”اللہم

اغفر لی“ تین مرتبہ مکرر پڑھے۔



وتر بیٹھ کر پڑھنا

سوال نمبر (235):

اگر کوئی شخص بغیر عذر کے وتر کی نماز بیٹھ کر پڑھتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

واضح رہے کہ فرض اور واجب نماز قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ قیام نماز کے ارکان میں

سے ہے جس کا بلا عذر چھوڑنا ناجائز ہے۔ وتر فقہ حنفی کے مفتی بہ قول کی رو سے واجب ہے۔

اس لیے صورتِ مسئلہ میں وتر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں، ہاں عذر کی صورت میں بیٹھ کر پڑھنے میں کوئی

مضائقہ نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وفي المحيط: لا يجوز الوتر قاعداً مع القدرة علی القيام، ولا علی راحلته من غیر عذر. (۱)

ترجمہ:

کھڑے ہونے پر قدرت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر وتر پڑھنا جائز نہیں۔ اور نہ سواری پر بغیر عذر کے۔



(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، تحت قوله: (الوتر واجب): ۶۷/۲

دعاے قنوت کا بعض حصہ چھوڑنا

سوال نمبر (236):

اگر کوئی شخص دعاے قنوت میں دعا کا بعض حصہ چھوڑ دے یا نصف حصہ سے کم پڑھے تو کیا اس سے مجدد

سہولاً لازم ہوگا؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ وتر نماز میں دعاے قنوت پڑھنا واجب ہے، لہذا اگر کوئی شخص بھول کر دعا نہ پڑھے تو اس پر مجدد سہولاً لازم ہوگا، لیکن قنوت میں کوئی خاص دعا متعین نہیں، بلکہ مطلق دعا پڑھنا واجب ہے، لہذا اگر مشہور دعا کا بعض حصہ پڑھا جائے یا کوئی اور دعا پڑھ لی جائے تو واجب ادا ہو کر ذمہ فارغ ہوگا، اس لیے صورت مذکورہ میں مجدد سہولاً واجب نہیں ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال بعض مشایخنا..... لیس فیہ سوی قولہ ”اللہم إنا نستعینک“.... وقال بعضهم: لا بل لیس

فیہ شیء موقت أصلًا مذکرنا، والأولیٰ أن یقرأ ”اللہم إنا نستعینک“ (۱)

ترجمہ: ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ”اللہم إنا نستعینک“ کے سوا کوئی دوسری دعا پڑھنا درست نہیں۔۔۔ اور بعض نے فرمایا کہ درحقیقت کوئی خاص دعا مقرر نہیں، اس دلیل کی بنا پر جس کو ہم نے ذکر کیا، البتہ بہتر یہ ہے کہ اللہم إنا نستعینک پڑھے۔

والقنوت واجب علی الصحیح، کذا فی الجوہریۃ النیریۃ، اذ فرغ من القراءة فی الركعة الثالثة کبر

ورفع یدہ حذاء اذنیہ، ویقنت قبل الركوع فی جمیع السنۃ. (۲)

ترجمہ: اور صحیح قول کے مطابق دعاے قنوت پڑھنا واجب ہے، اسی طرح الجوہریۃ النیریۃ نامی کتاب میں ہے کہ جب تیسری رکعت میں قرات سے فارغ ہو جائے تو رکوع میں جانے سے پہلے تکبیر کہے اور دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اوپر کرے اور دعاے قنوت پڑھے اور یہ عمل پورے سال کرے گا۔

(۱) الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب الصلوۃ، الفصل الثالث عشر فی التراویح، حفتنا إلی مسائل الوتر: ۱/ ۴۸۹

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثامن فی الوتر: ۱/ ۱۱۱

دعاے قنوت کے لیے تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھانا

سوال نمبر (237):

دعاے قنوت کے لیے تکبیر کہتے ہوئے دونوں کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

دعاے قنوت کے لیے تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھانا سنت ہے، جیسا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا سنت ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب اپنے وقت میں وتر پڑھ رہا ہو، اگر کہیں لوگوں کے سامنے وتر کی قضا لاتا ہو تو پھر ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ کوئی اس کی کوتاہی پر مطلع نہ ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(رافعاً یدیه) أي سنة إلى حذاء أذنيه كتكبيرة الإحرام، وهذا..... لو في الوقت أما في القضاء عند الناس

فلا يرفع. (۱)

ترجمہ:

(دعاے قنوت کے لیے تکبیر کہتے وقت) دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھائے رکھنا سنت ہے، جیسا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت۔ اور یہ ہاتھ اٹھانا اس وقت ہے جب وتر اپنے وقت میں پڑھ رہا ہو، ورنہ لوگوں کے سامنے قضا وتر پڑھنے کی صورت میں ہاتھ نہ اٹھائے۔



قنوت نازلہ پڑھنا

سوال نمبر (238):

قنوت نازلہ حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھی یا امت بھی پڑھ سکتی ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔ نیز قنوت نازلہ

پڑھنے کا صحیح وقت کون سا ہے؟

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی منکر الوتر والمنن أو الإجماع: ۴۴۲/۲

الجواب وبالله التوفيق:

جب مسلمانوں پر اجتماعی خوف، قحط یا آفت آئے تو حضور ﷺ کے اتباع میں قنوتِ نازلہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں قنوتِ نازلہ صرف حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ امت بھی ناخوشگوار حالات میں پڑھ سکتی ہے، البتہ فقہ حنفی کے مطابق قنوتِ نازلہ صرف فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھی جائے گی۔ دوسری نمازوں میں پڑھنا درست نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وهو صريح في أن قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غيرها من الصلوات

الجهرية أو السرية. (۱)

ترجمہ:

(فجر کے علاوہ قنوتِ نازلہ پڑھنا کسی اور نماز میں درست نہیں) اس میں اس بات پر تصریح ہے کہ قنوتِ نازلہ ہمارے نزدیک صرف فجر کے ساتھ خاص ہے فجر کے علاوہ کسی جہری یا سری نماز میں جائز نہیں۔



وتر میں دعائے قنوت سے پہلے تکبیر

سوال نمبر (239):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر میں دعائے قنوت سے پہلے جو تکبیر پڑھی جاتی ہے، وہ واجب ہے یا سنت؟ جواب دے کر مشکور فرماویں۔

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

وتر میں دعائے قنوت سے پہلے جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کے وجوب اور عدم وجوب کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات اس کے وجوب کے قائل ہیں، لہذا ان کے ہاں ترک تکبیر کی صورت میں سجدہ سہو واجب

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی القنوت النازلة: ۴۴۹/۲

ہوتا ہے۔ جب کہ بعض حضرات اس تکبیر کے عدم وجوب کے قائل ہیں، لہذا اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس کے عدم وجوب کو ترجیح دی ہے، لہذا اس تکبیر کو مسنون تکبیر کا حکم دینا زیادہ مناسب ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

قولہ: (و کذا تکبیر قنوتہ) ای الوتر..... وجزم الزیلعی بوجوب السجود بترکہ. و ذکر فی الظہیریۃ أنه لا یترکہ لا رواۃ فیہ، وقیل یجب السجود اعتباراً بتکبیرات العید، وقیل لا. و ینبغی ترجیح عدم الوجوب؛ لأنه الأصل، ولا دلیل علیہ، بخلاف تکبیرات العید. (۱)

ترجمہ:

اور اسی طرح وتر کے قنوت کی تکبیر کا حکم ہے۔ اور علامہ زیلعیؒ نے قنوت کی تکبیر ترک کرنے کی صورت میں سجدہ واجب ہونے پر جزم کیا ہے۔ ظہیریہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے اس کو ترک کیا تو اس میں کوئی روایت موجود نہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ سجدہ سہو عیدین کی تکبیرات کی طرح واجب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ واجب نہیں۔ اور مناسب یہ ہے کہ عدم وجوب کو ترجیح دی جائے، کیونکہ تکبیرات میں عدم وجوب اصل ہے اور اس کے وجوب پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ بخلاف عیدین کی تکبیرات کے۔



بلا عذر و وتر نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال نمبر (240):

فقہائے احناف کا اس بات میں اختلاف ہے کہ وتر نماز واجب ہے یا سنت؟ تو اس کی سنیت کو دیکھتے ہوئے کیا بلا عذر بیٹھ کر اسے ادا کرنا جائز ہے؟

بینوا تزہروا

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، مطلب لا ینبغی أن يعدل عن الدراية إذا وافقها رواية:

الجواب وبالله التوفیق:

وتر نماز کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے ہاں سنت اور بعض کے ہاں واجب ہے، لیکن رائج قول اس کے وجوب کا ہے، تاہم اس اختلاف کے باوجود تمام فقہائے احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وتر نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(الوتر واجب) فی الأصح..... وجہ الوجوب قوله ﷺ "الوتر حق فمن لم يوتر فليس مني" الوتر حق، فمن لم يوتر فليس مني الوتر حق، فمن لم يوتر فليس مني الوتر حق، فمن لم يوتر فليس مني" رواه أبو داود، والحاكم وصححه. قال العلامة الطحطاوي: (قوله: وعلي) أي في قوله ﷺ "الوتر واجب على كل مسلم"، وأجمعوا على أنه لا يصلي بدون نية الوتر، وأنه لا يصح من قعود، ولا على الدابة إلا من عذر. (۱) ترجمہ:

(وتر پڑھنا واجب ہے) صحیح قول کے مطابق..... اس کے وجوب کی وجہ نبی ﷺ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "وتر حق" ہے جس شخص نے وتر نماز نہیں پڑھی وہ مجھ سے نہیں۔ وتر حق ہے جس شخص نے وتر نماز نہیں پڑھی وہ مجھ سے نہیں۔ وتر حق ہے جس شخص نے وتر نماز نہیں پڑھی وہ مجھ سے نہیں" اس روایت کو امام ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے۔ اور اس کی صحت کا قول کیا ہے۔ علامہ طحطاوی "علی" کے بارے میں فرماتے ہیں جو کہ حدیث شریف میں آیا ہے "نبی ﷺ کے اس ارشاد میں کہ "الوتر واجب على كل مسلم" کہ وتر نماز ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور علمائے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وتر نماز بغیر نیت کے ادا نہیں ہوگی۔ اور یہ کہ بلا عذر بیٹھ کر اس کا پڑھنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی سواری پر، البتہ عذر کی صورت میں بیٹھ کر یا سواری پر پڑھی جائے تو جائز ہے۔



شوال کا چاند نظر آنے کے باوجود وتر باجماعت پڑھنا

سوال نمبر (241):

تیسویں رمضان کی رات نماز عشا کے بعد لوگوں نے باجماعت تراویح اور وتر ادا کی۔ پھر اس کے بعد چاند کی

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، باب الوتر، ص: ۳۰۴

شہادت آئی اور روایت ہلال کمیٹی نے عید کا اعلان کیا تو آیا اس صورت میں وتر نماز ادا ہوئی؟ کیونکہ سننے میں آیا ہے کہ غیر رمضان میں وتر نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا درست نہیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

رمضان المبارک میں تراویح کی طرح وتر نماز کے باجماعت پڑھنے کو بعض فقہائے کرام نے سنت لکھا ہے اور بعض نے اسے افضل قرار دیا ہے اور غیر رمضان میں باجماعت وتر پڑھنا اگر عادت اور دوام کے طور پر ہو تو خلاف شرع ہونے کی وجہ سے بدعت کے زمرے میں آتا ہے اور فقہائے کرام نے اس کے بارے میں جو ”لابحوز“ فرمایا ہے اس سے عدم صحت مراد نہیں، بلکہ مراد اس سے ”صحۃ مع الکراہۃ“ ہے۔

رمضان المبارک میں چونکہ لوگ اس بات کے مامور ہوتے ہیں کہ جب تک شوال کا چاند دیکھنے کی شہادت موصول نہ ہو، تراویح پڑھیں اور وتر بھی جماعت سے پڑھیں، الا یہ کہ رمضان المبارک کے تیس روزے پورے ہو جائیں۔ پہلی صورت میں جب کہ رمضان کے روزے اُن تیس ہوں اور لوگوں نے تراویح اور وتر دونوں جماعت سے پڑھ لیں، اس کے بعد چاند دیکھنے کی شہادت موصول ہوئی تو اب اس سے وتر کے باجماعت ادا کرنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ بغیر کسی کراہت کے ادا ہو گئی، لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال الحصکفی: (ولا یصلی الوتر) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی، بأن یقتدی أربعة بواحد کما فی الدرر، ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء إذ لا مانع. نہر.

قال ابن عابدین: قوله: (ای یکرہ ذلک) أشار إلى ما قالوا من أن المراد من قول القدوري فی مختصره لا یحوز الکراہۃ، لا عدم أصل الحواز، لکن فی الخلاصۃ عن القدوري أنه لا یکرہ..... ثم إن کان ذلک أحياناً کما فعل عمرؓ کان مباحاً غیر مکروہ، وإن کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعة مکروہۃ؛ لأنه خلاف المتوارث، وعلیه یحمل ما ذکره القدوري فی مختصره، وما ذکره فی غیر مختصره یحمل علی الأول. (۱)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراہۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل

ترجمہ:

اور رمضان المبارک کے علاوہ وتر یا نفل کو باجماعت ادا نہیں کیا جائے گی، یعنی نفل یا وتر نماز باجماعت پڑھنا اگر عام جماعت کی طرح لوگوں کو بلا کر ہاں صورت ادا ہو چار مقتدی ہوں اور ایک امام ہو تو یہ مکروہ ہے، جیسا کہ دُر میں ہے۔ اور اقتدا کی صحت میں کسی کا اختلاف نہیں، کیونکہ صحت اقتدا سے کوئی مانع موجود نہیں۔ علامہ ابن عابدینؒ علامہ حنفی کے قول ”وہیکرہ“ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ: ”اس میں ان حضرات کی طرف اشارہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ صاحب قدوری کا قول ”لا یجوز“ جو اس نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے اس سے مراد کراہت ہے، نہ کہ عدم جواز، لیکن خلاصہ میں قدوری کے حوالہ سے اس کو غیر مکروہ کہا گیا ہے۔ پھر یہ (یعنی نفل یا وتر نماز باجماعت پڑھنا) اگر کبھی کبھار ہو، جیسا کہ حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے تو یہ مباح ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں اور اگر بطریق مواظبت ہو تو پھر یہ بدعت اور مکروہ ہے، کیونکہ یہ خلاف شرع ہے۔ اور اسی پر صاحب قدوری کا قول محمول ہے جو انہوں نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے اور جو صاحب قدوری کا مختصر کے علاوہ اقوال ہیں تو وہ پہلی صورت پر حمل کیے جائیں گے۔



وتر کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہونا

سوال نمبر (242):

اگر کوئی آدمی وتر کی نماز پڑھ رہا ہو اور رکعتوں کی تعداد بھول جائے کہ یہ کونسی رکعت ہے، دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت تو اس صورت میں وہ کیا طریقہ اختیار کرے گا اور کونسی رکعت میں قنوت پڑھے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کو تعداد رکعات میں شک ہو جائے کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کتنی باقی ہیں تو دیکھا جائے گا کہ اس کا شک بطور عادت ہے یا نہیں۔ اگر بطور عادت نہ ہو، بلکہ اس کو پہلی مرتبہ شک لاحق ہوا ہو تو اس صورت میں یہ شخص نماز کو دوبارہ پڑھے گا اور اگر یہ شک اس کی عادت بن گئی ہو اور کثرت سے اس کو آتا رہتا ہو تو ایسی صورت میں جس طرف غلبہ ظن پیدا ہو جائے، اس پر عمل کرے گا، چاہے غلبہ ظن کم رکعتوں کے بارے میں ہو یا زیادہ کے بارے میں اور اگر غلبہ ظن بھی پیدا نہ ہو تو ایسی صورت میں کم پر عمل کرے۔

صورتِ مسئلہ میں وتر کی نماز پڑھتے ہوئے اگر ایک رکعت پڑھنا یقینی ہو اور اب دوسری یا تیسری میں شک ہو تو دو رکعتیں مزید پڑھے، تاکہ بات یقینی ہو جائے، لیکن اس میں ایک بات ضروری ہے کہ مزید رکعتیں جب پڑھنے لگے تو ہر رکعت میں قعدہ کرے گا، تاکہ قعدہ اخیرہ یقینی طور پر ادا ہو جائے اور اخیر میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔ جہاں تک دعاے قنوت پڑھنے کا مسئلہ ہے تو اس میں بعض کا قول یہ ہے کہ اخیر رکعت میں قنوت پڑھے گا۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ ہر رکعت میں قنوت پڑھے گا اور فقہائے کرام نے اس دوسرے قول کو احوط اور اصح قرار دیا ہے، لہذا اس پر عمل کیا جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ذكر الناطقي في أحسنه لو شك أنه في الأولى، أو الثانية، أو الثالثة، فإنه يقنت في الركعة التي هو فيها، ثم يقعد، ثم يقوم فيصلي ركعتين بقعدتين، ويقنت فيهما احتياطاً، وفي قول آخر لا يقنت في الكل أصلاً، والأول أصح. (۱)

ترجمہ:

ناطقیؒ نے اپنی اجناس نامی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی کو وتر کی نماز میں شک ہو کہ وہ پہلی رکعت میں ہے یا دوسری میں ہے یا تیسری میں تو (اس صورت میں حکم یہ ہے کہ) وہ جس رکعت میں ہے اس میں قنوت پڑھے، پھر قعدہ کرے، پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں دو قعدوں سے پڑھے اور ان دونوں رکعتوں میں بھی احتیاطاً قنوت پڑھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ (مذکورہ صورت میں) کسی رکعت میں بھی قنوت نہ پڑھے، پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔



باب التراويح (تراویح کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

رمضان کا مہینہ بلاشبہ امتِ محمدیہ کے لیے سراسر باعثِ خیر و برکت ہوتا ہے جس میں روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ہر خاص و عام کو دوسری عبادات میں بھی رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ بھی اس مہینے میں عبادات پر خصوصی توجہ فرماتے اور صحابہ کرام کو بھی عبادت کا شوق دلاتے جس کی واضح دلیل رمضان کی بعض راتوں میں صحابہ کرام کو جمع کر کے ان کو باجماعت نماز تراویح پڑھانا ہے۔ چونکہ جماعت شعارِ اسلام میں سے بنیادی شعار ہے جس کے ذریعے علی الاعلان بندگی اور طاعت کا اظہار ہوتا ہے اور طبعی طور پر انسان دوسرے لوگوں کو دیکھ کر ایک خاص ماحول میں کسی بڑے کام کی انجام دہی کو بھی ہلکا سمجھتا ہے، اس لیے رمضان جیسے مقدس مہینے کی عظمت اور اس کی برکات کو سمیٹنے کے لیے رات کے وقت نماز تراویح میں جماعت کو سنت قرار دیا گیا تاکہ مسلمانوں کو اس مقدس مہینے میں عبادت کے لیے ایک قوی محرک اور سبب مہیا ہو سکے۔

تراویح کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

تراویح ”ترویجہ“ کی جمع ہے جو راحت سے ماخوذ ہے۔ چونکہ اس نماز میں ہر چار رکعت پر استراحت کے لیے تھوڑا سا وقفہ رکھا جاتا ہے، اس لیے اس نماز کو نماز تراویح کہتے ہیں، یعنی اس وجہ تسمیہ کو ہم ”تسمیۃ الشیء باسم لازمہ“ کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ نماز خود بھی اہل ایمان کے لیے آخرت میں راحت کا ذریعہ ہے اس وجہ سے بھی اس کو تراویح کہنا درست ہے۔ اصطلاح فقہ میں حنفیہ کے ہاں ”رمضان کی راتوں میں دس تسلیمات کے ساتھ بیس رکعتوں کی ادائیگی“ کا نام تراویح ہے۔ (۱)

تراویح کی مشروعیت:

تراویح کی مشروعیت نبی کریم ﷺ کے قول و فعل ہر ایک سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”افترض الله عليكم صيامه وسنت لكم قيامه“۔

(۱) مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی التراويح، ص: ۳۳۳، ۳۳۴، بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل

تم پر رمضان کا روزہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے اور میں اس کا قیام، یعنی صلوٰۃ تراویح تمہارے لیے سنت قرار دیتا ہوں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود دو تین رات مسلسل صحابہ کو باجماعت صلوٰۃ تراویح پڑھائی، تاہم اس ڈر سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ (۱)

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ”صلوٰۃ تراویح“ کا یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے آخری رمضان کا واقعہ ہے جس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دوسرے سال لوگوں کو ایک امام کے پیچھے بیس رکعت پڑھنے پر جمع کر دیا جس پر حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرامؓ نے موافقت اختیار کی۔ اسی طرح تراویح کی مشروعیت پر پوری امت کا اجماع و اتفاق بھی ہے۔ (۲)

تراویح کا حکم:

تراویح سنت مؤکدہ ہے، مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے بھی۔ اس کا سنت مؤکدہ ہونا جس طرح حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی موافقت سے ثابت ہے، اسی طرح خود نبی کریم ﷺ کے قول و فعل سے بھی اس کا سنت ہونا ثابت ہے، لہذا جو شخص تراویح کی مشروعیت اور سنت ہونے سے انکار کرے تو وہ بدعتی، گم راہ اور مردود الشہادۃ ہے۔ (۳)

تراویح کی رکعتوں کی تعداد:

جمہور فقہائے کرام (حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے ہاں تراویح کی نماز دس تسلیمات کے ساتھ کل بیس رکعتیں ہیں۔ اسی تعداد پر حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ کی امامت میں لوگوں کو جمع کیا تھا اور اسی پر صحابہ کرامؓ کی موافقت بھی رہی۔ امام مالکؒ کے ایک قول کے میں تراویح کی تعداد ۳۶ ہے۔ (۴)

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الشاء أما بعد: ۱/۱۲۵، ۱۲۶

(۲) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، فصل في التراويح، ص: ۳۳۴، ۳۳۵، الموسوعة الفقهية، مادة التراويح: ۲۷/۱۳۹

(۳) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، فصل في التراويح، ص: ۳۳۴، ۳۳۵، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب النور والنوافل، محقق في صلوة التراويح: ۲/۴۹۳

(۴) بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في قدر التراويح: ۲/۲۷۴، ۲۷۵

یاد رہے کہ مذکورہ بیس رکعتوں کو دس سلاموں اور پانچ ترویحات کے ساتھ ادا کرنا مسنون ہے۔ اگر کسی نے ایک ہی سلام کے ساتھ تمام تراویح پڑھ لیں اور ہر دو رکعت کے بعد قعدہ میں بیٹھ گیا تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جائیں گی، البتہ اگر ہر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو تمام بیس رکعات صرف دو رکعتیں متصور کی جائیں گی۔ (۱)

اسی طرح اگر کسی شخص نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے ہوئے بیس رکعتوں یا پانچ ترویحات میں زیادتی کی تو ایسا کرنا مکروہ ہوگا، اس لیے کہ بیس رکعات سے زیادہ پڑھنا مستحب یا نفل ہے اور مستحبات و نوافل جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، تاہم اگر کوئی شخص اکیلے تراویح پڑھنا چاہے تو وہ امام مالکؒ کے قول کے مطابق ۳۶ رکعت تک بھی پڑھ سکتا ہے جس کے استحباب کا کوئی بھی منکر نہیں۔ (۲)

تراویح کے جواز کا وقت:

حنفیہ کے رائج قول کے مطابق تراویح کا وقت عشا کی نماز پڑھنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور اس کا آخری وقت طلوع فجر تک ہے۔ عشا کی سنتوں کی طرح تراویح بھی عشا کی نماز کی تابع ہیں، لہذا عشا کی نماز سے پہلے تراویح ادا کرنا درست نہیں اگرچہ عشا کا وقت داخل ہو۔

جہاں تک وتر کی بات ہے تو تراویح کی نماز پر اس کی تقدیم و تاخیر کا کوئی اثر نہیں، لہذا اگر عشا کی نماز پڑھنے کے بعد کسی شخص سے تراویح کی بعض یا تمام رکعتیں فوت ہو گئیں اور اس دوران امام وتر کے لیے کھڑا ہو گیا تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ کر جماعت کا ثواب حاصل کر لے اور بعد میں رہ جانے والی تراویح پڑھ لے۔ عام حالات میں علامہ شرنبلالیؒ کے ہاں وتر کو تراویح سے مؤخر کرنا افضل ہے۔

تراویح کا مستحب وقت:

تراویح کا مستحب وقت یہ ہے کہ ایک تہائی شب (ثلث اللیل) یا نصف شب سے کچھ پہلے تک نماز مؤخر کی جائے۔ نصف شب کے بعد تراویح کی ادائیگی بعض فقہاء کے ہاں مکروہ ہے، تاہم صحیح قول کے مطابق اس کو نصف شب

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سننہا: ۲/۲۷۶، الدر المختار مع رد المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث فی صلوٰۃ التراویح: ۴۹۳/۲

(۱) فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ، کتاب الصوم، باب التراویح، فصل فی مقدار التراویح: ۱/۲۳۴، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب التاسع، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۵

سے مؤخر کرنا بھی بلا کراہت درست ہے اس لیے کہ تراویح ”صلاة اللیل“ میں سے ہے اور صلاة اللیل میں تاخیر افضل ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر فوت ہونے کا خطرہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ مؤخر کئے بغیر جلدی پڑھ لے۔ (۱)

تراویح کی جماعت کا حکم:

تراویح باجماعت پڑھنے کو علامہ مرغینانیؒ نے سنت عین قرار دیا ہے، یعنی ہر شخص کے لیے باجماعت پڑھنا مستقل سنت ہے، تاہم علامہ ہسکلیؒ، شامیؒ، عالمگیری اور صدر الشہید وغیرہ نے تراویح کی جماعت کو سنت کفائی قرار دیا ہے، اس لیے کہ بعض صحابہ کرامؓ اور تابعین سے تراویح کی نماز اکیلے پڑھنا بھی ثابت ہے۔ یہی قول اکثر فقہائے کرام کے ہاں زیادہ صحیح ہے۔

جماعت کے ساتھ پڑھنا اگرچہ افضل ہے، تاہم اگر کوئی شخص جماعت کے لیے حاضر نہ ہو سکے تو اس پر نہ تو کوئی ملامت ہے اور نہ ہی وہ تارکِ سنت کہلائے گا، البتہ اگر کوئی شخص لوگوں کی نظروں میں مقتدی اور پیشوا کی حیثیت رکھتا ہو اور اس کی حاضری سے تکثیر جماعت کا فائدہ ہو رہا ہو تو ایسے شخص کے لیے تراویح کی جماعت کو چھوڑنا مناسب نہیں۔

اسی طرح اگر کسی جگہ کے لوگ تمام کے تمام تراویح کی نماز اکیلے پڑھ لیں تو سنت چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے اور اگر چند افراد جماعت کے ساتھ پڑھ لیں تو سب کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔ (۲)

تراویح کی نماز کو گھر میں باجماعت پڑھنے کا حکم:

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جن نمازوں میں جماعت کو سنت قرار دیا گیا ہے ان سب کے لیے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان کو مسجد کے اندر باجماعت ادا کر لیا جائے۔ اگر کوئی شخص ان نمازوں کو گھر کے اندر باجماعت ادا کر لے تو بے شک جماعت کی فضیلت تو مل جائے گی، لیکن مسجد کے اندر جماعت پڑھنے سے جو فضیلتیں مل رہی تھیں، مثلاً: تکثیر

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی قدر الترویج: ۲/۲۷۵، الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث

فی صلوٰۃ الترویج: ۲/۴۹۳-۴۹۵، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی صلوٰۃ الترویج، ص: ۳۳۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث فی صلوٰۃ الترویج: ۲/۴۹۵، مراقی الفلاح مع

حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی صلوٰۃ الترویج، ص: ۳۳۶، ۳۳۷، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب التاسع، فصل

فی الترویج: ۱/۱۱۶

جماعت، اعتکاف کا ثواب، مسجد کی فضیلت، شعائر اسلام کا برملا اظہار اور لوگوں کو طاعات پر براہیختہ کرنے کے ثواب سے محروم رہ جائے گا۔ (۱)

نماز تراویح دو جگہ پڑھنے کا حکم:

اگر کوئی شخص ایک مسجد میں تراویح کی نماز پڑھالے تو دوسری مسجد میں اس کے لیے تراویح پڑھانا جائز نہیں، اس لیے کہ ایک ہی وقت میں ایک سنت کا تکرار جائز نہیں، تاہم اگر مقتدی ایک مسجد میں باجماعت تراویح پڑھ لے تو دوسری مسجد میں بھی باجماعت پڑھ سکتا ہے، البتہ وتر دوبارہ نہ پڑھے۔ (۲)

نماز تراویح کی سنتیں:

(۱) جماعت کے ساتھ ادا کرنا

(۲) مسجد میں ادا کرنا

(۳) ادا کرتے وقت تراویح، قیام رمضان یا سنت وقت کی نیت کرے۔ صرف نماز یا نفل کا ارادہ کافی نہیں، کیوں کہ یہ ایک مستقل نماز ہے، لہذا اگر فرض پڑھنے والے یا مطلق نماز پڑھانے والے امام کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کی جائے تو صحیح تر قول کے مطابق ایسا کرنا درست نہ ہوگا۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ہر دو رکعت پر مستقل نیت کرے، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یک بارگی نیت کافی ہوگی، اس لیے کہ تمام رکعات ایک ہی نماز کے درجے میں ہیں۔ (۳)

(۴) ہر رکعت میں دس آیات پڑھی جائیں۔ مذکورہ رائے حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کی ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے، کیونکہ پورے ماہ میں کل چھ سو رکعت تراویح ادا کی جاتی ہیں اور آیات قرآنی چھ ہزار سے کچھ زیادہ ہیں تو اس طرح بہ سہولت پورے ماہ میں ایک ختم ہو سکے گا۔ بعض فقہا نے مغرب یا عشا کی قرأت کے بقدر پڑھنا افضل قرار دیا ہے جبکہ حضرت عمرؓ سے ایک رکعت میں تیس، پچیس اور بیس آیات بھی ثابت ہے، تاہم علامہ کاسانی

(۱) حوالہ جات سابقہ

(۲) بدائع الصنائع، فصل فی سننہا: ۲/۲۷۸، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی صلاۃ التراويح، ص: ۳۳۵،

الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب التاسع، فصل فی التراويح: ۱/۱۱۶

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی سننہا: ۲/۲۷۵، ۲۷۶، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ، کتاب الصوم،

باب التراويح، فصل فی نية التراويح: ۱/۲۳۶، ۲۳۷

فرماتے ہیں کہ امام کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ مقتدیوں کے شوق و رغبت کو دیکھ کر قرأت کرے، اس لیے کہ مقتدیوں کی رعایت رکھنے سے تکثیر جماعت کا فائدہ حاصل ہوگا جو کہ تطویل قرأت سے بہتر ہے۔ شیخین کے ہاں تمام رکعتوں میں برابر برابر تلاوت کرنا افضل ہے جب کہ امام محمدؒ کے ہاں پہلی رکعت میں نسبتاً زیادہ تلاوت افضل ہے اسی طرح تمام ترویحات میں یکسانیت کے ساتھ قرأت کرنا بھی افضل ہے تاکہ لوگوں کو تھکن کا احساس نہ ہو۔

(۵) ہر دو رکعتوں کو الگ الگ سلام کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔ (۱)

(۶) افضل یہ ہے کہ تمام تراویح ایک ہی امام پڑھالے، تاہم اگر دو امام ہوں تو مستحب یہ ہے کہ ایک امام ایک تراویح، یعنی چار رکعت مکمل کر کے دوسرے امام کو موقع دے۔ ایک امام کے لیے فرض پڑھانا اور دوسرے کے لیے تراویح پڑھانا بلا کراہت جائز ہے۔ حضرت عمرؓ اور ابی بن کعب کی عام عادت ایسی ہی تھی۔ (۲)

(۷) تراویح کو کھڑے ہو کر ادا کرنا سنت ہے۔ بلا عذر بیٹھ کر ادا کرنا جائز تو ہے، البتہ استحباب اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔

(۸) امام ہر چار رکعات (ترویجہ) کے بعد ان چار رکعات کے بقدر استراحت اور آرام کرے جس میں تسبیح و تہلیل، درود شریف اور تہناماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ قاضی خان فرماتے ہیں کہ اہل مکہ ہر ترویجہ کے درمیان مکمل طواف کرتے تھے جب کہ اہل مدینہ ہر ترویجہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے، لہذا اہل مدینہ کے ہاں تراویح کی بیس رکعات ان چار ترویحات کی وجہ سے ۳۶ تک پہنچ جاتی تھیں۔ غالباً امام مالک کا استدلال اہل مدینہ کے اسی تعامل سے ہے۔

اسی طرح بیس رکعات مکمل کرنے کے بعد بیٹھنا بھی سلف سے ثابت ہے۔ چار رکعات کے بعد جلسہ استراحت، یعنی ترویجہ چھوڑ کر دس رکعات کے بعد بیٹھنا مکروہ اور سلف کے عمل کے مخالف ہے۔ (۳)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سننہا: ۲/۲۷۶، ۲۷۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سننہا: ۲/۲۷۸، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب التاسع، فصل

فی التراويح: ۱/۱۱۶

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سننہا: ۲/۲۷۸، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ، کتاب الصوم، باب

التراويح، فصل فی مقدار التراويح: ۱/۲۳۵

چند متفرق مسائل:

(۱) عقل مند اور باشعور بچے کی امامت کو بعض فقہانے تراویح میں جائز قرار دیا ہے، تاہم عامۃ المشائخ کا فتویٰ عدم جواز پر ہے۔ (۱)

(۲) تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں کی جائے گی، یعنی نہ تو جماعت کے ساتھ اور نہ بغیر جماعت کے۔ (۲)

(۳) رمضان کے مہینے میں تراویح کی طرح وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا گھر میں تنہا پڑھنے سے افضل ہے۔ (۳)

(۴) تراویح میں ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے، لہذا قوم کی سستی کی وجہ سے اس کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ دو مرتبہ یا ہر ایک عشرہ میں ایک ایک ختم کر کے تین مرتبہ ختم کرنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ بعض مشائخ نے اس بات کو زیادہ بہتر سمجھا ہے کہ ستائیس رمضان کو قرآن مجید ختم کر دیا جائے۔ اسی کے پیش نظر انہوں نے اپنے مصاحف ۵۴۰ رکوع پر تقسیم کر لئے تھے۔ (۴)

(۵) اگر تمام لوگ عشا کی نماز باجماعت نہ پڑھ سکیں تو ان کے لیے تراویح میں جماعت کرنا درست نہیں، تاہم اگر کوئی ایک شخص تنہا فرض کی جماعت سے رہ جائے تو وہ فرض نماز تنہا ادا کرنے کے بعد باجماعت تراویح میں شریک ہو جائے۔ (۵)



(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب التاسع، فصل فی التراويح: ۱/۱۱۶، ۱۱۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان أدائها إذا فانت: ۲/۲۷۸، فتاویٰ قاضی حان علی ہامش الہندیۃ، کتاب

الصوم، باب التراويح، فصل فی وقت التراويح: ۱/۲۳۶

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب التاسع، فصل فی التراويح: ۱/۱۱۶، ۱۱۷

(۴) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب التاسع، فصل فی التراويح: ۱/۱۱۷، ۱۱۸، مرا فی الفلاح مع حاشیۃ

الطحطاوی، فصل فی صلوۃ التراويح، ص: ۳۳۷

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والتوافل، مبحث فی صلوۃ التراويح: ۲/۴۹۹

باب التراویح

(تراویح کا بیان)

بیس رکعات تراویح پڑھنا

سوال نمبر (243):

ہمارے محلے کا ایک ساتھی اس بات پر اصرار کر رہا ہے کہ تراویح میں رکعات پڑھنے کا حکم کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ اس کے برعکس مولوی صاحب یہ بات جزم کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ تراویح کے بیس رکعات ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اس حوالے سے دینی رہنمائی فرمائیں؟

بیٹو! توجہ کرو!

الجواب وبالله التوفیق:

رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح پڑھنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے جس پر آج تک امت کا تعامل چلا رہا ہے۔ جہاں تک رکعات کی تعداد کا مسئلہ ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے جب ایک قاری کی اقتدا میں بیس رکعات تراویح پڑھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی تو گویا صحابہ کرامؓ کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ثابت ہوا۔ اصولی طور پر یہ فیصلہ مرفوع روایت کے حکم میں ہے، اس لیے کہ عبادات میں خلاف قیاس حکم کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ ضرور آپ ﷺ نے بیس رکعات تراویح کا حکم فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ نے خود خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شان سے یہ امر بعید ہے کہ وہ کوئی ایسا حکم دیں جو خلاف شریعت ہو اور پھر تمام صحابہ کرامؓ جو ایمان کے پہاڑ تھے، کیسے ایک خلاف سنت کام پر اجماع قائم کر سکتے ہیں؟ یہ تو گویا صحابہ کرامؓ پر الزام ہے، پھر صحابہ کرامؓ سے بڑا عالم آج کیسے پیدا ہوا کہ صحابہ نے جس عمل کو دین سمجھا، اس عمل کو وہ خلاف دین سمجھتا ہے۔ علاوہ ازیں جب یہ بات ثابت ہوئی کہ بیس رکعات تراویح پر صحابہ کا اجماع ہے تو اجماع کی خلاف کہنا کسی بھی طرح درست نہیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بیس رکعات سے کم تراویح نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

اکثر اہل العلم علی ما روی عن علیؑ و عمرؓ، و غیر ہما من اصحاب النبی ﷺ عشرين رکعة، و هو قول سفیان الثوریؒ، و ابن المبارکؒ، و الشافعیؒ. و قال الشافعیؒ: و هكذا أدركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين رکعة. (۱)

ترجمہ:

اکثر اہل علم کی رائے وہی ہے جو حضرت علیؑ و حضرت عمرؓ اور ان کے علاوہ صحابہ رسول ﷺ سے روایت کی گئی ہے، یعنی بیس رکعت تراویح اور یہ قول سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ شافعیؒ کا ہے اور امام شافعیؒ نے تو یوں فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں اسی طرح لوگوں کو پایا کہ وہ بیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں۔

ثم وقعت المواظبة عليها في أثناء خلافة عمرؓ، و وافقه على ذلك عامة الصحابةؓ، كما ورد ذلك في السنن، ثم مازال الناس من ذلك الصدر إلى يومنا هذا على إقامتها من غير تكبر و كيف لا وقد ثبت عن النبي ﷺ: "عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ كما رواه أبو داود. (۲)

ترجمہ:

بیس رکعات تراویح حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں اہتمام سے پڑھی جانے لگی اور صحابہ کرامؓ نے موافقت کی، جیسا کہ روایات میں مذکور ہے، پھر اس زمانے سے لے کر آج تک متواتر بغیر تکبر کے پڑھی جاتی رہیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا، حالانکہ حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔



(۱) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء في قيام شهر رمضان: ۱/۱۶۶

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الوتر و النوافل، تحت قوله: (و سن في رمضان عشرون رکعة): ۲/۱۱۷

وتر کے بعد تراویح پڑھنا

سوال نمبر (244):

اگر کسی شخص سے تراویح کی چند رکعتیں رہ جائیں اور امام وتر کی نماز جماعت سے پڑھ رہا ہو تو کیا مذکورہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھنے کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے؟ یا وتر پڑھنے سے پہلے تراویح مکمل کر لے؟

بیسوا نوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

تراویح پڑھنے کا بہتر وقت عشا کی نماز کے بعد اور وتر سے پہلے کا ہے، تاہم اگر کسی شخص سے باجماعت تراویح میں چند رکعتیں فوت ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ وتر باجماعت ادا کرے اور اس کے بعد بقیہ تراویح پڑھے۔ لہذا مذکورہ شخص امام کے ساتھ وتر ادا کرے اور جب فارغ ہو جائے تو بقیہ تراویح پڑھے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإذا فاته تروية أو ترويحتان، فلو اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة يشتغل بالوتر، ثم يصلي ما فاته

من التراويح، وبه كان يفتي، (۱)

ترجمہ:

اور جب کسی شخص سے تراویح میں ایک ترویجہ (چار رکعت) یا دو ترویجے فوت ہو جائیں، پس اگر وہ ان کی ادائیگی میں مشغول ہوتا ہے تو اس سے وتر کی جماعت فوت ہوتی ہے، لہذا وہ وتر جماعت سے پڑھے، پھر بقیہ تراویح ادا کرے اور اسی پر فتویٰ ہے۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الشراویع: ۱/۱۱۷

ترویجہ کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا

سوال نمبر (245):

ہمارے ہاں تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد بلند آواز سے ذکر کا اہتمام ہوتا ہے۔ از روئے شریعت اس عمل کی وضاحت کریں؟

بیشوا نؤمروا

الجواب وبالله التوفیق :

ترویجہ (چار رکعت تراویح) کے بعد بقدر ترویجہ بیٹھ کر ذکر اور تسبیحات کا استحباب فقہائے کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے، مگر بلند آواز سے ذکر کرنے کا کوئی صریح جزئیہ نہیں ملتا، اجتماعی طور پر جہراً ذکر، اگر کسی کو اس سے تکلیف نہ ہو تو پھر جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ خاموشی اور پست آواز سے ذکر کیا جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(یجلس) ندباً (بین کل أربعة بقدرها) ویخیرون بین تسبیح، وقراءة، وسکوت. (۱)

ترجمہ:

ہر چار رکعات کے بعد بقدر ترویجہ بیٹھنا مستحب ہے ان کو اختیار ہے کہ ذکر کریں، تلاوت کریں یا خاموش

بیٹھیں۔



ایک حافظ قرآن کا مکرر ختم قرآن کرنا

سوال نمبر (246):

رمضان کے مہینے میں ایک حافظ اگر تراویح میں ایک مرتبہ قرآن پاک سنا دے تو اس حافظ قرآن کے پیچھے دوسرا ختم جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسرا ختم سنت ہے یا نفل؟ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حافظ قرآن کا پہلا ختم سنت ہے جو کہ اس نے کیا ہے۔ اب اس کا دوسرا ختم نفل ہے، لہذا اس کے پیچھے سنت والوں کی اقتدا درست نہیں؟

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الترویج والنوافل: ۲/۴۹۶، ۴۹۷

الجواب وبالله التوفيق:

رمضان شریف میں تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن مسنون ہے، لیکن ایک ختم کرنے کے بعد دوسرا باعث فضیلت ہے، جبکہ تین مرتبہ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کوئی حافظ قرآن ایک مرتبہ تراویح میں ختم قرآن کرے تو وہ دوسری اور تیسری مرتبہ پڑھ سکتا ہے، چاہے اسی مسجد میں ہو یا کسی دوسری مسجد میں اور جہاں تک اقتدا کی بات ہے تو اقتداء نفس تراویح میں ہوتا ہے جو کہ امام اور مقتدی دونوں کے لیے سنت کا درجہ رکھتا ہے تو وہ لوگ جنہوں نے پہلی مرتبہ ختم قرآن میں شرکت نہیں کی، اب اگر ایسے امام کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں جس نے ایک مرتبہ ختم قرآن کیا ہو تو ان کی سنت ادا ہو جائے گی اور دونوں کے لیے یہ ختم باعث فضیلت و ثواب ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

السنة في التراويح إنما هو الختم مرة..... والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل

كذا في السراج الوهاج (۱)

ترجمہ:

تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے اور دو مرتبہ اولیٰ ہے اور تین مرتبہ سب سے افضل ہے۔



خواتین کا مردوں سے دور کھڑے ہو کر تراویح پڑھنا

سوال نمبر (247):

زید رمضان میں تراویح پڑھاتا ہے اس کے پیچھے خواتین اور مرد کھڑے ہیں، لیکن خواتین مردوں سے الگ کمرے میں تراویح پڑھتی ہیں جہاں ان کے لیے الگ انتظام کیا گیا ہے۔ اس طرح اتنی دوری کے ہوتے ہوئے خواتین کا نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

بیٹو! انہیں جبراً

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، فصل فی التراويح: ۱/۱۱۷

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ کی رو سے مسجد میں امام کے اقتدا کی درنگی کے لیے صفوف کا اتصال ضروری نہیں، بلکہ اتصال کے باوجود بھی اقتدا درست رہے گی، البتہ بلا عذر اتصال صفوف کو نظر انداز کرنا موجب کراہت ہے اور یہی حکم فقہائے مسجد بھی ہے۔

لہذا صورت مسئلہ میں اگر خواتین پردے کا اہتمام کرتے ہوئے ایسے کمرے میں نماز پڑھیں جو مسجد یا قریب مسجد میں داخل ہو تو اقتدا درست رہے گی، تاہم جس کمرے میں خواتین کھڑی ہوں، اس کمرے اور امام کے درمیان کوئی راستہ نہ ہو یا راستہ ہو، لیکن اس میں صفیں بنی ہوئی ہوں تو بھی اقتدا درست رہے گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و یحوز ابتداء جوار المسجد بإمام المسجد، وهو فی بیتہ، إذا لم یکن بینہ وبين المسجد طریق عام، وإن کان طریق عام، ولیکن سدۃ الصفوف جازا لاقتداء لمن فی بیتہ بإمام المسجد. (۱)
ترجمہ:

اور مسجد کے پڑوسی کے لیے مسجد کے امام کی اقتدا کرنا درست ہے، اس حال میں کہ مقتدی اپنے گھر میں اقتدا کرے، جبکہ اس کے گھر اور مسجد کے درمیان راستہ نہ ہو اور اگر درمیان میں راستہ ہو، لیکن اس میں صفیں بنائی گئی ہوں تب بھی اس شخص کی اقتدا درست رہے گی جس نے مسجد کے امام کا اقتدا اپنے گھر سے کی ہے۔



معذور کی اقتدا میں تراویح پڑھنا

سوال نمبر (248):

ہمارے محلے کا ایک حافظ صاحب معذور ہونے کی وجہ سے فرض نمازوں کی امامت نہیں کرتا۔ اگر وہ تراویح میں بھی قرآن نہیں سنائے گا تو قرآن بھول جائے گا تو تراویح اور نوافل میں امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں احناف اور شوافع کے مابین اختلاف کی وجہ سے شافعی مسلک اپنانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الرابع فی بیان یمنع صحۃ الاقتداء: ۸۸/۱

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے جو شخص معذور ہو، وہ غیر معذور لوگوں کا امام نہیں بن سکتا، چاہے فرض نماز میں ہو یا نفل میں، اس لیے اگر حافظ صاحب سے قرآن بھول جانے کا خطرہ ہو تو پھر معذور لوگوں کی تراویح میں امامت کرے یا انفرادی طور پر نوافل میں قرآن پڑھے یا ویسے ہی تلاوت کرتا رہے۔ اس مسئلہ میں کوئی خاص مجبوری نہیں کہ خفی کو اپنے مسلک چھوڑنے کی اجازت دی جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ولا یصلی الطاهر خلف من هو فی معنی المستحاضة.....) لأن الصحیح أقوى حالاً من

المعذور. (۱)

ترجمہ:

باوضو (صحت مند) شخص اس شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا جو معذور کے حکم میں ہو، اس لیے کہ صحیح آدمی کی حالت معذور سے قوی ہے۔



گھر میں باجماعت تراویح پڑھنا

سوال نمبر (249):

اگر چند افراد عورتوں سمیت گھر میں اکٹھے تراویح پڑھتے ہوں اور ان میں قرآن بھی سنایا جائے۔ تو کیا یہ

جائز ہے؟

بیِّنواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہی نقطہ نظر سے تراویح کی جماعت اور اس میں ختم قرآن سنت ہے، تاہم اگر کچھ لوگ گھر میں جماعت کے ساتھ پڑھے اور پردے میں رہ کر اس میں عورتیں بھی شریک ہوں تو یہ جائز ہے، البتہ مردوں کے حق میں بہتر یہی

ہے کہ وہ مسجد میں تراویح پڑھ لیا کریں اور عورتیں گھر میں انفراداً انفراداً پڑھ لیں، کیونکہ مردوں کا گھر میں نماز پڑھنے کی صورت میں دو فضیلتوں میں سے جماعت کی فضیلت قائل جائے گی، لیکن مسجد کی فضیلت سے محروم ہو جائیں گے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

وإن صلي بحماعة في البيت اختلف فيه المشايخ، والصحيح أن للجماعة في البيت فضيلة، وللجماعة في المسجد فضيلة أخرى، فإذا صلى في البيت بحماعة فقد حاز فضيلة أدائها بالجماعة، وترك الفضيلة الأخرى. (۱)

ترجمہ:

اور اگر کوئی شخص تراویح گھر میں جماعت کے ساتھ ادا کر دے تو اس میں مشائخ کا اختلاف پایا جاتا ہے، صحیح قول یہ ہے کہ گھر میں نماز باجماعت پڑھنے میں جماعت کی فضیلت ہے اور نماز باجماعت مسجد میں پڑھنے کی صورت میں دوسری فضیلت (جو کہ مسجد کی فضیلت ہے) پائی جاتی ہے، پس جب اس نے گھر میں باجماعت نماز پڑھی تو انہوں نے ایک فضیلت (جو کہ باجماعت تراویح پڑھنا ہے) پر تو عمل کیا، لیکن دوسری فضیلت (جو کہ مسجد کی ہے) اس سے محروم ہو گئے۔

إمامة الرجل للمرأة جائزة، إذا نوى الإمام إمامتها، ولم يكن في الخلوة أما إذا كان الإمام في الخلوة، فإن كان الإمام لهن، أو لبعضهن محرماً فإنه يجوز و يكره. (۲)

ترجمہ:

مرد کی امامت عورت کے لیے جائز ہے، بشرط یہ کہ امام عورت کی امامت کی نیت کرے اور امام خلوت (تنہائی) میں نہ ہو اور اگر امام تنہائی میں ہو اور امام ان سب کا یا ان میں سے بعض کا محرم ہو تو پھر کراہت کے ساتھ جائز ہے۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوفل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۶

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الإمامة: ۱/۸۵

عورتوں کا باجماعت نماز تراویح پڑھنا

سوال نمبر (250):

ہمارے گھرانے میں ایک حافظہ ہے۔ رمضان کے مہینہ میں اگر وہ قرآن نہ سنائے تو بھول جائے گی۔ اگر چند عورتیں اس کے ساتھ تراویح میں شامل ہوں اور وہ ان کو قرآن سنائے تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

بیشوا نوجہروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کی رو سے صرف عورتوں کی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ تراویح ہو یا دوسری نماز۔ صورت مسئلہ میں اگر ایک حافظہ ہو اور قرآن نہ سنانے کی وجہ سے بھول جانے کا اندیشہ ہو، تب بھی تراویح باجماعت پڑھانے کی اجازت نہیں۔ لہذا اکیلے اکیلے تراویح پڑھنا عورتوں کے لیے ضروری ہے اور قرآن یاد رکھنے کے لیے تنہا نماز میں دھرایا کرے یا کوئی دوسرا جائز طریقہ اختیار کرے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(و) بکسرہ تحریمًا (جماعة النساء) قال ابن عابدین: قوله: (ولو فی الشراویح) أفاد أن الکراهة

فی کل مانشرع فیہ جماعة الرجال فرضًا أو نفلاً. (۱)

ترجمہ:

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ تراویح ہو۔ یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ یہ کراہت ان تمام نمازوں میں ہے جن میں مردوں کی جماعت مشروع کی گئی ہو چاہے فرض نماز ہو یا نفل۔



تراویح میں ختم قرآن پر اجرت

سوال نمبر (251):

حفاظ کرام تراویح میں قرآن سناتے ہیں۔ لوگ ان کو ختم کی رات کچھ پیسے وغیرہ دے دیتے ہیں، حالانکہ پہلے

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة، مطلب إذا صلی الشافعی قبل الحنفی ۳۰۵/۲۰۰

سے کوئی اجرت مقرر نہیں ہوتی تو کیا ان کے لیے یہ پیسے لینا جائز ہے؟ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ تراویح پہ کم لینا دینا حرام ہے اور ایسے قاری صاحب کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز نہیں۔

بیشوا خرمرو

الجواب وبالله التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رو سے حافظِ قرآن کے لیے ختمِ قرآن پر مقتدیوں سے باقاعدہ اجرت کا معاہدہ اور تعین کرنے کے بعد کچھ لینا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو آمدنی کا ذریعہ بنانا ایک حافظِ قرآن کو زیب نہیں دیتا، تاہم اجرت اور مقتدیوں کے اعزاز و اکرام کے مابین فرق کرنا ضروری ہے۔ اجرت تو تب بنتی ہے جب حافظِ قرآن اور مقتدیوں کے مابین باقاعدہ معاہدہ ہو اور پھر ختم کے وقت اُسے وہی مقررہ رقم دی جائے تو ان پیسوں سے احتراز ضروری ہے۔

البتہ اگر کہیں حافظِ قرآن نے نہ ہی اجرت کا مطالبہ کیا ہو اور نہ ہی اس نیت سے ان کو قرآن سنایا ہو کہ مقتدیوں کی طرف سے مجھے قرآن سنانے پر رقم ملے گی تو اس صورت میں اگر مقتدیوں نے حافظِ قرآن کو اعزاز ادا کرنا کوئی چیز دے دی اور حافظ صاحب اس کو قبول کر لے تو یہ جائز ہے اور اس حافظِ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

واختلفوا فی الاستحجار علی قراءة القرآن مدة معلومة: قال بعضهم: لا يجوز، وقال بعضهم: يجوز، وهو المختار، والصواب أن يقال علی تعلیم القرآن، فإن الخلاف فیہ كما علمت لافي القراءة المجردة، فإنه لا ضرورة فیہا. (۱)

ترجمہ:

اور فقہائے کرام کے ہاں مدت معلومہ تک قرأتِ قرآن پر اجرت لینے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے ہاں لینا جائز نہیں ہے اور بعض کے ہاں جائز ہے اور یہی قول مختار ہے۔ اور درست یہ ہے کہ علی تعلیم القرآن کہا جائے (بجائے علی قراءة القرآن کے)، اس لیے کہ اختلاف تو تعلیم القرآن پر اجرت لینے میں ہے، نہ کہ قرأت

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستحجار علی

قرآن پر اس لیے کہ وہاں تو ضرورت ہی مفقود ہے۔



تراویح کی آخری رکعت میں سورۃ بقرہ ”المفلحون“ تک پڑھنا

سوال نمبر (252):

نماز تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر آخری دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھی جاتی ہے اور دوسری میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ بقرہ کو المفلحون تک پڑھا جاتا ہے تو یہ مروجہ طریقہ اختیار کرنا درست ہے یا نہیں؟

بیِّنُوا تَزْجُرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا ختم سراپا خیر ہی خیر ہے، تاہم ایک مرتبہ قرآن ختم کرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ پھر سے شروع کیا جائے۔ حدیث شریف میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

قال رجل يا رسول الله أي العمل أحب إلى الله؟ قال: الحال المرتحل. (۱)

ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ: ”اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے

فرمایا: اللہ تعالیٰ کو محبوب عمل حال مرتحل ہے“ یعنی قرآن کو شروع کر کے ختم کرنے کے بعد پھر سے

از سر نو شروع کیا جائے۔

ایک دوسری حدیث میں بروایت ابی بن کعب مروی ہے کہ حضور پاک ﷺ جب سورۃ الناس پڑھتے تو اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھ کر سورۃ بقرہ کو بھی المفلحون تک پڑھتے تھے۔ علامہ سیوطی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الائقان فی علوم القرآن“ میں اس کو سنت لکھا ہے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں دورانِ ختم آخری دو رکعتوں میں اگر حافظ اول رکعت میں سورۃ الناس اور دوسری رکعت میں سورۃ بقرہ المفلحون تک تلاوت کرے تو یہ ایک مسنون و مستحب عمل ہے، اس لیے اس کا اہتمام بہت بہتر ہے۔

والدليل على ذلك:

بسن إذا فرغ من الختمه أن يشرع في أخرى عقب الختم الحديث الترمذي، وغيره أحب الأعمال إلى الله الحال المرتحل الذي يضرب من أول القرآن إلى آخره كلما أحل ارتحل، وأخرج الدارمي بسند حسن عن ابن عباس عن أبي بن كعب أن النبي ﷺ كان إذا قرأ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ افتتح من الحمد، ثم قرأ من البقرة إلى ﴿وَإِلَيْكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ثم دعا بدعاء الختمه، ثم قام. (۱)

ترجمہ: ایک ختم سے فارغ ہوتے ہی دوسرا ختم شروع کر دینا مسنون ہے اور اس کی بابت ترمذی وغیرہ کی یہ حدیث سند قرار دی گئی ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے بڑھ کر پسندیدہ عمل اس شخص کا ہے جو قرآن کو شروع کر کے اُسے پڑھتا ہے اور جب ختم کرتا ہے تو پھر آغاز کر دیتا ہے۔ اور دارمی نے سند حسن کے ساتھ بواسطہ ابن عباس، ابی بن کعب سے روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ جس وقت ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ چکے تو الحمد سے پھر شروع کر دیتے اور اس کو پڑھ لینے کے بعد سورہ بقرہ میں سے بھی ﴿وَإِلَيْكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ تک قرأت فرماتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دعا فرما کر تشریف لے جاتے تھے۔



ترتیب کی دو رکعتوں میں قعدہ چھوڑنے کے اثرات

سوال نمبر (253):

چند مسائل میں وضاحت مطلوب ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

- (۱) ایک آدمی تراویح کی (دوسری رکعت پر) بیٹھتا نہیں اور چار رکعت پوری کر لے۔ اس میں کون سی دو نفل ہوں گی اور کون سی دو تراویح؟
- (۲) ان چار میں جو دو رکعتیں نفل ہو گئیں، ان میں جو قرأت کی ہے، وہ دوبارہ پڑھے گا یا نہیں جب ختم قرآن کا ارادہ ہو؟
- (۳) اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا ہو اور چار رکعتیں پوری کر لے تو پھر کیا صورت ہوگی؟
- (۴) اگر تین رکعتیں پڑھ لے اور دوسری رکعت پر نہ بیٹھے تو کیا کرے گا؟
- (۵) اگر امام پہلی یا تیسری رکعت پر بیٹھ کر سلام پھیرے اور مقتدی اس کو اطلاع دینا چاہے تو کیسے دے گا؟

(۱) السبوطی، حلال الدین بن عبد الرحمن، الإنفاق في علوم القرآن، النوع الخامس والثلاثون في آداب تلاوته وتأليفه: ۱۱۱۱۱، سہیل اکیڈمی، لاہور

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص دو رکعت تراویح کی نیت باندھ لے اور پھر دوسری رکعت کا قعدہ چھوڑ کر چار رکعت پوری کر لے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت میں فساد پر قول کیا ہے اور دوسری میں عدم فساد مروی ہے۔ چنانچہ محمد بن فضیلؒ نے دوسری روایت کو صحیح مانا ہے۔ اس وجہ سے ادھر عدم فساد کا قول کیا جائے گا۔

لیکن واضح رہے کہ ان میں اب دو رکعتیں نفل کی شمار ہوں گی، چنانچہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اول و نفل کی اور اخیر دو تراویح کی شمار کی جائیں گے۔

(۲) جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا کہ مذکورہ مسئلہ میں دو رکعتیں نفل کی شمار ہوں گی، اس وجہ سے اگر تراویح میں ختم قرآن شروع کیا ہے تو اول دو رکعتوں میں جو تلاوت کی گئی، وہ ختم قرآن کا حصہ نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ مکمل ختم قرآن کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ان دو رکعتوں کی قرأت کو دوبارہ ادا کیا جائے گا۔

(۳) اگر چار رکعتیں پوری کر لے اور دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو تو اس وقت یہ چار رکعتیں تراویح میں سے شمار ہوں گی۔
(۵، ۳) اگر تین رکعتیں پڑھی ہوں اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو ایسی صورت میں صحیح قول کے مطابق نماز فاسد ہے۔ از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر قعدہ اولیٰ کیا ہے تو دو رکعتیں صحیح ہیں۔ اور صاحبینؒ کے قول کے مطابق ”لزم النفل بالشروع“ کے قاعدہ کی وجہ سے اس پر دو رکعت ادا کرنا واجب ہے۔

علاوہ ازیں اگر امام پہلی یا تیسری رکعت پر بیٹھ جائے تو نمازیوں کو چاہیے کہ امام کو اللہ اکبر، سبحان اللہ جیسے الفاظ سے تنبیہ کریں، تاہم علاقائی زبان میں تنبیہ جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وفي الفتاوى: ولو صلى أربعاً بتسليمة، ولم يقعد في الثانية، ففي الاستحسان لا تفسد، وهو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة، وأبي يوسف، وإذا لم تفسد قال محمد بن فضل: تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح كذا في السراج الوهاج، (۱)

ترجمہ: فتاویٰ میں ہے کہ اگر کسی نے (تراویح میں) چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا تو از روئے استحسان اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ دو روایتوں میں سے زیادہ ظاہر روایت

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل في التراويح: ۱۱۸/۱

میں یہی ہے اور جب (مذکورہ صورت میں) نماز فاسد نہیں ہوتی تو وہ چار رکعتیں (تراویح کی) ایک سلام (یعنی دو رکعتوں) کے قائم مقام ہوں گی اور یہی حکم صحیح ہے۔

ولو صلى التلوع ثلاث ركعات، ولم يقعد على رأس الركعتين، الأصح أنه تفسد صلواته. (۱)
ترجمہ: اگر کسی شخص نے تین رکعت نفل نماز پڑھ لی اور دو رکعتوں کے بعد التحیات کے لیے نہیں بیٹھا تو زیادہ صحیح حکم یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولو صلى عشر ركعات بتسليمة واحدة، وقعد في كل ركعتين، فعلى قولهما يجوز عن أربع ركعات، وعلى قول أبي حنيفة في الروايات الظاهرة يجوز عن أربع تسليمات، وعلى قول العامة وهو الصحيح يجوز عن خمس تسليمات كل ركعتين عن تسليمة. (۲)

ترجمہ: اگر کسی نے ایک سلام کے ساتھ دس رکعات تراویح پڑھ لیں اور ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھتا رہا تو صاحبین کے قول کے مطابق چار رکعتوں کے قائم مقام ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق، جو ظاہر الروایت بھی ہے، یہ (ایک سلام کے ساتھ دس رکعتیں) چار سلاموں (آٹھ رکعتوں) کے قائم مقام ہیں اور عام فقہائے کرام کے نزدیک، جو کہ صحیح قول بھی ہے، یہ (ایک سلام کے ساتھ دس رکعتیں) پانچ سلاموں کے ساتھ (دس رکعتوں) کے قائم مقام ہیں گویا کہ یہ ہر دو رکعتوں کے بعد ایک سلام ہو۔



لاؤڈ سپیکر پر ختم قرآن

سوال نمبر (254):

رمضان المبارک میں لاءؤڈ سپیکر پر ختم قرآن کرنا کیسا ہے؟

بیٹواتو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

اسلام انسان کو دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کا درس دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے قرآن کی تلاوت اور ذکر جیسی فضیلت والی عبادات کو بلند آواز سے ایسی اوقات میں کرنے سے منع فرمایا ہے، جن میں یہ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۳

(۲) الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الصلوۃ، نوع آخر فیما اذا یصلی ترویجۃ واحدة بتسليمة واحدة: ۱/۴۸۲

دوسروں کو ایذا رسانی کا سبب بنتے ہوں۔

تراویح میں لاؤڈ سپیکر پر قرآن سناتے وقت اگر آواز غائب لوگوں تک پہنچتی ہو تو یہ چونکہ ان کے آرام و دیگر مصروفیات میں خلل ڈالنے اور ان کی ایذا رسانی کا سبب بنتا ہے، اس لیے اس سے احتراز ضروری ہے۔ اور لاؤڈ سپیکر پر تلاوت کی آواز اتنی اونچی ہونی چاہیے کہ صرف حاضرین کو سنائی دے اور باہر لوگوں کے آرام و دیگر مصروفیات میں خلل کا باعث نہ بنے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

قوله: (ورفع صوت بذکر) أقول: اضطرب كلام صاحب البزازیة في ذلك، فتارة قال: إنه حرام، وتارة قال: إنه جائز. وفي الفتاوی الخيرية من الكراهية الاستحسان..... وهناك أحاديث اقتضت طلب الأسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كما جمع بذلك بين أحاديث الجهر، والإخفاء بالقراءة، ولا يعارض ذلك حديث "خير الذکر الخفي" لأنه حيث خيف الرياء أو تأذي المصلين أو النيام، فإن خلا مما ذكر، فقال بعض أهل العلم: إن الجهر أفضل. (۱)

ترجمہ:

علامہ ہسکٹیؒ فرماتے ہیں کہ ذکر میں آواز بلند کرے۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ”اس کے بارے میں صاحب بزازیہ کے قول میں اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ کبھی فرماتے ہیں کہ: ”یہ حرام ہے اور کبھی فرماتے ہیں کہ: ”جائز ہے“۔ اور فتاویٰ خیر یہ میں کراہت اور استحسان دونوں کا قول ہے۔۔۔ اور احادیث اخفا کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اور ان میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ یہ اختلاف اشخاص اور احوال کے اختلاف سے ہے۔ جس طرح کہ تلاوت کے جبر اور اخفا میں تطبیق ہوئی ہے۔ اور یہ اس حدیث کے معارض نہ ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ بہترین ذکر سری ہے، کیونکہ وہ ریاکاری اور نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف دینے کی صورت میں ہے۔ اگر ان چیزوں کا خوف نہ ہو تو بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ جبر افضل ہے۔

لا ضرر ولا ضرار. (۲)

ترجمہ: نہ ضرر پہنچے اور نہ ضرر پہنچایا جائے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مطلب فی رفع الصوت بالذکر: ۴۳۴/۲. (۲) الاناسی، محمد خالد، شرح المحلۃ، المادۃ (۱۹): ۵۲/۱، مکتبۃ حقانیۃ، پشاور

باب سجود السهو

(سجدہ سہو کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

بھول چوک انسان کی سرشت اور فطرت میں ہے، اس لیے شریعت نے اس قسم کی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے ذرائع بھی مقرر کئے ہیں۔ فوت شدہ فرائض و واجبات کی قضا، سجدہ سہو، دورانِ حج دم اور صدقہ کا وجوب انہی ذرائع میں سے بنیادی ذرائع ہیں جن کی مشروعیت کا بنیادی مقصد عبادات میں آنے والی کمی، کوتاہی کو پورا کرنا ہے۔ (۱)

سہو کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

فقہائے کرام کے ہاں سہو اور نسیان کا معنی ایک ہی ہے، یعنی ”غفلت“ اور ضرورت کے وقت کسی شے کا عدم استحضار۔

”عدم استحضار الشيء وقت الحاجة“

بعض فقہاء اور حکمائے سہو اور نسیان کے مابین کچھ باریک فرق بھی ذکر کئے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں نماز کے آخر میں ان دو سجدوں کا نام ہے جو کسی خلل یعنی بلا ارادہ واجب شدہ چیز کو چھوڑنے یا ممنوعہ چیز کے ارتکاب کی تلافی کے لیے ادا کئے جاتے ہیں۔

”هو ما يكون في آخر الصلوة أو بعدها الجبر خلل بترك بعض مأموريه، أو فعل بعض“

منہی عنه دون نعمد۔ (۲)

سجدہ سہو کی مشروعیت اور اس کا حکم:

سجدہ سہو کی مشروعیت نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی مواظبت سے ثابت ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان الواجبات الأصلية فی الصلوة، أما سجود السهو: ۱/ ۶۹۰، الدر المختار مع

رد المختار، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/ ۵۳۹

(۱) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/ ۵۳۹، ۵۴۰

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة، سجود السهو: ۲۴/ ۲۳۴

کے قولی احادیث میں بھی اس کے اکثر احکام کا تذکرہ موجود ہے۔ ابو داؤد کی روایت ہے:

”لکل سہو مسجدتان بعد ما سلم“ (۱)

ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں۔

مذکورہ روایات کو مد نظر رکھ کر حنفیہ کے رائج قول کے مطابق سجدہ سہو واجب ہے۔ علامہ کاسانی نے عقلی و نقلی

دلائل سے اس کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ (۲)

سجدہ سہو کن چیزوں سے واجب ہوتا ہے؟

نماز میں جو چیزیں فوت ہو جائیں وہ تین قسم کی ہو سکتی ہیں: فرائض، سنن اور واجبات۔ فرائض چھوٹ جائیں تو اگر قضا کر کے ان کا تدارک کرنا ممکن ہو تو تدارک کیا جائے گا اور نماز درست ہو جائے گی ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی، مثلاً: پہلی رکعت میں ایک سجدہ چھوٹ گیا، دوسری رکعت میں یاد آیا تو اس کو ادا کر لے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

سننیں چھوٹ جائیں تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ واجبات کو قصد ترک کر دے، تب بھی سجدہ سہو کافی نہیں

ہوگا، البتہ واجبات سہو چھوٹ جائیں تو اب سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (۳)

علامہ شرنبلالی اور حاکمی فرماتے ہیں کہ عہدِ اوجب چھوڑنے کی صورت میں نقصان کا ازالہ سجدہ سہو کے ذریعے

ناممکن ہے، ایسی صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہے، تاہم فقہائے کرام نے درج ذیل صورتوں میں عہدِ اوجب چھوڑے ہوئے واجب کی سجدہ سہو کے ذریعے تلافی کو جائز کہا ہے۔ ان صورتوں میں نماز کے جواز کے باوجود عہدِ اوجب چھوڑنے کا وبال نمازی کے ذمہ باقی رہے گا، لہذا اعادہ کرنا بہر صورت اولیٰ ہے۔ ان صورتوں میں فقہائے کرام نے نام بدل کر اس کو ”سجدہ عذر“ سے تعبیر کیا ہے۔ وہ صورتیں یہ ہیں۔

(۱) قعدہ اولیٰ کو چھوڑ دینا

(۲) قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا

(۱) سنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من نسي أن يتشهد: ۱/۱۵۶، سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوٰۃ، باب ماجاء فی من سجدھا بعد السلام، ص: ۸۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، قبیل فصل فی بیان سبب الوجوب: ۱/۶۹۰، ۶۹۱

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجد السہو: ۱/۱۲۶، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب

سجد السہو، ص: ۳۷۴

(۳) افعال صلوٰۃ میں شک ہو اور سوچتے سوچتے ایک رکن، یعنی تین تسبیحات کے بقدر تاخیر ہو گئی۔

(۴) پہلی رکعت کے ایک سجدہ کو نماز کے آخر تک مؤخر کر دے۔

(۵) سورۃ فاتحہ کو عمداً چھوڑ دے۔ (۱)

سجدہ سہو واجب ہونے کے اصولی اسباب:

درحقیقت سجدہ سہو کسی واجب کو سہواً چھوڑ دینے سے واجب ہوتا ہے، تاہم فقہائے کرام نے آسانی کی خاطر اس کے لیے چند اصولی صورتیں ذکر کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) کسی واجب کو سہواً چھوڑ دینا۔ واجب سے مراد نماز کے واجباتِ اصلیہ ہیں، لہذا تلاوت میں ترتیب کی رعایت یا آیت سجدہ کی تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کی ادائیگی وغیرہ ایسے واجبات ہیں جن کے چھوڑنے پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، تاہم عالمگیری اور علامہ کاسانی نے تلاوت کے بعد سجدہ تلاوت کی تاخیر پر سجدہ سہو کو واجب قرار دیا ہے۔ (۲)

(۲) کسی واجب کو سہواً اپنی جگہ سے مقدم کرنا۔

(۳) کسی واجب کو سہواً اپنی جگہ سے مؤخر کرنا۔

(۴) کسی واجب میں سہواً کی یا ایسی زیادتی کرنا جو نماز کے جنس سے ہو۔ اگر نماز کے جنس سے نہ ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۵) کسی واجب کو سہواً تکرار کے ساتھ ادا کرنا۔

(۶) کسی رکن کو سہواً اپنی جگہ سے مقدم کرنا۔

(۷) کسی رکن کو سہواً اپنی جگہ سے مؤخر کرنا۔

(۸) کسی رکن کو سہواً تکرار کے ساتھ ادا کرنا۔

(۹) کسی رکن میں سہواً ایسی زیادتی کرنا جو زیادتی نماز کے جنس سے ہو۔ (۳)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو: ۵۴۳/۲، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو، ص: ۳۷۶

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱۲۶/۱، ۱۲۷، بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان سبب الوجوب: ۶۹۲/۱

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ حوالہ بالا، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب سجود السہو، ص: ۳۷۴، ۳۷۵، البیانۃ علی الہدایۃ، باب سجود السہو: ۷۲۲/۲

شک کی وجہ سے سجدہ سہو:

سجدہ سہو کے واجب ہونے کی ایک وجہ نماز میں شک بھی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو رکعات کی تعداد میں شک ہو جائے اور پتہ نہ چلے کہ اس نے کتنی رکعات پڑھیں تو نیت تو ذکر از سر نو نماز ادا کرے، تاہم یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کو پہلی بار شک آیا ہو، یعنی وہ شک کا عادی نہ ہو۔ اگر بار بار شک آنے کی نوبت آتی ہو تو رجحان قلب کو دیکھے گا اور جدھر رجحان ہو اس پر عمل کرے گا۔ اگر کسی طرف بھی رجحان نہ ہو تو جن دو عددوں میں شک ہو تو ان میں کمتر کو بنیاد بنا کر نماز پوری کرے گا اور ایسی صورت میں ہر اس رکعت پر بیٹھ کر قعدہ کرے گا، جس کے بارے میں شبہ ہو کہ اس رکعت میں قعدہ ہونا چاہیے۔ مذکورہ صورت میں سجدہ سہو بھی کرنا ہوگا۔ اسی طرح تحری اور رجحان قلب والی صورت میں اگر سوچ و بچار اتنے وقت کے لیے ہو جس میں ایک رکن ادا ہو سکے تو تاخیر رکن کی وجہ سے وہاں بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (۱)

سجدہ سہو کا مسنون طریقہ:

سجدہ سہو کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قعدہ میں تشهد پڑھنے کے بعد صرف دائیں طرف ایک سلام پھیرا جائے۔ اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دو سجدے کر لے، ایک سجدہ کرنے سے سجدہ سہو ادا نہیں ہوگا۔ سجدے عام کیفیت اور معمول کے مطابق ہوں گے، البتہ علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ سجدہ کی تسبیحات کے ساتھ ”سبحان من لا ینام ولا یسہو“ بھی پڑھ لے، اس لیے کہ یہ مقام سہو کے مناسب الفاظ ہیں۔

دو سجدے ادا کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر قعدہ کرنا چاہیے جس میں از سر نو تشهد، درود اور دعا پڑھنی چاہیے۔ سجدہ سہو کے بعد والے قعدہ میں تشهد اور سلام کی حیثیت اگرچہ واجب کی ہے، تاہم خود یہ قعدہ رکن نہیں، لہذا اگر کوئی شخص سجدہ سہو ادا کرنے کے بعد قعدہ چھوڑ دے تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ واجبات چھوڑنے کی وجہ سے نماز اسی وقت میں واجب الاعادہ ہے۔

قاضی خان اور ظہیر الدین وغیرہ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے والے قعدے میں بھی تشهد کے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجدۃ السہو و مما یصل بذلک مسائل الشک: ۱/۱۳۰، بدائع

الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان سبب الوجوب: ۱/۶۹۵، الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب

سجدۃ السہو: ۲/۵۶۰-۵۶۲

ساتھ درود پڑھنا چاہیے۔ عالمگیری نے بھی اس کو احوط قرار دیا ہے۔ (۱)

سجدہ سہو سے پہلے سلام کی حیثیت:

حنفی کے ہاں مفتی بہ قول کے مطابق صرف دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرنا چاہیے، چاہے سجدہ سہو نماز میں کی کوتاہی کی وجہ سے ہو یا کسی رکن یا واجب کی زیادتی کی وجہ سے۔ اگر کسی نے تشہد پڑھنے کے بعد سلام سے پہلے ہی سجدہ سہو ادا کر لیا تو درست ہے، تاہم ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔ صاحب ہدایہ اور علامہ کاسانی وغیرہ کا رجحان یہ ہے کہ سجدہ سہو کے لیے ایک سلام نہیں، بلکہ دو سلام کرے گا۔ جب کہ علامہ فخر الاسلام کے قول کے مطابق ایک سلام کرے گا، لیکن یہ ایک سلام نمازی اپنے سامنے کی جانب کرے گا تاکہ ”سلام سہو“ اور ”سلام قطع“ میں فرق پیدا ہو، تاہم عام مشائخ اور فقہانے پہلے والے قول ہی کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

سجدہ سہو کے چند بنیادی احکام:

(۱) سجدہ سہو واجب ہونے کے بعد دو صورتوں میں ساقط ہوتا ہے۔ ایک اس وقت جب نمازی بالکل آخر وقت نماز پڑھ رہا ہو اور سجدہ سہو ادا کرنے کی وجہ سے نماز کا وقت نکل رہا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب نمازی سلام پھیر لینے کے بعد کوئی ایسا عمل کر لے جو نماز کے منافی ہو، مثلاً: وضو ٹوٹ جائے یا باتیں کرنے لگے تو ان صورتوں میں سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ اعادہ واجب ہوگا۔ (۳)

(۲) سجدہ سہو میں فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں۔ جن امور کی تقدیم و تاخیر یا ترک و تبدیلی کی وجہ سے سجدہ سہو

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان محل سجود السہو: ۷۱۵/۱، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو، ص: ۳۷۴، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱۲۵/۱، ۱۲۶

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی قدر سلام السہو و صفته: ۷۱۶/۱، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو، ص: ۳۷۶، ۳۷۷، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱۲۵/۱، الہدایۃ مع البنایۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو: ۷۲۲/۲، ۷۲۳، ۷۲۸

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱۲۵/۱، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو: ۵۴۲/۲

واجب ہوتا ہے ان میں فرض و واجب اور سنن و نوافل کا حکم ایک ہی ہے۔ (۱)

(۳) بنیادی طور پر سہو کا واقعہ جمعہ یا عیدین میں پیش آیا ہو یا عام نمازوں میں، سب کا حکم یکساں ہے، لیکن چونکہ جمعہ و عیدین میں ازدحام اور ہجوم کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے کی صورت میں انتشار کا اندیشہ ہے، اس لیے سجدہ سہو نہیں کیا جائے گا، تاہم اگر اتنی کثرت نہ ہو تو چھوڑنا مناسب نہیں۔

(۴) اگر امام پر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو اس کے ساتھ ساتھ مقتدی پر بھی واجب ہوگا، چاہے مقتدی اس کے ساتھ سہو کے وقت موجود رہا ہو یا نہیں۔ اسی طرح اگر مقتدی امام کو اس حالت میں پالے کہ وہ سجدہ سہو ادا کر رہا ہو تو وہ اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اگر امام نے سہو کے دونوں سجدے پڑھ لیے ہوں تو مسبوق مقتدی کے لیے بعد میں سجدہ سہو کی تفصلاً نے کی ضرورت نہیں۔ (۲)

(۵) اگر مقتدی امام کے پیچھے نماز میں غلطی کر لے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں، اس لیے کہ وہ امام کا تابع ہے۔ یہی حکم لاحق، یعنی اس شخص کا بھی ہے جو ابتدا سے امام کے ساتھ شریک ہو، لیکن درمیان میں نیند یا حدث پیش آنے کی وجہ سے نماز کے کچھ ارکان اس سے فوت ہو گئے ہوں تو ایسا شخص اگر ان ارکان کی ادائیگی کے وقت کچھ غلطی کر لے تو اس پر سجدہ سہو نہیں۔

(۶) مسبوق، یعنی وہ شخص جس سے ایک دو رکعتیں رہ گئی ہوں، امام کے ساتھ سجدہ سہو ادا کرے گا، اس کے بعد بقیہ نماز پوری کرے گا جس کے آخر میں سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں، تاہم اگر بقیہ نماز میں اس سے کمی کوتاہی ہو گئی تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا۔ یہی حکم اس مقیم شخص کا بھی ہے جو کسی مسافر امام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بقیہ نماز خود ادا کر رہا ہو، ایسا مقیم اگر بقیہ نماز میں غلطی کر لے تو اس پر بھی رائج قول کے مطابق سجدہ سہو لازم ہے۔

(۷) لاحق شخص کا امام اگر سجدہ سہو کر رہا ہو تو لاحق شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اولادہ ارکان ادا کر لے جو اس سے نیند یا حدث کے دوران فوت ہو گئے ہیں، اس کے بعد اگر سجدہ سہو کو پالے تو ادا کر لے ورنہ نماز پوری کرنے کے بعد سجدہ سہو کر لے۔ ارکان کی ادائیگی سے پہلے امام کے ساتھ سجدہ سہو پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ سجدہ سہو بدستور اس کے ذمہ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/۲۶، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب

الصلوٰۃ، باب سجود السہو: ۲/۵۶۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/۲۸، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب

الصلوٰۃ، باب سجود السہو: ۲/۵۶۰

باقی رہے گا۔

(۸) مسبوق کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ امام کے اول سلام کے ساتھ بقیہ نماز کے لیے کھڑا نہ ہو، ممکن ہے کہ اس کا امام سجدہ سہوا د کرنے میں نسیان یا تاخیر کا شکار ہو، تاہم کھڑے ہو جانے کے بعد اگر اس کا امام سجدہ سہوا د کرنے لگے تو وہ واپس ہو کر امام کے ساتھ سجدہ سہوا د کر لے بشرطیکہ اس نے اگلی رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید نہیں کیا ہو۔ اگر مقید کیا ہو تو واپس ہو کر امام کے ساتھ سجدہ سہوا د کرنا مفسد صلاۃ ہے۔ ایسی صورت میں واپس ہونے کی بجائے وہ نماز کے آخر میں خود ہی سجدہ سہوا د کر لے۔ (۱)

(۹) ایک نماز میں صرف ایک مرتبہ سجدہ سہو پڑھنے کی اجازت ہے اگرچہ موجب سہو افعال کا ارتکاب کثرت سے ہو جائے۔ (۲)

(۱۰) اگر کسی شخص کو اس بات میں شک ہو جائے کہ اس نے سجدہ سہو پڑھ لیا ہے یا نہیں تو وہ تحری اور رجحان قلب سے کام لے لے۔ اگر تحری نہ ہو سکے تو اس کو دوبارہ سجدہ سہو پڑھنے کی اجازت نہیں، اس لیے کہ سجدہ سہو میں تکرار اور کثرت غیر مشروع اور ناجائز ہے۔ (۳)

(۱۱) اگر امام سجدہ سہو کرنا بھول گیا ہو تو سلام پھیر لینے کے بعد جب تک بات چیت یا نماز کے کسی منافی عمل کا ارتکاب نہ کرے یا مسجد سے نہ نکلے تو اس پر سجدہ سہوا د کرنا واجب ہوگا۔

(۱۲) کسی بھی شک کی صورت میں امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ چہرہ پھیرے بغیر کسی طریقے سے مقتدیوں کو دیکھ کر رکعتوں کی تعداد وغیرہ معلوم کر لے۔ اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ (۴، ۵)



(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان من یجب علیہ سجود السہو: ۱/ ۷۱۸، ۷۱۹، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/ ۱۲۸، ۱۲۹

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان سبب الوجوب: ۱/ ۷۰۰، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/ ۱۳۰

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان سبب الوجوب: ۱/ ۶۹۴، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/ ۱۳۰

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود السہو: ۲/ ۵۵۸

(۵) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو، ومما یصل بذلك مسائل: ۱/ ۱۳۱

باب سجود السهو

(سجدہ سہو کا بیان)

سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو یا دآ جانا

سوال نمبر (255):

اگر کوئی شخص نماز کا کوئی واجب بھول کر ترک کر دے اور آخر میں سجدہ سہو بھی بھول جائے تو سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کر سکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کسی شخص پر سجدہ سہو لازم ہو جائے اور سجدہ سہو کئے بغیر سلام پھیر لے تو جب تک نماز کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو، سجدہ سہو کر سکتا ہے، لیکن اگر سجدہ سہو کرنے سے پہلے کوئی بات کر لی یا کوئی کام نماز کے منافی کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإذا سلم يريد به قطع الصلوة، وعليه سجود السهو، فعليه أن يسجد للسهو، وبطلت نية القطع

عندهم جميعاً. (۱)

ترجمہ:

نماز ختم کرنے کے ارادے سے سلام پھیر لے اور اس پر سجدہ سہو ہو تو اس پر لازم ہے کہ سجدہ سہو کر لے اور سب کے ہاں نماز ختم کرنے کی نیت باطل ہو جائے گی۔



سجدہ سہو میں سہو ہونا

سوال نمبر (256):

اگر کسی شخص پر سہولاً لازم ہو جائے اور وہ آخر میں سلام پھیر کر سجدہ سہو کے بعد قعدہ کے دوران تشہد کی بجائے سورہ فاتحہ پڑھ لیتا ہے تو دوبارہ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

سجدہ سہو کے لزوم کے اسباب میں سے اگر کوئی سبب پایا جائے تو سجدہ سہولاً لازم ہو جاتا ہے۔ پھر سجدہ سہو میں اگر دوبارہ کوئی سبب سجدہ سہو موجود ہو جائے تو دوبارہ سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوتا۔ لہذا اس شخص پر سجدہ سہو کے قعدہ میں تشہد کی بجائے سورہ فاتحہ پڑھ لینے سے سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

السہو فی سجود السہو لا یوجب السہو؛ لأنہ لا یتناہی، کذا فی التہذیب. (۱)

ترجمہ:

سجدہ سہو میں سہو ہو جانا سجدہ سہولاً لازم نہیں کرتا، کیونکہ اس طرح ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑے گا۔



سجدہ سہو کا چھوٹنا

سوال نمبر (257):

اگر ایک آدمی نماز کے کسی واجب کو بھول جائے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت مطہرہ کی رُو سے جب کسی سے نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے، اگر وہ سلام پھیر کر سجدہ سہو کیے بغیر نماز ختم کر دے تو رائج قول کے مطابق اس پر نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے، کیونکہ واجب کے چھوٹنے سے اس کی نماز ناقص ہو گئی ہے، جس کا تدارک سجدہ سہو سے ممکن تھا، جب اس نے سجدہ سہو بھی چھوڑ دیا تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہو جاتا ہے، چاہے نماز کا وقت ابھی باقی ہو یا فوت ہو گیا ہو۔ اگر وقت باقی ہو تو اسی وقت پڑھ لے، ورنہ قضا لائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وجوب الإعادة في أداء الصلوة مع كراهة التحريم بما قبل خروج الوقت، أما بعده فتستحب
— وترجيح القول بالوجوب في الوقت وبعدہ (۱)۔

ترجمہ:

مکروہ تحریمی کے ساتھ پڑھی گئی نماز کا وقت نکلنے سے پہلے دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ وقت نکلنے کے بعد مستحب ہے۔۔۔ اور رائج قول وجوب کا ہے، وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد ہو۔



رکن کی تاخیر سے سجدہ سہو

سوال نمبر (258):

کوئی شخص پہلی رکعت مکمل کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے کی بجائے بھول کر قعدہ کر لے اور یا آنے پر دوبارہ کھڑا ہو جائے تو اس شخص پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفيق:

سجدہ سہو کے وجوب کے لیے ایک سبب تاخیر رکن ہے، لیکن تاخیر کی مقدار سب سے کم رکن کے برابر ہوگی
نحو ایک بار ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھنا ہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: کل صلوة أدیت مع..... ۱۴۸/۲

لہذا پہلی یا تیسری رکعت پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص اٹھنے کی بجائے قعدہ میں بیٹھ جائے تو اگر بیٹھنے کی مقدار ایک بار ”سبحان ربی الاعلیٰ“ کہنے کے برابر ہو تو سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔ اور اگر کم ہو تو لازم نہ ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و کذا القعدة فی آخر الركعة الأولى أو الثالثة، فيجب تركها، ويلزم من فعلها أيضاً تأخير القيام إلى الثانية أو الرابعة عن محله، وهذا إذا كانت القعدة طويلة، أما الجلسة الخفيفة، فتركها غير واجب. (۱)

ترجمہ:

اور اسی طرح پہلی یا تیسری رکعت کے آخر میں قعدہ کرنا، کیونکہ اس کا چھوڑنا واجب ہے۔ اس طرح اس کے کرنے سے دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کا پنے محل سے تاخیر لازم آتی ہے۔ یہ حکم تب ہے، جب قعدہ لمبا ہو، مختصر جیسے کا چھوڑنا واجب نہیں (اور نہ ہی اس سے سجدہ سہولاً لازم آتا ہے)۔



امام کے سجدہ سہو کے سلام کے ساتھ مسبوق کا سلام پھیرنا

سوال نمبر (259):

جو شخص ایک رکعت فوت ہونے کے بعد امام کے ساتھ ملا اور امام نے سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرا تو مسبوق نے بھی سلام پھیرا۔ کیا سلام پھیرنے سے مسبوق پر سجدہ سہولاً لازم ہوگا؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفی:

مسبوق سجدہ سہو کرنے میں امام کی تابعداری کرے گا، لیکن امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرے گا، تاہم اگر مسبوق نے امام سے پہلے یا امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں، اس لیے کہ امام کی اقتدا میں ہے، اس کے برعکس اگر نماز کے آخر میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی سلام پھیر دے تو پھر منفرد نمازی ہونے کی حیثیت سے اس پر سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔ یہ مذکورہ احکام بھول کر سلام پھیرنے کے ہیں، اگر کہیں جان بوجھ کر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا ہو تو پھر سجدہ سہو سے نقصان کی تلافی ممکن نہیں رہے گی، بلکہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ، مطلب: لا ینبغي أن يعدل عن الدراية..... ۱۶۴/۲

والذیل علیٰ ذلک:

(والمسبوق يسجد مع إمامه) قید بالاسحود؛ لأنہ لا یتابعہ فی السلام، بل يسجد معه..... فإن سلم: فإن كان عامداً فسدت، وإلا لا، ولا سحود عليه إن سلم سهواً قبل الإمام، أو معه، وإن سلم بعده لزمه؛ لكونه منفرداً حينئذ. (۱)

ترجمہ: مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا۔ سجدہ ذکر کیا، اس لیے کہ سلام میں امام کی متابعت نہیں کرے گا، بلکہ اس کے ساتھ سجدہ کرے گا۔ اگر سلام پھیرا تو (دیکھا جائے گا) اگر جان بوجہ کر سلام پھیرا تو نماز فاسد ہوگی، ورنہ نہیں اور اگر امام کے ساتھ یا اس سے پہلے سلام پھیرا ہو تو ایسی صورت میں اس پر سجدہ سہو نہیں، اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا ہو تو اس وقت منفرد ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا۔



مسبوق کا اپنے سہو پر سجدہ سہو

سوال نمبر (260):

امام کے آخری قعدہ میں مسبوق تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھ لے تو پھر کیا حکم ہے؟

یٰٰسُوْا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

پہلی رکعت فوت ہونے کے بعد امام کے ساتھ کسی بھی رکعت میں شریک ہونے والا مسبوق کہلاتا ہے۔ مسبوق سے امام کی اقتدا کے دوران کوئی سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو، اس وقت تک مسبوق امام کی اقتدا میں داخل شمار ہوگا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے، اس لیے اب سہو کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا۔

سوال مذکور میں امام کے سلام پھیرنے سے قبل مسبوق کے درود شریف پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اگرچہ امام التحیات پڑھ کر فارغ ہو گیا ہو۔ ہاں اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سہو درود شریف پڑھ لے اور پھر

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب سحود السہو: ۵۴۷، ۵۴۶/۲

کھڑے ہو کر نماز پوری کرے تو آخر میں سجدہ سہو کرے گا۔

والد لیل علی ذلک:

إن المسبوق يتابع إمامه في سجود السهو، ثم إذا قام إلى القضاء وسها، فإنه يسجد ثانياً... لأن

المسبوق فيما يقضي كالمنفرد. (۱)

ترجمہ:

مَسْبُوقِ سَجْدَہٗ سَہْوِ میں امام کی تابع داری کرے گا، پھر بقیہ نماز کی ادائیگی میں اگر سہو ہو جائے تو دوبارہ سجدہ سہو کرے گا۔۔۔ کیونکہ مسبوق بقیہ ادائیگی میں منفرد جیسا ہے۔



سجدہ سہو کے بعد فوت شدہ سجدہ یاد آنا

سوال نمبر (261):

کسی شخص سے ایک سجدہ رہ گیا، بعد میں غفلت کی وجہ سے سجدہ سہو بھی واجب ہوا۔ سجدہ سہو کے بعد قعدہ میں فوت شدہ سجدہ یاد آنے پر کیا کرے گا، کیونکہ سجدہ کا نماز میں ادا کرنا ضروری ہے، جبکہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

نماز میں اگر سجدہ فوت ہو جائے تو یاد آنے پر قضا لانا ضروری ہے، لیکن ترتیب فوت ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا۔ اگر فوت شدہ سجدہ آخری قعدہ میں تشہد کے بعد یاد آئے تو اس وقت قضا لائے، اور تشہد سمیت قعدہ اخیرہ دوبارہ ادا کرے، پھر سجدہ سہو ادا کرے۔

سوال مذکور میں فوت شدہ سجدہ، سجدہ سہو کر لینے کے بعد قعدہ اخیرہ میں یاد آنے پر اسی وقت قضا لائے، چونکہ قضا سجدہ کے ساتھ قعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے، اس لیے قضا لانے کے بعد دو قعدے اور سجدہ سہو لازم ہوگا۔ جس کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ سیدھا سجدے میں چلا جائے، پھر قعدہ میں بیٹھ جائے، تشہد کے بعد سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لے، پھر قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب سجود السهو، قبیل قولہ (وبسہو إمامہ لا بسہوہ): ۱۷۵/۲

والدلیل علیٰ ذلک:

(رعاية الترتیب) بین القراءة والركوع و (فیما یُنکر رفی کل ركعة كما لسجدة) اوفی كل الصلوة كعدد ركعاتها، حتی لو نسی سجدة من الأولى قضاها، ولو بعد السلام قبل الكلام لكنه یتشهد ثم یسجد للسهو ثم یتشهد؛ لأنه یبطل بالعود إلى الصلیبة. (۱)

ترجمہ:

نماز کے واجبات میں سے قرأت اور رکوع میں ترتیب کی رعایت بھی واجب ہے۔ اور اس میں بھی، جو ہر رکعت میں مکرر ہو، مثلاً: سجدہ یا پوری نماز میں جیسے تعداد رکعات، یہاں تک کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ بھول جائے تو بات چیت سے پہلے اور سلام کے بعد قضا لائے، لیکن تشهد پڑھے گا، پھر سجدہ سہو کرے گا، پھر تشهد پڑھے گا، کیونکہ آخری تشهد نماز والے سجدہ کی قضا کی وجہ سے باطل ہو گیا۔



ایک رکعت میں فاتحہ کا تکرار

سوال نمبر (262):

اگر کوئی شخص سورۃ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد غلطی سے یا کسی اور وجہ سے دوبارہ سورۃ فاتحہ پڑھ لے تو ایسا کرنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز میں جس طرح واجب چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اسی طرح واجب کی تاخیر سے بھی سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ کے ساتھ کسی سورت کا ملانا واجب ہے اور فاتحہ دوبارہ پڑھنے سے واجب کی تاخیر لازم آتی ہے جو موجب سجدہ سہو ہے، اس لیے سجدہ سہو لازم ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلك:

ولو قرأ الفاتحة مرتين يحب عليه السجود لتأخير السورة، كذا في الذخيرة. (۱)

ترجمہ:

اگر سورہ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ لی تو اس پر سورت میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔



پہلے قعدے میں درود پڑھنا

سوال نمبر (263):

چار رکعت نماز پڑھنے والا شخص اگر پہلے قعدہ میں تشہد پڑھ لینے کے بعد درود شریف پڑھ لیتا ہے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

بیتواتوجروا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق سجدہ سہو واجب امور کے ترک یا تاخیر اور رکن کی تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کی بقدر بیٹھنا واجب ہے، لہذا اگر کوئی شخص چار رکعت نماز پڑھ رہا ہو، لیکن قعدہ اولیٰ میں تشہد پورا کر لینے کے بعد قیام کے لیے کھڑا ہونے کی بجائے درود شریف پڑھنا شروع کر دے اور چار کلمات تک درود پڑھ لے تو اس کا یہ فعل تاخیر رکن شمار ہو کر سجدہ سہو واجب ہوگا، لہذا اسے چاہیے کہ ایسی صورت میں سجدہ سہو ادا کر لے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

لو كرر التشهد في القعدة الأولى، فعليه السهو لتأخير القيام، وكذا الوصل على النبي ﷺ فيها لتأخيرہ. واختلفوا في قدره، والأصح وجوبه باللهم صل على محمد، وإن لم يقل "وعلى آله". (۲)

(۱) البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، تحت قوله (يجب بعد السلام سجدة) ۱۶۶/۲

(۲) أيضا: ۱۷۲/۲

ترجمہ:

اگر تشهد قعدہ اولیٰ میں دوبار پڑھا تو اس پر تاخیر قیام کی وجہ سے سجدہ سہولازم ہے۔ اور اسی طرح قعدہ اولیٰ میں درود پڑھنے سے بھی لازم ہوگا۔ فقہائے کرام نے درود کی مقدار میں اختلاف کیا ہے، صحیح قول کے مطابق ”اللہم صل علیٰ محمد“ پڑھنے سے واجب ہوگا، اگرچہ ”وعلیٰ آلہ“ نہ پڑھا ہو۔



جہری نماز میں امام کا پوشیدہ قرأت کرنا

سوال نمبر (264):

امام نے مغرب کی نماز میں سورہ فاتحہ آہستہ آواز سے شروع کی، یاد آنے پر شروع سے پڑھے گا یا جہاں تک آہستہ آواز سے پڑھی ہے، وہاں سے شروع کرے گا؟ نیز ایسی صورت میں سجدہ سہولازم ہوگا یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

امام کے لیے جہری نمازوں میں بلند آواز سے، اور سری نمازوں میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ سری نماز میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہو یا جہری نماز میں آہستہ پڑھ رہا ہو تو یاد آنے پر جہاں تک پڑھا ہو، وہاں سے شروع کرے گا۔ اگر اتنی مقدار پڑھی ہو جس سے نماز جائز ہوتی ہو تو سجدہ سہولازم ہوگا۔ اگر اس سے کم ہو تو سجدہ سہولازم نہ ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ومنها الجہر والإخفاء) حتی لو جہر فیما یخافت، أو خافت فیما یجہر وجب علیہ سجد السہو، واختلفو فی مقدار ما یجب بہ السہو منہما قلیل: یعتبر فی الفصلین بقدر ما تجوز بہ الصلوۃ، وهو الأصح. (۱)

ترجمہ:

نماز کے واجبات میں سے جہر اور اخفاء بھی ہے۔ اگر سری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھے یا جہری نمازوں میں آہستہ آواز سے پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ علمائے اس مقدار میں اختلاف کیا ہے، جس سے سجدہ سہولازم

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجد السہو: ۱/۱۲۸

ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اعتبار اس مقدار کا ہوگا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہو، اور یہ زیادہ درست قول ہے۔

في آخر شرح المنية أن الإمام لو سها فحافت بالفاتحة في الجهرية ثم تذكر جهر بالسورة ولا يعيد، ولو خافت بآية أو أكثر يتمها جهرًا ولا يعيد. (۱)

ترجمہ:

اگر امام جہری نماز میں بھول کر سری قرأت شروع کرے تو یاد آنے پر سورت جہر کے ساتھ پڑھے گا اور اعادہ نہیں کرے گا۔ ایک آیت یا اس سے زیادہ آہستہ پڑھی ہو تو جہر کے ساتھ مکمل کرے گا اور اعادہ نہیں کرے گا۔



جماعت کی نماز میں کثرت تعداد کی صورت میں سجدہ سہو

سوال نمبر (265):

عید کی نماز یا جمعہ کی نماز میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے امام سجدہ سہو لازم ہونے کے باوجود چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر سجدہ سہو چھوڑ سکتا ہے تو پھر یہ حکم جمعہ اور عیدین تک محدود ہے یا جس نماز میں لوگوں کی کثرت ہو، سب کو شامل ہے؟ وضاحت کریں۔

بَيِّنُوا تَوَجُّرًا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر عیدین یا جمعہ کی نماز میں نمازیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ سجدہ سہو کرنے سے نماز میں خلل پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر سجدہ سہو چھوڑ دینا افضل ہے۔ اور یہی حکم عیدین اور نماز جمعہ کے علاوہ ان نمازوں کا بھی ہے، جہاں کثیر تعداد کی وجہ سے نماز میں خلل پڑ جانے کا قوی اندیشہ ہو۔

والدليل على ذلك:

(والسهو في صلاة العید والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتأخرين عدمه في

الأولین لدفع الفتنة. قال ابن عابدین: الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك. (۱)

ترجمہ:

سجدہ سہو کا حکم عید، جمعہ، فرض، نفل سب کے لیے برابر ہے۔ متاخرین علماء کے نزدیک فقہ ختم کرنے کے لیے مذکورہ پہلے دو (عید اور جمعہ) میں سجدہ سہو نہ کرنے کا قول مختار ہے۔ ابن عابدین فرماتے ہیں ”ظاہر قول یہ ہے کہ جماعت کی کثرت کی صورت میں ان دونوں کے ماسوا بھی یہی حکم ہے۔“



پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہونا

سوال نمبر (266):

ایک شخص نے چار رکعت والی فرض نماز شروع کی اور آخری قعدہ بھی کر لیا، پھر بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اب یہ شخص اپنی نماز کیسے مکمل کرے گا۔ اور اگر آخری قعدہ نہیں کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اگر اُسے یاد آ گیا تو بیٹھ جائے، ورنہ چھ رکعت پوری کرے۔ اور ہر صورت میں اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا۔ اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز درست نہیں ہوئی، اسے لوٹنا ہوگا۔

والدليل على ذلك:

رجل صلى الظهر خمسا، وقعد في الرابعة قدر التشهد إن تذكرك قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة أنها الخامسة عاد إلى القعدة، وسلم ويسجد للسهو، وإن تذكرك بعد ما قيد الخامسة بالسجدة أنها الخامسة، لا يعود إلى القعدة، ولا يسلم، بل يضيف إليها ركعة أخرى، حتى يصير شفعا ويتشهد، ويسلم ويسجد للسهو استحسانا.... وإن لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام إلى الخامسة....

(۱) رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۵۶۰/۲

...وان قید الخامسة بالسجدة فسد ظہرہ عندنا وتحوّل صلوٰتہ نفلاً (۱)

ترجمہ: کسی آدمی نے نماز ظہر پانچ رکعتیں پڑھیں اور وہ چوتھی رکعت پر بقدر تشہد التحیات کے لیے بیٹھا تھا (تو اس کا حکم یہ ہے کہ) اس پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ گیا کہ وہ اس کی پانچویں رکعت ہے تو وہ قعدہ کے لیے لوٹے اور سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے۔ اور اگر اسے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا کہ وہ اس کی پانچویں رکعت ہے تو وہ قعدہ کے لیے نہ لوٹے اور نہ سلام پھیرے، بلکہ ایک رکعت اور ملا کر دو گانہ پورا کرے، پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اور از روئے استحسان سجدہ سہو کرے اور اگر وہ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کے لیے نہیں بیٹھا، بلکہ پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا۔۔۔ تو اگر اس نے پانچویں رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کر لیا تو اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو کر نفل میں تبدیل ہوگی۔



امام کے سجدہ سہو کے وقت مسبوق کا سلام پھیرنا

سوال نمبر (267):

امام کو دورانِ نماز سہو ہو گیا ہو تو سجدہ سہو کرتے وقت مسبوق مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیرے گا یا بلا سلام پھیرے سجدہ سہو کرے گا۔ اگر سلام پھیرے تو کیا اس کی نماز ٹوٹ جائے گی؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرتے وقت سلام نہ پھیرے، بلکہ بغیر سلام کے سجدہ سہو کرے۔ کیونکہ سلام کے ساتھ تو نمازی نماز سے نکل جاتا ہے اور مسبوق کی نماز تو باقی ہے۔ اگر مسبوق نے سلام پھیرا اور حال یہ ہے کہ اسے اپنا مسبوق ہونا یاد ہو، یعنی یہ یاد ہے کہ اس کے ذمہ نماز کا کچھ حصہ باقی ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، تاہم اگر بھول کر سلام پھیرا ہو، یعنی اسے اپنا مسبوق ہونا یاد نہ ہو اور سلام پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قولہ: (والمسبوق يسجد مع إمامه) قید بالسجود؛ لأنه لا يتابعه في السلام، بل يسجد معه ويتشهد

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو، فصل: ۱/۲۹

فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء، فإن سلم فإن كان عامداً، فسدت وإلا لا. (۱)
ترجمہ: اور مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا۔ علامہ حاکمیؒ نے اس کو سجدہ کے ساتھ مقید کیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ مسبوق سلام میں امام کی متابعت نہیں کرے گا، بلکہ صرف امام کے ساتھ سجدہ کرے گا اور تشہد پڑھے گا۔ اور جب امام سلام پھیرے تو یہ اپنی بقیہ نماز پوری کرے گا۔ اور اگر اس نے بھی امام کے ساتھ سلام قصداً پھیرا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول کر پھیرا ہو، تو پھر فاسد نہ ہوگی۔



سجدہ سہو کے وجوب کے اسباب

سوال نمبر (268):

نماز کن امور سے فاسد ہوتی ہے اور سجدہ سہو کن امور سے لازم ہوتا ہے؟ تفصیلی جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

بیشوا تنصروا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر فرض کی ہوئی عبادت ہے جس میں بعض امور فرض ہیں اور وہ نماز کے ارکان کہلاتے ہیں۔ اگر یہ امور بھول کر رہ جاتے ہوں اور نماز کے دوران ان کا لوٹنا ممکن ہو تو لوٹنے سے تدارک کیا جائے گا، ورنہ نماز فاسد رہے گی۔ اور نماز میں بعض چیزیں واجب ہیں جن کو بھول کر چھوڑنے پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ جن امور سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، فقہائے کرام نے ان کی نشاندہی کی ہے، جیسا کہ واجب کو ترک کرنا، کسی واجب کو مؤخر کرنا، کسی رکن کی تقدیم و تاخیر اور کسی واجب کا تغیر، لیکن ان سب تعبیرات کا خلاصہ یہ ہے کہ ترک واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، کیونکہ اصل میں واجب کی تاخیر یا کسی رکن کی تقدیم و تاخیر وغیرہ سب ترک واجب ہی سے عبارت ہیں۔

والدلیل علی ذلك:

ولا يجب السجود إلا بترك واجب، أو تأخير ركن، أو تقديمه، أو تكراره، أو تغيير واجب

بأن يحجر في ما يخاف، وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد وهو ترك الواجب. (۲)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب سجود السهو: ۵۴۶/۲

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱۲۶/۱

ترجمہ:

اور سجدہ سہو واجب ہوتا ہے جب کوئی واجب چھوٹ جائے یا واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے یا کسی فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے یا کسی فرض کو اپنے مقام سے پہلے ادا کر دے یا کسی فرض کا تکرار کر دے یا واجب میں تبدیلی لائے، مثلاً: جن نمازوں میں قرأت آہستہ آواز سے پڑھی جاتی ہے، ان میں قرأت اونچی آواز سے پڑھ لے۔ اور درحقیقت (ان سب صورتوں میں) سجدہ سہو کا واجب ہونا ایک ہی چیز سے ہے اور وہ ہے کسی واجب کا چھوٹ جانا۔



ایک دفعہ سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ سجدہ سہو کرنا

سوال نمبر (269):

اگر کسی شخص سے ایک مرتبہ نماز میں سہو ہو جائے اور وہ آخر میں سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اور پھر تشہد کے لیے بیٹھ جائے اور تشہد میں دوبارہ اس سے سہو ہو جائے، مثلاً: تشہد کی بجائے سورۃ فاتحہ یا کوئی چیز شروع کرے تو کیا اس پر دوبارہ سجدہ سہو لازم ہوتا ہے؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز میں کوئی واجب رہ جانے یا فرائض میں تاخیر ہو جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ایک مرتبہ سجدہ سہو کرنے کے بعد اگر دوبارہ سہو ہو جائے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر ایک بار سجدہ سہو کیا ہو تو دوسری مرتبہ سجدہ سہو لازم نہیں، کیونکہ اس سے ایک غیر متناہی سلسلہ قائم ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

السہو فی سجود السہو لا یوجب السہو؛ لأنہ لا یتناہی، کذا فی التہذیب. (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو، فصل: ۱/۱۳۰

ترجمہ:

سجدہ سہو میں بھول ہونے سے سجدہ سہو واجب نہیں؛ و تا، کیونکہ اس طرح ایک لاتناہی سلسلہ چل پڑے گا۔



چار رکعت نفل نماز میں قعدہ اولیٰ کا ترک

سوال نمبر (270):

کیا فرماتے ہیں، علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت باندھ لی۔ دو رکعت ادا کرنے کے بعد سیدھا کھڑا ہوا اور قعدہ اولیٰ ترک کیا۔ اس کے بعد بقیہ دو رکعت ادا کر دیں تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

بیشواؤ جہروا

الجواب وبالله التوفیق:

نفل نماز میں اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ ترک کرے تو اس کے حکم میں فقہائے احناف کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جب تک اس نے تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، واپس لوٹے گا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ واپس نہیں لوٹے گا بلکہ آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے گا۔

لیکن بنیادی طور پر یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے۔ جن حضرات کی رائے یہ ہے کہ لوٹے گا تو وہ اس بات کو سامنے رکھتے ہیں کہ نفل نماز کا ہر ہر شفعہ الگ نماز کی حیثیت رکھتا ہے، لہذا ان کے نزدیک پہلا قعدہ فرض ہے تو جب اس کو ترک کر کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا، گویا فرض کو ترک کیا، لہذا قعدہ کی طرف لوٹے گا۔ اور جو حضرات کہتے ہیں کہ نہیں لوٹے گا، وہ حضرات ان چار رکعت کو ایک نماز شمار کرتے ہیں، لہذا وہ حضرات اس کے وجوب کو مد نظر رکھ کر واپس نہ لوٹنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

علامہ طحطاویؒ نے اس میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ یہ قعدہ فرض تب متصور ہوگا کہ جب نمازی قعدہ کے لیے بیٹھ جائے، لیکن اگر نمازی نے اس کو بالکل ترک کر دیا تو پھر اس کو واجب تصور کر کے سجدہ سہو سے اس کی نماز صحیح ہوگی۔ علامہ شامیؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ نہیں لوٹے گا اور اس قول کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے، لہذا نفل نماز میں قعدہ اولیٰ ترک کرنے پر سجدہ سہو سے نماز صحیح ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

قال المحقق كفي: ان النفل فيعود مالم يقيد بالسجدة. قال الشامي: تحت هذه العبارة قوله: (اما النفل فيعود...) حزم به في المعراج والسراج، وعلمه ابن وهبان بأن كل شفع منه صلوة على حدة، ولا سيما على قول محمد بأن القعدة الأولى منه فرض فكانت كالأخيرة، وفيها يقعد وإن قام. وحكى في المحيط فيه خلافاً، وكذا في شرح التمر تاشي قيل: يعود وقيل: لا. وفي الخلاصة: والأربع قبل الظهر كالنفل، وكذا الوتر عند محمد، وتعمامه في النهر لكن في التاتارخانية عن العتابة قيل في النفل يعود مالم يقيد بالسجدة، والصحيح أنه لا يعود. (۱)

ترجمہ:

اگر نفل نماز میں کوئی قعدہ اولی بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ واپس لوٹے گا، جب تک کہ اس نے تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، اسی پر معراج اور سراج میں اتفاق کیا گیا ہے۔ اور علامہ ابن وهبان نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں سے ہر ایک شفعہ علیحدہ نماز ہے۔ خاص کر امام محمدؒ کے قول کے مطابق، اس لیے کہ اس کے نزدیک قعدہ اولی فرض ہے، پس یہ قعدہ اخیرہ کی طرح ہوگا۔ اور اس میں بیٹھے گا، اگرچہ وہ کھڑا ہوا ہو۔ اور صاحب محیط نے اس میں اختلاف نقل کیا ہے۔ اسی طرح شرح تمر تاشی میں بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بعض کے ہاں لوٹے گا اور بعض کے ہاں نہیں لوٹے گا۔ اور خلاصہ میں ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت نماز اور اسی طرح وتر، دونوں امام محمدؒ کے نزدیک نفل نماز کی طرح ہیں۔ اور سب کا خلاصہ نہر میں مذکور ہے، لیکن تاتارخانیہ میں عتابی کے حوالہ سے ہے کہ بعض کے نزدیک نفل میں لوٹے گا، جب تک کہ تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو۔ اور صحیح یہ ہے کہ نہیں لوٹے گا۔



مقتدی کا غلطی سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہونا

سوال نمبر (271):

ایک شخص شروع سے امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا اور جب امام نے سلام پھیرا تو اس آدمی نے اس گمان سے سلام نہیں پھیرا اور سیدھا کھڑا ہو گیا کہ اس سے ایک رکعت ہو چکی ہے، حالانکہ اس نے پوری رکعتیں ادا کر لی تھیں۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب مسح السجود: ۵۸/۲

کھڑے ہو جانے کے بعد اس کو یاد آیا کہ مجھ سے خطا ہوئی تو آیا اب پانچویں رکعت سے قعدہ کو لوٹے گا یا چھٹی رکعت کو ملا کر نماز مکمل کرے گا؟

بیشوا نوجہودا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے فرض کی تاخیر، واجب کے ترک اور واجب کی تاخیر پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ سجدہ سہو ادا کرنے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے اور سجدہ سہو کو چھوڑنے کی صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہو کر واجب الاعادہ رہتی ہے (یعنی دوبارہ پڑھنی ہوگی)۔

صورت مسئلہ میں مذکورہ نمازی کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے تھا، تاہم جب وہ پانچویں رکعت کے لیے اٹھا تو اس کے ساتھ چھٹی رکعت ملا کر آخر میں سجدہ سہو کرے۔ چار رکعت فرض اور دو رکعت نفل بن جائیں گے۔ اور اگر پانچویں رکعت پر بیٹھ کر سلام پھیرا تو چار رکعت فرض اور ایک رکعت باطل ہوگئی، لیکن اس صورت میں بھی نماز تب درست ہوگی جب آخر میں سجدہ سہو کرے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولا یحب السجود إلا بترك واجب، أو تأخيره، أو تأخیر ركن، أو تقدیمه أو تكراره. (۱)

ترجمہ:

اور سجدہ سہو تب واجب ہوتا ہے جب کوئی واجب چھوٹ جائے یا واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے یا کسی فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے یا کسی فرض کو اپنے مقام سے پہلے ادا کر دے یا کسی فرض کا تکرار کر دے۔

قالوا فی العصر لا یضم إليها سادسة، وقيل یضم، وهو الأصح کذا فی التبيين. (۲)

ترجمہ:

فقہائے کرامؒ نے کہا ہے کہ نماز عصر کی مذکورہ صورت (یعنی چوتھی رکعت کے بعد بقدر تشہد بیٹھنے اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لینے کی صورت میں) اس کے ساتھ چھٹی رکعت نہ ملائے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ملائے اور یہی حکم زیادہ صحیح ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجد السہو: ۱/۱۲۶

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجد السہو: ۱/۱۲۹

نفل نماز میں واجب کا چھوڑنا

سوال نمبر (272):

میں نے ایک آدمی سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سجدہ سہو فرض نمازوں میں ترک واجب سے لازم ہوتا ہے، سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ یا نوافل میں واجب نہیں۔ آیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سجدہ سہو واجب کے ترک یا تاخیر اور اسی طرح فرض کی تاخیر سے واجب ہو جاتا ہے۔ اور واجبات و فرائض جیسے فرض نمازوں میں ہیں، اسی طرح سنن و نوافل میں بھی ہیں۔ تو جس طرح فرض نماز میں ترک واجب پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اسی طرح سنت یا نفل نماز میں بھی اس کے ترک پر سجدہ سہو لازم ہوگا، لہذا سجدہ سہو کے لزوم میں فرض اور سنت یا نفل نمازوں میں کوئی فرق نہیں، بلکہ سجدہ سہو کا حکم عام ہے، سب نمازوں کو شامل ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وحکم السہو فی الفرض والنفل سواء، کذا فی المحيط. (۱)

ترجمہ:

فرض اور نفل نمازوں میں سجدہ سہو کا حکم برابر ہے۔



قعدہ اولیٰ کے اتمام کے بعد درود شریف پڑھنا

سوال نمبر (273):

اگر چار رکعت نفل نماز یا سنت مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لے اور اس کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو آیا اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱۲۶/۱

الجواب وبالله التوفیق:

فقطی نقطہ نظر سے جس طرح واجب کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اسی طرح فرض کی تاخیر سے بھی سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

لہذا صورت مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص درود شریف پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس شخص پر قیام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قولہ: (أو تأخيره) کتاب خیر سجدة صلیبة من الأولى، أو تأخیر القیام إلی الثالثة بسبب الزیادة علی التشہد ساهیًا، ولو بحرف من الصلوة علی النبی ﷺ، وقیل: بل بتمامہا. (۱)
ترجمہ:

(اور سجدہ سہو لازم ہوتا ہے) کسی رکن میں تاخیر کی وجہ سے، جیسا کہ پہلی رکعت کے فرض سجدہ میں تاخیر ہونا یا تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہونا یا قعدہ اولیٰ میں تشہد پر زیادتی کی وجہ سے تاخیر کرنا، اگرچہ یہ زیادتی درود شریف میں ایک حرف پڑھنے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو اور بعض کہتے ہیں کہ جب پورا درود شریف پڑھ لے، تب سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔



چار رکعت فرض نماز میں قعدہ اولیٰ چھوڑنا

سوال نمبر (274):

کوئی شخص چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ چھوڑ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور پھر اس کو یاد آجائے تو اب قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹے گا یا نہیں؟ اور اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

بیِّنُوا تَوَجُّهًا

(۱) فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب سجود السہو: ۱/۳۸۱

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ جب ایک نمازی چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ چھوڑ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، اب اگر وہ گھٹنے سیدھا کرنے سے پہلے لوٹ آئے تو سجدہ سہو واجب نہیں۔ اور اگر گھٹنے سیدھے ہونے کے بعد قعدہ کی طرف لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے تو صحیح قول کے مطابق اس کی نماز درست ہوگی، تاہم مکمل کھڑے ہونے کی حالت میں پھر واپس نہیں لوٹنا چاہیے۔ بعض فقہائے کرام نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإن استقام قائماً (لا) يعود لاشتغاله بفرض القيام (وسجد للسهو) لترك الواجب (فلوعاد إلى القعود) بعد ذلك (تفسد صلواته) لرفض الفرض لماليس بفرض، وصححه الزيلعي (وقيل لا) تفسد، لكنه يكون مسيئاً، ويسجد لتأخير الواجب. (۱)

ترجمہ:

اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو فرض قیام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اب (قعدہ کی طرف) نہ لوٹے اور واجب ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے، پس اگر وہ قعدہ کی طرف لوٹ آیا تو غیر فرض کے لیے فرض رکن کو چھوڑنے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ امام زیلعیؒ نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوئی، لیکن یہ شخص گناہ گار ہے۔ اور واجب میں تاخیر کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا۔



باب سجدة التلاوة

(سجدة تلاوت کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے معانی میں غور و فکر ترقی ایمان اور شرح صدور کا بنیادی ذریعہ ہے، اس لیے کہ قرآنی آیات مختلف مواقع پر انسان کو وعظ و نصیحت، وعدہ و وعید اور گزشتہ اقوام کا عروج و زوال یاد دلاتی ہیں۔ ان ہی آیات میں سے کچھ آیات وہ بھی ہیں جن کی تلاوت پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سجدہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ وہ آیات ہیں جن میں یا تو صراحتاً سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا سجدہ نہ کرنے اور طاعت اختیار نہ کرنے پر اقوامِ ماضیہ کے تکبر و نخوت کی مذمت کی گئی ہے، اس لیے ان سرکش اقوام کی مخالفت کے لیے خصوصی طور پر ان آیات کی تلاوت کے وقت سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ (۱)

سجدة تلاوت کا معنی اور وجہ تسمیہ:

تلاوت مصدر ہے جس کا معنی ہے ”قرآن کریم پڑھنا“۔ سجدہ کی اضافت تلاوت کی طرف ”اضافة الحکم الی سببہ“ کے قبیل سے ہے، اس لیے کہ تلاوت ہی مذکورہ سجدے کا اصل سبب ہے۔ سماع (سننا) اور استماع (کسی امام کی اقتدا کرنا) بھی تب سبب بنتے ہیں جب تلاوت کی جائے۔ تلاوت کے بغیر سماع یا استماع کا وجود ناممکن ہے۔ (۲)

سجدة تلاوت کا حکم اور مشروعیت:

حنفیہ کے ہاں سجدہ تلاوت واجب ہے، جس کا وجوب دراصل نبی کریم ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ علامہ کاسائی نے قرآن کریم کی ان آیات سے بھی وجوب پر استدلال کیا ہے جن میں سجدہ کرنے کا حکم یا سجدہ نہ کرنے پر اقوامِ ماضیہ کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ جیسے اساطینِ علم کا فرمان ہے:

”السجدة علی من تلاها وعلی من سمعها وعلی من جلس لها“.

سجدة تلاوت تلاوت پڑھنے والے، سننے والے اور سننے کے لیے بیٹھنے والے پر واجب ہے۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی سجدة التلاوة: ۱/ ۷۲۸

(۲) مرقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۰

اثرِ تلاش کے ہاں اس کا حکم استحباب یا سنت کا ہے، وجوب کا نہیں۔ (۱)

سجدۃ تلاوت کا رکن:

سجدۃ تلاوت کا رکن یہ ہے کہ جس بیعت کے ساتھ نماز میں سجدہ ادا کیا جاتا ہے اس بیعت کے ساتھ ایک سجدہ ادا کیا جائے، تاہم نماز کے دوران سجدۃ تلاوت پڑھنے کے فوراً بعد رکوع میں سجدۃ تلاوت کی نیت کی جائے تب بھی جائز ہے۔ اسی طرح مریض کے لیے اشارہ کے ذریعے سجدۃ تلاوت ادا کرنا بھی درست ہے۔ (۲)

سجدۃ تلاوت علی الفور واجب ہے یا علی التراخی:

اگر آیت سجدہ کی تلاوت نماز کے اندر کی گئی ہو تو فی الفور سجدہ واجب ہے۔ اگر قنن آیات پڑھنے یا ایک رکن ادا کرنے کے بعد یا معطلی بہ کی رائے کے مطابق طوالت قرأت کی وجہ سے سجدہ کو تلاوت سے مؤخر کر دیا تو تاخیر واجب کی وجہ سے عالمگیری اور علامہ کاسانی کے ہاں سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔ جب کہ کچھ فقہاء کے ہاں اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اور اگر نماز کے اندر بالکل ادا ہی نہ کیا گیا تو اب اس کی کوئی قضا نہیں۔

مذکورہ صورت میں اگر تاخیر کے بعد رکوع یا نماز کے اپنے سجدے میں تلاوت کی نیت کر لی گئی تو یہ کافی نہیں، اس لیے کہ تاخیر کی وجہ سے اب رکوع یا نماز کا ذاتی سجدہ، سجدۃ تلاوت کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔ اور اگر نماز سے باہر آیت سجدہ کی تلاوت کی گئی تو کسی بھی وقت ادا کرنے کی گنجائش ہے، تاہم اگر تلاوت کا وقت مکروہ اوقات میں سے نہ ہو تو تاخیر کرنا مناسب نہیں، اس لیے کہ زیادہ وقت گزرنے کی وجہ سے بھولنے کا خدشہ بہر صورت پایا جاتا ہے۔ (۳)

سجدۃ تلاوت کے لیے مخصوص آیات:

حنفیہ کے ہاں قرآن کریم میں چودہ آیات ایسی ہیں جن کے پڑھنے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ سورتوں اور آیتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سجدۃ التلاوة: ۷۲۸/۱

(۲) مراۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۰

(۳) مراۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۱، ۳۹۷، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/۱۲۶، ۱۲۷، بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان کیفیۃ وجوبہا: ۷۲۹/۱ فصل فی بیان وقت ادائها: ۷۵۳/۱

(۱) الاعراف آیت: ۲۰۶ (۲) الرعد آیت: ۱۵ (۳) النحل آیت: ۵۰ (۴) الاسراء آیت: ۱۰۹ (۵) مریم آیت: ۵۸ (۶) الحج آیت: ۱۸ (۷) الفرقان آیت: ۶۰ (۸) النمل آیت: ۲۶ (۹) السجدة آیت: ۱۵ (۱۰) ص آیت: ۲۳ (۱۱) حم السجدة آیت: ۳۸ (۱۲) النجم آیت: ۶۲ (۱۳) الانشقاق آیت: ۲۱ (۱۴) العلق آیت: ۱۹۔ حنفیہ کے ہاں سورۃ ج کا دوسرا سجدہ واجب نہیں، تاہم اگر کسی نے اختلاف سے بچنے کے لیے احتیاطاً پڑھ لیا تو قابل ثواب ہے، اس لیے کہ عمرو بن العاصؓ کی روایت میں رسول اکرم ﷺ سے پندرہ سجدوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ (۱)

سجدة تلاوت کے اسباب:

حنفیہ کے ہاں سجدة تلاوت واجب ہونے کے تین اسباب ہیں: (۱) آیت سجدة کی تلاوت (۲) آیت سجدة کا سماع یعنی سننا (۳) استسمام، یعنی آیت سجدة پڑھنے والے امام کی اقتدا کرنا۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ (۲)

(۱) تلاوت:

تلاوت سے مراد ان حروف کا پڑھنا ہے جن میں خصوصی طور پر سجدة کا حکم بیان کیا گیا ہو، تاہم محض حروف سجدة یا کلمات سجدة پڑھنا حنفیہ کے رائج قول کے مطابق وجوب کے لیے کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ آگے والا یا بعد والا کلمہ نہ ملایا جائے، یعنی اتنی تلاوت کی جائے کہ کلمات سجدة کو ساتھ ملا کر نصف آیت سے زیادہ ہو جائے۔ (۳)

حنفیہ کے ہاں تلاوت کے لیے چند مزید شرائط بھی ہیں جن کے بغیر سجدة تلاوت واجب نہیں۔

(۱) تلاوت ایسے شخص سے صادر ہو جو عقل و تمیز رکھنے والا ہو، کوئی پرندہ، دیوانہ یا غیر متمیز بچہ نہ ہو۔ (۴)

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۲-۳۹۴، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۴

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۷، بدائع الصنائع، فصل فی سبب وجوب سجدة التلاوة: ۱/۷۳۰

(۳) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۱، ۳۹۲، الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۵

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان من تحب علیہ: ۱/۷۴۲، ردالمحتار علی الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۷

(۲) نطق و تکلم پر قادر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بلند آواز میں تلاوت کرے جس کو وہ عام حالات میں خود بخود سنے یا انتہائی قریبی شخص عوارض اور رکاوٹوں کی غیر موجودگی میں اس کو سن سکے، البتہ نطق و تکلم سے عاجز شخص کے لیے محض صحیح حروف اور خفیہ تلاوت بھی کافی ہے۔ (۱)

(۳) اگر تلاوت نماز کے اندر ہو تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ آیت سجدہ قرأت کے مخصوص وقت (قیام) میں پڑھی جائے، رکوع، سجدہ، تشہد، قومہ اور جلسہ وغیرہ میں آیت سجدہ پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اس لیے کہ ان مواقع میں تلاوت کرنا ممنوع ہے، لہذا فقہی قاعدہ ”تصرف المحذور لاحکم له“ کی رو سے اس پر سجدہ کا حکم مرتب نہیں ہوتا، تاہم علامہ شامی نے علامہ مرغینانی سے ان صورتوں میں بھی وجوب نقل کر کے دلائل کے ذریعے اس کو ترجیح دی ہے۔ (۲)

(۴) تلاوت کرنے والا مقتدی نہ ہو، اس لیے کہ مقتدی کی تلاوت سے نہ تو خود اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے اور نہ اس کے امام و قوم پر۔ (۳)

(۲) سماع یعنی سننا:

سجدہ تلاوت واجب ہونے کا دوسرا سبب آیت سجدہ کا سننا ہے، لہذا اگر کسی مجلس میں زور سے تلاوت ہو رہی ہو اور کوئی شخص کسی بھی وجہ سے آیت سجدہ کو نہ سن سکے تو اس پر سجدہ واجب نہیں۔ (۴)

اگر کوئی شخص فارسی میں تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کرنے والے پر امام ابو حنیفہؒ کے ہاں سجدہ سہو واجب ہے۔ صاحبین سے اس بارے میں اختلاف ثابت نہیں، تاہم فارسی میں آیت سجدہ سننے والے کے بارے میں امام صاحب کا قول یہ ہے کہ سننے والے پر بھی سجدہ سہو واجب ہو گا چاہے وہ اس کو سمجھ رہا ہو یا نہیں، بشرط یہ کہ کوئی اس کو یہ بتادے کہ یہ آیت سجدہ ہے۔ صاحبین کے ہاں اگر وہ اس فارسی کا مطلب سمجھ رہا ہو تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۳، رد المحتار علی الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۷

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۱، رد المحتار علی الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۸، ۵۷۹

(۳) الفتاویٰ الہندیہ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۳، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۸

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۶، ۵۷۷

کہ امام ابوحنیفہؒ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمایا تھا۔

27

عربی میں تلاوت سننے سے مطلقاً سجدہ واجب ہوتا ہے چاہے سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو اور چاہے یہ علم ہو کہ یہ قرآن کی تلاوت ہے یا نہیں اور چاہے اس کو سمجھ رہا ہو یا نہیں۔ علامہ شرنبلالیؒ اور علامہ شامیؒ نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ خالص عجمی، جو ابھی اسلام لایا ہو اور اس کو ابھی تک احکام معلوم نہ ہوں، اس کو اس قاعدے سے مستثنیٰ کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (۱)

(۳) اتمام، یعنی آیت سجدہ پڑھنے والے امام کی اقتدا:

اگر امام آیت سجدہ کی تلاوت کر لے تو مقتدی پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے، چاہے اس نے آیت سجدہ کو سنا ہو یا نہیں اور چاہے وہ آیت سجدہ پڑھتے وقت امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو یا بعد میں آیا ہو اور چاہے نماز میں قرأت جبر کے ساتھ ہو یا سر، یعنی پوشیدگی کے ساتھ، تاہم پوشیدہ نمازوں میں امام کے لیے آیت سجدہ پڑھنے سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ (۲)

اگر کسی شخص نے نماز سے باہر آیت سجدہ سنا، لیکن فوراً امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ کر لے، تاہم اگر امام کے ساتھ شریک ہونے سے پہلے پہلے امام نے سجدہ تلاوت ادا کر لیا تو ایسی صورت میں اگر مقتدی اسی رکعت کے اندر ہی امام کی اقتدا کر لے تو الگ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر وہ رکعت فوت ہو جائے تو اب نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی وہ سجدہ الگ ادا کرے اور اگر سرے سے جماعت میں شریک ہی نہ ہو سکا تب بھی سجدہ ادا کرنا اس پر واجب رہے گا۔ (۳)

سجدہ تلاوت کس پر واجب ہے؟

تلاوت کی وجہ سے سجدہ تلاوت کا وجوب ہر اس شخص پر ہے جو ادا یا قضا کی صورت میں نماز پڑھنے کی اہلیت

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۵، ۳۹۴، رد المحتار علی الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۵۷۷/۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۵۷۷/۲، ۵۷۸، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱۳۳/۱

(۳) مراقی الفلاح، باب سجود التلاوة، ص: ۴۰۱، ۴۰۲، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱۳۳/۱

رکھتا ہو، لہذا کافر، بچے، مجنون، حائضہ اور ناسہ پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ یہی شرائط سننے والے کے حق میں بھی معتبر ہیں۔ بے وضو اور جنبی شخص کی تلاوت سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ دونوں نماز کے اہل اور مکلف ہیں۔ سننے والے شخص کے لیے ذاتی طور پر مکلف ہونا تو ضروری ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ جس سے سن رہا ہو وہ بھی مکلف ہو بلکہ آیت سجدہ پر صحیح تکلم اور کسی بھی درجے میں درست تلاوت سنا وجوب کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح سوئے ہوئے شخص یا نشہ والے شخص سے آیت سجدہ سنا بھی موجب سجدہ ہے، بلکہ نشہ والے اور سوئے ہوئے شخص کو اگر بعد میں یہ پتہ چل جائے کہ انہوں نے آیت سجدہ کی صحیح تلاوت کی ہے تو ان پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

بے سمجھ بچے، پرندے (طوطے، مینا یا بندر وغیرہ) یا بازگشت اور گونج سے سنی جانے والی تلاوت سے سجدہ تلاوت لازم نہیں ہوتا۔ موجودہ دور میں ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے سنی جانے والی تلاوت کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر یہ پروگرام براہ راست نشر ہو رہے ہوں تو پھر اس کے سننے سے سجدہ تلاوت واجب رہے گا۔ علامہ شریعتی نے شیخ الاسلام سے نقل کیا ہے کہ مجنون اور نائم، یعنی سویا ہوا شخص بھی اس حکم میں داخل ہے، یعنی ان سے سنی ہوئی تلاوت موجب سجدہ نہیں ہونی چاہئے، علامہ کا سانی نے مجنون کا حکم یہی ذکر کیا ہے، تاہم علامہ حسکتی نے جنون مطبق اور غیر مطبق میں فرق ذکر کیا ہے۔

دوسری طرف علامہ شامی نے جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ مجنون، بے ہوش اور سوئے ہوئے شخص کی تلاوت سے سجدہ تلاوت لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید کی تلاوت اور سجدہ تلاوت کی عظمت کو دیکھتے ہوئے یہی قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ غیر متمیز بچے، پرندے، بازگشت اور مجنون و نائم میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ یہ سب کے سب درست تلاوت اور تلفظ کے اہل نہیں اور نہ ہی دوران جنون و بے ہوشی یا بحالت غیبت کے بڑبڑانے کو تلاوت کہا جاسکتا ہے، حالانکہ حنفیہ کے ہاں عرف میں جس چیز کو تلاوت کہنا درست نہ ہو اس سے سجدہ تلاوت لازم نہیں آتا، جیسے آیت سجدہ لکھنا یا اس کے سچے کرنا اور ایک ایک حرف بولنا موجب سجدہ نہیں۔ (۱)

سجدہ تلاوت کو نماز کے رکوع یا سجدہ میں ادا کرنے کا حکم:

اگر نماز کے اندر آیت سجدہ کی تلاوت کی گئی تو حنفیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت کو رکوع کے ضمن میں ادا کرنا بھی

(۱) اندر المحتار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۵۸۰-۵۸۳، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث

عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۳، ۱۳۲، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب سجود التلاوة: ۳۹۵، ۳۹۴، بدائع

الصنائع، فصل فی بیان من تحب علیہ: ۷۴۲/۱

درست ہے، تاہم اس کے لیے دو شرائط ہیں۔

(۱) رکوع کے ضمن میں سجدۃ تلاوت ادا کرنے کی نیت موجود ہو اور یہ نیت رکوع کرنے سے پہلے پہلے ہو۔ رکوع کے دوران یا رکوع کے بعد کی گنی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ امام کے ساتھ ساتھ مقتدی بھی رکوع میں سجدۃ تلاوت کی نیت کر لے، اگر مقتدی کی نیت نہ ہو تو رکوع کرنا اس کے لیے کافی نہیں، بلکہ نماز ختم ہونے کے بعد جب امام سلام پھیر لے تو مقتدی سلام پھیرنے کی بجائے اولاً سجدۃ تلاوت ادا کر لے پھر دوبارہ قعدہ اخیرہ اور تشہد وغیرہ ادا کرنے کے بعد سلام پھیر لے۔ (۱)

(۲) آیت سجدہ کی تلاوت کے فوراً بعد رکوع کیا جائے۔ آیت سجدہ پر ایک، دو یا تین آیات کی زیادت کو فقہائے کرام نے رخصت قرار دیا ہے، تاہم اگر تین آیات سے زیادہ ہو جائے تو اب رکوع کے ضمن میں سجدہ کرنا جائز نہیں۔

علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ ہجوم اور ازدحام کے وقت امام کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ رکوع یا سجدے میں سجدۃ تلاوت ادا کرے۔ (۲)

تکرات تلاوت، تکرار سماع یا اجتماع تلاوت و سماع کا حکم:

اگر سجدۃ تلاوت کے وجوب کے اسباب متعدد ہو جائیں، یعنی کوئی شخص بار بار آیت سجدہ کی تلاوت کر لے یا بار بار آیت سجدہ سن لے یا تلاوت بھی کر لے اور کسی عاقل شخص سے سن بھی لے تو ان صورتوں میں سجدۃ تلاوت کے تعدد کے لیے علامہ کا ساقی نے ایک بہترین اصول ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سجدۃ تلاوت تین چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کی وجہ سے متکرر ہوتا ہے۔

(۱) مجلس کا اختلاف: یعنی مختلف مجلسوں میں ایک ہی آیت کے بار بار پڑھنے یا سننے سے سجدۃ تلاوت بھی بار بار واجب ہوتا رہے گا۔

(۲) تلاوت کا اختلاف: یعنی سجدہ کی مختلف آیات کی تلاوت (چاہے ایک مجلس ہی میں کیوں نہ ہو) تعدد سجدہ کا سبب

ہے۔

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۵۸۷/۲، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث عشر فی

سجود التلاوة: ۱۳۳/۱، ۱۳۴

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب سجود التلاوة، ص: ۳۹۷، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثالث عشر فی سجود

التلاوة: ۱۳۳/۱، الدرالمختار، باب سجود التلاوة: ۵۷۶/۲، ۵۷۷

(۳) سماع کا اختلاف: یعنی سجدہ کی مختلف آیات کا سنتا (چاہے ایک مجلس ہی میں کیوں نہ ہو) بھی تعدد سجدہ کا سبب

ہے۔

مجلس سے کیا مراد ہے؟

فقہائے کرام کے ہاں آیت سجدہ کی تلاوت یا سننے کے بعد اگر کوئی شخص اسی جگہ موجود رہے تو زیادہ وقت گزرنے، معمولی کھانے پینے، کھڑے ہونے یا بیٹھ جانے، عام راستے میں دو تین قدم چلتے پھرنے، کمرے یا مسجد کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں آنے جانے، تسبیح و تہلیل اور تلاوت کرنے، اپنی جگہ میں سواری پر بیٹھ جانے یا سواری سے اترنے (بشرط یہ کہ سوار ہونے یا اترنے کے مابین تین قدم سے زیادہ نہ چلے) جیسے افعال کے ارتکاب سے مجلس ایک ہی رہے گی، اگرچہ کوئی شخص اپنے قول کے ذریعے مجلس سے اعراض کر دے، یعنی یہ کہہ دے کہ اب میں مزید تلاوت نہیں کروں گا۔ اس کے برعکس عمل کثیر، زیادہ کھانا پینا، گہری نیند، بیع و شراء، راستے پر چلنا پھرنا وغیرہ مجلس کو توڑ دیتے ہیں۔ کشتی میں سفر کے دوران تلاوت کرنا ایک ہی مجلس شمار ہوتی ہے، چاہے تلاوت نماز میں ہو یا نماز سے باہر، تاہم کشتی کے علاوہ سوار یوں پر نماز کے دوران تلاوت کرنا تو ایک مجلس شمار ہوگا، لیکن نماز کے بغیر مجلس متعدد رہے گی۔ (۱)

سجدہ تلاوت پڑھنے کا طریقہ:

نماز کے اندر سجدہ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے کے فوراً بعد بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائے بغیر ہی سجدہ میں چلا جائے۔ سجدے میں تین بار تسبیحات پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھیں۔ یہی طریقہ نماز سے باہر سجدہ پڑھنے کا بھی ہے، البتہ سجدہ تلاوت کے لیے دوران نماز زبان سے تلفظ کرتے ہوئے نیت کرنا جائز نہیں اور نماز سے باہر جائز ہے۔ سجدہ تلاوت چاہے نماز کے اندر ہو یا باہر، اس میں نہ تو ہاتھ اٹھانا ہے، نہ سجدہ کے بعد تشہد پڑھنا ہے اور نہ ہی سلام پھیرنا ہے، اس لیے کہ سجدہ تلاوت بس اسی ایک ہی سجدے کا نام ہے۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سبب وجوب سجدة التلاوة: ۷۳۱/۱-۷۳۵، الفتاویٰ الہندیہ، الباب الثالث

عشر فی سجود التلاوة: ۱۳۴/۱

(۲) مرافی الفلاح علی صدر حاشیۃ الطحطاوی، باب سجود التلاوة، ص: ۴۰۷، الدر المختار مع رد المحتار، باب

سجود التلاوة: ۵۸۰/۲

سجدة تلاوت کی سنتیں:

- (۱) سجدة تلاوت کی ادائیگی سے پہلے اور بعد، دونوں صورتوں میں کھڑا ہونا، اگرچہ سجدة سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔
- (۲) سجدة تلاوت سے پہلے اور بعد میں تکبیر، یعنی اللہ اکبر پڑھنا
- (۳) سجدة تلاوت کی تکبیرات زور سے پڑھنا
- (۴) سجدة تلاوت میں نماز کے سجدوں کی طرح تسبیحات پڑھنا
- (۵) سجدة تلاوت کی ادائیگی کے لیے سواری سے اتر کر زمین پر ادا کرنا
- (۶) نماز سے باہر آیت سجدة میں جماعت کا حکم:

حنفیہ کے ہاں اگر کوئی شخص نماز سے باہر سجدة تلاوت پڑھ لے اور لوگ اس کو سن لیں تو سنت یہ ہے کہ پڑھنے والا ہی آگے ہو جائے اور دوسرے لوگ اس کے پیچھے صف باندھ کر ایک ساتھ سجدة تلاوت ادا کر لیں، تاہم مسنون یہ ہے کہ پڑھنے والا پہلے سجدة کر لے اور سننے والے اس کے بعد سجدة ادا کر لیں۔ مذکورہ فعل نہ تو جماعت ہے اور نہ اقتداء، بلکہ محض سنت ہے، لہذا امام سے آگے کھڑا ہونا، صفیں نہ بنانا، امام سے پہلے سجدة میں جانا یا سرائٹھانا سب کچھ جائز ہے۔ (۱)

چند متفرق احکام:

- (۱) تلاوت کے دوران آیت سجدة کو پست آواز میں پڑھنا مستحب ہے، تاہم اگر لوگ آیت سجدة سننے کے لیے تیار ہوں یا ان کو سننے کا شوق ہو تو جبر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں کہ: ”آیت سجدة کی تلاوت کے دوران خود کو جتکف مصروف کرنے والے شخص پر زجر آیت سجدة تلاوت واجب ہے اگرچہ وہ آیت سجدة نہ سن لے۔“
- (۲) آیت سجدة کو چھوڑ کر بقیہ سورت یا رکوع کی تلاوت مکروہ ہے، البتہ بقیہ سورت یا رکوع کے بغیر آیت سجدة کی تلاوت جائز ہے، تاہم فضیلت وعدم فضیلت کی بحث سے بچنے کے لیے مکمل رکوع یا سورت کی تلاوت زیادہ افضل ہے۔ (۲)

(۱) مراقی الفلاح علی صدر حاشیۃ الطحطاوی، باب سجود التلاوة، ص: ۴۰۶، ۴۰۷، الدر المختار مع رد المحتار، باب

سجود التلاوة: ۲/۵۸۰، بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سنن السجود: ۱/۷۵۳، ۷۵۴

(۲) مراقی الفلاح علی صدر حاشیۃ الطحطاوی، باب سجود التلاوة، ص: ۴۰۶، الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود

التلاوة: ۲/۵۹۵، ۵۹۶

(۳) جو سجدہ نماز سے باہر واجب ہو جائے اس کو نماز میں ادا کرنا جائز نہیں، البتہ نماز سے باہر کسی بھی جائز وقت میں اس کی ادائیگی درست ہے۔ جو سجدہ نماز میں واجب ہو جائے اس کو نماز سے باہر یا کسی دوسری نماز میں ادا کرنا جائز نہیں۔ نماز کا سجدہ اسی نماز کے اندر ادا ہو سکتا ہے۔ اسی نماز سے فراغت کے بعد سجدہ ساقط ہو جاتا ہے، لہذا واجب چھوڑنے کی وجہ سے نمازی پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

(۴) نماز کے دوران اگر مقتدی زور سے آیت سجدہ پڑھ لے اور اس کا امام اور دوسرے مقتدی اس کو سن لیں تو ان میں سے کسی پر بھی سجدہ واجب نہیں، نہ تو نماز کے اندر اور نہ نماز سے باہر، البتہ اگر کوئی خارجی شخص سن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

(۵) اگر امام یا اس کے مقتدی نماز کے دوران کسی خارجی شخص سے آیت سجدہ سن لیں تو ان پر سجدہ واجب ہو جائے گا، تاہم اس سجدے کی ادائیگی اس نماز میں جائز نہیں، البتہ اگر ادا کر لیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن سجدہ بھی ادا نہیں ہوگا، بلکہ بعد میں دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ (۱)

(۶) نماز کے دوران سجدہ تلاوت ادا کرنے کے بعد مناسب یہ ہے کہ کھڑے ہو جانے کے فوراً بعد رکوع میں نہ جائے، بلکہ کم از کم دو تین آیات پڑھ کر رکوع کر لے۔ سجدہ تلاوت کے بعد فوراً رکوع کرنا فقہاء کے ہاں مکروہ ہے۔ (۲)

(۷) سری نمازوں میں امام کے لیے آیات سجدہ کی تلاوت مکروہ ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں اگر وہ سجدہ تلاوت ادا کرنا چاہے تو مقتدی اس کو امام کی لغزش سمجھ کر اس کو لقمے دینا شروع کریں گے جو نماز میں انتشار کا ذریعہ ہے۔ (۳)

سجدہ شکر:

سجدہ شکر امام ابوحنیفہؒ کے ہاں کوئی مسنون عمل نہیں، تاہم صاحبین کے ہاں یہ ایک مستحب عمل ہے جو نبی کریم ﷺ سے بھی مختلف مواقع پر ثابت ہے، مثلاً: ابو جہل کا کٹا ہوا سر دیکھ کر آپ ﷺ نے کئی مرتبہ سجدہ شکر ادا کیا۔ اسی طرح ایک اور روایت سے بھی یہ ثابت ہے کہ جب حضور ﷺ کو کوئی خوش کن بات پیش آتی تو سجدہ ریز ہو جاتے۔ اسی طرح

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی محل ادائها: ۱/۷۴۴، ۷۴۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی کیفیۃ ادائها: ۱/۷۴۷، مراقی الفلاح علی الطحطاوی، باب

سجود التلاوة، ص: ۳۹۶

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی سنن السجود: ۱/۷۵۴

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے میلہ کذاب کے قتل اور فتح یمامہ کے موقع پر بھی سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے اکابر صحابہؓ نے بھی مختلف مواقع پر سجدہ شکر ادا کیا ہے، لہذا حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق یہ ایک مستحب فعل ہے جس پر عمل کرنے سے کسی کو منع کرنا مناسب نہیں۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت حاصل ہو، بچہ پیدا ہو، مال و اسباب میں اضافہ ہو، گم شدہ چیز مل جائے، بیماری سے صحت مل جائے، دشمن سے حفاظت یا اس پر فتح نصیب ہو تو ایسے مواقع پر سجدہ شکر بجالانا چاہیے کہ اس میں عاجزی اور بندگی کا اظہار ہے۔

سجدہ شکر کا طریقہ بالکل وہی ہے جو سجدہ تلاوت کا ہے۔ اسی طرح اس کے لیے شرائط وغیرہ بھی وہی ہیں جو سجدہ تلاوت کے لیے ہیں، البتہ فقہائے کرام نے بلا کسی سبب کے فرض نمازوں یا وتر کے بعد اس کی ادائیگی کو مکروہ کہا ہے، اس لیے کہ کسی مباح یا مستحب عمل کو ایسا رنگ دینا، جس سے عوام الناس اس کو سنت، واجب یا فرض سمجھنے لگیں، مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح بلا کسی سبب کے دوسرے اوقات میں اس پر مداومت کرنا بھی مکروہ ہے۔ جن فرض نمازوں کے بعد نفل نمازیں مکروہ ہیں، ان کے بعد سجدہ شکر بھی مکروہ ہے۔ (۱)



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود التلاوة، مطلب فی سجدة الشکر: ۵۹۷/۲، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴

باب سجدة التلاوة

(سجدة تلاوت کا بیان)

ایک مجلس میں متعدد افراد کا سجده والی آیت پڑھنا

سوال نمبر (275):

ایک مجلس میں متعدد افراد بیٹھے ہوں، ایک آدمی آیت سجده پڑھ لے تو سجدة تلاوت واجب ہوا، پھر اگر اسی مجلس میں یہی آیت کوئی اور آدمی دوبارہ پڑھ لے تو کیا پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر دوبارہ سجدة تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

بیّنوا توجہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر مجلس ایک ہو تو آیت سجده کے تکرار سے صرف ایک سجده واجب ہوگا، اگرچہ ایک دفعہ خود پڑھے اور دوسری دفعہ کسی اور سے سنے اور تمام سننے والوں پر ایک ہی سجده واجب ہوگا، لیکن مجلس یا آیت بدل جانے سے تکرار تلاوت کی وجہ سے سجده بھی مکرر واجب ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وأشار إلى أنه متى اتحدت الآية والمجلس لا يتكرر الوجوب، وإن اجتمع التلاوة والسماع ولومن جماعة. (۱)

ترجمہ:

اور اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جب آیت اور مجلس ایک ہو تو دوبارہ سجده واجب نہ ہوگا، اگرچہ تلاوت اور سننا دونوں جمع ہو جائیں اور اگرچہ پڑھنے والے متعدد ہوں۔



نامعلوم سجدہ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ

سوال نمبر (276):

اگر کسی کے ذمے متعدد سجدے واجب ہو گئے ہوں جن کی تعداد معلوم نہ ہو تو ان کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہے؟
اگر ادا کئے بغیر مر جائے تو کفارے کی کیا صورت ہوگی؟

بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق:

آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ جو سجدہ تلاوت نماز کے باہر واجب ہو جائے، دو تاخیر کے ساتھ بھی ادا ہو سکتا ہے، لیکن تاخیر کرو و تنزیہی ہے، یعنی زندگی میں جب بھی ادا کرے گا تو ادائیگی درست ہوگی، البتہ فوری ادائیگی افضل ہے۔ اس میں قضا کا تصور نہیں، جب بھی ادا کرے گا، ادا ہی کہلائے گا۔
اگر کسی شخص پر نامعلوم تعداد میں سجدہ تلاوت واجب ہو گئے ہوں تو اندازہ لگا کر ادا کرے۔ اگر آخری دم تک ادا نہ کر سکا تو گنہگار ہوگا۔ موت کے بعد اس کا کوئی کفارہ وغیرہ نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وہی علی التراخی) علی المختار و یکرہ تأخیرہا تنزیہا، ویکفیہ أن یسجد عدد ما علیہ بلا تعین

وبكون مؤدبا. (۱)

ترجمہ:

مختار قول کے مطابق یہ واجب علی التراخی ہے، تاہم تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (اور جس شخص پر بلا تعین زیادہ سجدے واجب ہوں تو) اس کے لیے کافی ہے کہ واجب شدہ سجدوں کے بقدر بغیر تعین کے سجدے کرے اور (تاخیر کے باوجود یہ شخص ان سجدوں کو) ادا کرنے والا شمار ہوگا (نہ کہ قضا لانے والا)۔



(۱) الدر المختار علی صدر رد المختار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۵۸۳/۲

سجدة تلاوت کے وجوب کا سبب

سوال نمبر (277):

سجدة تلاوت کا حکم اور اس کے وجوب کا سبب کیا ہے؟ یعنی کن امور سے سجدة تلاوت واجب ہوتا ہے؟
بیٹو! سناؤ جبراً

الجواب وبالله التوفیق:

احناف کے نزدیک سجدة تلاوت واجب ہے۔ اس کے واجب ہونے کے تین اسباب ہیں:

(۱) آیت سجدة کی تلاوت کرنا،

(۲) آیت سجدة کا سماع، یعنی سنا،

(۳) اتمام، یعنی آیت سجدة پڑھنے والے امام کی اقتدا کرنا،

مذکورہ بالا اسباب میں سے کوئی بھی سبب پایا جائے تو سجدة تلاوت واجب ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

والسجدة واجبة فی هذه المواضع علی التالی والسامع. (۱)

ترجمہ:

ان جگہوں میں تلاوت کرنے والے اور سننے والے ہر ایک پر سجدة تلاوت واجب ہے۔

وذكر فی المحتجبی أن الموجب للسجدة أحد ثلاثة: التلاوة، والسماع، والائتمام. (۲)

ترجمہ:

اور مجتہبی میں ذکر کیا گیا ہے کہ سجدة تلاوت تین چیزوں میں سے کسی ایک سے واجب ہوتی

ہے: تلاوت، سماع، یعنی سنا اور (سجدة تلاوت کرنے والے امام کی) اقتدا۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۲

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۷

ایک نماز میں ایک ہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھنا

سوال نمبر (278):

اگر کوئی شخص ایک رکعت میں آیت سجدہ پڑھ لینے کے بعد سجدہ تلاوت کر لے، پھر اسی رکعت میں وہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھ لے تو اس شخص پر دوبارہ سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

بیّنوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

ایک رکعت میں ایک مرتبہ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد وہی سجدہ والی آیت دوبارہ پڑھنے سے دوسرا سجدہ تلاوت لازم نہیں آتا، اس لیے کہ نماز بمنزلہ ایک مجلس کے ہے اور آیت سجدہ بھی وہی ہے، جب آیت اور مجلس میں اتحاد ہو تو پھر سجدہ تلاوت مکرر واجب نہیں ہوتا۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب کوئی دوسری آیت سجدہ پڑھی جائے یا وہی آیت دوسری رکعت میں پڑھی جائے، ان صورتوں میں آیت سجدہ اور مجلس ایک نہ ہونے کی وجہ سے دوسرا سجدہ کرنا واجب ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو تلاها فی رکعة فسجد هائم أعادها فی تلك الركعة لا تجب ثانياً. (۱)

ترجمہ:

ایک رکعت میں آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا، پھر اسی رکعت میں دوبارہ یہی آیت پڑھی تو دوبارہ سجدہ واجب نہیں ہوگا۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الثالث عشر فی سجد التلاوة: ۱/۱۳۵

ریڈیو، ٹی وی، کیسٹ وغیرہ سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت

سوال نمبر (279):

ریڈیو، ٹی وی اور کیسٹ سے تلاوت سننے کے دوران اگر آیت سجدہ سنی جائے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا

نہیں؟

بیشوا نوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

سجدہ تلاوت کے وجوب کے لئے صحیح تلاوت کا سننا شرط ہے۔ صحیح تلاوت سے مراد یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا ایسا شخص ہو جو تلاوت میں غلطی اور درستگی کی تمیز رکھتا ہو۔ اس قاعدے کی روشنی میں اگر ریڈیو یا ٹی وی سے براہ راست پروگرام نشر ہو رہا ہو تو پھر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوگا اور اگر براہ راست نہ ہو، بلکہ ریکارڈ شدہ تلاوت نشر کی جارہی ہو تو صحیح تلاوت کے زمرے میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے اس تلاوت سے سجدہ واجب نہ ہوگا، لیکن احتیاطاً کر لینا بہتر اور اولیٰ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قولہ: (فالسبب التلاوة) أي التلاوة الصحيحة، وهي الصادرة ممن له أهلية التمييز. (۱)

ترجمہ:

سجدہ تلاوت کے لیے سبب صحیح تلاوت ہے اور صحیح تلاوت وہ ہے جس کا کرنے والا شخص صاحب تمیز ہو۔



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود التلاوة: ۲/۵۷۷

باب الجمعة

(نماز جمعہ کا بیان)

تعارف اور حکمت مشروعیت:

نماز کی حکمتوں میں سے ایک بنیادی حکمت مسلمانوں کے مابین تعلیم و تعلم اور الفت و محبت کی کیفیت پیدا کرنا ہے جس سے معاشرے میں ہمدردی، ایثار، میل جول اور اجتماعیت و یکسانیت کی فضا ہموار ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے یہ بات ضروری تھی کہ ہر شہر کا امیر، قاضی، مفتی یا نیک سیرت امام اس شہر کے مسلمانوں کو گاہے گاہے جمع کر کے ان کو ان کے حقوق و فرائض اور وقت کے تقاضوں سے آگاہ کر سکیں اور تعلیم و تعلم اور الفت و محبت سے لبریز اس اہم اجتماع سے وہ بہت کچھ پند و نصیحت لے کر اس پر عمل کر سکیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے گزشتہ امتوں کی طرح ہفتے میں ایک دن مقرر کیا گیا جس کو مسلمان ”یوم الجمعة“ کہتے ہیں۔ یہی وہ دن ہے جس کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ: ”بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے“۔ (۱)

جمعہ کی فضیلت و اہمیت:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یوم الجمعة تمام ایام کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی عظمت یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر سے بھی زیادہ ہے، جو شخص اس دن جو بھی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرمائے گا، سوائے حرام چیز کے۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمام صغیرہ گناہوں کے لیے کفارہ ہے۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں نفلی حج سے زیادہ محبوب ہے۔ ابن عباسؓ نے جمعہ کے دن کو مساکین کا حج قرار دیا ہے۔ علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں کہ یوم الجمعة کو عید المؤمنین اور یوم المزید بھی کہا جاتا ہے۔ اسی دن ارواح جمع کئے جاتے ہیں، مردوں پر سے عذاب ہٹایا جاتا ہے اور اسی دن جہنم کی آگ کو بجھڑکایا نہیں جاتا۔ (۲)

(۱) سنن النسائي، کتاب الجمعة، باب ذکر فضل یوم الجمعة: ۱/۱۵۴، حجة الله البالغة، مبحث فی الجمعة و حکمة

سرینا: ۲۸/۲، حاشیہ علی ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۳/۳

(۲) الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۳/۴۲-۴۴، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب

الجمعة، ص: ۴۰۹، سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوة، باب فی فضل الجمعة، ص: ۷۶

جمعہ کی فرضیت اور مشروعیت:

جمعہ کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع ہر ایک سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (۱)

یہاں ذکر سے مراد یا تو جمعہ کی نماز ہے اور یا خطبہ اور جب خطبہ، جو شرط کا درجہ رکھتا ہے، اس کی طرف سعی واجب ہے تو ظاہر ہے کہ جمعہ بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔

نسائی کی روایت ہے:

”رواح الجمعة واجب على كل محتلم“.

ترجمہ: جمعہ کی نماز کے لیے چلنا اور سعی کرنا ہر عاقل بالغ شخص پر واجب ہے۔

نسائی کی ایک اور حدیث ہے کہ جو شخص مسلسل تین جمعے حقارت اور لاپرواہی کی وجہ سے ترک کر دے تو

اللہ تعالیٰ اس کے دل پر نفاق کی مہر لگا دیتے ہیں۔ (۲)

ابن ماجہ کی روایت ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ کی نماز کو فرض فرمایا ہے۔۔۔ جس شخص نے اس

کو میری زندگی میں یا میری موت کے بعد استخفاف یا انکار کے طور پر چھوڑ دیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی جمعیت کو تتر بتر کر دے اور اس کے کاموں سے برکت ختم کر دے۔ خبردار! ایسے شخص کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے، نہ زکوٰۃ اور نہ

حج، سوائے اس کے کہ توبہ کر کے اللہ اس کو معاف کر دے۔ (۳)

نیز اس کی فرضیت پر امت کا اجماع و اتفاق اور تعامل بھی ہے۔ (۴)

جمعہ کی فرضیت کے لیے شرائط:

فقہائے کرام کے ہاں جمعہ کی بعض شرائط وہ ہیں جو خود نمازی سے متعلق ہیں جب کہ بعض شرائط نمازی کے

علاوہ خارجی امور سے متعلق ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) الجمعة: ۹

(۲) سنن النسائي، كتاب الجمعة، التشديد في التحلف عن الجمعة: ۱/۱۵۴

(۳) سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، باب في فرض الجمعة، ص: ۷۵

(۴) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في صلاة الجمعة: ۲/۱۸۰، ۱۸۱

جمعہ کی اہلیت کے لیے شرائط:

نماز جمعہ کا اہل بننے اور نفس وجوب کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص میں مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہ ہو اور وہ مکلف ہو، یعنی عاقل بالغ ہو تو ایسے شخص پر اگرچہ جمعہ کی نماز فرض تو نہیں، تاہم اگر وہ جمعہ پڑھ لے تو ظہر کی نماز اس سے ساقط ہو جائے گی۔ شرائط یہ ہیں:

(۱) عاقل ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) آزاد ہونا (۴) مرد ہونا (۵) مقیم ہونا، یعنی حالت سفر میں نہ ہونا (۶) صحت مند ہونا، یعنی کسی ایسی بیماری میں مبتلا نہ ہونا جس کی وجہ سے جمعہ کے لیے آنا دشوار ہو۔ مریض کی تیمارداری کرنے والا بھی مریض کے حکم میں ہے بشرط یہ کہ مریض کی حالت اس قابل نہ ہو کہ اس کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔ (۷) کسی ظالم شخص یا بادشاہ کے خوف سے محفوظ ہونا یا بہت تیز بارش اور آندھی یا طوفان کا نہ ہونا (۸) آنکھوں اور ٹانگوں کا صحیح ہونا۔ یہی حکم پاؤں سے معذور شخص کا بھی ہے۔ اندھے شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہیں اگرچہ کوئی شخص بطور رہبر اس کو مسجد تک لے آنے کے لیے موجود ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر اندھا شخص پہلے مسجد میں موجود ہو یا وہ گلیوں اور بازاروں میں خود ہی چلنے کا عادی ہو تو اس پر جمعہ کی نماز بھی فرض ہوگی۔ (۱)

جمعہ کی نماز کے لیے خارجی شرائط:

یہ وہ شرائط (وجوب ادا) ہیں جن کی غیر موجودگی میں نہ تو جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہے اور نہ اس کی ادائیگی درست ہو سکتی ہے۔ فقہائے کرام کے ہاں یہ شرائط بہ یک وقت جمعہ کے وجوب کے لیے بھی ہیں اور جمعہ کی صحت ادا کے لیے بھی۔ حنفیہ کے ہاں یہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مصر، یعنی شہر یا اس کے فنا، یعنی مضافات کا ہونا:

حنفیہ کے ہاں مصر اور فناء مصر دونوں کی تحدید میں خاصا اختلاف ہے۔ مصر، یعنی شہر کے اطلاق کے بارے میں علامہ کاسانی اور دیگر فقہانے درج ذیل اقوال نقل کئے ہیں جن کو دیکھ کر مجموعی اعتبار سے شہر کا اجمالی خاکہ ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۴۴، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۴۱۱-۴۱۳، بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۲/۱۸۶، ۱۸۷، الدر المختار مع رد المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳/۲۷-۲۹

(۱) علامہ "صلی" اور علامہ ابو عبد اللہ بنی کے ہاں مصر وہ ہے جس کی بڑی مسجد میں مکلف لوگ جمع ہو جائیں تو مسجد اس کے لیے ناکافی ہو جائے۔

(۲) امام کرنی کے ہاں مصر وہ ہے جہاں پر مفتی اور قاضی موجود ہو اور ان کو اتنی قدرت حاصل ہو کہ وہ شرعی احکامات اور حدود کا نفاذ کر سکیں۔

(۳) قاضی ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق شہر وہ ہے جہاں کی مجموعی آبادی دس ہزار سے متجاوز ہو۔

(۴) بعض حنفیہ کے ہاں مصر سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں ہر پیشہ ور کسی اور پیشہ میں لگے بغیر ایک سال تک صرف اپنے پیشہ سے زندگی بسر کر سکے۔

(۵) سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جس جگہ کو لوگ اپنی اصطلاح میں شہر سمجھتے ہوں اور اس کو دوسرے شہروں کے ساتھ شمار کرتے ہوں تو وہ جگہ شہر ہے۔

(۶) ابو القاسم الصغار فرماتے ہیں کہ جس جگہ کے لوگوں میں اتنی قوت موجود ہو کہ وہ کسی بیرونی حملے کی مدافعت خود کر سکیں تو یہ جگہ مصر ہے۔

(۷) امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس جگہ اتنی بڑی آبادی ہو جہاں بڑے بڑے محلے، بازار اور امیر و قاضی ہوں جو اپنے علم اور رعب و دبدبے کی بنا پر لوگوں کے مسائل خود حل کر سکتے ہوں تو یہ جگہ مصر کہلا سکتا ہے۔ (۱)

علامہ خالد سیف اللہ رحمائی فرماتے ہیں: "حقیقت یہ ہے کہ مصر ان اصطلاحات میں سے ہے جس کی تحدید کتاب و سنت میں نہیں کی گئی ہے، اس لیے اس کا مدار عرف پر ہے۔ قوموں کے عرف میں جس زمانہ میں جو جگہ شہر کہلائے اور حکومت کی طرف سے جس کو شہر کی حیثیت دی جائے، وہی شہر ہے، تاہم ہندوستان وغیرہ کے موجودہ حالات میں کہ بعض علاقوں میں جمعہ ہی سے مسلمانوں کی شناخت رہ گئی ہے اور اسی کے ذریعے نماز اور اسلام سے لوگ اپنی وابستگی کا احساس کرتے ہیں، ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ آراء و خیالات کے ان اختلافات سے فائدہ اٹھا کر شہر کے مفہوم میں جس قدر توسع ممکن ہو پیدا کی جائے کہ جمعہ محض ایک عبادت ہی نہیں، تذکیر و دعوت بھی ہے، مسلمانوں کی اجتماعیت کا اظہار بھی ہے اور اسلام کا ایک شعار بھی۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۱۸۸/۲ - ۱۹۰، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۴/۴۳

(۲) قاموس الفقہ، مادة جمعة: ۳/۱۲۷

مفتدین و متاخرین فقہائے کرام کی آراء کو مد نظر رکھ کر شہر، قصبہ یا کسی بڑے گاؤں کی تحدید کے لیے بس اتنی بات کافی ہے کہ اس میں روزمرہ کی ضروریات پوری ہو سکتی ہوں اور اس کی آبادی موجودہ دور کے اعتبار سے کم از کم دوڑھائی ہزار تک ضرور ہو۔

فناے مصر اور مضافات سے کیا مراد ہے؟

اس بارے میں بھی فقہائے کرام کے اقوال مختلف ہیں، مثلاً:

(۱) جہاں شہر والوں کی آوازیں سنی جاسکیں۔

(۲) جو شہر کے گرد و نواح سے ملی ہوئی ہو۔

(۳) جہاں تک شہر کی آبادی پہنچ گئی ہو۔

(۴) جو شہر کی آبادی سے ایک میل، یا دو میل یا چھ میل تک دور ہو۔

(۵) جس جگہ سے لوگ جمعہ کے لیے پیدل پہنچ سکتے ہوں اور شام کو واپس اپنے گھروں کو لوٹ سکتے ہوں۔

(۶) وہ جگہ جو شہر کے مفادات کے لیے مستعمل ہو، جیسے: چراگاہ، مقبرہ، گھوڑ دوڑ کا میدان وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ فناے مصر کے بارے میں بھی عرف اور حکومت کے مقرر کردہ حدود کو مدد دینا نادرست ہے، لہذا

شہر کے لوگوں کا جن لوگوں کے ساتھ غمی خوشی میں اشتراک ہو اور اس جگہ کے لوگ اپنی ضروریات اسی شہر سے پوری کرتے

ہوں اور عرف میں بھی ان کی نسبت اسی شہر کی طرف ہوتی ہو تو یہ لوگ اسی شہر کے مضافاتی کہلانے کے مستحق ہیں۔ (۱)

(۲) امام المسلمین یا اس کے نائب کی موجودگی:

احناف کے نزدیک جمعہ کے انعقاد کے لیے ایک اہم شرط امام المسلمین یا اس کے نائب یا اس کی طرف سے

جمعہ قائم کرنے کے لیے مامور شخص کا جمعہ پڑھانا ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ سلطان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ

خود عادل، مرد اور امامت کے قابل ہو، بلکہ وہ جو کوئی بھی ہو اس کے حکم اور نیابت سے جمعہ کی نماز جائز ہو جائے

گی۔ بدائع الصنائع اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کسی جگہ امام یا قاضی نہ ہو اور اس کا کوئی والی یا جانشین بھی نہ ہو تو وہاں

پر عام لوگوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ خود کسی کو خطیب مقرر کر کے جمعہ ادا کریں۔ اسی طرح اگر کسی جگہ فتنہ، خوف یا کسی

اور سب سے امام یا قاضی وغیرہ تک رسائی ممکن نہ ہو یا امیر و سلطان محض عناد اور نفرت کی وجہ سے جمعہ سے منع کرنے کا حکم

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۲/ ۱۹۰، ۱۹۱

دے تو وہاں پر بھی لوگ باہمی رضامندی سے کسی کو امام مقرر کر سکتے ہیں۔ (۱)
مذکورہ شرط کا بنیادی مقصد ذکر کرتے ہوئے علامہ کا سائی فرماتے ہیں:

”ولأنه لو لم يشترط السلطان، لأدى إلى الفتنة“ اور ”ولأن الحاجة إلى الإمام لدفع
التنازع في التقدم“.

تمام اہل مصر کی امامت چونکہ ایک شرافت اور عزت ہے جس کے حصول کے لیے ممکن ہے کہ نوبت
لڑائی جھگڑے تک پہنچ جائے، اس لیے امام کی حاضری کو ضروری قرار دیا گیا جس سے لڑائی جھگڑے
کا بھی خاتمہ ہوگا اور امامت کبریٰ کی تعظیم بھی برقرار رہے گی۔ (۲)

موجودہ دور میں خلافت اسلامی سے محرومی، مسلم رہنماؤں اور قاضیوں کی مذہب، مساجد اور امارت و امامت
سے کوسوں دوری اور اکثر ممالک میں مسلمانوں کی بطور اقلیت موجودگی کے ہوتے ہوئے سلطان یا قاضی کی شرط
لگانا عملاً مسلمانوں کو جمعہ سے محروم کر دینے کے مترادف ہوگا، لہذا موجودہ حالات میں وزارت اوقاف، مساجد کی
کمیٹیاں، متولیان اور جہاں یہ نہ ہوں، وہاں علما و صلحا ہی سلطان کے قائم مقام ہیں۔ (۳)

(۳) وقت:

جو وقت نماز ظہر کا ہے وہی نماز جمعہ کا بھی ہے۔ چنانچہ اگر اس سے پہلے نماز پڑھ لی جائے یا نماز مکمل نہیں ہوئی
تھی کہ ظہر کا وقت ختم ہو گیا تو نماز جمعہ ادا نہ ہو سکے گی اور یہ نفل نماز ہو جائے گی، از سر نو ظہر کی نماز بہ نیت قضا ادا کرنی
ہوگی۔

(۴) خطبہ:

جمعہ کی نماز کی صحت کے لیے نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا بھی شرط ہے۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھے بغیر جمعہ کی
نماز درست نہیں ہوگی۔ (۴)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۱۹۲، ۱۹۳، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب
السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۴۶، ۱۴۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۲/۱۹۳، ۲۰۵

(۳) ملخص از قاموس الفقہ، مسأله جمعہ: ۱۲۵/۳ (۴) الفتاویٰ الہندیۃ، الباب السادس عشر فی صلاة
الجمعة: ۱/۱۴۶، مراقي الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۱۴۶، ۱۴۵

(۵) جماعت:

جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے جماعت بھی شرط ہے، البتہ کتنے لوگوں کی جماعت ہو تو اس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ امام کے سوا تین عاقل بالغ مردوں کا ہونا ضروری ہے جب کہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں امام کے علاوہ دو مرد بھی جماعت کے لیے کافی ہیں تاہم فتویٰ پہلے قول پر ہے۔ حنفیہ کے ہاں یہ تعداد آغاز نماز کے لیے شرط ہے، بقائے نماز کے لیے شرط نہیں، یعنی اگر امام نے تین مقتدیوں کے ساتھ شروع کی اور پہلی رکعت کا پہلا سجدہ مکمل ہونے کے بعد سارے ہی مقتدی یا ان میں سے بعض چلے گئے تو امام دو رکعت نماز جمعہ پوری کر لے۔ حنفیہ کے ہاں جماعت کے لیے مطلوب تین افراد (مقتدیوں) کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ مردوں کی امامت کے لائق ہوں، لہذا تین عاقل بالغ غلام، مریض، مسافر، ان پڑھ یا گونگے مردوں کی موجودگی میں جمعہ کی نماز درست ہے، اس لیے کہ غلام، مریض اور مسافر جمعہ وغیرہ ہر ایک کی امامت کے لیے بہر صورت مستحق ہیں اور امی و گونگا بھی اپنے جیسے لوگوں کی امامت کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تین بچوں یا عورتوں کی موجودگی میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہوگی۔

حنفیہ کے ہاں جماعت جمعہ کے لیے مطلوبہ افراد کی یہی تعداد اور کیفیت خطبہ کے لیے بھی شرط ہے، لہذا اگر خطبہ سے پہلے تمام لوگ کسی کام کے لیے اٹھ جائیں اور نماز پڑھنے کے لیے آجائیں تو جمعہ کی نماز جائز نہیں ہوگی، البتہ اگر خطبہ سننے والے لوگ خطبہ سننے کے بعد چلے جائیں اور نماز پڑھنے کے لیے ایک اور جماعت آجائے تو خطبہ اور نماز دونوں کی شرط پوری ہو جائے گی۔ (۱)

(۶) اذن عام:

اذن عام سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے تمام دروازے تمام لوگوں کے لیے کھلے ہوئے ہوں، لہذا اگر عام لوگوں کو مسجد آنے کی اجازت نہ ہو، یا کچھ لوگ آئیں اور دروازہ بند کر کے جمعہ کی نماز ادا کر لیں تو جمعہ کا ادا کرنا صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مکان میں جمعہ کی نماز کا اہتمام کرے اور عام لوگوں کو نماز میں آنے نہ دے تو نماز جمعہ کی ادائیگی صحیح نہ ہوگی، البتہ اگر قلعہ کے اندر مسجد ہو اور مسجد میں نماز پڑھنے کی عام اجازت ہو، لیکن کسی وجہ سے (دشمن یا خوف یا کسی خطرے کی بنا پر) قلعہ کا دروازہ بند کیا جاتا ہو تو باوجود اس کے کہ قلعہ کا دروازہ بند ہے، جمعہ کی ادائیگی درست ہوگی۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۴۸، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب

موجودہ دور میں کارخانوں، فوجی کیمپوں اور حساس علاقوں کی مساجد، جہاں نماز میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، لیکن ان کے دروازوں کو بند رکھنا گزیر ہو، اسی حکم میں داخل ہوں گے۔ (۱)

جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے اہلیت:

جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے وہی شرائط ہیں جو عام نمازوں میں امامت کے لیے ہیں، لہذا ہر وہ شخص جمعہ پڑھا سکتا ہے جو عام نماز پڑھانے کے لیے اہل ہو بشرطیکہ اس کو امیر یا قاضی یا متعلقہ شہر یا مسجد کے نگران اور متولی کی اجازت حاصل ہو۔ (۲)

جمعہ کی نماز کو فاسد کرنے والی چیزیں:

جمعہ کی نماز کے لیے بعض مفسدات تو وہ ہیں جو ہر قسم کی نماز کو توڑنے والی ہیں، جب کہ بعض مفسدات صرف جمعہ کے ساتھ خاص ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل مع حکم ملاحظہ ہو۔

(۱) جمعہ اور دوسری نمازوں کی مشترک مفسدات کا حکم:

جمعہ کی نماز ان تمام چیزوں سے ٹوٹ جاتی ہے جن سے عام نمازیں بھی ٹوٹتی ہیں۔ ان مفسدات میں سے کسی مفسد کے پیش آنے کے بعد دوبارہ جمعہ کی نماز ادا کی جائے گی۔

(۲) جمعہ کی نماز کے لیے خاص مفسدات:

(۱) ظہر کے وقت کا ٹکنا اور ختم ہو جانا: جمعہ کی نماز کے دوران اگر تشہد سے پہلے پہلے ظہر کا وقت ختم ہو جائے تو جمعہ کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲) جماعت کا فوت ہو جانا یا کم ہو جانا: جمعہ کی نماز کے دوران ایک رکعت پوری ہونے سے پہلے اگر مقتدیوں کی فرض تعداد کم ہو جائے تو اس سے بھی جمعہ کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں چونکہ نماز جمعہ کی ایک ایک شرط مفقود ہوگئی، اس لیے الگ تحریمہ کے ذریعے از سر نو نماز ظہر ادا کی جائے گی۔ (۳)

(۱) الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲۵/۳، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب السادس عشر فی صلاة

الجمعة: ۱/۱۴۸، مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۱۷۷

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۴۸، مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۱۸۸

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان ما یفسدہا: ۲/۲۱۴

نماز جمعہ کی قضا:

جمعہ کی نماز اگر کسی سے فوت ہو جائے یا وقت نکل جائے تو اس کی کوئی قضا نہیں، بلکہ اس کی جگہ ظہر کی نماز ادا کی جائے گی، اس لیے کہ ظہر کا وقت اور جماعت جمعہ کی بنیادی شرائط میں سے ہیں جن کی غیر موجودگی میں جمعہ کی ادائیگی درست نہیں۔ (۱)

مستحبات:

جمعہ کے دن مستحب یہ ہے کہ آدمی غسل کرے اور اسی غسل سے نماز ادا کرے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ تیل اور خوشبو لگائے، پاک صاف اور سفید کپڑے پہنے اور سکون و وقار کے ساتھ مسجد جا کر پہلی صف میں بیٹھ جائے۔

جمعہ سے متعلق کچھ ضروری احکام:

(۱) جس جگہ جمعہ کی نماز ہوتی ہو وہاں پر معذورین یا غیر معذورین کسی کے لیے بھی جماعت کی ادائیگی مکروہ ہے، چاہے وہ اپنے گھروں میں ہوں یا کسی جیل اور قید خانے میں، اور چاہے یہ جماعت جمعہ کی ادائیگی سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔ معذورین کے لیے بھی مستحب یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو جمعہ کی نماز سے امام کی فراغت کے بعد ادا کریں۔ جمعہ کی ادائیگی سے قبل ظہر کی نماز ادا کرنا مکروہ ہے اگرچہ اکیلے ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) جن دیہاتوں میں جمعہ کی نماز واجب نہیں وہاں پر اذان و اقامت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

(۳) جس شخص پر جمعہ واجب ہو اور وہ بلا عذر جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز ادا کر لے تو ظہر کی نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی، لیکن اس کا انعقاد جمعہ کی ادائیگی تک موقوف رہے گا، لہذا اگر ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد اس نے جمعہ کے لیے سعی اور نیت کرتے ہوئے گھر سے باہر قدم رکھا اور اس سعی کے دوران امام ابھی جمعہ سے فارغ نہیں ہوا تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں محض سعی سے ظہر کی نماز باطل ہو کر نفل بن جائے گی، اگرچہ مسجد تک پہنچنے سے پہلے امام فارغ ہو چکا ہو، تاہم صاحبین کے ہاں جب تک جمعہ کی نماز میں داخل نہ ہو جائے، ظہر کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ علامہ "ہکفی" کے ہاں صاحبین کا قول رائج ہے، تاہم علامہ شامیؒ نے مختلف حوالوں سے امام صاحب کے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز میں قعدہ اخیرہ یا سجدہ سہو کے دوران شامل ہو جائے

(۱) مدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان ما یفسدھا: ۲/۲۱۵۰۲۱۴

تو وہ بھی جمعہ کو پالینے والا متصور ہوگا اور دو رکعت نماز جمعہ ادا کرے گا۔ (۱)

(۵) جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب ہو، اس کے لیے زوال آفتاب کے بعد، یعنی جمعہ کا وقت شروع ہونے کے بعد سفر شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ بشرطیکہ راستہ میں پڑھنا ممکن نہ ہو۔ اگر راستے میں پڑھنا ممکن ہو یا قافلہ اور گاڑی چھوٹ جانے کا عذر ہو تو ایسی صورت میں سفر کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح زوال سے قبل اور جمعہ کی ادائیگی کے بعد سفر کرنا بھی حنفیہ کے ہاں جائز ہے۔ (۲)

(۶) اذان جمعہ کے بعد نماز کے لیے سعی اور تیاری واجب ہو جاتی ہے، جس کے بعد بیع و شرا اور ہر وہ فعل جو سعی میں خلل انداز ہو، مکروہ تحریمی ہے۔ اذان سے مراد حنفیہ کے صحیح قول کے مطابق وہ اذان ہے جو زوال کے بعد دی جائے، چاہے وہ اذان اول ہو یا اذان ثانی۔ اذان اول اگرچہ حضرت عثمانؓ کے دور سے شروع ہوئی لیکن سعی کے وجوب کے لیے اسی کو مدار بنانا زیادہ مناسب ہے اس لیے کے اذان ثانی کے بعد عموماً اتنا وقت نہیں ہوتا جس میں جمعہ کی تیاری اور سعی ممکن ہو سکے۔ علامہ ہسکلفی، شامی، شرنبلالی اور عالمگیری نے اسی کو رائج قرار دیا ہے۔ (۳)

ایک شہر میں تعدد جمعہ کا مسئلہ:

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کسی شہر میں ایک ہی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہو اور تمام لوگ اس میں با آسانی حاضر ہو سکیں تو کسی اور مسجد میں جمعہ شروع کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر ضرورت ہو اور ایک مسجد میں لوگ نہ آسکیں تو ضرورت کے بقدر تعدد میں کوئی حرج نہیں۔ (۴)

جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں:

جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعات یک سلام کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے۔ اسی طرح جمعہ کے بعد بھی چار رکعات

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳۰/۳-۳۴، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس

عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۴۸، ۱۴۹، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۲۶، ۲۷

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳/۴۰، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۲۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳/۳۸، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس

عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۴۹، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۲۳

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳/۱۵۰، ۱۶۰، مراقی الفلاح، باب الجمعة، ص: ۱۳، ۱۴

مستقل سنت ہیں۔ ان چار رکعات کے بعد مزید دو رکعتیں (جو ظہر کے بعد مسنون ہیں) ادا کرنا بھی سنت ہے۔ اسی طرح کل دس رکعات جمعہ کے لیے سنت ہیں۔ (۱)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرنا مستقل سنت ہے۔ یہ ظہر کے فرائض کا قائم مقام نہیں، اس لیے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز بذاتِ خود چار رکعات تھی، تاہم خطبہ کو دو رکعتوں کا قائم مقام بنا کر جمعہ کی نماز کو دو رکعت تک محدود رکھا گیا، لہذا جن علاقوں کے لوگ جمعہ کی ادائیگی کے بعد مذکورہ چار سنتوں کو یا مستقل چار رکعات ”احتیاطِ ظہر“ کے نام سے پڑھتے ہیں کہ بالفرض اگر جمعہ کی نماز ہمارے علاقے میں درست نہ ہو تو یہ چار رکعات ظہر کے قائم مقام ہو جائیں گے تو ایسا کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔ فقہائے کرام نے سب ذرائع اور جمعہ کی نماز سے شکوک و شبہات ختم کرنے کے لیے ایسے علاقوں میں عوام کو ان چار سنتوں کی ادائیگی سے بھی منع فرمایا ہے تاکہ سوء عقل و فہم کی وجہ سے کوئی اس کو ظہر کی نماز نہ سمجھ بیٹھے۔ (۲)

خطبہ سے متعلق احکام:

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے۔ علامہ کاسانی نے اس پر قرآن و حدیث سے تفصیلی

دلائل بھی دیے ہیں۔ (۳)

خطبہ کا رکن اور فرض مقدار:

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں خطبہ کی نیت سے اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی ذکر خطبہ کا رکن بن سکتا ہے، جیسے خطبہ کی نیت سے سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہہ دے تو یہ خطبہ کے لیے کافی ہو جائے گا اگرچہ اختصار کی وجہ سے اس میں کراہت تزیینی بھی ہے۔ صاحبین کے ہاں خطبہ میں اتنا طویل ذکر ہونا چاہیے جس کو عرفِ عام میں خطبہ کہا جاسکتا ہو، یعنی کم از کم تشہد کی واجب مقدار تک ضرور ہو۔ امام کرخیؒ کے ہاں اس کی مقدار کم از کم تین آیات کے بقدر ہونی چاہیے، تاہم فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔ حنفیہ کے ہاں دونوں اقوال کے مطابق محض ایک خطبہ بھی فرضیت کے لیے کافی ہے۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الصلوٰۃ المسنونة: ۲/۲۶۶

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۲/۱۹۵، الدر المختار مع رد المحتار، باب

الجمعة: ۳/۵۔ (۳) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۲/۱۹۵

شوافع کے ہاں دونوں خطبے ان کے درمیان بیٹھنا ہر ایک شرط ہے۔ (۱)

خطبہ کی شرائط:

- (۱) خطبہ جمعہ کی نماز سے پہلے ہو۔
- (۲) خطبہ زوال، یعنی جمعہ کا وقت داخل ہونے کے بعد پڑھا جائے۔
- (۳) خطبہ پڑھتے وقت خطبہ کی نیت بھی ہو۔
- (۴) صاحبین کے ہاں عربی پر قادر شخص کے لیے عربی میں خطبہ پڑھنا شرط ہے۔
- (۵) خطبہ سننے کے لیے کم از کم تین عاقل بالغ مرد موجود ہوں، اگرچہ وہ بہرے ہوں یا نیند کی حالت میں ہوں یا اتنے دور ہوں کہ آواز نہ سن سکیں۔
- (۶) خطبہ اتنی بلند آواز سے پڑھا جائے جو قریب کے لوگ سن سکیں۔
- (۷) خطبہ اور نماز جمعہ کے درمیان کھانے پینے یا کسی اور چیز (جو نماز کے منافی ہو) سے فصل نہ ہو۔ (۲)

خطبہ کی سنتیں:

- (۱) حنفیہ کے ہاں دو خطبے دینا سنت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ان دو خطبوں کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ حتی الوسع مختصر خطبہ دیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے شروع کی جائے، پھر شہادتین پڑھ لیے جائیں، نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے، کچھ وعظ و نصیحت کی جائے اور قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت پڑھی جائے، پھر اس کے بعد خفیف جلسہ کیا جائے، یعنی تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائے، پھر اس کے بعد دوبارہ کھڑا ہو جائے اور دوسرا خطبہ دے جس میں حمد و ثنا، شہادتین اور درود سے شروع کرنے کے بعد مؤمنوں کے لیے دعائیں بھی کی جائیں مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبے میں خلفائے راشدین اور حضور ﷺ کے دو چچاؤں، یعنی حمزہؓ و عباسؓ کا بھی تذکرہ خیر کیا جائے۔
- (۲) خطبہ کے وقت پاکی کی حالت میں ہونا، جنابت یا بے وضو حالت میں خطبہ دینا حنفیہ کے ہاں کراہت کے ساتھ جائز ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے ہاں بالکل جائز نہیں۔

(۱) بدائع الصنائع حوالہ بالا، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳/۲۰، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱۶۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳/۲۰، ۱۹، مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۱۶، ۱۷، ۱۸

(۲) خطبہ کے دوران ستر چھپانا

(۳) کھڑا ہو کر خطبہ دینا، بلا عذر بیٹھ کر خطبہ دینا حنفیہ کے ہاں مکروہ ہے۔

(۵) خطبہ سے پہلے دل میں تعوذ پڑھنا

(۶) قوم کو خطبہ سنانا، یعنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا

(۷) دونوں خطبوں میں طوالت مفصل کی ایک سورت کے بقدر اختصار کرنا

(۸) دونوں خطبوں کے درمیان تین آیات کے بقدر بیٹھنا

(۹) خطبہ کے دوران سامعین کی طرف متوجہ ہونا، سامعین کے لیے بھی مسنون یہ ہے کہ وہ خطیب کی طرف متوجہ

رہیں، اس لیے کہ جمعہ کا خطبہ سننا اور سنانا دونوں واجب ہیں۔

(۱۰) خطبہ سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھ جانا جو محراب کے دائیں جانب بنا ہوا ہو۔

(۱۱) خطیب کے سامنے اذان دینا

(۱۲) خطبہ کا نماز سے مختصر ہونا

(۱۳) یہ بھی سنت ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز پہلے خطبے کی بہ نسبت کم بلند ہو۔

(۱۴) مستحب یہ ہے کہ جو شخص خطبہ دے وہ نماز بھی پڑھائے۔

(۱۵) خطبہ کے دوران عصا کا استعمال بھی مسنون ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، تاہم بعض فقہانے اس کو مکروہ

بھی کہا ہے۔

خطبہ کے آداب:

(۱) خطبہ کے درمیان کوئی ضروری بات کہنی ہو، خواہ نبی عن المنکر ہی کے قبیل سے کیوں نہ ہو، اشارے سے کہی جائے۔

(۲) خطبہ کے دوران امام کے قریب بیٹھنا افضل ہے۔

(۳) خطبہ شروع ہونے کے بعد گردن پھاند کر آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، تاہم خطبہ سے پہلے ایسا کرنے کی

اجازت ہے تاکہ امام سے قربت اور پہلی صف کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

(۴) جو شخص دوری یا کسی اور وجہ سے خطبہ نہیں سن سکتا، اس کے لیے بھی خاموش رہنا ضروری ہے۔ خطبہ کے دوران قعدہ

میں بیٹھنا زیادہ بہتر ہے۔

خطبہ کی مکروہات:

خطبہ کی سنتوں میں۔ کوئی بھی سنت چھوڑنا مکروہ ہے اس کے علاوہ کچھ اور مکروہات یہ ہیں:

خطبہ کے دوران بولنا، تلاوت کرنا اور سنتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت اگر امام خطبہ میں ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کا تحمید کہنا اور سننے والے کا جواب دینا بھی مکروہ ہے، البتہ دل ہی دل میں جواب دینا جائز ہے۔ اسی طرح ہر وہ کام جو نماز میں حرام ہو، وہ خطبہ میں بھی حرام ہوگا، یہاں تک کہ دوران خطبہ درود پڑھنے کو بھی عالمگیری نے مکروہ کہا ہے، تاہم علامہ کاسائی نے امام ابو یوسفؒ کا قول نقل کیا ہے کہ دل ہی دل میں درود پڑھنا چاہیے۔

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اگر امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ چکا ہو اور اذان ہو رہی ہو تو اس وقت بھی نماز اور گفتگو جائز نہیں اگرچہ خطبہ ابھی تک شروع نہ ہوا ہو، لہذا اگر کوئی شخص اس وقت نفل یا سنتیں پڑھ رہا ہو اور پہلی رکعت یا تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو اس کے ساتھ دوسری اور چوتھی رکعت بھی پوری کر لے اور اگر پہلی یا تیسری رکعت کا سجدہ بھی نہ کر پایا تھا تو بلا تاخیر نماز توڑ دے۔ سنتوں کے بارے میں علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں کہ ان کو توڑنے کی بجائے پوری کر لے مگر اختصار سے کام لے لے تاکہ خطبہ کی طرف جلدی متوجہ ہو جائے۔ (۱)



(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الجمعة: ۲۰/۳-۲۳، الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعة: ۱/۱۴۶-۱۴۸، مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، باب الجمعة: ۴۲۰-۴۲۵، بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۱۹۶/۲-۲۰۲

فصل فی شرائط الجمعة

(نماز جمعہ کی شرائط کا بیان)

نماز جمعہ کا وقت

سوال نمبر (280):

نماز جمعہ ظہر کے وقت سے پہلے یا بعد میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور جب ظہر کا وقت نکل جائے تو اس کی قضا کی کیا صورت ہوگی؟

ببینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے جمعہ کی نماز کے لیے ظہر کا وقت ہونا ضروری ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی نماز کو نہ وقت سے پہلے ادا کیا ہے اور نہ ہی وقت گزر جانے کے بعد، لہذا جمعہ کی نماز نہ وقت سے پہلے پڑھنا جائز ہے اور نہ ہی وقت گزر جانے کے بعد جائز ہوگی۔ چونکہ نماز جمعہ ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے تو ظہر کا وقت نکل جانے سے ظہر کی نماز کی قضا لازم ہو جائیگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

شرط صحتها أن تؤدى في وقت الظهر، فلا تصح قبله ولا بعده؛ لأن شرعية الجمعة مقام الظهر... ولم يصلها عليه السلام خارج الوقت في عمره. (۱)

ترجمہ:

نماز جمعہ کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کو ظہر کے وقت میں ادا کیا جائے، لہذا نماز جمعہ ظہر کے وقت سے پہلے یا بعد میں صحیح نہ ہوگی، کیونکہ جمعہ کی مشروعیت ظہر کے قائم مقام ہے.... اور حضور ﷺ نے زندگی بھر وقت نکلنے کے بعد نماز جمعہ نہیں پڑھی۔



(۱) ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، قولہ: (ووقت الظہر): ۲/۲۵۶

جمعہ کے دن وقت کے داخل ہونے سے پہلے اذان دینا

سوال نمبر (281):

جمعہ کے دن ظہر کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ہجرت اولیٰ

الجواب وبالله التوفیق:

فرض نمازوں کے لیے وقت داخل ہونے کے بعد اذان دینی چاہیے اور وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔ اگر کسی نے وقت سے پہلے اذان دی تو اس کا اعادہ لازمی ہے۔ اور نماز جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے، اس لیے اگر کسی نے جمعہ کے دن ظہر کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دے دی تو یہ ادائیگی جائز نہ ہوگی، اور اذان کا اعادہ لازم ہوگا، اس لیے جب ظہر کا وقت داخل ہو، تب اذان دینی چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه) أي في الوقت إذا أذن قبله؛ لأن يراد للإعلام بالوقت، فلا يجوز قبله بلا خلاف في غير الفجر. (۱)

ترجمہ:

اور وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔ اور اگر وقت سے پہلے اذان دی جائے تو وقت داخل ہونے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہوگا، کیونکہ اذان سے مقصود وقت کے اندر لوگوں کو نماز کے لیے آگاہ کرنا ہوتا ہے، اس لیے بغیر کسی اختلاف کے وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں، سوائے فجر کے۔



پہاڑی علاقہ میں نماز جمعہ

سوال نمبر (282):

ایک پہاڑی علاقہ ہے جو شہر سے اتنا دور ہے کہ ایک دن میں آنا جانا مشکل ہے۔ راستے میں رات گزارنی

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان: ۱/۴۵۶، ۴۵۷

پڑتی ہے۔ اس علاقے کی آبادی تقریباً چار سو افراد پر مشتمل ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں کے باشندوں پر نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیہ:

نماز جمعہ کے وجوب کے بارے میں فقہائے کرام کی وضع کردہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ شہری آبادی ہو یا شہری آبادی کے ساتھ متصل ایسی آبادی ہو جہاں شہری آبادی کی طرح زندگی کی سہولیات میسر ہوں۔ اسی طرح وہ بڑا گاؤں بھی شہر کی تعریف میں داخل ہوگا جہاں گلیاں، بازار اور دکانیں ہوں، آبادی دو، ڈھائی ہزار کے قریب ہو۔

مذکورہ سوال میں علاقے کی آبادی مطلوبہ آبادی سے کم ہے، اس لیے اس پر بڑے گاؤں کی تعریف صادق نہیں، اس لیے یہاں جمعہ کا انعقاد درست نہیں اور شہر سے دور ہونے کے باعث نماز جمعہ کے لیے شہر جانا بھی ان پر واجب نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لأبی حنیفۃ: أنه بلدة كبيرة فيها سكت وأسواق ولها رساتيق، وفيها وال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه.... والناس يرجعون إلیه فی الحوادث. (۱)

ترجمہ:

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں مصر ایک بڑا قصبہ ہوتا ہے، جس میں گلیاں، بازاریں اور دکانیں ہوں، اس میں والی ہو جو اپنے اثر رسوخ کی بدولت مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اور لوگ اپنی حاجات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔



شرائط کے فقدان کے باوجود نماز جمعہ کا سلسلہ جاری رکھنا

سوال نمبر (283):

ایک مسجد میں تین وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ فجر اور عشا کی جماعت کا کوئی اہتمام نہیں۔

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجمعة، تحت قولہ: (وہو کل موضع لہ امیر) ۲/۲۶۶

کچھ عرصہ پہلے زلزلہ آنے کی وجہ سے اُس مسجد کی عمارت منہدم ہو گئی تھی، انہدام سے پہلے اس مسجد میں نماز جمعہ ادا ہوتی تھی۔ تعمیر کے دوران نماز جمعہ کی ادائیگی میں انقطاع آیا تھا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ تعمیر کے بعد اس میں نماز جمعہ کی ادائیگی شروع کرنا صحیح ہے یا نہیں، جبکہ دوسرے شرائط مفقود ہیں؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کے ہاں جمعہ کی ادائیگی شرائط پر موقوف ہے اور جہاں شرائط مفقود ہوں، وہاں نماز جمعہ کی ادائیگی درست نہیں۔ اس کے باوجود اگر کسی جگہ نماز جمعہ ادا ہوتی ہو اور اس کو بند کرنے سے آپس میں انتشار اور فتنہ برپا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں اُس جگہ نماز جمعہ پڑھنے کی گنجائش ہے، تاہم اگر ایک مرتبہ نماز جمعہ میں انقطاع آنے کے بعد اس انقطاع کو برقرار رکھنے میں کوئی مانع نہ ہو تو دوبارہ شروع کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

درء المفاسد اولیٰ من جلب المنافع، أي إذا تعارض مفسدة و مصلحة، فقدم رفع المفسدة؛ لأن اعتناء الشرع بالمنہیات أشد من اعتنائه بالمأمورات. (۱)
ترجمہ:

مفاسد کو دفع کرنا منافع کے حصول سے بہتر ہے، یعنی جب خرابی اور مصلحت کا تعارض آجائے تو خرابی کا دفع کرنا مقدم ہوگا، کیونکہ شریعت منہیات کی طرف توجہ مامورات سے زیادہ دیتی ہے۔



فوجی یونٹ کا ریجن میں نماز جمعہ ادا کرنا

سوال نمبر (284):

ایک فوجی یونٹ جنگی مشقوں کی ٹریننگ کے لیے آئی ہے۔ ان کی یہ ٹریننگ چند مہینوں پر مشتمل ہے۔ ٹریننگ کی یہ جگہ بستی سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس جگہ ایک مسجد ہے۔ اس کا کوئی امام مقرر نہیں۔ فوج کے جوان اس مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ ٹریننگ کی جگہ میں واقع اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنا

(۱) رستم بازلباسانی، شرح المحلّة، المادة ۳۰-۳۲، المكتبة الحنفیة، کولتہ

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے جمعہ کے انعقاد کے لیے دوسری شرائط کے ساتھ شہر یا قریہ کبیرہ (بڑی بستی) کا ہونا بھی ضروری ہے۔

مذکورہ فوجی ریج اگر محکمہ ہدایات کے متعین کردہ حدود کے مطابق شہر کے مضافات میں واقع ہو تو ایسی صورت میں اس جگہ واقع مسجد میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی صحیح ہوگی، ورنہ پھر ظہر کی نماز کی ادائیگی لازمی ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

كما يجوز أداء الجمعة في المصر، يجوز أدائها في فناء المصر. (۱)

ترجمہ:

جس طرح شہر میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح شہر کے مضافات میں بھی نماز جمعہ کی ادائیگی درست ہے۔



گاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی

سوال نمبر (285):

ضلع دیامر کی تحصیل دادیل کے حلقہ نمبر ۲ منکال یونین کونسل میں تین گاؤں ہیں نمبر ۱ منکال پایاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ مجموعہ آبادی چھ سو ہے۔ گھروں کے درمیان کھلے راستے چار ہیں اور بند راستہ ایک ہے۔ ضروریات زندگی کے لیے دو عدد میڈیکل سٹور اور نو عدد دکانیں بھی ہیں جو کہ پرچون کے لیے کارآمد ہیں۔ دو سو میٹر پر اس گاؤں کے توابع میں ایک بستی ہے جس کی تخمیناً آبادی سات سو افراد پر مشتمل ہے اور اسی گھرانے ہیں۔

منکال بالا:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ مجموعہ آبادی سولہ سو افراد پر مشتمل ہے اور سو گھرانے ہیں۔ ان گھرانوں کے درمیان

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی الجمعة: ۱/۱۴۵

سات کھلے راستے ہیں اور ایک بند راستہ ہے۔ ضروریات زندگی کے لیے آٹھ دکانیں ہیں جن میں عام پرچون کا سامان ملتا ہے، اسی گاؤں کے توابع میں باڑہ ہے۔ جس کی مجموعی آبادی پانچ سو ہے اور باون گھرانوں پر مشتمل ہے۔ ایک عدد ڈپنری، ایک پبلک سکول، ایک گراؤنڈ اور ایک عدد ہسپتال جو دس بستروں پر مشتمل ہے، زیر تعمیر ہے۔

منکال نمبر ۳:

”منکال چوکے“ جس کی آبادی کی تفصیل یہ ہے کہ کل آبادی چھ سو افراد اور ستر گھرانوں پر مشتمل ہے، درمیان میں کھلے راستے چار ہیں اور آٹھ دکانیں ہیں۔ سپلائی کے لیے سرکاری سٹور ہے اور گاؤں میں ایک دینی مدرسہ بھی ہے۔ پانچ سو فٹ کے فاصلہ پر محلہ ”دوپرے“ واقع ہے جو چوبیس گھرانوں اور دو سو پچاس افراد پر مشتمل ہے۔ ”دوپرے درمیانی“ دو ہزار فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے جو ستر گھرانوں اور تین سو پچاس افراد پر مشتمل ہے۔ ”دوپرے بالا“ دو ہزار تین سو فٹ کے فاصلہ پر ہے جو پینتیس گھرانوں اور تین سو پچاس افراد پر مشتمل ہے۔ دوسری جانب ”اپڑے چٹنیں“ چار سو فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے جو ساٹھ گھرانوں اور دو سو ساتی افراد پر مشتمل ہے۔ تیسری جانب ”تریلی محلہ“ واقع ہے جس کی آبادی انتیس گھرانوں اور دو سو پچاس افراد پر مشتمل ہے۔ اب گزارش خدمت ہے کہ جناب والا نقشہ مذکورہ کو دیکھ کر مدلل جواب سے مطمئن فرمائیں کہ کن دیہات میں جمعہ جائز ہے؟

بہنو انو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کی رو سے جمعہ کا انعقاد صرف شہر، قصبہ یا کسی بڑے گاؤں میں کیا جاسکتا ہے۔ بڑے گاؤں (قریہ کبیرہ) کی علامات مختلف زمانوں میں فقہائے کرام نے اپنے عرف کے مطابق بیان کی ہیں۔ موجودہ دور میں دو، ڈھائی ہزار افراد کی آبادی پر مشتمل گاؤں کو بڑے گاؤں کی حیثیت حاصل ہے۔

صورتِ مسئلہ میں بیان کیے گئے تینوں گاؤں کے بیان کردہ حالات سے ہمیں یہ وضاحت حاصل نہیں ہو رہی کہ سوال میں مذکور ہر گاؤں کے بارے میں ذکر کردہ آبادی کی مختلف تعداد اسی گاؤں کی رہائش پذیر ہے یا اس کے ساتھ دوسرے گاؤں کو شامل کیا گیا ہے۔ لہذا گاؤں کی مذکورہ بالا علامات کو مد نظر رکھ کر باآسانی یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ سوال میں ذکر شدہ گاؤں میں سے جس گاؤں کی آبادی دو، ڈھائی ہزار افراد ہوں تو وہاں جمعہ جائز ہوگا اور جس گاؤں کی آبادی اتنے افراد پر مشتمل نہ ہو، وہاں جمعہ کا انعقاد جائز نہ ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لاتصح الجمعة الا في مصر جامع، او في مصلی المصر، ولا تحوز في القرى. (۱)
ترجمہ: جمعہ صرف بڑے شہر یا اس کے مضافات میں جائز ہے اور گاؤں میں جائز نہیں۔



سترہ سو آبادی پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی

سوال نمبر (286):

ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً سترہ سو افراد پر مشتمل ہے اور یہ گاؤں شہر سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں چھوٹی چھوٹی دکانیں ہیں اور کوئی ڈاکخانہ وغیرہ نہیں ہے۔ از روئے شریعت ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے احناف کے نزدیک نماز جمعہ کے وجوب ادا کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ بڑے شہر یا اس کے مضافات میں ہونا ضروری ہے۔ موجودہ وقت میں اگر کسی جگہ کی آبادی دو ڈھائی ہزار تک پہنچتی ہو تو ایسی جگہ نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

صورت مسئلہ میں جب اس گاؤں کی آبادی سترہ سو ہے اور یہ گاؤں شہر سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر بھی واقع ہے اور اس میں ضروریات زندگی بھی پوری نہیں ہوتیں تو اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لاتصح الجمعة الا في مصر جامع، او في مصلی المصر، ولا تحوز في القرى. (۲)
ترجمہ: نماز جمعہ کی ادائیگی صرف شہر یا مضافات شہر میں جائز ہے اور گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز نہیں۔

(۱) المرغینانی، برہان الدین ابی الحسن، علی بن ابی بکر، الہدایۃ، کتاب الصلوۃ، باب الجمعة: ۱/۱۷۷

(۲) الہدایۃ، کتاب الصلوۃ، باب الجمعة: ۱/۱۷۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

دیہات میں نماز جمعہ ادا کرنا

سوال نمبر (287):

ایک گاؤں جس کا نام کمالی بانڈہ ہے۔ اس گاؤں کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے۔ گاؤں میں دو میڈیکل سٹور، تین عام دکانیں اور ایک درزی کی دکان ہے۔ اس گاؤں میں تقریباً سات، آٹھ سال سے نماز جمعہ ادا کی جا رہی ہے، لیکن اس پر لوگوں میں تاحال اختلاف موجود ہے۔ شریعت کی رو سے اس گاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم بیان فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ احناف کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ شہر یا اس کے مضافات کا ہونا ضروری ہے، اور بڑا گاؤں بھی اس حکم میں ہے۔ شہر کی تعریف فقہائے کرام نے ہر زمانے میں اپنے عرف کو دیکھ کر کی ہے۔ موجودہ دور میں جس گاؤں کی کل آبادی دو ہزار یا ڈھائی ہزار افراد تک پہنچتی ہو تو ایسے گاؤں میں دیگر شرائط کی رعایت کرتے ہوئے جمعہ وعیدین پڑھنا واجب ہے، بصورت دیگر ظہر کی نماز ادا کرنا چاہیے۔ صورتِ مسئلہ میں چونکہ ذکر کردہ گاؤں کی آبادی دو، ڈھائی ہزار سے متجاوز ہے، اس لیے اس میں نماز جمعہ کی ادائیگی جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مَصْرِ جَامِعٍ أَوْ فِي مَصَلًى الْمَصْرِ، وَلَا تَحْزُوزُ فِي الْقَرْيَةِ. (۱)

ترجمہ:

نماز جمعہ کی ادائیگی صرف شہر یا مضافات شہر میں جائز ہے اور گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز نہیں۔



مسجد میں بچگانہ نماز کے اہتمام کے بغیر جمعہ

سوال نمبر (288):

جس مسجد میں بچگانہ نماز کی پابندی نہ ہو، بلکہ ایک یا دو نمازیں پڑھی جاتی ہوں، لیکن دوسری جملہ شرائط جمعہ اس مسجد سے متعلقہ علاقے میں موجود ہوں تو بچگانہ نماز کی عدم پابندی کی بنا پر جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا نؤہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ جمعہ کی نماز کے انعقاد کے لیے مسجد میں بچگانہ نماز کی پابندی ضروری نہیں بلکہ جس علاقے میں صحت جمعہ کے لیے فقہائے کرام کی ذکر کردہ شرائط موجود ہوں وہاں جمعہ پڑھنا درست رہے گا۔ وہ شرائط کل سات ہیں، جو یہ ہیں: شہر ہو، حاکم یا اُس کا نائب ہو، ظہر کا وقت ہو، خطبہ جمعہ پڑھا جائے، خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جائے، نماز جمعہ جماعت سے پڑھی جائے اور اذان عام۔ ان شرائط سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں بچگانہ نماز کی پابندی شرط نہیں، لہذا اگر کسی مسجد میں پانچ وقت جماعت سے نماز پڑھنے کا اہتمام نہ ہو وہاں بھی جمعہ پڑھنا درست ہے، بلکہ مسجد کے علاوہ کسی میدان یا چمن وغیرہ میں بھی جمعہ کی نماز درست ہے۔

والذیل علی ذلک:

(وبشروط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المص).... والثاني: (السلطان).... والثالث: (وقت الظہر).... والرابع: (الخطبة).... والخامس: (كونها قبلها).... والسادس: (الجماعة) والسابع: (الاذن العام)۔ (۱)

ترجمہ:

جمعہ کی صحت کے لیے سات چیزیں شرط ہیں: پہلی شرط مصر۔۔۔ دوسری شرط سلطان۔۔۔ تیسری شرط ظہر کا وقت۔۔۔ چوتھی شرط خطبہ ہے، پانچویں شرط خطبہ کو نماز سے پہلے پڑھنا۔۔۔ اور چھٹی شرط جماعت ہے، جبکہ ساتویں شرط اذان عام ہے۔



(۱) الفخر المختار علی صغیر رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۳/۵۰-۲۵

چین کے شہروں میں جمعہ کی نماز

سوال نمبر (289):

چین کے بعض شہروں میں مسلمان آباد ہیں۔ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے باشندے بھی تجارت کی غرض سے آتے ہیں۔ کیا ان مسلمانوں کی اکثریت والے شہروں میں جمعہ پڑھنا درست ہے؟ اور تجارت کی غرض سے جو مسلمان ان شہروں میں ٹھہرتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ کسی ملک میں حکومت کا غیر اسلامی ہونا جمعہ کی صحت کے لیے مانع نہیں، اس لیے اگر ان شہروں میں جمعہ کی دیگر شرائط موجود ہوں تو پھر وہاں کے مسلمان باہمی مشورہ سے کسی عالم کو خطیب مقرر کر کے اس کی نگرانی میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا اہتمام کریں، اور جو مسلمان ان شہروں میں تجارت کی غرض سے آکر ٹھہرتے ہیں تو ان کی اقامت اگر ان شہروں میں پندرہ دن سے زیادہ ہو تو پھر یہ دوسرے مسلمانوں کی طرح مقیم ہوں گے اور ان پر جمعہ ادا کرنا فرض ہوگا۔ اس کے برعکس اگر ان تاجروں کا قیام پندرہ دن سے کم ہو تو پھر مسافر کے حکم میں شمار ہوں گے اور جمعہ کا فریضہ مسافر سے ساقط ہو جاتا ہے، پھر بھی اگر وہ جمعہ کی نماز میں شریک ہو جاتے ہیں تو ظہر کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی۔

والدلیل علی ذلک:

وبهذا ظہر جہل من یقول: لاتصح الجمعة فی ایام الفتنۃ، مع أنها تصح فی البلاد التي استولی

علیہا الکفار. (۱)

البلاد التي فی أيدي الکفار بلاد الإسلام، لا بلاد الحرب..... فلو الولاية کفاراً یحوز للمسلمین

إقامة الجمعة، ویصیر القاضي قاضياً بتراضي المسلمین. (۲)

ترجمہ:

اس سے ان لوگوں کی جہالت معلوم ہوئی جو کہتے ہیں کہ فتنہ کے زمانے میں جمعہ درست نہیں، حالانکہ جمعہ تو

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۶/۳

(۲) أيضاً، مطلب فی حوازی استنباط الخطیب: ۱۴/۳

ان شہروں میں بھی درست ہے جن پر کفار کا قبضہ ہو۔۔۔۔۔

وہ اسلامی شہر جو کفار کے قبضہ میں ہیں وہ اسلامی شہر ہیں، بلاد الحرب نہیں۔۔۔۔۔ اگر وہاں کے والی کفار ہوں، پھر بھی مسلمانوں کا جمعہ درست رہے گا۔ اور مسلمانوں کے قاضی بنانے سے قاضی بنے گا۔

والمسافر إذا قدم المصربوم الجمعة على عزم أن لا يخرج يوم الجمعة، لا يلزمه الجمعة ما لم ينوي الإقامة خمس عشر يوماً. (۱)

ترجمہ:

مسافر اگر جمعہ کے دن اس ارادے سے شہر میں داخل ہو جائے کہ وہ جمعہ کے دن (شہر) سے باہر نہیں جائے گا، پھر بھی اس پر جمعہ لازم نہیں، جب تک کہ وہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کر لیتا۔



ضرورت کی بنا پر جمعہ مسجد سے باہر پڑھنا

سوال نمبر (290):

مسجد زیر تعمیر ہے جس میں نماز پڑھنا مشکل ہے، اگر اہل محلہ کسی اور جگہ جمعہ کی نماز عارضی طور پر پڑھنا شروع کر دیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر جمعہ کی دیگر شرائط موجود ہیں تو مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ جمعہ کا انعقاد صحیح ہے، البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جہاں جمعہ کی نماز شروع کی ہے، اس جگہ کے مالک سے اجازت لی جائے۔

والدليل على ذلك:

قوله: (أو مصلاه) أي مصلی المصرب؛ لأنه من توابعه، فكان في حكمه، والحكم غير مقصور على

المصلى، بل يجوز في جميع أفضية المصرب؛ لأنها بمنزلة المصرب في حوائج أهله. (۲)

(۱) خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة، الفصل الثالث والعشرون في صلاة الجمعة: ۲۰۷/۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(۲) البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة: ۲۴۷/۲

ترجمہ:

(شہر کی عید گاہ) کیونکہ یہ شہر کے توابع میں سے ہے، اس لیے شہر کے حکم میں داخل ہے، یہ حکم صرف عید گاہ تک محدود نہیں، بلکہ شہر کے جملہ مضافات میں بھی پڑھنا جائز ہے، کیونکہ عید گاہ اہل مصر کی ضروریات پوری کرانے میں مصر کی طرح ہے۔



شہر کے توابع میں نماز جمعہ

سوال نمبر (291):

ہمارا گاؤں شہر سے قریباً تین کلومیٹر دور ہے۔ روزمرہ کی ضروریات اسی شہر سے وابستہ ہیں تو کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ کا انعقاد درست رہے گا۔

بیٹو! انزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس شہر یا گاؤں میں شرائط جمعہ موجود ہوں، وہاں جمعہ پڑھنا درست ہے۔ اور اسی شہر کے ساتھ ملحقہ وہ علاقہ اور محلے جو اس شہر کے فناء میں داخل ہوں، وہاں بھی جمعہ کا انعقاد درست ہے۔ لہذا اگر یہ علاقہ عرف میں اسی شہر کے فناء اور توابع میں شمار ہوتا ہو اور مستقل علاقہ شمار نہ ہوتا ہو تو اس میں جمعہ کا انعقاد درست رہے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ویشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر).... أوفناءه (وهوما) حوله (اتصل به) أولاً، كما

حرره ابن الكمال وغيره (لأجل مصالحه) كد فن الموتى. (۱)

ترجمہ: جمعہ کے انعقاد کی درستگی کے لیے سات چیزیں شرط ہیں: پہلی شرط شہر یا فناء شہر ہے۔۔۔۔۔ یعنی شہر کے ارد گرد کے علاقے چاہے متصل ہوں یا نہ ہوں اور وہ علاقے شہر کے مصالح کے لیے ہوں، جیسے مردوں کو دفنانے کی جگہ (قبرستان) وغیرہ۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۵/۷۔

نماز جمعہ کے وقت راستوں کو بند کرنا

سوال نمبر (292):

دی آئی پی ہاؤسز میں ملازمین کے لیے باقاعدہ مسجد ہے جس میں پانچ وقت نمازوں کے علاوہ جمعہ پڑھایا جاتا ہے، لیکن تخریب کاری کے خطرات سے بچنے کی خاطر دورانِ جمعہ مین گیٹ بند کر دیا جاتا ہے۔ اس سے اذنِ عام کی شرط متاثر ہوگی یا نہیں؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمعہ کی نماز کی شرائط میں سے ایک شرط اذنِ عام بھی ہے، تا کہ ہر خاص و عام بہولت جمعہ ادا کر سکے، لیکن دہشت گردی یا تخریب کاری سے بچنے کی خاطر اگر کسی دفتر، قلعہ یا اہم جگہ کے دروازے بند کر دیے جائیں اور مسجد کا دروازہ کھلا رہے تو ایسا کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ کام مسلمانوں کو نماز سے روکنے کے لیے نہیں کیا جا رہا، بلکہ ممکنہ خطرات سے نمٹنے اور ان سے بچنے کے لیے کیا جا رہا ہے جس کی شرعاً گنجائش موجود ہے، کیوں کہ سب کو معلوم ہے کہ ایسی مسجد سب لوگوں کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ صرف وہاں کے رہائشی افراد کے لیے ہوتی ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لا یضر غلق باب القلعة لعدو، أو لعادة قديمة؛ لأن الإذن العام مقرر لأهله، وغلقه لمنع العدو

لا المصلی، نعم لو لم یغلق لکان أحسن. (۱)

ترجمہ:

پُرانی عادت یا دشمن کے خوف کی وجہ سے قلعہ کا دروازہ بند کرنا صحیح ہے، کیوں کہ اذنِ عام اہل محلہ کے لیے ہے اور دروازہ بند رکھنا دشمن کو روکنے کے لیے ہے، نہ کہ نمازی کو منع کرنے کے لیے، ہاں اگر بند نہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔



(۱) حاشیہ منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، تحت قوله: (حتى أن أمير المؤمنين غلق) ۲/۲۶۴

چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا

سوال نمبر (293):

ہمارے گاؤں کی آبادی دو سو گھروں پر مشتمل ہے۔ میں گھر مسجد کے ساتھ متصل اور باقی تین کلو میٹر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تقریباً آٹھ دکانیں ہیں تو کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز جمعہ وعیدین کے وجوب ادا کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ متعلقہ علاقے کا مصر، فٹائے مصر یا بڑا گاؤں ہونا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں جس علاقے کی آبادی دو ڈھائی ہزار افراد پر مشتمل ہو، وہ بڑا گاؤں کہلاتا ہے۔ اس سے کم آبادی والے گاؤں کے لوگوں پر نماز جمعہ وعیدین واجب نہیں، چونکہ مذکورہ علاقے کی حیثیت نہ شہر کی ہے، نہ فٹائے شہر میں واقع ہے اور نہ اس کی آبادی اتنی ہے کہ بڑا گاؤں کہلا سکے، اس لیے یہاں جمعہ پڑھنا واجب نہیں، اور بغیر وجوب کے پڑھنا مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لا تصح الجمعة إلا في مصر جامع، أو في مصلی المصر، ولا تجوز في القرى. (۱)

ترجمہ:

جمعہ کی نماز جائز نہیں، مگر شہر کی جامع مسجد یا عید گاہ میں۔ گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست نہیں۔



گاؤں کے توابع میں جمعہ وعیدین

سوال نمبر (294):

ہمارا گاؤں شہر کی پختہ سڑک سے آٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ کل آبادی تقریباً ساڑھے تین ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ کل آٹھ مساجد ہیں۔ دو سو گز کے فاصلے پر واقع گاؤں کی مسجد میں عرصہ سے جمعہ بھی پڑھایا جاتا ہے۔ ہمارا

(۱) الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب ۱۵۱ الجمعة: ۱/۱۰۷

قبرستان ایک ہے، غمی، خوشی میں بھی باہمی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ ہائی سکول بھی ایک ہے۔ لیکن چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر ہم مذکور مسجد میں جمعہ پڑھنے سے قاصر ہیں تو کیا ہم اپنے گاؤں کی مسجد میں جمعہ کی نماز شروع کر سکتے ہیں؟

بینوا نؤمروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کی صحت ادائیگی کے لیے دوسری شرائط کے علاوہ ایک شرط مصر ہے یا وہ بڑا گاؤں جس میں شہر کی طرح سہولتیں پائی جاتی ہوں۔ مصر کی تعریف میں فقہائے کرام کی آرا مختلف چلی آرہی ہیں، لیکن ہر فقیہ نے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف کو دیکھ کر مصر کی تعریف کی ہے۔ موجودہ دور میں جس علاقہ کی آبادی دو ڈھائی ہزار افراد پر مشتمل ہو، وہ شہر کی تعریف میں داخل ہوگا اور وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہوگا، اور وہ علاقے جو اس کے توابع میں داخل ہوں، وہاں بھی جمعہ جائز ہوگا۔

لہذا محررہ حالات کی روشنی میں اگر واقعی قریبی گاؤں اور مذکورہ بستی کے عوام کی عادتیں اور بود و باش ایک ہو، غمی اور خوشی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوتے ہوں، قبرستان بھی ایک ہو اور سرکاری طور پر بھی ایک علاقہ سمجھا جاتا ہو تو پھر تین ہزار پانچ سو آبادی کی بنا پر مذکورہ گاؤں قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے لہذا جمعہ کی نماز پڑھنا درست ہوگا اور مذکورہ بستی اس کے محلہ میں ہونے کی وجہ سے توابع میں شمار ہوگی، جب ایک علاقہ میں جمعہ کی نماز پڑھنا درست ہوگا تو اس کے محلوں میں بھی درست ہوگا۔ اور اگر یہ دو الگ الگ مستقل علاقے ہوں اور آپ کی بستی اس گاؤں کے توابع میں سے نہ ہو تو پھر آپ کے علاقہ میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

أما المصير الجامع: فشرط وجوب الجمعة، وشرط صحة أدائها عند أصحابنا، حتى لا تحب الجمعة إلا على أهل المصير، ومن كان ساكنًا في توابعه، وكذا لا يصح أداء الجمعة إلا في المصير وتوابعه، فلا تحب على أهل القرى التي ليست من توابع المصير، ولا يصح أداء الجمعة فيها. (۱)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۱۸۸/۲

ترجمہ:

ہمارے ائمہ کے نزدیک جامع مصر جمعہ کے وجوب اور ادائیگی کی صحت کے لیے شرط ہے، لہذا جمعہ شہر یا اس کے مضافات میں رہنے والوں پر ہی واجب ہے، اسی طرح جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر ہونا یا اس کے مضافات میں سے ہونا شرط ہے، لہذا ان گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں جو شہر کے مضافات میں داخل نہ ہوں، اور نہ ان کا جمعہ صحیح ہوگا۔



جمعہ کے جواز کے لیے اذن عام

سوال نمبر (295):

ایک مارکیٹ کے اوپر مسجد بنی ہوئی ہے، اس کے نمازی دشمنی کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکتے، اور مسجد کے بڑے دروازے کے پاس چوکیدار بھی بیٹھتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چوکیدار کا دروازے کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے اذن عام کی شرط مفقود ہے، اس لیے یہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہوگا۔ تو دشمنی کی وجہ سے چوکیدار کا دروازے کے پاس بیٹھنے سے مذکورہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز جمعہ کی صحت کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس جگہ پڑھائی جاتی ہو، اس کے دروازے عوام الناس کے لیے کھلے ہوں اور ہر آدمی کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہو، اس کو فقہی اصطلاح میں اذن عام کہا جاتا ہے۔ اگر کہیں اذن عام کی شرط نہ پائی جاتی ہو تو وہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہوگا، لیکن مذکورہ مسجد کے دروازے پر چوکیدار کے بیٹھنے کا مقصد مسلمانوں کو نماز سے روکنا نہیں، بلکہ دشمنوں سے حفاظت ہے، اس لیے وہاں پر جمعہ پڑھنا درست ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لا یضر غلق باب القلعة لعدو، أولعاده قديمة؛ لأن الإذن العام مقرر لأهله، وغلقه لمنع العدو لا

المصلي نعم لولم یغلق لكان أحسن. (۱)

(۱) حاشیہ منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، تحت قوله: حتی أن أمیرا لو أغلق: ۲/ ۲۶۴

ترجمہ:

پُرانی عادت یا دشمن کے خوف کی وجہ سے قلعہ کا دروازہ بند کرنا صحیح ہے، کیوں کہ اذن عام اہل محلہ کے لیے ہے اور دروازہ بند رکھنا دشمن کو روکنے کے لیے ہے، نہ کہ نمازی کو منع کرنے کے لیے، ہاں اگر بند نہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔



مسافر کا جمعہ پڑھانا

سوال نمبر (296):

بچکا نہ نماز پڑھانے والے مقیم امام اور خطیب جمعہ کے ہوتے ہوئے ایک مسافر آدمی نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ نماز جمعہ مسافر کی اقتدا میں درست نہیں سمجھتے۔ شرعی لحاظ سے اس کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

جس طرح خطیب مسجد یا مقیم امام جمعہ پڑھا سکتا ہے، اسی طرح مسافر بھی جمعہ پڑھا سکتا ہے، کیونکہ مسافر شخص جب جمعہ کو حاضر ہوتا ہے تو جمعہ کے وجوب کے اعتبار سے مسافر اور مقیم کی حیثیت برابر ہو جاتی ہے، اس لیے مسافر آدمی کا جمعہ پڑھنا اور پڑھانا از روئے شریعت درست ہے، تاہم مسجد کے امام یا خطیب کی اجازت ضروری ہے تاکہ باہمی نزاع کا باعث نہ ہو اور مسجد کے انتظامی امور بھی متاثر نہ ہوں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ويجوز للمسافر، والعبد، والمريض أن يؤم في الجمعة. (۱)

ترجمہ:

مسافر، غلام اور مریض کے لیے جائز ہے کہ وہ جمعہ کی امامت کرے۔



(۱) الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعة: ۱/۱۷۹

جمعہ کے لیے اذانِ عام کی شرط

سوال نمبر (297):

ایک مسجد میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور جمعہ کے دن عام لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے، لیکن بچگانہ نماز کے لیے اذانِ عام نہیں ہوتا اس لیے بعض لوگ یہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں سمجھتے، وضاحت فرمائیں؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کی نماز کی صحت ادا کے لیے جو شرائط فقہائے کرام نے مقرر کی ہیں، ان کا تعلق فقط جمعہ کی نماز سے ہے، کسی اور نماز کو شامل نہیں۔ اذانِ عام بھی جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لیے شرط ہے۔ جب جمعہ کی نماز کے لیے اذانِ عام کی شرط پائی جاتی ہے تو پھر اس میں نماز جمعہ درست رہے گی، اگرچہ دوسری نمازوں میں عام اجازت نہ پائی جاتی ہو۔ لہذا مذکورہ مسجد میں اگر واقعی اذانِ عام کے ساتھ ساتھ دوسری شرائط بھی موجود ہوں تو جمعہ پڑھنا درست رہے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ویشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر)..... (و) السابع: (الاذن العام). (۱)

ترجمہ:

جمعہ کی صحت ادا کے لیے سات چیزیں شرط ہیں: پہلی شرط مصر ہے۔۔۔۔ اور ساتویں شرط اذانِ عام، یعنی عام اجازت ہے۔



گھر میں نمازِ جمعہ ادا کرنا

سوال نمبر (298):

ہمارے شہر کے بعض لوگ دشمنی کے خوف کی وجہ سے جامع مسجد جا کر جمعہ پڑھنے سے قاصر ہیں، لہذا اگر یہ

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الحصة: ۲۵۰/۳

لوگ جامع مسجد کی بجائے گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو کیا اس طرح جمعہ کا فریضہ ادا ہو جائے گا؟

بیّنوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ جمعہ کی صحت کے لیے شہر یا بڑا گاؤں ہونا شرط ہے یا وہ علاقہ جو شہر کے قریب واقع ہو۔ مسجد جمعہ کی صحت کے لیے شرط نہیں، اس لیے جمعہ پڑھنا صرف مسجد پر موقوف نہیں، بلکہ شہر میں کسی اور جگہ بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے، لہذا گھر یا حجرہ میں نماز جمعہ پڑھنے کی گنجائش ہے، تاہم گھر میں جمعہ پڑھنے کا معمول نہ بنایا جائے کہ اس سے جمعہ کی وقعت میں کمی آئے گی۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں اذان عام ہوتا کہ جمعہ چند آدمیوں تک محدود نہ رہے اور امام کے علاوہ تین افراد پر مشتمل جماعت کا ہونا ضروری ہے، اکیلے شخص یا مذکورہ تعداد سے کم افراد کا جمعہ پڑھنا صحیح نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و كما يجوز أداء الجمعة في المصر، يجوز أداءها في فناء المصر. (۱)

ترجمہ: جمعہ کی ادائیگی شہر میں جائز ہے اور اسی طرح شہر کے مضافات میں بھی جائز ہے۔



جمعہ کی نماز ظہر کے وقت سے پہلے یا بعد میں پڑھنا

سوال نمبر (299):

اگر جمعہ کی نماز ظہر کے وقت سے پہلے یا بعد میں پڑھی جائے تو جمعہ ادا ہو جائے گا؟

بیّنوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جمعہ کی نماز کے لیے ظہر کا وقت شرط ہے، اس لیے حضور ﷺ نے سورج نکلنے کے بعد جمعہ پڑھنے کا حکم کیا ہے، چونکہ جمعہ نماز ظہر کی قائم مقام ہے، اس لیے نہ تو ظہر کے وقت سے پہلے جمعہ درست ہے اور نہ ظہر کا وقت نکلنے کے بعد، البتہ جمعہ میں جلدی کرنا افضل ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب السادس فی صلاة الجمعة: ۱/۱۴۵

والدلیل علیٰ ذلك:

قولہ: (ووقت الظہر) أي شرط صحتها أن تؤدي في وقت الظہر فلا تصح قبله ولا بعده؛ لأن

شرعية الجمعة مقام الظہر۔ (۱)

ترجمہ:

(جمعہ کے شرائط میں سے) ظہر کا وقت ہونا بھی ہے، یعنی جمعہ کی صحت کی شرط ظہر کے وقت میں اس کی ادائیگی ہے، نہ تو اس سے پہلے درست ہے اور نہ اس کے بعد، کیونکہ جمعہ کی مشروعیت ظہر کی قائم مقام ہے۔



جمعہ کی ادائیگی کے لیے اسلامی حکومت

سوال نمبر (300):

مسلمانوں کی ریاست میں شریعت نافذ نہ ہو تو کیا اس ریاست میں جمعہ کا انعقاد درست رہے گا۔ یہاں بعض حضرات مصر کی تعریف سے استدلال کرتے ہیں کہ شریعت کے مکمل نظام کی تنفیذ جس ریاست میں نہ ہو، وہاں جمعہ درست نہیں۔ اس کی وضاحت فرمائیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

حضرات فقہائے کرام نے جمعہ کی صحت کے لیے جن شرائط کو ذکر کیا ہے، ان شرائط میں سے یہ شرط منقول نہیں کہ جمعہ کے جواز کے لیے شریعت کا نفاذ شرط ہے۔ یہ اشتباہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ جمعہ کے شرائط میں سے مصر ہے۔ جس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ مصر اس علاقے اور موضع کا نام ہے جہاں امیر ہو اور قاضی ہو، احکام بھی نافذ کرے اور حدود بھی قائم کرے، چونکہ مصر کی تحدید کسی نص سے ثابت نہیں، اس لیے ہر زمانے میں عرف کا سہارا لیکر مصر کی تعریف کی گئی ہے۔ احناف کا یہ مشہور قاعدہ ہے کہ جہاں شارع کی طرف سے ایک حکم کے بارے میں تصریح نہ ہو، وہاں مبتنی بہ کی رائے کا اعتبار ہوتا ہے تو مصر بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر زمانے میں عرف پر ہی اس کا مدار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے احناف سے مصر کی تحدید و تعریف میں مختلف آراء منقول ہیں۔ علاوہ ازیں فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بھی

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجمعة: ۲/۵۶۶

معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ پڑھنا وہاں بھی درست ہے، جہاں بالفعل احکام نافذ نہ ہوں، صرف ایسا حاکم ہو، جو احکام نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ فقہائے کرام ان شہروں میں جمعہ کی اجازت دیتے ہیں جو غیر اسلامی ریاستوں کی مسلم آبادی پر مشتمل ہوں اور اسلامی ریاستوں اور ممالک میں تو بلاشبہ درست ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

لبيس المراد تنفيذ جميع الأحكام بالفعل، إذا الجمعة أقيمت في عهد أظلم الناس وهو الحجاج، أو أنه ما كان ينفذ جميع الأحكام، بل المراد اقتداره على ذلك. (۱)

ترجمہ:

تمام احکامات کی بالفعل تنفیذ مراد نہیں، کیونکہ جمعہ تو زمانے کے سب سے بڑے ظالم حاکم تاج کے دور میں بھی قائم تھا اور وہ تمام احکام نافذ نہیں کرتا تھا، بلکہ مراد اس سے حاکم کے احکام کی تنفیذ پر قدرت ہے۔



جمعہ کی صحت کے لیے حاکم وقت کی شرط

سوال نمبر (301):

جمعہ کی صحت کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ یہ شرط بھی پائی جاتی ہے، کہ حاکم یا اس کا نائب حاضر ہو، یعنی حاکم کا مقرر کردہ نامزد شخص ہو، حالانکہ آج کل مساجد کے ائمہ اور خطباء کسی حاکم کے مقرر کردہ نہیں ہوتے۔ تو اس شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے جمعہ کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

بینوا نؤمروا

الجواب وبالله التوفيق:

بے شک جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ یہ بھی شرط ہے کہ حاکم جمعہ کی نماز میں خود حاضر ہو یا حاکم کا نائب جو اس کا نامزد کردہ ہو، لیکن یہ شرط بالذات مقصود نہیں، بلکہ فقہائے کرام نے یہ شرط انتظامی امور کے حوالے سے ذکر کی ہے تاکہ زیادہ لوگوں کے ایک جگہ اکٹھے ہونے میں امن و امان کا مسئلہ پیدا نہ ہو اور انتشار نہ پھیلے۔ چنانچہ جہاں کہیں یہ مقصد حاکم کے بغیر حاصل ہو، کسی قسم کا تنازعہ یا ناگفتہ بہ صورتحال پیدا نہیں ہوتی وہاں اس کے بغیر بھی

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة، تحت قوله: (بقدر.....): ۶/۳

جمعہ پڑھنا جائز ہوگا۔ موجودہ دور میں جب کہ حکام کو جمعہ اور قیام جمعہ کی اہمیت کا کوئی ادراک و احساس نہیں اور ان کے بغیر بھی قیام جمعہ میں انتشار کا خطرہ نہیں اس لیے اس شرط کے بغیر بھی جمعہ کی صحت متاثر نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ولا يجوز إقامتها إلا للسلطان) أول من أمره السلطان؛ لأنها تقام بجمع عظيم، وقد تقع المنازعة

في التقدم والتقديم. (۱)

ترجمہ: جمعہ کا انعقاد حاکم یا وہ شخص جس کو حاکم حکم کرے کے علاوہ کے لیے جائز نہیں، کیونکہ جمعہ ایک عظیم جماعت کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی اس بات پر جھگڑا ہو جاتا ہے کہ امامت کے لیے کس کو آگے کریں۔



اگر بڑے گاؤں کی آبادی کم ہو جائے

سوال نمبر (302):

ہمارے ہاں بالاکوٹ کا ایک علاقہ ہے جو گرمی کے موسم میں بڑے گاؤں کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے، کیونکہ گرمیوں میں لوگ اسی کارخ کرتے ہیں، لیکن سردی کے موسم میں یہاں سے لوگ نکل جاتے ہیں تو گرمی کے موسم میں یہاں جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر گرمی کے موسم میں یہ علاقہ بڑا گاؤں بن جاتا ہو تو جب تک بڑے گاؤں کی شرط موجود ہوگی، جمعہ درست رہے گا، لیکن سردی کے موسم میں آبادی کم ہو جانے سے اگر بڑے گاؤں کی حیثیت متاثر ہو جائے تو جمعہ کا حکم بھی متاثر رہے گا۔ اسی علت کی بنا پر منی کے مقام پر صرف ایام حج میں جمعہ درست ہے، باقی ایام میں شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے جمعہ درست نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(جاءت الجمعة) بمعنى في الحوسم فقط. قال ابن عابدين: أي موسم الحاج وهو سوفهم و

(۱) الهداية، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة: ۱/۱۷۸

محتمم.... فلا تصح في منى في غير أيام اجتماع الحاج فيها لفقد بعض الشروط. (۱)
ترجمہ: منی کے مقام پر صرف مخصوص ایام میں جمعہ پڑھنے کا جواز ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حاجیوں کے (جمع ہونے کے) موسم میں جب یہ حاجیوں کا بازار بھی ہوتا ہے اور جمع ہونے کی جگہ بھی۔۔۔ تو پھر حج کے اجتماع کے بغیر دوسرے ایام میں منی میں بعض شرائط کے فقدان کی بنا پر جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔



چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی تحقیق

سوال نمبر (303):

ہمارے گاؤں کی کل آبادی چند گھروں پر مشتمل ہے۔ قریب کوئی شہر بھی نہیں ہے، اور نہ کوئی بڑا گاؤں ہے۔ اب یہاں کچھ لوگ جمعہ شروع کرانا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم احتیاطاً ظہر بھی پڑھیں گے۔ شریعت کی رو سے جمعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

محررہ حالات کی روشنی میں مذکورہ علاقہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، اور کسی بڑے گاؤں کے توابع میں بھی شمار نہیں کیا جاسکتا، اس لیے یہاں پر ظہر کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ جہاں تک جمعہ کے دن جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر پڑھنے کا حکم ہے، وہ ان جگہوں کے ساتھ خاص ہے جہاں جمعہ پڑھنے کے جواز کے بارے میں شک ہو، اور جس جگہ کے بارے میں یقین ہو کہ وہاں جمعہ پڑھنے کی شرائط نہیں پائی جاتیں تو وہاں پر ابتداً ظہر کی نماز ہی پڑھنی چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ثم في كل موضع وقع الشك في جواز الجمعة، لوقوع الشك في المصير، أو غيره، وأقام أهله الجمعة ينبغي أن يصلوا بعد الجمعة أربع ركعات، وينووا بها الظهر، حتى لو لم تقع الجمعة موقعها، يخرج

عن عيدة فرض الوقت يتيقن. (۲)

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة، مطلب في جواز استابة الخطيب: ۱۴/۳

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۱۴۵/۱

ترجمہ: پھر ہر اس جگہ پر جہاں جمعہ کے بارے میں شک ہو کہ وہ شہر ہے یا نہیں اور وہاں کے رہنے والے جمعہ کی نماز ادا کریں تو ان کو چاہیے کہ وہ جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھیں اور ان میں ظہر کی نیت کریں کہ اگر جمعہ کی ادائیگی درست نہ ہو تو یہ اس کا قائم مقام بن جائے اور یقین کے ساتھ فرض سے ذمہ فارغ ہو جائے گا۔



آٹھ ہزار آبادی والے دیہات میں جمعہ

سوال نمبر (304):

ہمارے دیہات کے قریب ترین علاقوں کی کل آبادی آٹھ ہزار کے قریب ہے۔ روزمرہ کی ضروریات بھی مہیا ہیں۔ گورنمنٹ سکولز، بجلی، پختہ سڑک اور دیگر سہولتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ تو اس دیہات میں جمعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
بیٹنوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کی دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط مصر یا فتائے مصر ہے اور بڑا گاؤں بھی مصر کے حکم میں داخل ہے، لیکن شہر یا بڑے گاؤں کی کوئی ایسی حد مقرر نہیں جس کو اعتبار دیا جاسکے، کیونکہ ہر زمانے کے فقیہ نے اپنے زمانے کے عرف اور حالات کو دیکھ کر مصر کی تعریف کی ہے۔ موجودہ زمانے میں جس گاؤں کی مستقل آبادی بشمول مردوزن چھوٹے، بڑے، مسلم و غیر مسلم دوڑھائی ہزار تک پہنچتی ہو اور ضروریات زندگی کا سامان بھی موجود ہو تو وہ بڑا گاؤں سمجھا جائے گا، تاہم یہ آبادی ایک گاؤں کی ہو، اگر کسی علاقہ میں چھوٹے چھوٹے گاؤں ہوں اور عرف میں وہ الگ الگ گاؤں شمار ہوتے ہوں اور ان سب کی آبادی دوڑھائی ہزار تک پہنچتی ہو تو شرعاً وہ قریہ کبیرہ کے حکم میں نہیں کہ وہاں جمعہ کا انعقاد درست ہو۔
محررہ حالات کی روشنی میں اگر یہ آٹھ ہزار آبادی کسی ایک گاؤں کی ہو تو وہاں جمعہ کا انعقاد درست رہے گا اور اگر یہ مذکورہ آبادی قریبی مختلف گاؤں کی ہو تو پھر یہ قریہ کبیرہ کے حکم میں نہیں، لہذا وہاں جمعہ کا انعقاد درست نہیں رہے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ الّتی فیہا أسواق. (۲)

ترجمہ:

شہر اور ایسے بڑے دیہاتوں میں جہاں بازاریں بھی ہوں، جمعہ فرض ہوگا۔



جمعہ کی نماز کے لیے مسجد کا ہونا

سوال نمبر (305):

کیا نماز جمعہ کے لیے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ اگر جمعہ ایسی مسجد میں پڑھا جائے جو شرعاً مسجد نہ ہو یا کسی میدان میں پڑھا جائے تو درست ہو جائے گا یا نہیں؟

بیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز جمعہ کی صحت کے لیے جو شرائط بیان کی گئی ہیں، ان شرائط میں مسجد کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی صحت کے لیے مسجد کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ لہذا جس علاقے میں نماز جمعہ کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو اس علاقہ کے باشندوں کا کسی میدان یا جائے نماز (مصلیٰ) میں جمعہ ادا کرنا بھی درست رہے گا، لیکن مسجد میں جمعہ ادا کرنے کی افضلیت اپنی جگہ مسلم ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لو أن الأمير خرج لئلا يستقاء وخرج معه ناس كثير، فحضرت الجمعة، فصلی بهم الجمعة

فی الحبانة..... أجزأهم. (۱)

ترجمہ:

اگر امیر نماز استقاء پڑھنے کے لیے باہر جائے اور اس کے ساتھ لوگ بھی کثیر تعداد میں نکلیں اور جمعہ کا وقت ہو جائے، پس وہ کھلے میدان میں جمعہ پڑھائے۔۔۔ تو یہ جائز ہے۔



(۱) الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الخامس والعشرون فی صلاة الجمعة، النوع الثانی: ۴۱/۲

جمعہ کی جماعت کے افراد کی تعداد

سوال نمبر (306):

علمائے کرام سے سنتے آرہے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے لیے جماعت شرط ہے، لیکن جماعت کے افراد کتنے ہوتے ہیں، یہ معلوم نہیں۔ اگر جمعہ کی تمام شرائط موجود ہوں اور دس افراد امام کے علاوہ نماز میں شریک ہو جاتے ہیں تو کیا نماز جمعہ درست رہے گی؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جماعت شرط ہے اور جماعت کے افراد کی تعیین میں فقہائے کرام کا اگرچہ اختلاف ہے، لیکن صحیح تر قول کے مطابق امام کے علاوہ تین افراد کی موجودگی ضروری ہے، اس لیے (تین افراد) پر لفظاً اور معنی دونوں اعتبار سے جماعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ میں دس افراد پر جماعت کا اطلاق درست ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز درست رہے گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ومن شرائطها الجماعة) لأن الجمعة مشتقة منها..... أن الجمع الصحيح إنما هو الثلاث؛ لأنه

جمع تسمية ومعنى، والجماعة شرط على حدة، وكذا الإمام، فلا يعتبر منهم. (۱)

ترجمہ:

جمعہ کی شرائط میں سے جماعت بھی ہے، کیوں کہ جمعہ جماعت سے مشتق ہے اور تین افراد پر جمع کا اطلاق لفظاً اور معنماً صحیح ہے، جماعت اور امام الگ شرط ہے، اس لیے امام ان میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔



دیہاتی کے لیے نماز جمعہ

سوال نمبر (307):

میں شہر سے دور رہتا ہوں۔ اپنے گاؤں سے شہر جاتے وقت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسی صورت میں میرے ذمہ جمعہ فرض ہوگا یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا اس شخص پر واجب ہے جو شہر یا شہر کے ساتھ متصل ایسے علاقے کا رہنے والا ہو جو شہر کے توابع میں داخل ہو۔ کسی شہر کے توابع میں داخل ہونے اور نہ ہونے کا مدار عرف پر ہے تاہم فقہانے تین میل تک علاقے کو شہر کے توابع کے حکم میں شمار کیا ہے، لہذا جو شخص تین میل یا اس سے کم فاصلے پر شہر سے دور ہو، اس کے لیے تو جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا ضروری ہے، لیکن جو شخص شہر سے تین میل سے بھی زیادہ کی مسافت پر ہو، اس کے ذمہ جمعہ کی حاضری واجب نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لا یحب شہود الجمعة إلا علی من یسکن المصر، والأرض المتصلة بالمصر.....

وفي "الكافي" عن محمد: وإن كان ثلاثة أميال یحب وإلا لا. (۱)

ترجمہ:

جمعہ کی حاضری لازم نہیں، مگر اس شخص پر جو شہر یا اس کے ساتھ متصل علاقے کا رہنے والا ہو۔۔۔۔ اور الکافی نامی کتاب میں امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر تین میل کا فاصلہ ہو تو جمعہ کی حاضری واجب ہے، ورنہ نہیں۔



(۱) الفتاویٰ الشارحانہ، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الخامس والعشرون فی صلوٰۃ الجمعة، النوع الثاني فی شرائط

فصل فی احکام الجمعة

(جمعہ کے احکام کا بیان)

اذان اول کے بعد دنیوی کام میں مشغول ہونا

سوال نمبر (308):

ایک شخص جمعہ کے دن اذان اول سنتے ہی وضو بنا کر مسجد کی طرف چلتا ہے، لیکن مسجد کے اندر جانے کی بجائے دروازے کے پاس بیٹھ کر بوٹ پالش کرتا ہے، اور تقریر و خطبہ بھی سن رہا ہے۔ از روئے شریعت اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بینوا ونبؤا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے جمعہ کے دن اذان اول کے بعد تجارت، محنت مزدوری چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگنا ضروری ہے، یہاں تک کہ اذان اول کے بعد لین دین، خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی معاملات مکروہ تحریمی کے حکم میں داخل ہیں، اور خطبہ شروع ہونے کے بعد جو چیزیں نماز میں حرام ہیں، وہ خطبہ میں بھی حرام ہیں۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں اذان اول کے بعد مسجد کے دروازے کے پاس یا کسی اور جگہ کسی قسم کا کاروبار کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ مصروفیت جمعہ کی ادائیگی کے لیے رکاوٹ بن سکتی ہے، اس لیے نماز کی تیاری کر کے مسجد کی طرف آنا ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ووجب سعی إليها وترك البيع) ولومع السعي..... (بالاذان الأول) في الأصح، وإن لم يكن في

زمن الرسول ﷺ، بل في زمن عثمانؓ. (۱)

ترجمہ: اذان اول کے ساتھ صحیح قول کے مطابق سعی کرنا اور بیع چھوڑنا واجب ہے، اگرچہ (بیع) سعی کے ساتھ ہو، اگرچہ اذان اول حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی، بلکہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شروع ہوئی۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۳۸/۳

ترجمہ: جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام ہیں، حتیٰ کہ مناسب نہیں کہ کوئی کھائے یا پیئے اور امام خطبہ دے رہا ہو۔



متعدد مقامات میں جمعہ کا انعقاد

سوال نمبر (309):

ایک بڑے گاؤں میں چار مساجد ہیں، لیکن جمعہ صرف ایک مسجد میں پڑھایا جاتا ہے، اس گاؤں میں ایک مدرسہ بھی ہے۔ اگر گاؤں کے لوگ مدرسہ کی مسجد میں جمعہ پڑھنا شروع کر دیں تو از روئے شریعت ایسا کرنا جائز ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجُّہًا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کی نماز کی صحت کے لیے فقہائے کرام نے جو شرائط بیان کی ہیں، اگر وہ کسی علاقے میں پائی جائیں تو وہاں جمعہ پڑھنا درست ہے اور جب کسی علاقے میں ایک جگہ جمعہ پڑھنا درست ہو تو وہاں متعدد مقامات پر جمعہ پڑھنا بھی درست رہے گا، البتہ کسی ایک جامع مسجد میں پڑھنا بہتر اور اولیٰ ہے۔

لہذا اگر مذکورہ علاقہ مصر ہو یا مصر کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو پھر کسی ایک مقام پر جمعہ پڑھنا جس طرح جائز ہے، اس طرح متعدد جگہوں پر پڑھنا بھی درست رہے گا۔

والدليل على ذلك:

وتؤدى الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، وهو قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وهو الأصح..... وبه نأخذ. (٢)

ترجمہ: کسی ایک شہر کے متعدد مقامات پر جمعہ ادا کرنا درست ہے، یہ قول ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے۔ اور زیادہ صحیح قول ہے۔۔۔ اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الصلوة، الباب السادس عشر في صلوة الجمعة: ١٤٧

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب العسوة، الباب السادس عشر في صلوة الجمعة: ١/١٤٥

سورہ جمعہ کی آیت میں ”البيع“ کا مفہوم

سوال نمبر (310):

سورہ جمعہ کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ میں بیع سے کیا مراد ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

سورہ جمعہ کی آیت میں ”ذرو البيع“ میں بیع سے مراد صرف خرید و فروخت ہی نہیں، بلکہ وہ تمام امور جو جمعہ کی نماز کی تیاری میں رکاوٹ ہوں، اس میں داخل ہیں، اس لیے ان سب سے احتراز کرنا چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

والمراد من البيع ما يشغل عن السعي إليها حتى لو شغل بعمل آخر سوى البيع، فهو مكروه

أيضاً. (۱)

ترجمہ:

اور آیت جمعہ میں ”بیع“ (خرید و فروخت) سے مراد وہ کام ہے جو جمعہ کے لیے جانے سے مانع ہو، چنانچہ اگر خرید و فروخت کے علاوہ کسی دوسرے کام میں مصروف رہا تو وہ بھی مکروہ ہوگا۔



جمعہ فوت ہونے کی صورت میں باجماعت ظہر پڑھنا

سوال نمبر (311):

اگر کسی آدمی سے جمعہ کی نماز فوت ہو جائے تو ظہر کی نماز باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جس شہر یا گاؤں میں جمعہ پڑھا جاتا ہو، وہاں ظہر باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ وضاحت کریں؟

بینوا تزجروا

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة، ۲/۲۷۳

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے جمعہ فوت ہو جانے کی صورت میں ظہر پڑھنا ضروری ہے، لیکن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اذان اور اقامت کا بھی حکم ہے۔ اس حکم میں معذور، غیر معذور، مسافر، مقیم اور قیدی سب برابر ہیں، تاہم وہ علاقے جہاں شرائط جمعہ مفقود ہونے کی وجہ سے سرے سے جمعہ واجب ہی نہیں، وہاں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا ضروری ہے، کیوں کہ ان کے لیے جمعہ کے دن کا بھی وہی حکم ہے جو دوسرے ایام کا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(و بکرہ) تحریماً (لمعذور و مسحون) و مسافر (أداء ظہر بجماعة في مص) قبل الجمعة و بعدھا (و کذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظہر بغير اذان ولا إقامة ولا جماعة وقال ابن عابدین: تحت قوله: (لمعذور) و کذا غیرہ بالأولی قوله: (في مص) بخلاف القرئ؛ لأنه لا جمعة علیہم، فكان هذا اليوم في حقهم کغیره من الأيام. (۱)

ترجمہ: معذور، قیدی اور مسافر کا ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا جمعہ سے پہلے یا بعد مکروہ تحریمی ہے، یہی حکم مصر کے ان لوگوں کا بھی ہے جن سے جمعہ فوت ہو جائے۔ یہ لوگ ظہر بغير اذان و اقامت اور جماعت کے پڑھیں گے۔ معذور کے ذیل میں ابن عابدینؒ نے لکھا ہے کہ معذور کا حکم یہ ہے تو معذور کے علاوہ کا تو بطریق اولیٰ یہی حکم ہوگا۔۔۔ اور مصر کی قید سے دیہات اس حکم سے خارج ہو گئے، کیوں کہ دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں تو جمعہ کا دن ان کے حق میں دوسرے ایام کی طرح ہوگا۔



جمعہ پڑھنے کے بعد خرید و فروخت

سوال نمبر (312):

مختلف مساجد میں جمعہ کی نماز مختلف اوقات میں ادا ہوتی ہے۔ ایک مسجد میں ایک بجے ادا کی جاتی ہے تو دوسری میں ڈیڑھ بجے کا اہتمام ہوتا ہے، اور بعض مساجد میں پونے دو اور دو بجے پڑھنے کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اب وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص نے ایک بجے جمعہ کی نماز پڑھی وہ ایسے شخص کے ساتھ لین دین کر سکتا ہے جس

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة: ۳/۳۲، ۳۳

نے دو بجے کی نماز میں شرعاً ہونا ہے؟

بیتنا توجہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس شخص نے جمعہ کی نماز ادا کی ہو اس کا لین دین خرید و فروخت جائز ہے اور جس شخص نے جمعہ کی نماز نہ پڑھی ہو اور اس پر جمعہ پڑھنا واجب بھی ہو تو وہ جس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرتا ہو، اس میں اذان اول کے بعد اس کا لین دین درست نہیں ہوگا۔

لہذا سوال مذکور میں ایک بجے جمعہ کی نماز پڑھنے والے کا لین دین اور خرید و فروخت بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں جمعہ پڑھنے کے بعد زمین میں پھیلنے اور کاروبار کرنے کا حکم آیا ہے جو اگرچہ استحباب پر محمول ہے، لیکن جواز کا فائدہ بہر صورت دیتا ہے، البتہ جس دوسرے شخص نے ابھی تک جمعہ کی نماز نہیں پڑھی تو اس کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ (۱)

ترجمہ:

جب نماز ادا کی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو۔



نیت میں جمعہ اور ظہر کو جمع کرنا

سوال نمبر (313):

بعض لوگ جمعہ کی نیت میں ظہر کو بھی ملاتے ہیں اور اس طرح نیت باندھتے ہیں کہ میں چار رکعت جمعہ اور آج کے ظہر کی نیت کرتا ہوں، علمائے کرام نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت مطلوب ہے۔

بیتنا توجہروا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کی نیت کے متعلق فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اس کے ساتھ ظہر کو نہ ملایا جائے۔ اگر فرض نماز میں جمعہ اور ظہر کو ملا کر یا صرف ظہر کی نیت کر کے نماز پڑھے گا تو اس کی اقتدا درست نہیں رہے گی۔
لہذا صورت مسئلہ میں علمائے کرام کا لوگوں کو جمعہ اور ظہر کو نیت میں ملانے سے روکنا درست ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(وینوی جمعة لا ظہرا) إتفاقا، فلو نوى الظہر لم یصح اقتداء ۵. (۱)

ترجمہ:

بالاتفاق جمعہ کی نیت کرے گا، ظہر کی نہیں۔ اگر ظہر کی نیت کی تو اس کی اقتدا درست نہیں ہے۔



جمعہ کے بعد والی سنتوں کی حیثیت

سوال نمبر (314):

جمعہ کے فرض پڑھ لینے کے بعد جو چھ رکعتیں سنتیں پڑھی جاتی ہیں، یہ سنتِ موکدہ ہیں یا غیر موکدہ، اس کی تفصیل مطلوب ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کے فرض پڑھ لینے کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا مسنون ہے۔ ان کا سنت ہونا صحیح روایات سے ثابت ہے، البتہ چار رکعتیں سنتِ موکدہ ہیں اور آخری دو رکعتیں غیر موکدہ ہیں۔ علامہ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق میں صحیح مسلم کے حوالے سے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت سنتیں پڑھنا ثابت ہے۔ یہ روایت ان کے موکدہ ہونے کی دلیل ہے، جبکہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ چار رکعتوں کے ساتھ دو رکعتیں مزید پڑھ لی جائیں۔ اکثر مشائخ کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ۳/۳۴

والدلیل علیٰ ذلك:

والدلیل علیٰ استئذان الأربع بعد هامافي صحيح مسلم عن أبي هريرة مرفوعاً "إذا صلى أحدكم الجمعة، فليصل بعد هاربعاً.... وعن أبي يوسف: أنه ينبغي أن يصلي أربعاً، ثم ركعتين... وكثير من مشائخنا علی قول أبي يوسف. (۱)

ترجمہ:

جمعہ کے بعد چار رکعتوں کے مسنون ہونے کی دلیل وہ مرفوع روایت ہے جو ابو ہریرہؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھ لے تو اس کے بعد چار رکعت سنتیں بھی پڑھ لے۔۔۔۔ اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مناسب یہ ہے کہ چار رکعتیں پڑھ لے پھر دو رکعتیں بھی پڑھے۔۔۔۔ اکثر مشائخ کا قول ابو یوسفؒ کے قول کے موافق ہے۔



جمعہ کی نماز میں خواتین کی شرکت

سوال نمبر (315):

بعض مساجد میں متولی مسجد خواتین کے لیے نماز پڑھنے کا الگ انتظام کرتے ہیں اور خواتین بالخصوص جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے کثیر تعداد میں آتی ہیں۔ وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ مسجد حرام میں مرد اور خواتین ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی خواتین مسجد میں آکر نماز پڑھنے کا اہتمام کرتی تھیں، از روئے شریعت خواتین کا جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کا کیا حکم ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں خواتین مسجد آکر نماز پڑھتی تھیں، آپ ﷺ خود موجود تھے، احکام نازل ہو رہے تھے، مقدس زمانہ تھا۔ وہ دور ختم ہوا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں اور خواتین کا مسجد جا کر نماز پڑھنے میں فتنے کا خدشہ بڑھنے لگا، اس لیے جب حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد جانے سے منع فرمایا تو خواتین نے

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب النور والنوافل، تحت قوله: (والسنة قبل الفجر وبعد الظهر.....) : ۸۷/۲

حضرت عائشہؓ سے شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ اس زمانے کی خواتین کی حالت دیکھتے تو ان کو مسجد جانے سے روکتے۔

فقہائے کرامؒ نے خواتین کے مسجد جانے کے لیے جن شرائط کو بیان کیا ہے، وہ شرائط موجودہ زمانے میں مفقود ہو چکی ہیں، بلکہ خواتین کے نکلنے سے فتنے کا قوی اندیشہ ہے، اس لیے خواتین کا جمعہ وعیدین کی نماز میں شریک نہ ہونا بہتر ہے، لیکن فقہائے کرامؒ کے ہاں خواتین کا مسجد جا کر نماز پڑھنے کی کراہت کی علت فتنہ ہے، اگر فتنے کا سد باب ہو تو کراہت منسخی ہو جائے گی، اس لیے اگر خواتین کے لیے اس طرح سے الگ انتظام ہو کہ ان کے آنے جانے میں کسی قسم کے فتنہ پھیلنے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے تو پھر جمعہ یا دوسری نمازوں میں شرکت کی گنجائش ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن عمرة بنت عبد الرحمنؓ أنها أخبرته أن عائشةؓ زوج النبي ﷺ قالت: لو أدرك رسول الله ﷺ ما أحدث النساء لمنعهن المسجد، كما منعت نساء بني إسرائيل. (۱)

ترجمہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ ان حالات کو دیکھتے جو عورتوں نے پیدا کی ہیں تو مسجد انہیں جانے سے ضرور روکتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔

(و یکرہ حضور ھن لجماعة) ولولجمعة، وعید، ووعظ مطلقاً، ولوعجوزاً لیلاً (علی

المذہب) المفتی بہ لفساد الزمان. (۲)

ترجمہ:

جماعت میں شریک ہونے کے لیے عورتوں کی حاضری مفتی بہ قول کے مطابق زمانے میں فساد آنے کی وجہ سے مکروہ ہے، چاہے جمعہ کی نماز ہو، عید کی نماز ہو یا وعظ و نصیحت کے لیے، اگرچہ عورت بوڑھی ہو اور رات کا وقت ہو۔



(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد: ۹۴/۱

(۲) الدر المختار، باب الإمامة: ۳۰۷/۲

نماز جمعہ پڑھتے ہوئے وقت کا نکل جانا

سوال نمبر (316):

جمعہ پڑھنے کے دوران وقت نکل جائے تو کون سی نماز کی قضا لازم ہوگی، جمعہ یا ظہر؟ وضاحت فرمائیں؟
بیتنا نوجہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کی نماز کے لیے ظہر کا وقت شرط ہے، اس لیے کہ جمعہ ظہر کی نماز کا قائم مقام ہے۔ اگر جمعہ پڑھنے کے دوران وقت نکل جائے تو جمعہ پڑھنے کی بجائے ظہر کی قضا لائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ومن شرائطها: الوقت فتصح في وقت الظهر ولا تصح بعده) لقوله عليه السلام "إذا مالت الشمس فصل بالناس الجمعة" (ولو خرج الوقت، وهو فيها استقبل الظهر) ولا يبينه عليها. (۱)
ترجمہ:

جمعہ کی شرائط میں سے وقت بھی ہے۔ پس ظہر کے وقت میں پڑھنا درست رہے گا اور ظہر کے بعد درست نہ ہوگا، اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب سورج مائل ہو جائے تو لوگوں کو جمعہ پڑھاؤ" اگر وقت نکل جائے اور وہ جمعہ پڑھ رہا ہو تو ظہر شروع کرے اور ظہر کی جمعہ پر بنانا کرے۔



جمعہ کی نماز میں تیسری آیت آدھی پڑھنا

سوال نمبر (317):

ایک امام صاحب نے جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ کہف کی آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ پڑھنا شروع کیا ﴿لِكَلِمَةٍ رَبِّي﴾ پر پہنچ کر رکوع میں چلا گیا۔ دوسری رکعت میں وَلَوْ جِئْنَا مِنْ شَرِّهِ لَكُنَّا لَكُمْ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ﴾ سے علاوہ آخر تک پہنچ کر رکوع میں چلا گیا۔ از روئے شریعت اس طرح نماز کا کیا حکم ہے؟

(۱) الهدایۃ، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۱/۱۷۸

الجواب وبالله التوفيق:

نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا واجب ہے۔ بھول کر چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

صورت مسئلہ میں مختلف آیتوں کے اجزا پڑھنے سے معنی میں تغیر واقع نہیں ہوا اور سب کو ملانے سے تین آیتوں کی بقدر بن جاتی ہیں، اس لیے واجب قرأت ادا ہو جاتی ہے، تاہم اگر مذکورہ قرأت واجبہ قرار نہ دی جائے تو بھی نماز ہو جاتی ہے، کیونکہ واجب چھوٹنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور جمعہ وعیدین کی نمازوں میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے فقہانے سجدہ سہو واجب ہونے کے بعد ادا نہ کرنا اولیٰ بتایا ہے، چونکہ فاتحہ کی وجہ سے فرض قرأت ادا ہو گئی ہے اور سورت کا ملانا واجب ہے اور ترک واجب سے سجدہ سہو واجب تھا، لیکن جمعہ میں اس کا نہ کرنا افضل ہے، اس لیے فرض ذمے سے بہر حال ساقط ہو گیا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولو قرأ آية طويلة كآية الكرسي أو المداينة البعض في ركعة والبعض في ركعة، اختلفوا فيه على قول أبي حنيفة، قيل: لا يجوز؛ لأنه ما قرأ آية تامة في كل ركعة، وعامتهم على أنه يجوز؛ لأن بعض هذه الآيات يزيد على ثلث قصار. (۱)

ترجمہ:

اگر ایک لمبی آیت کی تلاوت کرے، جیسے آیت الکرسی یا آیت المداینۃ (اس طور پر کہ) بعض حصہ ایک رکعت میں پڑھے اور بعض حصہ دوسری رکعت میں پڑھے تو اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول میں اختلاف کیا گیا ہے، بعض کے ہاں جائز نہیں، کیونکہ ایک رکعت میں ایک پوری آیت بھی نہیں پڑھی، لیکن عام فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جائز ہے، کیونکہ ان آیات کا بعض حصہ تین چھوٹی آیات سے زیادہ ہے۔

(والسهو في صلاة العيد، والجمعة، والمكتوبة، والتطوع سواء) والمختار عند المتأخرين عدمه

في الأولين لدفع الفتنة. (۲)

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ، مطلب: كل صلاة أدت مع كراهة التحريم تحب

إعادتها: ۱۵۰/۲

(۲) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب مسح السهو: ۵۶۰/۲

ترجمہ: سجدہ سہو کے حکم میں عید، جمعہ، فرض اور نفل نماز سب برابر ہیں، لیکن متاخرین علما کے نزدیک مختار قول پہلے دو (جمعہ اور عیدین) میں فتنہ کو ختم کرنے کی بنا پر سجدہ سہو نہ کرنے کا ہے۔



عورتوں کے لیے نماز جمعہ

سوال نمبر (318):

عورت پر نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اور واجب نہ ہونے کے باوجود اگر کوئی عورت جمعہ کی نماز ادا کرے تو اس کا ذمہ فارغ ہوگا یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

مسلمانوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں جن کی ادائیگی لازمی اور ضروری ہے، تاہم جمعہ کی نماز عورتوں، مریضوں اور مسافروں پر لازم نہیں، بلکہ اس کی جگہ وہ ظہر کی نماز ادا کریں گے، پھر بھی اگر کوئی عورت یا مریض نماز جمعہ ادا کرے تو اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

لیکن موجودہ دور میں عورت کے لیے نماز جمعہ یا دیگر نمازوں کے لیے گھر سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر کسی جگہ شرعی امور و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتوں نے نماز جمعہ میں شرکت کر لی تو ان کی نماز ہو جائے گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ولا تحب الجمعة علی مسافر، ولا امرأة، ولا مریض، ولا صبی، ولا عبد، ولا أعمی فان حضروا و صلوا مع الناس أجزأهم عن فرض الوقت. (۱)

ترجمہ: مسافر، عورت، بیمار، بچے، غلام اور اندھے پر جمعہ واجب نہیں تاہم اگر وہ لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک ہوں تو ان سے ظہر کا فریضہ ساقط ہو جائے گا۔



(۱) القدوری، أبو الحسن، أحمد، المختصر القدوری، کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۴۷، المعیزان، لاہور

معذورین کا جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا

سوال نمبر (319):

شرعی طور پر معذور افراد، جن کے لیے نماز جمعہ میں شرکت نہ کرنا مرضی ہو، وہ لوگ نماز جمعہ کی ادائیگی سے قبل ظہر کی نماز ادا کر لیں تو شرعی اعتبار سے یہ ادائیگی کیسی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی اعتبار سے جو لوگ ایسے بیمار ہوں کہ ان کا عذر مسجد جانے سے مانع بن گیا ہو تو ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ جمعہ کی ادائیگی سے پہلے ظہر کی نماز نہ پڑھیں، بلکہ جمعہ کی ادائیگی کے بعد یہ لوگ گھر، ہسپتال یا جہاں پر ہوں، وہاں ظہر کی نماز پڑھ لیں، لہذا اگر کسی معذور شخص نے جمعہ کی ادائیگی سے پہلے ظہر کی نماز ادا کی تو نماز ادا ہو جائے گی، لیکن مستحب طریقہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے نماز مکروہ تنزیہی کے حکم میں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

و یستحبّ له تأخیر الظہر عن الجمعة، فإنہ یکرہ له صلاتہا منفرداً قبل الجمعة فی الصبح، وقال الطحطاوی: (فإنہ یکرہ له صلاتہا) کذا فی البحر، وهذا لا ینافی ما قد مناه عنه، من أن ذلك لا یکرہ اتفاقاً لحمل الکراهة المنفیة فیما سبق علی التحریمة، وما هنا علی التنزیہة؛ لأنہا فی مقابلة الممنوع (۱) ترجمہ:

اور اُس (معذور) کے لیے ظہر کی نماز جمعہ سے مؤخر کرنا مستحب ہے اور صحیح قول کے مطابق جمعہ سے پہلے علیحدہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ: ”اُن کی نماز مکروہ ہوگی، جیسا کہ بحر میں ہے۔ یہ اُس قول کے منافی نہیں جس میں اتفاقاً مکروہ نہیں کہا، کیونکہ وہاں جس کراہت کی نفی کی گئی ہے وہ تحریمی پر محمول ہے اور یہ تنزیہی پر محمول ہے، کیونکہ یہ مستحب کے مقابلہ میں ہے۔“



(۱) الطحطاوی، سید أحمد، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة: ص: ۲۷۷

جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنے کا حکم

سوال نمبر (320):

جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنے کی حیثیت کیا ہے؟ ہمارے یہاں بعض حضرات ان چار رکعتوں کے پڑھنے کو بدعت شمار کرتے ہیں۔ مہربانی فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنے کی حیثیت دیگر سنن کی طرح سنن مؤکدہ کی ہے۔ احادیث مبارکہ اس پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ نے زوال کے بعد چار رکعت پڑھنے پر مواظبت فرمائی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زوال کے بعد چار رکعت پڑھنے پر مواظبت فرماتے تھے تو میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! آپ ان چار رکعتوں پر مواظبت فرماتے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابوایوب! جب سورج ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، پھر اُس وقت تک بند نہیں ہوتے جب تک ظہر کی نماز نہ پڑھی جائے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان دروازوں کے بند ہو جانے سے پہلے اس میں میرا کوئی نیک عمل اوپر چڑھ جائے۔“ اس کے علاوہ ”معجم الاوسط“ میں امام طبرانیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت اور ”ابن ماجہ“ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی گئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھ لیا کرتے تھے۔

اس تفصیل کو دیکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور اس کو بدعت کہنا ناواقفیت کی دلیل ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن ابی ایوب الأنصاری رضی اللہ عنہ قال: اذ من رسول اللہ ﷺ أربع رکعات بعد زوال الشمس، فقلت یا رسول اللہ، إنک تدمن هؤلاء الأربع رکعات، فقال یا أبا ایوب إذا زالت الشمس، فتحت أبواب السماء، فلن ترتج، حتی یصلی الظهر، فأحب أن یصعد لی فیہن عمل صالح. (۱)

(۱) الطحاوی، أحمد بن محمد، شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب التطوع باللیل والنهار کیف هو: ۱/۲۳۱ بیج ایم

سعید کمپنی کراچی

ترجمہ:

حضرت ابویوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ زوال کے بعد چار رکعت پڑھنے پر مواظبت فرماتے تھے تو میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! آپ ان چار رکعت پر مواظبت فرماتے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابویوب! جب سورج ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر اس وقت تک بند نہیں ہوتے جب تک ظہر کی نماز نہ پڑھی جائے۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ان دروازوں کے بند ہو جانے سے پہلے اس میں میرا کوئی نیک عمل اوپر چڑھ جائے۔“

عن علي رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ يصلي قبل الجمعة أربعاً، وبعدها أربعاً. (۱)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: كان النبي ﷺ يركع قبل الجمعة أربعاً، لا يفصل في شيء

منهن. (۲)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور اس میں کسی چیز سے فصل نہیں لاتے تھے۔



جمعہ ادا کرنے والے مسافر کے لیے سنتوں کا حکم

سوال نمبر (321):

اگر کوئی شخص مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت نہ کی ہو تو یہ شخص اگر وہاں نماز جمعہ ادا کرنا چاہے تو جمعہ کی سنتیں پڑھے گا یا ظہر کی؟

(۱) للمحافظ الطبرانی، المعجم الاوسط، رقم الحديث: ۳۶۸/۲، ۱۶۴۰، مكتبة المعارف، الرياض

(۲) ابن ماجة، أبو عبد الله، محمد بن يزيد، سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب ماجة في الصلاة قبل الجمعة: ص: ۷۹

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ مسافر پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، تاہم اگر اس نے جمعہ کی نماز پڑھ لی تو اس سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی، البتہ اگر یہ شخص سنتیں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اسی وقت کے موافق سنتیں پڑھے گا، کیونکہ سنن فرض نماز کے تابع ہوتے ہیں، لہذا اگر کوئی شخص مسافر ہو اور جمعہ کی نماز ادا کرنا چاہے تو یہ شخص جمعہ کی سنتیں ادا کرے گا نہ کہ ظہر کی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

أما الصلاة المسنونة، فهي السنن المعهودة للصلوات المكتوبة..... فوقت حملتها، وقت المكتوبات؛ لأنها توابع للمكتوبات، فكانت تابعة لها في الوقت. (۱)

ترجمہ:

اور مسنون نماز سے مراد وہ خاص سنت نماز ہے جو فرض نماز کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔۔۔۔۔ پس اُن تمام سنت نمازوں کا وقت وہی ہے جو فرض نمازوں کا ہے، کیونکہ یہ فرائض کے تابع ہیں تو یہ وقت میں بھی ان کے تابع ہوں گے۔



نماز جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی نماز پڑھنا

سوال نمبر (322):

اگر کسی جگہ جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے میں شک ہو تو وہاں احتیاطاً ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے احنافؒ کے نزدیک نماز جمعہ کی صحت کے لیے شہر یا بڑے گاؤں کا ہونا ضروری ہے۔ جس کی تحدید موجودہ دور کے اعتبار سے وہ علاقہ ہے جس کی آبادی دو ڈھائی ہزار افراد پر مشتمل ہو، تاہم

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی الصلاة المسنونة: ۲/۲۶۳-۲۶۴

جہاں کہیں نماز جمعہ کے صحیح ہونے میں شک ہو تو نماز جمعہ پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز احتیاطاً پڑھنا صحیح نہیں، کیونکہ فقہائے کرام کے نزدیک جہاں کہیں شرائط کے فقدان کے باوجود جمعہ کی نماز کی ادائیگی شروع ہو جائے تو وہاں نماز جمعہ پڑھنے کی گنجائش ہے اور ظہر کی نماز احتیاطاً پڑھنے کی صورت میں لوگ جمعہ کی نماز کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں گے، لہذا احتیاطاً ظہر کی نماز پڑھنا صحیح نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

وقد أفتیت مراراً بعدم صلوة الأربع بعدها بنية اخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة، وهو

الاحتياط في زماننا، وأما من لا يخاف عليه مفسدة منها، فالأولى أن تكون في بيته خفية. (۱)

ترجمہ: جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعت نماز ظہر دوسری نیت سے نہ پڑھنے کے بارے میں کئی بار فتویٰ دیا گیا ہے، اس خوف سے کہ جمعہ کے فرض نہ ہونے پر یقین پیدا ہو جائے اور یہی ہمارے زمانے میں احتیاط پر مبنی ہے۔ اور جس کے بارے میں ان مفاسد کا اندیشہ نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ گھر میں خفیہ پڑھی جائیں۔



صاحب ترتیب کی فجر کی نماز فوت ہونے کی صورت میں نماز جمعہ

سوال نمبر (323):

ایک صاحب ترتیب شخص سے فجر کی نماز فوت ہو گئی۔ جمعہ کی نماز کے وقت اس کو یاد آگئی، لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے یہ شخص فجر کی نماز ادا نہیں کر سکتا تو یہ شخص ترتیب کا لحاظ رکھ کر فجر کی نماز پہلے پڑھے یا نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ادا کرے؟

بینوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

صاحب ترتیب سے اگر نماز فجر فوت ہو جائے اور نماز جمعہ تک اس نماز کو ادا نہ کر سکے اور جب یاد آئے تو وقت اتنا تنگ ہو کہ فجر کی نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے جمعہ کے ساتھ ساتھ ظہر کا وقت بھی نکلنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نماز جمعہ ادا کرے اور نماز فجر کو مؤخر کر دے اور اگر صرف نماز جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور ظہر کا وقت باقی ہو

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۵/۳

تو پھر فجر کی نماز کو مقدم کرے اور جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کرے، اس لیے کہ نماز جمعہ میں شرکت ترتیب کے ساقط ہونے سے عذر نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وإذا تذكّر الرجل في صلاة الجمعة، أنه لم يصلّ الفجر، إن كان بحال لو اشتغل بالفجر بفوته الوقت، والجمعة جميعاً، فإنه يمضي على الجمعة، ثم يصلّي الفجر بعدها، وإن لم يخف فوتها جميعاً بقضي الفجر، ثم يدخل مع الإمام، وإن كان يخاف فوت الجمعة، ولا يخاف فوت الوقت، فإن عند أبي حنيفة وأبي يوسف، يصلّي الفجر، ثم يصلّي الظهر في وقت الظهر. (۱)

ترجمہ:

ایک آدمی کو نماز جمعہ کے دوران یاد آیا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی، اگر وہ فجر کی نماز میں مشغول ہو جائے تو ظہر کا وقت اور نماز جمعہ دونوں فوت ہو جاتے ہیں تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرے، پھر فجر کی نماز پڑھے۔ اور اگر دونوں کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو پہلے فجر کی نماز پڑھے، پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور اگر جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور ظہر کا وقت فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلے فجر کی نماز پڑھے، پھر ظہر کو اپنے وقت میں پڑھے۔



اذان کے بعد تجارت

سوال نمبر (324):

ہمارے ہاں ایک شخص کا کہنا ہے کہ جس طرح جمعہ کی اذان اول کے بعد خرید و فروخت ناجائز ہے، یہی حکم ہر اذان کا ہے۔ یہ بات کس حد تک درست ہے؟ وضاحت کریں۔

بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ سمیت پانچوں نماز کے لیے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے، لیکن خرید و فروخت اور معاملات کی ممانعت

(۱) عالم بن العلاء الأنصاري، الفتاوى النانارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۱/ ۴۷۵

صرف جمعہ کی اذان اول کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ وہ قرآن کی آیت سے ثابت ہے، دیگر اذانوں کا یہ حکم نہیں ہے۔
والدلیل علیٰ ذلک:

(ووجب سعي إليهما وترك البيع) ولومع السعي..... (بالأذان الأول) في الأصح، وإن لم يكن في زمن الرسول، بل في زمن عثمانؓ. وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريماً. (۱)
ترجمہ:

اذان اول کے ساتھ خطبہ سننے کے لیے فوراً چلنا اور کاروبار چھوڑنا واجب ہے، اگرچہ یہ کاروبار سعی کے ساتھ کیوں نہ ہو، صحیح قول کے مطابق اس سے مراد اذان اول ہے، اگرچہ حضور ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھی اور حضرت عثمانؓ کے دور میں شروع ہوئی اور البحر الرائق میں حرمت کو مکروہ تحریمی پر محمول کیا ہے۔



جمعہ کے دن دوپہر کے کھانے کا وقت

سوال نمبر (325):

بعض لوگ دوپہر کا کھانا جمعہ کی نماز کے بعد کھاتے ہیں، بعض پہلے کھاتے ہیں۔ سنت کے مطابق کیا طریقہ ہے؟
بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

اجرو ثواب کے حوالے سے جمعہ کا دن بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ خصوصاً جب اذان ہو جائے تو دوسرے کام ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ اپنی ضروریات کو جمعہ کی نماز کے اہتمام کی وجہ سے مؤخر کرتے تھے۔ لہذا اگر اذان سے پہلے پہلے اپنی ضروریات سے فارغ ہو سکتا ہو تو پھر کھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ مستحسن امر یہ ہے کہ کھانا اور دوسری ضروریات و حوائج کو جمعہ کی نماز کے اہتمام کی بنا پر مؤخر کر دیں، تاہم اگر اذان ہو گئی ہو تو پھر نماز کی تیاری کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونا جائز نہیں۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۳/۳۸

والدلیل علیٰ ذلك

عن سهل بن سعد قال: ما كنا نتغذى في عهد رسول الله ﷺ، ولا نقيل إلا بعد الجمعة. (۱)

ترجمہ:

سهل بن سعد نے فرمایا کہ: ”ہم حضور ﷺ کے زمانے میں دوپہر کا کھانا اور قیلولہ (دوپہر کھانے کے بعد آرام) جمعہ کے بعد کیا کرتے تھے۔“



جمعہ کی اذان اول کے بعد کسی کام میں مشغول ہونا

سوال نمبر (326):

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کھانے، پینے، سونے اور دنیوی کام کرنے کے باوجود اگر کوئی شخص خطبہ میں شامل ہو سکتا ہو تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

بَیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

حضور ﷺ اور حضرات شیخینؓ کے زمانے میں جمعہ کی اذان صرف ایک تھی، یعنی اذان خطبہ۔ دوسری اذان کی ابتدا اور اضافہ سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں ہوا۔ قرآن کریم میں جمعہ کی اذان (نداء) ہوتے ہی تمام مصروفیات چھوڑ کر جمعہ کی ادائیگی کے لیے فوراً چلے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مفتی بہ قول کے مطابق نداء سے مراد پہلی اذان ہے، لہذا پہلی اذان کے بعد جمعہ کے لیے سعی کرنا واجب ہے اور جمعہ کی تیاری کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونا ناجائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(ووجب سعی إليها وترك البيع) ولومع السعي..... (بالأذان الأول) فالأصح، وإن لم يكن في زمن

الرسول، بل في زمن عثمانؓ، وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريماً. (۲)

(۱) البغوي، الحسين بن مسعود، شرح السنة، باب تعجيل صلاة الجمعة والقيلولة بعدها، (رقم الحديث: ۱۰۶۸):

۲۴۰/۴، المكتب الإسلامي، بيروت

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۳۸/۳

ترجمہ:

صحیح قول کے مطابق اذانِ اول کے ساتھ خطبہ سننے کے لیے چلنا اور کاروبار چھوڑنا واجب ہے، اگر کاروبار سعی کے ساتھ ساتھ ہو، اگرچہ (اذانِ اول) حضور ﷺ اور حضراتِ شیخین کے زمانے میں نہیں تھی، بلکہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شروع ہوئی۔ البحر الرائق میں حرمت کو مکروہ تحریمی پر محمول کیا گیا ہے۔



نماز جمعہ کا فساد اور اس کی قضا

سوال نمبر (327):

امام صاحب نے جمعہ کی دوسری رکعت کا ایک سجدہ رہ جانے پر سجدہ سہو کیا۔ لوگوں میں سے بعض نے کہا کہ نماز باطل ہوگئی، لہذا دوبارہ پڑھی جائے گی۔ اتنے میں ظہر کا وقت ختم ہو گیا۔ اب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں ظہر کی قضا لائیں گے یا جمعہ کی؟ اور انفرادی پڑھیں گے یا باجماعت؟ وضاحت فرمائیں۔

بَیِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفیق:

سجدہ نماز کے ارکان میں سے ہے۔ اگر کسی وجہ سے چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ سجدہ سہو سے واجب کا تدارک تو ممکن ہے، فرض کا نہیں، لہذا جمعہ فوت متصور ہوگا، لیکن جمعہ کے فوت ہونے کی صورت میں ظہر کی قضا لازم ہوتی ہے، جمعہ کی نہیں۔ انفرادی طور پر نماز قضا ہو جائے یا اجتماعی طور پر، دونوں صورتوں میں انفرادی و اجتماعی قضا لائی جاسکتی ہے۔ اجتماعی طور پر قضا لانے کی صورت میں امام صاحب جہری نماز میں با آواز بلند اور سری نماز میں خفیہ طور پر قرأت کرے گا، تاہم انفرادی طور پر قضا لانے والا جہری نماز میں مختار ہے، چاہے تو با آواز بلند پڑھے، ورنہ خفیہ پڑھے، البتہ خفیہ نمازوں میں خفیہ قرأت پڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

صورتِ مسئلہ میں تمام لوگوں پر ظہر کی قضا نا واجب ہے، نہ کہ جمعہ کی اور قضا لانے کے لیے جماعت ضروری نہیں، انفرادی قضا لانا بھی جائز ہے، تاہم قضا نماز میں سری قرأت کرے گا، خواہ باجماعت پڑھیں یا سب لوگ الگ الگ پڑھیں۔

والدلیل علیٰ ذلك .

وإذا قضی الفوائت إن قضاها بجماعة، وكان صلوة يحجر فيها بالقراءة يحجر فيها الإمام .
وإن قضاها وحده بخير إن شاء جهر وإن شاء خافت والجهر أفضل، ويخافت فيما يخافت حتماً،
وكذلك الإمام. (۱)

ترجمہ: جب قضا شدہ نمازوں کی قضا لانا چاہے اور جماعت سے قضا لانے کا ارادہ ہو تو اگر جہری نماز ہے تو امام جہر کر کے جماعت پڑھائے، اگر انفرادی قضا لانا چاہے تو اختیار ہے چاہے تو آواز بلند پڑھے اور چاہے تو خفیہ، البتہ جہر افضل ہے، لیکن خفیہ نمازوں میں خفیہ ہی پڑھے گا اور اس طرح امام بھی (جہری میں آواز بلند پڑھے اور خفیہ میں آہستہ قرأت کرے)۔

من فاتته الجمعة صلى الظهر بغير أذان وإقامة. (۲)

ترجمہ: جس کی جمعہ کی نماز فوت ہو جائے تو ظہر کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھے۔



جمعہ کی اذان اول کے بعد کھانا یا مطالعہ

سوال نمبر (328):

اذان اول کے بعد مطالعہ کرنا یا کھانا کھانا کیسا ہے؟ بعض فتاویٰ نے حرام کا حکم لگایا ہے۔ یہ کس حد تک درست ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بیتناؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعۃ المبارک کی پہلی اذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونا درست نہیں، لہذا مطالعہ میں مشغول ہونا یا کھانا کھانا بھی درست نہ ہوگا، البتہ اگر کھانے کی اشتہا اس درجہ تک پہنچی ہو، جس سے نماز کا خشوع متاثر ہوتا ہو تو پھر کھانے کی گنجائش پائی جاتی ہے، لیکن واضح رہے کہ اگر نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر کھانا

(۱) الفتاویٰ النظار عانیہ، کتاب الصلاۃ، الفصل العشرون فی قضاء الفائتة: ۵۵۵/۱

(۲) الفتاویٰ النظار عانیہ، کتاب الصلاۃ، الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، نوع آخر فی الرجل یرید السفر یوم الجمعة، نوع فی المتفرقات: ۶۳/۲

کھانے کی گنجائش نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(لکن بشکل ما مر من وجوب السعی) بتقید ما مر بما هنا یندفع الا مشکل، وذلك؛ لأن حضور الأکل المذکور حیث کان عذراً فی سقوط واجب الجماعة لشغل بال المصلی یكون عذراً فی سقوط واجب السعی إذ لا فرق بین واجب و واجب بخلاف ما إذا خاف فوت الجمعة أو الوقت. (۱)

ترجمہ:

لیکن گزشتہ بیان جو وجوب سعی کے بارے میں تھا، اس میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے، جو گزشتہ قید کی وجہ سے دور ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ کھانے کا حاضر ہونا نمازی کے دل کی مشغولیت کی بنا پر جس طرح واجب جماعت ساقط کرنے کے لیے عذر ہے، اسی طرح واجب سعی کے ساقط کرنے کے لیے بھی عذر ہے، کیونکہ دونوں واجبات میں کوئی فرق نہیں، بخلاف اس کے کہ جب جمعہ یا وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔



جمعہ کے دن دعا کی قبولیت کا وقت

سوال نمبر (329):

احادیث کی رو سے جمعہ کے دن میں ایک خاص وقت، وقت قبولیت ہے، وہ کون سا وقت ہے تاکہ اس کا

اہتمام ہو؟

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن اس خاص گھڑی اور لمحہ کو چھپا رکھا ہے تاکہ لوگ اس مخصوص گھڑی کو پانے کی خاطر پورا دن بھر پور کوشش کریں، اگر اس مخصوص گھڑی کا تعین ہو جاتا تو بقیہ اوقات میں غفلت کا مظاہرہ ہوتا جو اس محدود وقت کی ایک طرح سے بے قدری ہوتی۔ اس گھڑی کی تلاش میں پورا دن لگانا سستا سودا ہے۔ بعض احادیث سے اس گھڑی کا تعین معلوم ہوتا ہے، لیکن کثرت روایات کی وجہ سے اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری

(۱) الرافعی، عبد القادر بن مصطفیٰ البساری، تفریقات الرافعی، باب الجمعة: ۱/۲۴، مکتبة امدادیة، ملتان

میں بیالیس اقوال نقل کئے ہیں اور ترتیب وار طلوع فجر سے غروب شمس تک کے اوقات بتلائے ہیں، البتہ انہوں نے امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اور نماز سے فراغت تک اور غروب شمس کے قریب دن کے آخری حصہ کو صحیح اقوال قرار دیا ہے۔ اور علامہ ابن عابدین نے بھی انہی اوقات کو رائج قرار دیا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ففي هذه الساعة أقوال: أصحابها أو من أصحابها أنها في ما بين أن يجلس الإمام على المنبر إلى أن يقضي الصلوة كما هو ثابت في صحيح مسلم عنه عليه السلام أيضا وفي حديث آخر أنها آخر ساعة في يوم الجمعة ونقل عن الزرقاني أن هذين القولين مصححان من اثنين وأربعين قولاً فيها. (ترجمہ)

قبولیت کی اس گھڑی کے بارے میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ زیادہ صحیح ان میں سے امام کے منبر پر بیٹھ جانے سے نماز ختم ہونے کے درمیان کا وقت ہے، جیسا کہ صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔۔۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ گھڑی جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ زرقانی سے منقول ہے کہ یہ دو اقوال بیالیس اقوال میں سے رائج ہیں۔



جمعہ کی نماز میں جلدی کرنا

سوال نمبر (330):

بعض خطبا حضرات جمعہ کی نماز جلدی سے پڑھتے ہیں، جبکہ بعض بہت تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ از روئے شریعت جمعہ کی نماز کس وقت پڑھنا افضل ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے، البتہ ظہر کی نماز اگر گرمی میں ہو تو وہ ٹھنڈے موسم (کہ دوپہر کی گرمی ختم ہو جائے) میں مستحب ہے، جبکہ جمعہ کی نماز میں ٹھنڈا موسم (کہ دوپہر کی گرمی ختم ہو جائے) سنت نہیں۔ اس لیے جمہور فقہاء کے نزدیک تاخیر شروع نہیں، کیونکہ جمعہ کی نماز میں لوگوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے۔

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب فی ساعة الإجابة يوم الجمعة: ۴۲/۳، ۴۳

تاخیر سے لوگوں کو تکلیف کا احتمال ہے۔ گرمیوں میں جمعہ کی نماز میں اس تکلیف کا اندازہ بڑی آسانی سے لگایا جاسکتا ہے، اس لیے جلدی کرنا بہتر ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

حزم فی الأشباه من فن الأحکام أنه لا یسن لها الإبراد..... وقال الجمهور: لبس بمشروع؛ لأنها تقام بجمع عظیم، فتأخیرها مفض إلى الحرج. (۱)
ترجمہ:

اشباہ میں فن احکام کے حوالے سے حزم کے ساتھ یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ میں ٹخنڈا موسم (کہ دوپہر کی گرمی ختم ہو جائے) کے لیے تاخیر کرنا مسنون نہیں ہے۔۔۔۔ اور جمهور کہتے ہیں کہ تاخیر کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ جمعہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے اور تاخیر کرنا حرج کا باعث بنتا ہے۔



جمعہ کی نماز سے قبل سنن کی قضا

سوال نمبر (331):

جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعات سنت اگر رہ جائیں تو بعد میں کیا کرے؟ کیا اس کی قضا ضروری ہے، جس طرح فجر اور ظہر کی سنتیں بعد میں پڑھی جاسکتی ہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نماز کی قضا لا تا فرض اور واجب کے ساتھ خاص ہے، اس لیے اگر سنت مقررہ وقت پر نہ پڑھی جاسکیں تو ان کی قضا لا تا ضروری نہیں، جہاں سنتوں کی قضا لانے کا حکم وارد ہوا ہے تو وہ قیاس کے خلاف ہے اور قیاس کے خلاف چیز اپنے مورد تک محدود رہتی ہے، لہذا ظہر یا فجر کی سنتوں کی قضا لانے پر جمعہ کی سنتوں کو قیاس کرنا درست نہیں، کیونکہ فجر اور ظہر کی سنتوں کی قضا لانے کا حکم حدیث میں وارد ہے اور جمعہ کی سنتوں کے بارے میں ایسا حکم روایات میں نہیں پایا جاتا متون

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، تحت قوله: (واستحبنا فی

کے نصوص میں صرف ظہر کی سنتوں کا ذکر ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ کی سنتیں ظہر کی طرح نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

نعم قد يستدل للفرق بينهما بشيء آخر، وهو أن القياس في السنن عدم القضاء كما مر، وقد استدل قاضي خان لقضاء سنة الظهر بما روي عن عائشة: "أن النبي ﷺ كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاها بعد"، فيكون قضاءها ثابت بالحديث على خلاف القياس، كما في سنة الفجر، كما صرح به في الفتح، فالقول بقضاء سنة الجمعة يحتاج إلى دليل خاص، وعليه فتتصيص المتن على سنة الظهر دليل على أن سنة الجمعة ليست كذلك، فتأمل. (۱)

ترجمہ:

جمعہ اور ظہر کی سنتوں کے درمیان فرق ایک اور چیز سے بھی معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ سنتوں میں قضاء نہ لانا قیاس کے موافق ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزرا ہے اور قاضی خان نے ظہر کی سنتوں کی قضا کا حکم اس روایت سے ثابت کیا ہے جو عائشہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ سے جب ظہر کی پہلی چار رکعتیں فوت ہو جاتیں تو ظہر کے بعد ان کی قضا لاتے تو ان کی قضا تو حدیث سے ثابت ہوئی خلاف القیاس، جیسا کہ فجر کی سنتوں میں قضا خلاف قیاس ہے تو جمعہ کی قضا لانے کو ثابت کرنا خاص دلیل کا محتاج ہے۔۔۔۔۔ ظہر کی سنتوں کی قضا پر نصوص شرعیہ کی دلالت اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ کی سنتوں کا حکم ایسا نہیں۔



جمعہ کی قضا لانا

سوال نمبر (332):

اگر کسی کا جمعہ فوت ہو جائے تو قضا کی کیا صورت ہوگی؟ ہمارے محلے کے بعض لوگ اہل علم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جمعہ فوت ہونے کی صورت میں قضا لاتے ہوئے جمعہ کی بجائے ظہر کی قضا لائی جائے گی۔ وضاحت فرمائیں؟

بینوا نؤمروا

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب إدراك الغریضة: مطلب هل الإساءة دون الكراهة: ۵۱۳/۲

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کی نماز اجتماعی طور پر فوت ہو جائے یا انفرادی طور پر یا جمعہ پڑھ لینے کے بعد فساد کا یقین ہو جائے تو قضا لانے کا طریقہ کار دوسری نمازوں سے مختلف ہے، کیونکہ دوسری نمازوں کی قضا لانے کی صورت میں وہی نماز پڑھی جاتی ہے جو فوت ہوئی ہے، جبکہ جمعہ کی نماز کی قضا لانے کی صورت میں ظہر کی نماز کی قضا لازم ہوگی، تاہم اذان اور اقامت کے بغیر ظہر پڑھی جائے گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

من فاتته الجمعة صلى الظهر بغير اذان وإقامة. (۱)

ترجمہ: جس کا جمعہ فوت ہو جائے، وہ اذان اور اقامت کے بغیر ظہر کی نماز پڑھے۔



جمعہ میں شریک نہ ہونے والے کا ظہر پڑھنا

سوال نمبر (333):

ایک علاقے میں باقاعدہ جمعہ پڑھا جاتا ہے، لیکن ہمارے علاقے کا ایک شخص جمعہ نہیں پڑھتا، بلکہ ظہر انفرادی طور پر ادا کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہاں جمعہ پڑھنا شرائط کے فقدان کی وجہ سے درست نہیں تو کیا اس کا ظہر پڑھنا درست رہے گا؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز جمعہ شروع کرانے سے پہلے فقہائے کرام کے بیان کردہ شرائط کی رعایت ضروری ہے، تاہم شرائط کے فقدان کے باوجود جہاں ایک بار جمعہ شروع ہو جائے اور بند کرانے میں فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہو تو پھر جمعہ جاری رکھا جائے۔ مذکورہ شخص اگر علماء کی طرف مراجعہ کے بعد شرائط کے فقدان کی وجہ سے جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا اور ظہر پڑھتا ہے تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ جائز ہوگی، تاہم اگر جمعہ نہ پڑھنے سے انتشار پھیلتا ہو تو پھر جمعہ کی نماز میں شریک ہونا زیادہ مناسب رہے گا۔

(۱) الفتاویٰ الشارعیات، کتاب الصلوة، نوع فی الرحل یرید السفر یوم الجمعة، نوع فی المتفرقات: ۶۳/۲

والدلیل علیٰ ذلک:

ومن صلى الظهر في منزله يوم الجمعة ولا عذر له كره، وحازت صلواته. (۱)
ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن بغیر کسی عذر کے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھی تو ایسا کرنا مکروہ ہے اور نماز جائز ہوگی۔



نئی جامع مسجد بننے کے بعد پرانی مسجد میں ادائیگی جمعہ

سوال نمبر (334):

ہمارے علاقے میں ایک مسجد ہے، کافی عرصہ سے اس میں لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے قریبی علاقے میں ایک بڑی مسجد بنائی گئی۔ اُس علاقے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس (پُرانی) مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔ از روئے شریعت ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بیتناؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے ایک شرط شہر یا مضافات شہر کا ہونا ضروری ہے، ورنہ جمعہ کی ادائیگی واجب نہیں، اور شرائط موجود ہونے کے بعد جب کسی جگہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کا جواز ثابت ہو جائے تو وہاں مختلف مقامات پر جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر اس گاؤں میں جمعہ کی ادائیگی کے شرائط موجود ہوں تو نئی جامع مسجد بننے پر پرانی مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی متاثر نہ ہوگی بلکہ دونوں جگہ نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے، تاہم اگر ممکن ہو تو بہتر یہی ہے کہ ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کیا جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وتؤذي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، وهو قول أبي حنيفة، ومحمد، وهو

الأصح. (۲)

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة: ۲/۲۴۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب السادس عشر فی الجمعة: ۱/۱۴۵ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

ترجمہ:

ایک شہر میں کئی جگہوں پر جمعہ ادا ہو سکتا ہے یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور یہی حکم زیادہ صحیح ہے۔



جامع مسجد تنگ ہو جانے پر نئی مسجد بنا کر اس میں جمعہ پڑھنا

سوال نمبر (335):

ہمارے محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی جاتی ہے، لیکن کچھ عرصہ سے یہ مسجد لوگوں کے لیے تنگ پڑ گئی ہے۔ علاقے کے لوگوں نے دوسری مسجد بنانے کا ارادہ کیا ہے، لیکن بعض لوگ ایک ہی محلہ میں دو جگہ نماز جمعہ پڑھنے کے متعلق تردد کے شکار ہیں۔ از روئے شریعت ایک ہی محلہ میں دو جگہ نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا نؤہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کے دن مسلمانوں کے لیے ایک جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنا افضل اور مستحسن ہے اور یہی اسلامی شان و شوکت کا مظہر ہے، البتہ جہاں کہیں کوئی عذر ہو، مثلاً جامع مسجد میں تمام نمازیوں کی گنجائش نہ ہو یا جامع مسجد دور ہو جہاں تک پہنچنے میں نمازیوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہو تو ایسی صورت میں حسب ضرورت ایک سے زائد مساجد میں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں جب محلہ کی جامع مسجد میں محلہ کے لوگ سنا نہیں سکتے تو بہتر یہ ہے کہ اسی مسجد کو کشادہ کرنے کی کوشش کی جائے تاہم اگر باوجود سعی ایسا ممکن نہ ہو تو ضرورتاً کچھ فاصلے پر دوسری مسجد بنا سکتے ہیں اور وہاں جمعہ پڑھنا بھی جائز ہوگا، البتہ اسے افتراق و انتشار کا سبب نہ بنایا جائے۔

والد لیل علیٰ ذلک:

(وتؤدی فی مصر فی موضع) أي تؤدی فی مصر واحد فی مواضع كثيرة، وهو قول أبي حنيفة

ومحمد، وهو الأصح؛ لأن فی الاجتماع فی موضع واحد فی مدینة کبيرة حرجاً یبئاً، وهو مدفوع. (۱)

(۱) الزیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق، کتاب صلوٰۃ، باب الجمعة: ۱/۵۲۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ترجمہ:

(اور جمعہ ادا کی جائے گی ایک شہر میں کئی جگہ) یعنی نماز جمعہ ایک شہر میں کئی جگہ ادا کی جاسکتی ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، کیونکہ بڑے شہر میں لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونے میں بڑا خرچ ہے جو کہ مدفوع ہے۔



جیل میں نماز جمعہ

سوال نمبر (336):

جیل کے اندر نماز جمعہ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے، جب کہ ان قیدیوں میں عالم دین بھی موجود ہوں اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے جیل کے اندر مسجد بھی موجود ہو؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جمعہ کی ادائیگی کے لیے ایک شرط عام اجازت کا ہونا ہے، لیکن یہ شرط فقہائے کرام اس وقت بیان کرتے ہیں، جب کسی شہر میں صرف ایک جگہ نماز جمعہ ادا ہوتی ہو، تاکہ ہر شخص کے لیے نماز جمعہ کی ادائیگی ممکن ہو، لیکن جب شہر میں کئی جگہ نماز جمعہ ادا ہوتی ہو تو ایسی صورت میں عام اجازت کی شرط غیر مؤثر ہوگی، البتہ اگر کسی جگہ نماز جمعہ پڑھی جا رہی ہو اور وہ جگہ شہر کے اندر ہو اور وہاں دفاعی، انتظامی یا حفاظتی وجوہ کی بنا پر کچھ قواعد و ضوابط مقرر ہوں تو اس آبادی کا اپنی مخصوص جگہ میں جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔

لہذا جیل کے اندر اگر لوگوں کی مقررہ تعداد پوری ہو اور ان تمام لوگوں کو جیل کی مسجد میں جمعہ پڑھنے کی اجازت ہو تو ان کا جمعہ ادا کرنا درست ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وبنیفی أن یكون محل النزاع ما إذا كانت لا تقام إلا في محل واحد، أما لو تعددت، فلا؛ لأنه لا يتحقق التفويت. (۱)

(۱) محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۳/۲۶، مکتبہ امدادیہ، ملتان

ترجمہ:

اور مناسب یہ ہے کہ محلِ نزاع (جمعہ کی نماز کا ہونا) اس صورت میں ہو جب جمعہ کی ادائیگی صرف ایک جگہ ہو اور جب متعدد جگہوں میں ادائیگی ہوتی ہو تو پھر محلِ نزاع نہیں، کیونکہ اس صورت میں جمعہ کا فوت ہونا متحقق نہیں ہوتا۔

قال الحسکفی: فلا یضر غلق باب القلعة لعدو، أو لعادة قديمة، لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو لا المصلی. (۱)

ترجمہ:

علامہ ہسکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قلعہ کے دروازے دشمن کے خوف کی وجہ سے یا پرانی عادت کے موافق بند کرنا مضرت نہیں، کیونکہ اذنِ عام کا ہونا اس جگہ کے باشندوں کے لیے ہے اور منع کرنا دشمن کے لیے ہے۔



اکیلے شخص کا نماز جمعہ پڑھنا

سوال نمبر (337):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جمعہ کے دن شدید بارش ہو اور مسجد بھی گھر سے کافی فاصلہ پر ہو تو ایسی صورت میں کوئی شخص گھر میں اکیلے جمعہ کی نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جماعت کا ہونا شرط ہے اور جماعت کے لیے کم از کم تین افراد کا ہونا ضروری ہے، اس لیے جہاں کہیں جماعت کی شرط پوری نہ ہو تو وہاں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں۔

صورتِ مسئلہ میں جب یہ شخص گھر میں اکیلا ہو اور جماعت پوری نہ ہو تو وہاں پر جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز نہیں، بلکہ ظہر کی نماز ادا کرے گا۔

(۱) الحسکفی، محمد بن علی، الدر المختار علی صدر رد المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲۵/۳

والدلیل علیٰ ذلک:

(ومنها الجماعة) وأقلها ثلاثة سوى الإمام. (۱)

ترجمہ:

اور جمعہ کے شرائط میں سے جماعت کا ہونا ہے اور جماعت کی کم از کم تعداد امام کے علاوہ تین افراد ہے۔



پیش امام کے علاوہ دوسرے شخص کا جمعہ کی نماز پڑھانا

سوال نمبر (338):

ہمارے محلے کے جامع مسجد کے متولی نے جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے ایسے شخص کو مقرر کیا ہے جو اس مسجد کا پیش امام نہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ ایسے شخص کی اقتدا میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جمعہ کی نماز ہر اس شخص کی اقتدا میں پڑھنا جائز ہے جس میں امامت کے شرائط پائے جاتے ہوں، یعنی وہ مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مرد ہو وغیرہ، لہذا اگر متولی کسی ایسے شخص کو جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے مقرر کرے جس میں مذکورہ صفات پائی جائیں تو ایسے شخص کی اقتدا میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ وہ باقاعدہ اس مسجد کا پیش امام نہ ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(و یصلح للإمامة فیہا من صلح لغيرہا) قال ابن عابدین: أي لإمامة غیر الجمعة. (۲)

ترجمہ:

اور جمعہ کی نماز کی امامت کی صلاحیت وہی شخص رکھتا ہے جو دیگر نمازوں کی صلاحیت رکھتا ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ جمعہ کے علاوہ (نمازوں کی) امامت کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی الجمعة: ۱/۱۴۸

(۲) رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة: ۳/۳۰

خطیب اور امام کا ایک نہ ہونا

سوال نمبر (339):

اگر جمعہ کا خطبہ ایک شخص پڑھے اور نماز کوئی اور شخص پڑھائے تو جمعہ کی نماز پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لیے فقہائے کرام نے جو شرائط ذکر کی ہیں، ان شرائط میں ایسا کوئی ذکر نہیں کہ خطبہ پڑھنے والا ہی نماز پڑھائے گا، بلکہ خطبہ پڑھنے والا طبیعت کی ناسازی یا کسی اور وجہ سے اگر امامت کے اہل شخص کو امامت کے لیے نامزد کر دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے، نماز بھی وہی پڑھائے۔

والدلیل علی ذلك:

لا يشترط في الإمام أن يكون هو الخطيب، وقد صرح في الخلاصة بأنه لو خطب صبي بإذن

السلطان، وصلى الجمعة رجل بالغ يجوز. (۱)

ترجمہ:

امام کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں کہ وہ خطیب بھی ہو۔ خلاصہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اگر خطبہ سلطان کی اجازت سے کوئی بچہ پڑھائے اور جمعہ کوئی بالغ شخص پڑھائے تو یہ جائز ہے۔

لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب كذا في الكافي. (۲)

ترجمہ:

مناسب نہیں کہ نماز غیر خطیب پڑھائے۔



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة، مطلب فی نية آخر: ۱۹/۳

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوة، الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة: ۱۴۷/۱

فصل فی احکام خطبة الجمعة

(خطبہ جمعہ کے احکام کا بیان)

خطبہ سننے کے لیے کوئی مخصوص ہیئت

سوال نمبر (340):

خطبہ سننے کے دوران اکثر لوگ ”النحيات“ کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ پہلے خطبہ میں ہاتھ ناف پر باندھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ دیتے ہیں۔ از روئے شریعت مذکورہ عمل کی حیثیت کیا ہے؟

بیشوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کا خطبہ صرف خاموشی کے ساتھ سنا واجب ہے۔ کسی مخصوص ہیئت کو اختیار کر کے سنا ضروری نہیں۔ اپنی سہولت کے لیے کسی بھی ہیئت کو اختیار کر سکتا ہے، البتہ نماز کی طرح قعدہ کا انداز اختیار کرنا اولیٰ اور مناسب ہے، لیکن ضروری نہیں۔ پہلے خطبہ میں ناف اور دوسرے میں رانوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کا مخصوص انداز اختیار کر کے اس کو سنت سمجھا درست نہیں۔

والدليل على ذلك:

إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبياً، أو متربعا، أو كما تيسر؛ لأنه ليس بصلاة عملاً وحقيقاً..... ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلوة، كذا في معراج الدراية. (۱)
ترجمہ:

خطبہ میں حاضر ہونے والا شخص گھٹنے کھڑے کر کے ان سے ہاتھ لپیٹ کر بیٹھے یا چار زانوں بیٹھے یا جس طرح آسان ہو، کیونکہ یہ عملی اور حقیقی نماز نہیں ہے۔۔۔۔ اور مستحب ہے کہ نماز کی طرح قاعدہ میں بیٹھ جائے۔



خطبہ میں توحید پر مبنی عربی اشعار پڑھنا

سوال نمبر (341):

خطبہ جمعہ میں عربی اشعار جو خالص توحید پر مبنی ہوں، پڑھنا از روئے شرع کیسا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فقط اشعار پڑھنا مکروہ ہے؟

بیشوا نوزہرہ

الجواب وبالله التوفیق:

خطبہ جمعہ حضور ﷺ اور صحابہ اور تابعین سے عربی نثر میں توارث کے طور پر چلا آ رہا ہے، جس سے یہ اندازہ لگایا مشکل نہیں کہ مسنون خطبہ عربی زبان میں منشور پڑھنا ہے۔ اور عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ تاہم عربی زبان میں منظوم خطبہ بھی جائز ہے، البتہ جس طرح غیر عربی زبان میں منشور خطبہ درست نہیں اس طرح غیر عربی اشعار بھی درست نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابة، فيكون مكروهاً تحريماً وكذا قراءة الأشعار الفارسية والهندية فيها. (۱)

ترجمہ:

کیونکہ بلاشبہ غیر عربی زبان میں خطبہ دینا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے متواتر موروثی طریقہ کی خلاف ہے اس لیے مکروہ تحریمی ہوگا، اسی طرح اشعار فارسی زبان میں پڑھنا بھی مکروہ ہے۔



خطبہ جمعہ کے وقت نفل پڑھنا

سوال نمبر (342):

ہماری جامع مسجد کے خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کے وقت جب خطیب منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے

(۱) المکھنوی، عمدۃ الرعاۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ، کتاب الصلوۃ، باب الجمعة، رقم الحاشیۃ (۲): ۲۰۰/۱

بیٹھ جائے تو خطبہ شروع کرنے کے بعد ہر قسم کا کلام وغیرہ ممنوع ہے، حتیٰ کہ اگر سنتیں شروع کی ہوں تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر خطبہ سنیں، جبکہ ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے خطبے کے دوران ایک شخص کو تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم کیا تھا، لہذا تحیۃ المسجد کے نفل دوران خطبہ بھی جائز ہیں، آپ سے وضاحت مطلوب ہے؟

بیشوا تنزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں، کہ تحیۃ المسجد ایک مسنون عمل ہے، لیکن دوران خطبہ کسی قسم کا عمل خواہ اس کا تعلق نماز سے ہو یا دوسری کوئی بات وغیرہ ہو، احادیث کی روشنی میں نہ صرف علمائے احناف کے نزدیک بلکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بھی جائز نہیں، بلکہ خطبے کو پوری توجہ کے ساتھ کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے۔ حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے صحابی کو خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا تو روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کے نماز پڑھنے تک آپ ﷺ نے خطبہ موقوف فرمایا تھا، جبکہ دیگر روایات اور محدثین کے اقوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ شروع نہیں کیا تھا، بلکہ محض منبر پر بیٹھے تھے۔ نیز اس شخص کو خصوصی طور پر نماز پڑھنے کی دعوت دی تاکہ مجمع پر اس کی حالت واضح ہو اور اس سے تعاون کر سکے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن جابر قال: جاء رجل والنبي ﷺ يخطب الناس يوم الجمعة فقال: أصليت يا فلان؟ قال: لا قال: قم فاركع ركعتين..... قال القاضي: قال مالك، والليث، وأبو حنيفة، والثوري، وجمهور السلف من الصحابة والتابعين: لا يصلحهما، وهو مروى عن عمر، وعثمان، وعلي، وحجتهم: الأمر بالإنصات للإمام..... (قلت) لم يؤولوا الأحاديث المذكورة بهذا الذي ذكره، حتى يشنع عليهم هذا التشنيع، بل أحابوا باحوبة غير هذا: الأول: أن النبي ﷺ أنصت له، حتى فرغ من صلوته، والدليل عليه ما رواه النار قطنی فی "سننہ" عن أنس قال: دخل رجل المسجد، ورسول الله ﷺ يخطب، فقال له النبي ﷺ: "قم فاركع ركعتين" وأمسك عن الخطبة حتى فرغ من صلوته..... والثاني: أن ذلك كان قبل شروعه عليه السلام في الخطبة. (۱)

(۱) العینی، أبی محمد محمود بن أحمد بن موسیٰ، بدرالدین، عمدة القاری، کتاب الصلوۃ، باب اذا رأى الإمام رجلاً جاء

وهو يخطب... ۶۰۰/۲۳۰-۲۳۲

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن آیا، اس دوران کہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا کہ تو نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔۔۔۔۔ قاضی فرماتے ہیں، کہ مالک، لیث، ابو حنیفہ، ثوری، صحابہ و تابعین اور جمہور اکابرین نے نہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور یہ قول عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سے بھی مروی ہے۔ ان کی دلیل امام کو خاموش رہنے کے حکم کی روایت ہے جہاں تک ہمارے علمائے کرام کا مذہب ہے تو وہ اس حدیث میں تاویل نہیں کرتے، (یہاں تک کہ ان کو برا بھلا کہا گیا)۔ مذکورہ حدیث کے دو جوابات دیئے ہیں: اول یہ کہ حضور ﷺ اس کی نماز سے فارغ ہونے تک خاموش رہے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے، جس کو دارقطنی نے سنن میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ مسجد میں ایک شخص داخل ہوا، اور حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے، آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ دو رکعت پڑھ لیں اور آپ ﷺ اس کی نماز سے فارغ ہونے تک خاموش رہے۔۔۔۔۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہ حضور ﷺ کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے تھا۔

(إذا خرج الإمام يوم الجمعة ترك الناس الصلوة والكلام، حتى يفرغ من خطبته) قال: هذا

عند أبي حنيفة..... لأبي حنيفة قوله عليه السلام: "إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا كلام" (۱)

ترجمہ: جمعہ کے دن امام نکلے تو لوگ نماز اور باتیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ امام خطبہ سے فارغ ہو، یہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔۔۔۔۔ ان کی دلیل حضور ﷺ کا یہ قول ہے کہ جب امام نکلے (منبر پر بیٹھ جائے) تو نماز جائز ہے اور نہ باتیں



دوسرے خطبے کی جگہ پہلا خطبہ دوبارہ پڑھنا

سوال نمبر (343):

خطیب جمعہ دو الگ الگ خطبوں کی بجائے ایک ہی خطبہ دوبارہ پڑھ لے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ببنوا نؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ کا خطبہ واجب ہے اور اس واجب کی ادائیگی کے لیے کسی آیت کا پڑھنا یا اللہ کا ذکر کر لینا کافی ہے۔ دوسرا خطبہ بھی پہلے خطبے کی طرح ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ دوسرے خطبے میں عام مسلمانوں کے لیے دعا مانگی جاتی ہے۔ اس

(۱) الهداية، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة: ۱/ ۱۸۰، ۱۸۱

لیے اگر دوسرا خطبہ بھی پہلے طرح پڑھ لیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

إن الثانية كالأولى إلا أنه يدعو للمسلمين مكان الوعظ، وظاهره أنه يسن قراءة آية في الثانية

كالأولى. (۱)

ترجمہ: دوسرا خطبہ بھی پہلے کی طرح ہے، مگر فرق اتنا ہے کہ دوسرے خطبہ میں وعظ کی جگہ مسلمانوں کے لیے دعائیں مانگنا ہے۔ دوسرے خطبہ میں کسی آیت کا پڑھنا پہلے خطبہ کی طرح مسنون ہے۔



دوران خطبہ درود شریف پڑھنا

سوال نمبر (344):

اگر خطیب خطبہ کے دوران (إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ) پڑھے، کیا سامعین کو اس کا جواب درود پڑھ کر دینا چاہیے؟ جیسا کہ عام حالات میں درود پڑھ کر جواب دیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں دوران خطبہ مذکورہ آیت سننے سے لوگ بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں۔ خطیب صاحب نے کئی بار منع بھی کیا ہے، لیکن وہ لوگ دوران خطبہ خاموش رہنے کی بجائے بلند آواز سے درود پڑھنے کو درست سمجھتے ہیں۔ اس مسئلے کی وضاحت کریں؟

بِسْمِ اللَّهِ وَجَرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

خطبہ پوری توجہ کے ساتھ خاموش بیٹھ کر سننا ضروری ہے، اس لیے زبان سے اذان کا جواب دینا، درود پڑھنا اور ذکر کرنا درست نہیں، البتہ دل ہی دل میں درود پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ اس طرح خطبہ سننے اور درود پڑھنے کا تعارض بھی نہیں ہوگا، لیکن مذکورہ طریقے سے بلند آواز سے پڑھنا درست نہیں، لہذا خطبہ کے دوران خاموش بیٹھا رہے اور زبان سے تلفظ نہ کرے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

فرع بعضهم قول أبي حنيفة أنه لا يصلي على النبي ﷺ عند ذكره في الخطبة، وعن أبي يوسف ينبغي

(۱) البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، تحت قوله: (ومن خطبتان.....) ۲۵۸/۲

ان یصلی فی نفسه ؛ لأن ذلك معالا يشغله عن سماع الخطبة. (۱)

ترجمہ:

بعض نے امام ابوحنیفہؒ کے قول پر تفریع کی ہے کہ خطبہ میں حضور ﷺ کے ذکر سے درود نہیں پڑھنا چاہیے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک دل میں درود پڑھنا مناسب ہے، کیوں کہ اس طرح خطبہ سننے سے اس کی توجہ نہیں ہٹے گی۔



جمعہ کا خطبہ بغیر وضو کے پڑھنا

سوال نمبر (345):

اگر کوئی شخص جمعہ کا خطبہ بغیر وضو کے پڑھ لے تو نماز جمعہ کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح نماز کے لیے وضو شرط ہے، اسی طرح جمعہ کا خطبہ بھی بغیر وضو کے جائز نہیں؟ وضاحت کریں۔

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ جمعہ کا خطبہ طہارت کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے اور سنت کے خلاف کرنا کراہت کے زمرے میں آتا ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ خطبہ دیتے وقت بھی بندہ پاک ہو، تا کہ خطبہ بلا کراہت پڑھے، تاہم اگر خطبہ دینے کے دوران وضو ٹوٹ گیا یا کسی عذر کی وجہ سے طہارت کے بغیر خطبہ دیا گیا تو خطبہ درست ہوگا اور اس سے جمعہ کی صحت پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

والدلیل علیٰ ذلك:

وأما سننها فخمس عشرة: أحدها الطهارة حتى كرهت للمحدث، والحنب. (۲)

ترجمہ:

خطبہ کی پندرہ سنتیں ہیں، ان میں سے ایک طہارت بھی ہے، اس لیے بغیر وضو کے اور جنابت کی حالت میں پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱) فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجمعة، تحت قوله: (ولأبي حنيفة): ۳۸/۲

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجمعة، تحت قوله: (وسن خطبتان): ۲۵۸/۲

جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا

سوال نمبر (346):

اگر خطبہ نماز جمعہ کے بعد پڑھا جائے تو کیا نماز جمعہ کی صحت پر اس کا اثر پڑے گا؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ خطبہ جمعہ کے شرائط میں سے ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے، اس لیے خطبہ جمعہ کی نماز سے پہلے اور زوال کے بعد پڑھنا ہوگا۔ حضور ﷺ نے ہمیشہ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا ہے اور کبھی بھی نماز کے بعد نہیں پڑھا، لہذا فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق خطبہ زوال کے بعد اور نماز سے پہلے پڑھنا واجب ہے، اگر کہیں خطبہ جمعہ کی نماز پڑھ لینے کے بعد پڑھا جائے تو نماز درست نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

(ومنها الخطبة قبلها)..... فالفرض شيان: الوقت وهو بعد الزوال وقبل الصلاة، حتى لو خطب

قبل الزوال، أو بعد الصلاة لا يجوز. (۱)

ترجمہ:

(اور جمعہ کی شرائط میں سے خطبہ بھی ہے)۔۔۔۔۔ اس میں دو فرض ہیں: ایک وقت ہے جو کہ زوال کے بعد

اور نماز سے پہلے ہے۔ اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ دیا گیا تو یہ جائز نہیں۔



خطبہ سے پہلے اذان کا جواب دینا

سوال نمبر (347):

جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے جو اذان دی جاتی ہے۔ اس کا جواب دینا چاہیے یا خاموش رہنا بہتر ہے؟

بینوا تزہروا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، باب الجمعة: ۱/۱۴۶

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، لیکن خطبہ کی اذان خطبہ کے حکم میں داخل ہے، لہذا خاموش بیٹھ کر دل میں جواب زیادہ مستحسن ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وينبغي أن لا يحجب بلسانه إتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب. (۱)

ترجمہ:

اور خطیب کے سامنے جو اذان کہی جاتی ہے (یعنی اذان ثانی) اس کا جواب زبان سے نہیں دینا چاہیے۔



دو خطبوں کے درمیان دعا

سوال نمبر (348):

دوران خطبہ جب خطیب پہلے خطبے سے فارغ ہو کر دوسرا خطبہ شروع ہونے سے پہلے بیٹھ کر وقفہ کرتا ہے تو اسی دوران لوگ دعا میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس طرح خطبوں کے درمیان دعا مانگنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

ببینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دعا مانگنا عبادت ہے اور دعا مانگنے کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں، بلکہ بندہ جس وقت بھی دعا کرتا ہے، اللہ رب العزت کے دربار سے قبولیت کی صدا آتی ہے، البتہ بعض لمحات ایسے خاص ہوتے ہیں کہ جو دعا کی قبولیت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، ان لمحات میں خطبوں کے درمیان کا وقفہ بھی ہے، تاہم اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ دعا مانگتے وقت زبان سے تلفظ نہ کرے، بلکہ دل ہی دل میں دعا مانگے، کیونکہ زبان سے تلفظ کرنا سکوت سے متعارض ہے، حالانکہ خطبہ کے دوران شریعت نے خاموش رہنے کی ہدایت کی ہے۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۷۰/۲

والدلیل علیٰ ذلك:

أصحابها أنها في ما بين أن يجلس الإمام على المنبر إلى أن يقضي الصلوة، كما هو ثابت في صحيح مسلم عنه رضي الله عنه أيضاً. حلية. قال في المعراج: فيسن الدعاء بقلبه لا بلسانه؛ لأنه مأمور بالسكوت. (۱)

ترجمہ:

صحیح قول یہ ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز کی ادائیگی تک ہے، جیسا کہ امام مسلم نے بھی حضور ﷺ سے روایت کی ہے، پس دعا دل میں مانگے نہ کہ زبان سے، کیونکہ خاموش رہنے پر مامور ہے۔



خطبہ جمعہ میں آواز بلند کرنے کی مقدار

سوال نمبر (349):

اگر جمعہ کا خطبہ بلند آواز کی بجائے آہستہ آواز سے پڑھا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا آہستہ آواز کے ساتھ پڑھنے سے خطبہ کا واجب ادا ہو جائے گا یا واجب خطبہ کی ادائیگی کے لیے بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ خطیب پر جمعہ کا خطبہ اتنی اونچی آواز سے واجب نہیں کہ دور تک کے تمام لوگ سن سکیں۔ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا واجب ہے کہ قریب بیٹھے ہوئے نمازی سن سکیں، لہذا اگر خطبہ اتنی دبی ہوئی آواز سے پڑھا جائے کہ نہ خود سنے اور نہ ہی قریب بیٹھے ہوئے نمازی سن سکیں تو بلند آواز کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے خطبہ درست نہیں رہے گا۔

والدلیل علیٰ ذلك:

قوله: (ولو كانوا صمًا أو نيامًا) أشار إلى أنه لا يشترط لصحتها كونها مسموعة لهم، بل يكفي

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة، مطلب فی ساعة لإجابة يوم الجمعة: ۴۲/۳

حضورہم، حتیٰ لو بعدوا عنه أو ناموا أجزاء، والظاهر أنه يشترط كونها جهرًا، بحيث يسمعها من كان عنده، إذالم يكن به مانع. (۱)

ترجمہ:

اگر (خطبہ سننے والے) بہرے ہوں یا سوئے ہوئے ہوں (تب بھی خطبہ بلند آواز سے پڑھے) اس میں اس طرف اشارہ کیا کہ خطبہ کی صحت کے لیے ان کو سنانا شرط نہیں، بلکہ ان کی موجودگی کافی ہے۔ لہذا اگر لوگ امام سے دور ہوں یا سوئے ہوں تو خطبہ درست رہے گا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس طرح بلند آواز سے خطبہ پڑھنا شرط ہے کہ امام کے قریب بیٹھا آدمی سن سکے، بشرط یہ کہ کوئی مانع نہ ہو۔



خطبہ کا ترجمہ کے ساتھ پڑھنا

سوال نمبر (350):

خطبہ اگر غیر عربی زبان میں پڑھا جائے یا خطبہ عربی زبان میں ہو اور ترجمہ بھی ساتھ ساتھ کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ہماری مسجد سے متعلق کچھ افراد اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ خطبہ مقامی زبان میں پڑھنے کا اہتمام کیا جائے ورنہ کم از کم ترجمہ کیا جائے۔ عربی زبان میں پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ ہر آدمی اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ وضاحت کریں۔

بینوا تؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ خطبہ جمعہ کا عربی میں ہونا ضروری ہے، اس لیے جس طرح شارع نے حکم دیا ہے اور جس طرح ثابت ہے، اس کو اس طرح بجالانا ضروری ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا تعامل اور مواظبت اس بات پر شاہد ہے کہ خطبہ جمعہ صرف عربی زبان میں ہونا چاہیے، غیر عربی زبان میں اس کا پڑھنا جائز نہیں، کیوں کہ پوری زندگی میں آنحضرت ﷺ سے اس کے خلاف کہیں ثابت نہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات میں بھی کسی سے غیر عربی زبان میں خطبہ پڑھنا ثابت نہیں، باوجود یہ کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور پھر تابعین میں سے بہت سے

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة، مطلب فی نية آخر ظهر..... ۱۹/۳

حضرات عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کو بھی جانتے تھے، بلکہ بعض کا تعلق بھی غیر عرب (عجم) ممالک سے تھا اور ان کے مخاطبین بھی عجم ہوا کرتے تھے۔

لہذا رسول اللہ ﷺ کے ایک دائمی عمل (مواظبت جو کہ اکثر وجوب کی دلیل ہوا کرتی ہے) خلفائے راشدین، حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات کے آثار متواترہ اور اس سنت متواترہ کو چھوڑ کر غیر عربی زبان میں خطبہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ نہ تو غیر عربی میں پڑھنے کا کوئی اصل موجود ہے اور نہ ہی شارع کا کوئی عمل، مزید یہ کہ ایسا اقدام خلاف سنت ہی ہوگا۔

جہاں تک اس کے ترجمے کی بات ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ خطبے کو مختصر پڑھنا بھی ایک سنت ہے، چنانچہ خطبے کے ساتھ اس کا ترجمہ کرنے سے خلاف سنت کے ارتکاب کا یقینی خطرہ ہے، اس لیے یقینی طور پر خطبہ طوالت کا شکار ہو کر عوام الناس کو بھی تکلیف ہوگی جو کہ فتنہ و فساد کی دلیل سمجھی جاتی ہے، لہذا خطبہ کے ساتھ اس کا اردو، پشتو وغیرہ میں ترجمہ کرنا بھی مناسب نہیں، اس قسم کا کوئی بھی عمل حضور ﷺ صحابہ کرامؓ اور تابعین سے کہیں ثابت نہیں، لہذا عین اسی وقت اس کا ترجمہ کرنا ایک نئی بدعت کے مترادف ہے، البتہ اگر خطبہ سے پہلے تقریر کے دوران یا نماز جمعہ سے فراغت کے بعد خطبہ کے ترجمہ یا اس کے متعلقہ امور کے حوالے سے عوام کے استفادے کو مد نظر رکھ کر کوئی وعظ سنایا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرط یہ کہ نہ تو اس کو لازمی قرار دیکر دین کا حصہ بنایا جائے اور نہ ہی عوام کو خواہ مخواہ مجبور کیا جائے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لاشك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابة، فيكون مكروها

تحريماً. (۱)

ترجمہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی زبان کے علاوہ خطبہ دینا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طریقے کے مخالف ہے۔ پس یہ مکروہ تحریمی ہے۔



خطبہ کے دوران چندہ کرنا

سوال نمبر (351):

جمعہ کے خطبہ کے دوران بعض لوگ چندہ کرتے ہیں اور بات کرتے ہوئے بھی لوگ نظر آتے ہیں تو خطبہ کے شروع ہونے کے بعد چندہ کرنا، بات کرنا یا کسی اور کام میں مشغول ہونے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

خطبہ کے دوران خاموش رہنا اور خطبے کو غور سے سننا واجب ہے۔ خطبہ کے دوران ہر وہ کام جو خطبہ کے سننے میں خلل ڈالتا ہو، مکروہ اور ناجائز ہے، چاہے وہ کوئی بھی عمل ہو، چونکہ خطبہ کے دوران چندہ کرنا خطبہ سننے سے مانع ہے، اسی طرح بات کرنا بھی مانع ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ چندہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے کیا جائے تاکہ سب لوگ با آسانی خطبہ سن سکیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(وکل ما حرم فی الصلوة حرم فیہا) أي فی الخطبة. فیحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبیحا،
أورد سلام، أو أمرٌ بمعروف، بل يجب علیہ أن یستمع ویسکت. قال ابن عابدین: ظاهره أنه یکره الاشتغال
بما یفوت السماع وإن لم یکن كلاما. (۱)
ترجمہ:

ہر وہ عمل جو نماز کے دوران حرام ہو، خطبہ میں بھی حرام ہوگا، اس لیے کھانا، پینا، بات کرنا اگرچہ تسبیح پڑھے یا سلام کا جواب دے یا نیکی کا حکم دے حرام رہے گا، بلکہ واجب ہے کہ خطبہ غور سے سنے اور خاموش رہے، مقصود یہ ہے کہ کوئی بھی عمل جس میں مشغول ہونے سے خطبہ سننا فوت ہوتا ہو مکروہ ہے، اگرچہ وہ بات چیت نہ ہو۔



(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة: ۲/۳۵

خطبہ جمعہ سے پہلے یا بعد میں چندہ کرنا

سوال نمبر (352):

اکثر مساجد میں جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے یا خطبہ کے بعد چندہ کیا جاتا ہے اور خطبہ کے وقت بھی چندہ کرتے ہوئے بعض لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ از روئے شریعت اس طرح چندہ کرنا کیسا ہے؟

بیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

مسجد کا نظام چلانا اہل محلہ کی ذمہ داری ہے، اس لیے اہل محلہ سے مسجد کے امور کے لیے چندہ اکٹھا کرنا جائز ہے، تاہم مسجد اور نماز کا احترام ضروری ہے۔ اسی طرح نمازیوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اس لیے فقہائے کرام نے بعض امور کا لحاظ رکھنے کی شرط پر چندہ کرنا جائز لکھا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ چندہ وصول کرنے والا لوگوں کے کندھوں کو پھلانگتا ہو نہ گزرے، نمازیوں کے سامنے سے نہ گزرے اور یہ کہ چندہ وصول کرنے والا اصرار نہ کرے۔ درجہ بالا امور کا لحاظ رکھتے ہوئے مسجد کے اندر مسجد کے نظام کو مستحکم کرنے کے لیے یا کسی اجتماعی فائدہ کے لیے چندہ کرنا جائز ہے، ہاں خطبہ کے وقت چندہ کرنے سے خطبہ کے آداب برقرار نہیں رہتے، اس لیے اس وقت چندہ کرنے سے احتراز ضروری ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

والمختار أن السائل إن كان لا يمر بين يدي المصلي، ولا يتخطى الرقاب، ولا يسأل إلحافاً، بل لأمر لا بد منه، فلا بأس بالسؤال والإعطاء..... ولا يجوز الإعطاء إذا لم يكونوا على تلك الصفة المذكورة. (۱)

ترجمہ: مختار یہ ہے کہ سائل اگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرتا ہو اور نہ ہی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہو اور اضرار بھی نہ کرے، بلکہ ایک ضرورت کے لیے مانگتا ہو جس سے خلاصی ممکن نہ ہو تو پھر مانگے اور عطا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔۔۔ اگر مذکورہ اوصاف کا لحاظ نہ رکھے تو پھر عطا کرنا درست نہیں۔

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، مطلب فی الصدقة علی السوال فی المسجد: ۳/۴۲

منبر پر خطبہ دینا

سوال نمبر (353):

کیا جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں خطیب کا منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا ضروری ہے۔ اگر منبر چھوڑ کر خطبہ دیا جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیہ:

واضح رہے کہ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا حضور ﷺ کی مستقل سنت ہے، اس لیے خطیب کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ بلا وجہ ایک مستقل سنت کو نظر انداز کر کے بغیر منبر کے خطبہ دے، تاہم اگر کوئی عذر ہو، تو بغیر منبر کے خطبہ دینا بھی درست ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ومن السنة أن يكون الخطيب على منبر اقتداءً برسول الله ﷺ. (۱)

ترجمہ:

اور سنت طریقہ یہ ہے کہ خطیب حضور ﷺ کی اقتداء میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دے۔



خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال نمبر (354):

خطبوں کے درمیان کسی آدمی کے لیے ہاتھ اٹھا کر بلند آواز کے ساتھ دعا مانگنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیہ:

جمعہ کا خطبہ ظہر کی دو رکعتوں کا قائم مقام ہے، گویا خطبہ جمعہ کی نماز کا ایک حصہ ہے تو جس طرح نماز میں نماز

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة: ۱/۱۴۷

کے منافی عمل کی اجازت نہیں، اسی طرح خطبہ کے دوران بھی خطبہ سننے کے علاوہ کسی دوسرے عمل میں مشغول ہونے کی اجازت نہیں، اس لیے دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے دعا مانگنا درست نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا كلام الى تمامها... وکل ما حرم فی الصلوة، حرم فیہا) ای فی

الخطبة. (۱)

ترجمہ:

جب امام (خطبہ پڑھنے کے لیے) نکلے تو خطبہ کے ختم ہونے تک نہ تو نماز کی اجازت ہے اور نہ کوئی بات کر سکتا ہے۔ جو چیزیں نماز کے دوران حرام ہیں، وہ خطبہ کے دوران بھی حرام ہیں۔



خطبہ میں حمد اور تسبیح پراکتفا کرنا

سوال نمبر (355):

ہمارے خطیب صاحب بعض مرتبہ حمد اور تسبیح پڑھ کر خطبہ ختم کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھار کوئی سورت بھی ملا دیتے ہیں، حالانکہ عام طور پر جو خطبے پڑھے جاتے ہیں، ان میں حضور ﷺ پر درود شریف کے علاوہ عام مسلمانوں کے لیے دعا بھی کی جاتی ہے۔ شریعت کی رو سے خطبہ میں حمد اور تسبیح پراکتفا کرنا درست ہے یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر جب تک اسلام حدودِ عرب تک محدود تھا اور مختصین اکثر عرب ہوتے تھے تو جمعہ اور عیدین کے موقعوں پر عربی خطبہ میں ہی وعظ و نصیحت اور ضروریات زندگی کے پیش آمدہ شرعی مسائل کی وضاحت کی جاتی تھی، لیکن جب اسلام عرب کی سرحدات سے نکل کر عجم تک پھیلا تو علمائے کرام نے عوام الناس کی اصلاح اور دینی مسائل سے واقفیت کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے جمعہ کے دن عربی خطبہ سے پہلے

علاقائی زبانوں میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔ وعظ کا مقصد ادا ہو جانے کے بعد عربی خطبہ مختصر پڑھا جائے تو جائز ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود شریف اور دعا خطبہ میں شامل ہو۔ اگرچہ خطبہ کی نیت سے مطلقاً ذکر سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ﴿فاسعوا الی ذکر اللہ﴾ کا حکم آیا ہے جس کی بنا پر فقہائے کرام کے ہاں اگر ایک دفعہ سبحان اللہ کہہ دے تو بھی خطبہ ادا ہو جائے گا۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں اگر خطیب صاحب بعض اوقات دورانِ خطبہ صرف حمد اور تسبیح پر اکتفا کریں تو اس سے واجب خطبہ ادا ہو جاتا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال أبو حنیفۃ: أن الشرط أن يذكر الله تعالى على قصد الخطبة، كذا نقل عنه في الأمالي مفسراً، فلذکر أم کثر، حتی لو سبح، أو همل، أو حمد الله تعالى على قصد الخطبة أجزاءه. (۱)

ترجمہ:

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ شرط یہ ہے کہ اللہ کا ذکر خطبہ کے ارادے سے کیا جائے، اسی طرح امالی نامی کتاب میں آپؐ سے نقل کیا ہے۔ ذکر چاہے کم ہو یا زیادہ، یہاں تک کہ اگر سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ خطبہ کی نیت سے پڑھا، تو یہ بھی جائز ہے۔



جمعہ کے خطبہ میں وعظ و نصیحت

سوال نمبر (356):

جمعہ کے خطبہ میں اردو یا پشتو زبان میں وعظ و نصیحت کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بینوا و جروا

الجواب وبالله التوفیق :

جمعہ کے دن خطبہ کی حیثیت نماز کی طرح ہے اور دورانِ نماز قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا رائج قول کے مطابق جائز نہیں اسی وجہ سے دورانِ خطبہ اردو یا پشتو میں وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں، بصورتِ دیگر خطبہ غیر عربی زبان میں مکروہ تحریمی رہے گا، البتہ خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں وعظ و نصیحت کرنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ بہتر بھی ہے۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ۱۹۵/۲

والدلیل علیٰ ذلك:

فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة عن النبي ﷺ والصحابة، فيكون مكروهاً تحريماً، وكذا قراءة الأشعار الفارسية، والهندية فيها. (۱)
ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر عربی زبان میں خطبہ دینا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل شدہ سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا اور اسی طرح فارسی اور ہندی کے اشعار بھی مکروہ ہوں گے۔



جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا حکم

سوال نمبر (357):

جمعہ کے دن اگر کوئی شخص خطبہ دینے میں یہ طریقہ اختیار کرے کہ دونوں خطبوں کے درمیان نہ بیٹھے (جلسہ نہ کرے) تو شریعت کی رو سے اس شخص کا یہ عمل کیسا ہے؟

بینوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جمعہ اور عیدین کے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح قرون اولیٰ سے لے کر آج تک تواتر کے ساتھ چلا آ رہا ہے کہ ان دونوں موقعوں (جمعہ اور عیدین) پر دو خطبے پڑھے جاتے ہیں۔
لہذا اگر کوئی شخص دونوں خطبوں کے درمیان نہ بیٹھے اور دونوں خطبوں کو ایک ساتھ پڑھے تو اس کا یہ عمل خلاف سنت ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلك:

(وبسن خطبتان بجملة بينهما) بقدر ثلاث آيات على المذهب، وتاركها مسيء. (۱)

(۱) محمد عبد الحمی المکھنونی، عمدة الرعاية علی هامش شرح الوقاية، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۱/۲۰۰

(۱) حاشیة الطحطاوی علی مرافی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲۴

ترجمہ:

اور دو خطبے دینا اور ان کے درمیان تین آیات کی مقدار بیٹھنا سنت ہے اور اس کا چھوڑنے والا گناہ گار ہے



خطبہ کے بغیر نماز جمعہ ادا کرنا

سوال نمبر (358):

جمعہ کے دن اگر امام دونوں خطبے چھوڑ کر جمعہ کی نماز پڑھائے تو ایسی صورت میں نماز جمعہ کی ادائیگی درست رہے گی یا نہیں؟

بَيِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ فقہائے کرام نے نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے بارہ شرائط ذکر فرمائی ہیں، جن میں چھ شرائط ایسی ہیں جن کا تعلق نمازی کی ذات سے ہے اور چھ شرائط جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے سے متعلق ہیں۔ ان شرائط میں سے ایک شرط خطبہ پڑھنا ہے، لہذا اگر کسی نے خطبہ کے بغیر نماز جمعہ ادا کی تو ان کی یہ نماز درست نہیں ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(ومنها الخطبة قبلها) حتی لو صلوا بلا خطبة، أو خطب قبل الوقت لم يحز. (۱)

ترجمہ:

نماز جمعہ کی صحیح ہونے کے لیے ایک شرط نماز سے پہلے خطبہ کا ہونا ہے۔ اگر کسی نے خطبہ کے بغیر یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھ کر نماز پڑھی تو نماز جمعہ جائز نہ ہوگی۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی الجمعة: ۱/۱۴۶

میں حاضر نہ ہونے کی صورت میں نماز جمعہ

سوال نمبر (359):

جمعہ کے دن امام صاحب خطبہ دے چکا تھا یا نماز میں تشہد کی حالت میں بیٹھا تھا کہ اس دوران ایک شخص نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد آیا۔ اب یہ شخص نماز جمعہ ادا کرے گا یا ظہر کی نماز پڑھے گا؟ نیز خطبہ نہ سننے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے جمعہ کی ادائیگی کے لیے خطبہ سننا واجب ہے، تاہم اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد پہنچا کہ امام خطبہ دینے سے فارغ ہو کر نماز شروع کر چکا ہو یا نماز میں تشہد کی حالت میں بیٹھا ہو اگرچہ وہ سجدہ سہو کا تشہد ہی کیوں نہ ہو اور یہ شخص امام کے ساتھ اس نماز میں شریک ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں یہ شخص جمعہ کی نماز ہی پوری کرے گا۔ اور خطبہ نہ سننے کا گناہ ہوگا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

ومن أدركها في التشهد، أو في سجود السهو أتم جمعة. (۱)

ترجمہ:

اور جس نے تشہد کی حالت میں یا سجدہ سہو میں نماز جمعہ کو پالیا، تو وہ نماز جمعہ پوری کرے گا۔



(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی الجمعة: ۱/۱۴۹

امام کا خطبہ کے دوران لائٹھی سے سہارا لینا

سوال نمبر (360):

خطبہ کے دوران خطیب کے لیے ہاتھ میں لائٹھی لینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت سمجھتے ہیں۔ شریعت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بیّنوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ بوقت خطبہ ہاتھ میں لائٹھی لے کر کھڑا ہونا صرف جائز ہی نہیں، بلکہ سنت بھی ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ اکثر لائٹھی ہاتھ میں لے کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، اس لیے اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی اقتدا میں ایسا کرے تو یہ سنت شمار ہوگا اور اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں، لیکن یہ خطبہ کے لیے لازمی شرط بھی نہیں، لہذا لائٹھی لیے بغیر بھی خطبہ بلا کراہت درست ہے، اس لیے اس عمل کو ضروری سمجھنا، لائٹھی نہ لینے والے کو برا بھلا کہنا اور اس کو خطبے کا لازمی جز سمجھنا بھی مناسب نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قال الحصكفي: ويكره أن يتكئ على قوس أو عصا..... استشكله في الحلبة بأنه في رواية أبي داود "أنه ﷺ قام أي في الخطبة متوكفاً على عصا أو قوس" ونقل القهستاني عن عبدالمحيط أن أخذ العصا سنة كالقيام. (۱)

ترجمہ:

اور کمان یا لائٹھی پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔۔۔۔۔ لیکن حلیہ میں ابوداؤد کی روایت کی وجہ سے اس پر اشکال کیا ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کے لیے لائٹھی یا کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے تھے اور قہستانی نے عبدالمحیط سے نقل کیا ہے کہ لائٹھی کا ہاتھ میں لینا کھڑے ہونے کی طرح سنت ہے۔

(۱) ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب: ۳/ ۴۱

جمعہ کے سنت پڑھتے وقت خطبہ شروع ہونا

سوال نمبر (361):

ایک شخص جمعہ کے دن سنت پڑھ رہا تھا، اس دوران خطیب نے جمعہ کا خطبہ شروع کیا۔ ایسی صورت میں اس شخص کو بقیہ سنت پڑھنا چاہیے یا سلام پھیر کر خطبہ سننا چاہیے؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ کے لیے کھڑا ہو تو اس وقت سنت پڑھنا یا کسی دوسرے ایسے عمل میں مشغول ہونا جو خطبہ سننے میں مانع ہو، جائز نہیں، تاہم اگر کسی نے خطبہ شروع ہونے سے پہلے سنت پڑھنا شروع کیا ہو تو یہ شخص نماز نہ توڑے، بلکہ قرأت میں تخفیف کر کے اس کو پورا کرے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

إذا شرع فی الأربع قبل الجمعة، ثم افتح الخطبة، أو الأربع قبل الظهر، ثم أقیمت هل یقطع علی رأس الترتین؟ تكلّموا فیہ والصحیح أنّه یتّم. (۱)

ترجمہ:

جب کسی نے جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت سنت شروع کی، پھر خطبہ شروع ہوا یا ظہر کے وقت چار رکعت سنت شروع کیں پھر جماعت کھڑی ہوگئی تو کیا دو رکعت پر نماز ختم کرے گا۔ اس بارے میں فقہائے کرام نے کلام کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سنت پوری کرے گا۔



مصادر و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر
الف			
۱	إرشاد السّاري إلى مناسك الملاعلي القاري	حسين بن محمد سعيد عبدالغني المكي	دار الكتب العلمية بيروت
۲	أحكام القرآن	ظفر أحمد العثماني (۱۳۹۴ھ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی
۳	أحكام القرآن	أبو بكر أحمد بن علي الرازي الحصاص الحنفي (۳۷۰ھ)	سهيل اكيڈمی لاہور
۴	إسلامی تہذیب و تمدن اردو ترجمہ "التشبه في الإسلام"	قاری محمد طیب قاسمی (۱۴۰۳ھ)	إداره إسلامیات لاہور
۵	إعلاء السنن	ظفر أحمد العثماني (۱۳۹۴ھ)	دار الكتب العلمية بيروت
۶	إعلام الموقعين	ابن القيم الحوزية (۷۵۱ھ)	دار الفكر بيروت لبنان
۷	الإتقان في علوم القرآن	جلال الدين السيوطي (۹۱۱ھ)	سهيل اكيڈمی لاہور
۸	الاختيار لتعليل المختار	أبو الفضل عبد اللہ الموصلي (۶۸۳ھ)	دار المعرفة بيروت لبنان
۹	الاستصناع	سعود بن مسعد الثبتي	دار ابن حزم بيروت
۱۰	الاعتصام	أبو إسحاق إبراهيم الشاطبي (۷۹۰ھ)	مکتبہ رشیدیہ پشاور
۱۱	الأشباه والنظائر	زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم (۹۷۰ھ)	ايچ ایم سعيد کراچی
۱۲	البحر الرائق	ابن نجيم (۹۷۰ھ)	دار الكتب العلمية بيروت

۱۳	البداية والنهاية	إسماعيل ابن كثير (۷۷۴هـ)	دار الفكر بيروت
۱۴	الترغيب والترهيب	زكي الدين عبدالعظيم بن عبدالقوي المنذري (۶۵۶هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت
۱۵	التشريع الحنائي الإسلامي	عبدالقادر عودة	مؤسسة الرسالة بيروت
۱۶	التعليق الصبيح	محمد إدريس الكاندهلوي (۱۳۹۴هـ)	المكتبة العثمانية لاهور
۱۷	التعليق المبسر على حاشية الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر	الشيخ الوهبي سليمان الغاوي	دار البشائر الإسلامية بيروت
۱۸	التفسير الكبير	فخر الدين الرازي (۶۰۶هـ)	دار إحياء التراث العربي لبنان
۱۹	التلخيص الحبير	ابن حجر العسقلاني (۸۵۲هـ)	المكتبة الاثرية شيخو پوره
۲۰	الحامع لأحكام القرآن للقرطبي	محمد القرطبي (۶۷۱هـ)	دار إحياء التراث العربي لبنان
۲۱	الجوهر النيرة	أبو بكر بن علي بن محمد الزبيدي (۸۰۰هـ)	دار الكتب العلمية لبنان
۲۲	الحيلة الناجزة	أشرف علي التهانوي (۱۳۶۲هـ)	دار الإشاعت كراچی
۲۳	الدر المختار مع ردالمحتار	محمد بن علي الحصكفي (۱۰۸۸هـ)	مكتبه إمداديه ملتان
۲۴	الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر	ملا علي بن سلطان القاري (۱۰۱۴هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان
۲۵	الزهد الكبير للبيهقي	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (۴۵۸هـ)	دار الحنان بيروت لبنان
۲۶	الشرقية شرح المراجحة	السيد الشريف علي الحرجاني (۸۱۶هـ)	المكتبة الحقانية پشاور
۲۷	السنن الكبرى للنسائي	أحمد النسائي (۳۰۳هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت لبنان

۲۸	السنن الكبرى للبيهقي	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي	دار الفكر بيروت لبنان
		(۴۵۸هـ)	
۲۹	السراجي في الميراث	محمد بن عبد الرشيد السجواني	الميزان لاهور
		(۶۰۰هـ)	
۳۰	السّعاية	محمد عبد الحي اللكهنوي	سهيل اكيدي لاهور
		(۱۳۰۴هـ)	
۳۱	الشمائل المحمدية للترمذي	محمد بن عيسى الترمذي	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
		(۲۷۹هـ)	
۳۲	العرف الشذي	أنور شاه الكشميري (۱۳۵۲هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت
۳۳	العقائد الإسلامية	سيد سابق (۱۴۲۰هـ)	دار الكتاب العربي
۳۴	العقيدة في الله	عمر سليمان الأشقر (۱۴۳۳هـ)	مكتبة الفلاح الكويت
۳۵	العناية على هامش فتح القدير	أكمل الدين محمد بن محمد	المكتبة الحقانية پشاور
		البايرتي (۷۸۶هـ)	
۳۶	الفتاوى البزازية على هامش	محمد بن شهاب الكردي	مكتبة رشيديه كوثه
	الفتاوى الهندية	(۸۲۷هـ)	دار الكتب العلمية بيروت
۳۷	الفتاوى الخانية على هامش	فخر الدين حسن بن منصور	مكتبة رشيديه كوثه
	الفتاوى الهندية	الأوزجندي (۵۹۲هـ)	
۳۸	الفتاوى الكاملية في الحوادث	محمد كامل بن مصطفى	المكتبة الحقانية پشاور
	الطرابلسية	الطرابلسي (۱۳۱۵هـ)	
۳۹	الفتاوى الهندية (العالمگیریة)	شيخ نظام وجماعة من علماء الهند	مكتبة رشيديه كوثه
۴۰	الفتاوى التاتارخانية	عالم بن العلاء الدهلوي	دار إحياء التراث العربي بيروت
		(۷۸۶هـ)	
۴۱	الفقه الحنفي وأدلته	أسعد محمد سعيد الصاغرجي	دار الكلم الطيب بيروت لبنان

- ۴۲ الفقه الإسلامي وأدلته د. وهبة الزحيلي (۱۴۳۶ھ) دار احسان دمشق
- ۴۳ القاموس الجديد وحيد الزمان قاسمي كيرانوي إدارة إسلامیات لاہور كراچی (۱۴۱۵ھ)
- ۴۴ الكفاية على هامش فتح القدير جلال الدين الخوارزمي (۷۶۹ھ) مكتبه حقانيه پشاور
- ۴۵ المبسوط للسرخسي شمس الأئمة السرخسي دار الكتب العلمية بيروت (۴۸۳ھ)
- ۴۶ المبسوط للشيباني محمد بن الحسن الشيباني دار المعارف النعمانية لاہور (۱۸۹ھ)
- ۴۷ المجموع شرح المذهب محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي (۶۷۶ھ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۴۸ المحيط البرهاني في الفقه النعماني محمود بن أحمد بن عبدالعزيز عمر بن مازة البخاري (۶۱۶ھ) المكتبة الغفارية كوته
- ۴۹ المختصر للقدوري أبو الحسين أحمد القدوري الميزان لاہور (۴۲۸ھ)
- ۵۰ المدخل محمد بن محمد العبدري المالكي المعروف بابن الحاج (۷۲۷ھ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۵۱ المسامرة على المسامرة كمال الدين محمد بن محمد ابن أبي الشريف (۹۰۶ھ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۵۲ المستدرك على الصحيحين أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري (۴۰۵ھ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۵۳ المسلك المنقسط في المسلك الملا علي بن سلطان القاري (۱۰۱۴ھ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۵۴ المصنف لابن أبي شيبة الإمام أبو بكر عبد الله بن محمد ابن أبي شيبة (۲۳۵ھ) إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی طيب إكادمي ملتان

٥٥	المعجم الأوسط	الحافظ سليمان الطبراني (٣٦٠هـ)	مكتبة المعارف الرياض
٥٦	المعجم الكبير للطبراني	الحافظ أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (٣٦٠هـ)	شركة معمل و مطبعة الزهراء الحديثة المحدودة عراق
٥٧	المغني على الشرح الكبير	للإمامين موفق الدين (٦٢٠هـ) و شمس الدين ابني قدامة (٦٨٣هـ)	المكتبة التجارية مكة المكرمة
٥٨	المفهم شرح صحيح مسلم	أحمد بن عمر بن إبراهيم القرطبي (٦٥٦هـ)	دار ابن كثير دمشق، دار الكلم الطيب بيروت لبنان
٥٩	المنجد في اللغة والأعلام	جماعة علماء المستشرقين	دار المشرق بيروت لبنان
٦٠	الموافقات في أصول الأحكام	أبو إسحاق إبراهيم بن موسى اللخمي الشاطبي (٧٩٠هـ)	دار الفكر بيروت لبنان
٦١	الموسوعة الفقهية الكويتية	وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت	طباعة ذات السلاسل الكويت
٦٢	الموضوعات الكبرى	ملاعلي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	مكتبة دار السلام بشارور
٦٣	النبراس شرح شرح العقائد	عبد العزيز فرهاروي (١٢٣٩هـ)	المكتبة الحقانية ملتان
٦٤	النتف في الفتاوى	علي بن الحسين السغدري (٤٦١هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت دار الفرقان عمان
٦٥	النهر الفائق	عمر بن إبراهيم بن نجيم (١٠٠٥هـ)	مكتبة رشيدية كوثه
٦٦	الوجيز	عبد الكريم زيدان (١٤٣٥هـ)	فاران اكيلمي لاهور
٦٧	الوسيط في شرح القانون المدني	عبدالرزاق السنهوري (١٣٩١هـ)	دار احياء التراث العربي، بيروت
٦٨	الهداية	برهان الدين أبو الحسن علي بن أبي بكر المرغيناني (٥٩٣هـ)	مكتبة رحمانيه لاهور

- ۶۹ اللآلى المصنوعة في الأحاديث
الموضوعة
جلال الدين عبد الرحمن السبوطي (۹۱۱ھ)
دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۷۰ الأحكام السلطانية
علي بن محمد الماوردي
نفيس اكيڈمى كراچي
(۴۵۰ھ)
- ۷۱ كفاية الأعيان في حل غاية
الاختصار
نقي الدين أبوبكر بن محمد الحصيني (۸۳۹ھ)
دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۷۲ الإتقان في علوم القرآن
جلال الدين عبد الرحمن السبوطي (۹۱۱ھ)
سهيل اكيڈمى لاهور
- ۷۳ الإنصاف في معرفة الراجح من
الخلاف
علاء الدين علي بن سليمان المرداوي (۸۸۵ھ)
دار احياء التراث العربي بيروت
- ۷۴ إمداد الفتاوى
أشرف علي التهانوي (۱۳۶۲ھ)
مكتبة دارالعلوم كراچي
- ۷۵ أوجز المسالك
محمد زكريا الكاندهلوي
مكتبة إمداديه ملتان
(۱۳۰۲ھ)
- ۷۶ اوزان شرعية
مفتي محمد شفيع (۱۳۹۶ھ)
إدارة المعارف كراچي
- ۷۷ آكام المرحان في أحكام
الحان
بدر الدين أبو عبد الله محمد بن عبد الله الشبلي (۷۶۹ھ)
كارخانه تجارت كتب كراچي
- ۷۸ أشرف التوضيح
نذير أحمد (۱۴۲۵ھ)
مكتبة العارفي فيصل آباد
- ۷۹ بدائع الصنائع في ترتيب
الشرايع
علاء الدين أبوبكر بن مسعود الكاساني (۵۸۷ھ)
دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ۸۰ بداية المجتهد ونهاية المقتصد
ابن رشد محمد بن أحمد القرطبي
مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة
(۵۹۵ھ)
- ۸۱ بذل المحمود في حل أبي داود
خليل أحمد السهارنفوري
دار اللوئ للنشر والتوزيع الرياض
(۱۳۴۶ھ)



۸۲	تاریخ التشريع الإسلامي	مناع القطان (۱۴۲۰ھ)	مؤسسة الرسالة بيروت لبنان
۸۳	تبصرة الحکام فی اصول الأقضية ومناهج الأحکام	إبراهيم بن علي ابن فرحون المالکی (۷۹۹ھ)	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
۸۴	تبیین الحقائق فی شرح کنز الدقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی (۷۴۳ھ)	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
۸۵	تحفة الفقهاء	علاء الدین السمرقندی (۵۷۵ھ)	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
۸۶	تفسیر المظهری	محمد ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ)	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
۸۷	تفسیر القرآن الکریم	عمادالدین اسماعیل بن کثیر (۷۷۴ھ)	مکتبہ إمدادیہ مکة المکرمہ
۸۸	تفسیر أبي السعود	أبو السعود محمد بن محمد (۹۸۲ھ)	دار إحياء التراث العربی بیروت
۸۹	تقریر ترمذی	محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز کراچی
۹۰	تقریرات الرافعی	محمد رشید بن عبد اللطیف البیساری الرافعی (۱۳۲۳ھ)	مکتبہ إمدادیہ ملتان
۹۱	تقلید کی شرعی حیثیت	محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز کراچی
۹۲	تکملة البحر الرائق	محمد بن حسین بن علی الطوری (۱۱۳۸ھ)	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
۹۳	قرة عیون الاختیار تکملة ردالمحتار	محمد علاء الدین بن محمد أمين ابن عابدین (۱۳۰۶ھ)	مکتبہ إمدادیہ ملتان
۹۴	تکملة عمدة الرعاية علی شرح الوقاية	مولانا فتح محمد الثائب (۱۳۲۷ھ)	مکتبہ رحمانیہ اقراء ستر غزنی ستریت اردو بازار لاہور

مکتبہ دارالعلوم کراچی	محمد تقی عثمانی	تکملة فتح الملہم	۹۵
مکتبہ إمدادہ ملتان	محمد بن عبد اللہ بن أحمد	تنویر الأبصار مع الدر المختار	۹۶
	التمر تاشی (۱۰۰۴ھ)		
ج، ح، خ، د			
دار الفکر بیروت لبنان	أبو جعفر محمد بن جریر الطبری	جامع البیان المعروف	۹۷
	(۳۱۰ھ)	تفسیر الطبری	
المیزان، لاہور	أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ	جامع الترمذی	۹۸
	الترمذی (۲۷۹ھ)		
ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی	شمس الدین محمد انقہستانی	جامع الرموز	۹۹
	(۹۵۳ھ)		
مکتبہ دارالعلوم کراچی	مفتی محمد شفیع (۱۳۹۶ھ)	جواہر الفقه	۱۰۰
دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	شہاب الدین أحمد بن یونس	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	۱۰۱
	الشلبی (۱۰۱۰ھ)		
طباعة ذات السلاسل الكويت	وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية	حاشیۃ الموسوعة الفقهیة الكويتیة	۱۰۲
مکتبہ رحمانیہ لاہور	محمد عبد الحی اللکھنوی	حاشیۃ الہدایۃ	۱۰۳
	(۱۳۰۴ھ)		
المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ	أحمد بن محمد الطحطاوی	حاشیۃ الطحطاوی	۱۰۴
	الحنفی (۱۲۳۱ھ)	علی مراقی الفلاح	
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	ناصر الإسلام محمد عمر	حاشیۃ علی البنایۃ فی شرح الہدایۃ	۱۰۵
	رامفور (۱۲۹۵ھ)		
المکتبۃ السلفیۃ لاہور	شاہ ولی اللہ أحمد الدہلوی	حجۃ اللہ البالغۃ	۱۰۶
	(۱۱۷۶ھ)		

- ۱۰۷ خلاصه التحقيق في حكم
التقليد والتلفيق
عبد الغني النابلسي
مكتبة الحقيقة استبول، تركيا
(۱۱۴۳هـ)
- ۱۰۸ خلاصة الفتاوى
طاهر بن أحمد البخاري
مكتبة رشيد كوته
(۵۴۲هـ)
- ۱۰۹ درر الحکام شرح محله الأحكام
علي حيدر (۱۲۵۴هـ)
المكتبة العربية كوته
- ر، م، ش**
- ۱۱۰ رحمة الأمة في اختلاف الآلعة
أبو عبد الله محمد بن عبد
الرحمن قاضي صفد (۷۸۰هـ)
دار الفكر بيروت لبنان
- ۱۱۱ رد المحتار على الدر المختار
محمد أمين ابن عابدين
مكتبة امداديه ملتان
(۱۲۵۲هـ)
- ۱۱۲ روح المعاني
شهاب الدين محمود الألوسي
البغدادي (۱۲۷۰هـ)
دار إحياء التراث العربي
بيروت لبنان
- ۱۱۳ سبل الهدى والرشاد في سيرة
خير العباد
شمس الدين محمد بن يوسف
الشامي (۹۴۲هـ)
دار الكتب العلمية بيروت،
لبنان
- ۱۱۴ سلسلة الأحاديث الضعيفة
والموضوعة
محمد ناصر الدين الألباني
(۱۴۲۰هـ)
المكتب الإسلامي
بيروت
- ۱۱۵ سنن الدارمي
عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي
قديمي كتب خانة كراچي
(۲۵۵هـ)
- ۱۱۶ سنن النسائي
أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب
الخراساني النسائي (۳۰۳هـ)
مكتبة رحمانيه
اردو بازار لاهور
- ۱۱۷ سنن أبي داود
سليمان بن الأشعث السجستاني
ايچ ايم سعيد كراچي
(۲۷۵هـ)
- ۱۱۸ سنن الدارقطني
علي بن عمر الدارقطني
دار الكتب العلمية بيروت لبنان
(۳۸۵هـ)

- ۱۱۹ شرح السنہ الحسين بن مسعود البغوي المكتبة الإسلامية بيروت، لبنان (۵۱۰ھ)
- ۱۲۰ شرح العقائد النسفية مسعود بن عمر التفتازاني مكتبة حقانيه پشاور (۷۹۳ھ)
- ۱۲۱ شرح العقيدة الطحاوية ابن أبي العز الحنفی (۷۹۲ھ) قديمى كتب خانہ كراچي
- ۱۲۲ شرح المحلة سليم رستم باز اللبناني المكتبة الحبيبية كوثه (۱۳۳۸ھ)
- ۱۲۳ شرح المحلة خالده الأناسي (۱۳۲۶ھ) المكتبة الحقانية پشاور
- ۱۲۴ شرح النقاية علي بن محمد سلطان القاري ايج ايم سعيد كمپنى كراچي (۱۰۱۴ھ)
- ۱۲۵ شرح الوفاية عبيدا لله بن مسعود (۷۴۷ھ) مكتبة رشيديه كوثه
- ۱۲۶ شرح صحيح البخاري لابن أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك (۴۴۹ھ) مكتبة الرشد الرياض
- ۱۲۷ شرح عقود رسم المفتي لابن محمد أمين الشهير بابن عابدين مكتبة البشرى كراچي (۱۲۴۳ھ)
- ۱۲۸ شرح مسلم للنووي يحيى بن شرف النووي مكتبة دارالفكر بيروت لبنان (۶۷۶ھ)
- ۱۲۹ شرح معاني الآثار أحمد بن محمد الطحاوي ايج ايم سعيد كمپنى كراچي (۳۲۱ھ)
- ۱۳۰ شعب الإيمان للبيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي دار الكتب العلمية بيروت لبنان (۴۵۸ھ)

ص، ع، غ

- ۱۳۱ صحيح ابن حبان محمد بن حبان (۳۵۴ھ) مكتبة دارالفكر بيروت لبنان

۱۳۲	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	قدیمی کتب خانہ کراچی
		(۲۵۶ھ)	
۱۳۳	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری	قدیمی کتب خانہ کراچی
		(۳۶۱ھ)	
۱۳۴	عقد الحید فی أحكام الاجتهاد والتقليد	شاہ ولی اللہ دہلوی	دار الفتح الشارقة
		(۱۱۷۶ھ)	
۱۳۵	علوم الحديث	عبد اللہ اسمعی	مجلس نشریات اسلام کراچی
۱۳۶	علوم القرآن	محمد تقی عثمانی	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۱۳۷	عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية	محمد عبد الحی اللمکھنوی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
		(۱۳۰۴ھ)	
۱۳۸	عمدة القاري شرح صحيح البخاري	العلامة بدر الدين العيني	دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان
		(۸۵۵ھ)	
۱۳۹	عون المعبود شرح سنن أبي داود	محمد شمس الحق عظیم آبادی	دار الفکر بیروت، لبنان
		(۱۳۲۹ھ)	
۱۴۰	غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر	أحمد بن محمد الحموي	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی
		(۱۰۹۸ھ)	
۱۴۱	غنية الفاسك في بغية المنامك	محمد حسن شاہ المهاجر المكي	مکتبہ ادارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی
		(۱۳۴۶ھ)	
۱۴۲	غنية المستملعي المعروف بالحلي الكبير	إبراهيم الحلبي (۹۵۶ھ)	مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ
			
۱۴۳	فتاویٰ ابن تیمیہ	تقی الدین ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)	تحت إشراف الرئاسة العامة لشئون الحرمين الشريفين
۱۴۴	فتاویٰ المرأة المسلمة	جماعة من علماء العرب	دار الفکر بیروت لبنان

۱۴۵	فتاویٰ خیرۃ علیٰ ہامش تنقیح	عبر الدین الرملى (۱۸۱۰ھ)	مکتبہ حقانیہ پشاور پاکستان
	الفتاویٰ الحامدیہ		
۱۴۶	فتاویٰ رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ)	مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک
۱۴۷	فتح الباری	أحمد بن علی بن حجر	دار الفکر بیروت، لبنان
		العسقلانی (۸۵۲ھ)	
۱۴۸	فتح الغفار شرح المنار	زین الدین بن ابراہیم	مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ
		ابن نحیم (۹۷۰ھ)	
۱۴۹	فتح القدير الحامع بین فنی	محمد بن علی بن محمد	دار الفکر بیروت لبنان
	الروایۃ والدراية من علم التفسیر	الشوکانی (۱۲۵۰ھ)	
۱۵۰	فتح القدير	ابن الہمام کمال الدین محمد بن	مکتبہ حقانیہ پشاور پاکستان
		عبدالواحد (۸۶۱ھ)	
۱۵۱	فتح الملہم شرح صحیح مسلم	شیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ)	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۱۵۲	فقہ السنۃ	السید السابق (۱۴۲۰ھ)	دار ابن کثیر دمشق لبنان
۱۵۳	فیض الباری علی صحیح البخاری	محمد أنور شاہ کشمیری	مکتبہ حقانیہ پشاور
		(۱۳۵۲ھ)	
۱۵۴	فیض القدير شرح الحامع الصغير	محمد عبد الرؤوف المناوی	دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان
		(۱۰۳۱ھ)	

ق، ک

۱۵۵	قاموس الفقہ	سیف اللہ رحمانی	زم زم پبلشرز کراچی
۱۵۶	کتاب التعریفات	سید شریف الحرحرانی (۸۱۶ھ)	دار المنار للطباعة والنشر
۱۵۷	کتاب الفقہ علی المذاهب الأربعة	عبدالرحمن بن محمد عوض	وحیدی کتب خانہ پشاور
		الحزیری (۱۳۶۰ھ)	
۱۵۸	کتاب الأموال	أبو عبيد قاسم بن سلام (۲۲۴ھ)	دار الکتب العلمیۃ بیروت

- ۱۵۹ کشف القناع عن متن الإقناع منصور بن یونس البهوتی دار الكتب العلمیہ بیروت (۱۰۵۱ھ)
- ۱۶۰ کشف الأسرار أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد حافظ الدین النسفی (۷۱۰ھ) دار الكتب العلمیہ بیروت
- ۱۶۱ کفایت المفتی مفتی کفایت اللہ دہلوی دارالاشاعت کراچی (۱۳۵۲ھ)
- ۱۶۲ کنز الدقائق أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد حافظ الدین النسفی (۷۱۰ھ) ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
- ۱۶۳ کنز العمال علاء الدین المتقی الہندی ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان (۹۷۵ھ) پاکستان
- ل، م**
- ۱۶۴ لسان الحکام إبراہیم بن محمد، المعروف بابن المشنہ الحلبي (۸۸۲ھ) البابي الحلبي القاهرة
- ۱۶۵ لسان العرب محمد بن منظور الافريقي دار إحياء التراث العربي بیروت (۷۱۱ھ)
- ۱۶۶ ماہنامہ العصر پشاور مفتی غلام الرحمن جامعہ عثمانیہ پشاور
- ۱۶۷ محلۃ الأحکام العدلیۃ لجنة العلماء المحققین میر محمد کتب خانہ کراچی
- ۱۶۸ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر عبد اللہ بن محمد بن سلیمان داماد أفندي (۱۰۷۸ھ) دار إحياء التراث العربي بیروت
- ۱۶۹ مجمع الزوائد نور الدین علی بن أبی بکر الہیثمی دار الكتب العلمیہ بیروت (۸۰۷ھ)
- ۱۷۰ مجموعہ قوانین اسلامی ڈاکٹر تنزیل الرحمن ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
- ۱۷۱ مجموعہ رسائل ابن عابدین محمد امین ابن عابدین (۱۲۴۳ھ) سہیل اکیڈمی لاہور

۱۷۲	مجموعۃ رسائل اللکھنوی	عبدالحي اللکھنوی (۱۳۰۴ھ)	إدارة القرآن کراچی
۱۷۳	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی بن سلطان القاری (۱۰۱۴ھ)	المکتبۃ الحقانیۃ پشاور
۱۷۴	مسند الإمام أحمد	أحمد بن حنبل (۲۴۱ھ)	دار إحياء التراث العربی بیروت
۱۷۵	مسند أبي عوانة	أبو عوانة یعقوب بن إسحاق الأسفرائینی (۳۱۶ھ)	دار المعرفة بیروت
۱۷۶	مسند أبي يعلى الموصلي	أحمد بن علي الموصلي (۳۰۷ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان
۱۷۷	مشکوۃ المصابیح	محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی (۷۳۷ھ)	المکتبۃ الحقانیۃ پشاور
۱۷۸	مصنف عبدالرزاق	أبو یکر عبد الرزاق بن مہام الصنعانی (۲۱۱ھ)	إدارة القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی
۱۷۹	معارف السنن	محمد یوسف البنوری (۱۳۹۷ھ)	ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی
۱۸۰	معجم لغة الفقهاء	محمد رواس قلعه جی (۱۴۳۵ھ)	دار النفائس بیروت
۱۸۱	معین الحکام	علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی (۸۴۴ھ)	مکتبۃ القدس کوئٹہ
۱۸۲	مغنی المحتاج	محمد بن أحمد الخطیب الشربینی (۹۷۷ھ)	دار الذخائر للمطبوعات قم ایران
۱۸۳	مفردات غریب القرآن	الحسین بن محمد الراغب الأصفهانی (۵۰۲ھ)	دار القلم دمشق
۱۸۴	منحة الخالق علی البحر الرائق	محمد امین ابن عابدين (۱۲۴۳ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان
۱۸۵	منهاج السنن شرح جامع السنن	المفتی محمد فرید (۱۴۳۲ھ)	مکتبۃ حقانیۃ پشاور

- ۱۸۶ موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان
نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (۸۰۷ھ)
المطبعة السلفية و مكتبتها بيروت
- ۱۸۷ موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر
عبد الحليم عويس (۱۴۳۳ھ)
دار الوفاء منصوره
- ۱۸۸ موطا الإمام مالك
مالك بن انس (۱۷۹ھ)
الميزان لاهور
- ۱۸۹ نفع المفتي والسائل
عبد الحي اللكهنوي (۱۳۰۴ھ)
ايچ ايم سعيد كمپني كراچي
- ۱۹۰ نور الأنوار
ملا أحمد جيون (۱۱۳۰ھ)
مير محمد كتب خانہ كراچي
- ۱۹۱ نيل الأوطار
محمد بن علي بن محمد الشوكاني (۱۲۵۰ھ)
دار الكتب العلمية بيروت لبنان





✉ Hasan.usmani@gmail.com

☎ +92 333-8273561 / +92 321-8273561

☎ +92 312-8203561 / +92 315-4499203